تَعَلَّمُوْا النَّحْوَ كَمَا تَعَلَّمُوْنَ السُّنَنَ وَ الْفَرَائِضَ

[عمر بن الخطابؓ]

مؤلف

مفتی محمد جاوید قاسمی سہارنپوری

سابق معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ دارالفکر دیوبند

تفصیلات

نام کتاب	:	درسِ ہدایۃ النحو
مؤلف	:	مفتی محمد جاوید قاسمی بالوی سہارنپوری
		09012740658
اشاعت اول	:	۲۰۱۰ء
اشاعت ثانی	:	۲۰۱۲ء
اشاعت ثالث	:	۲۰۱۳ء
کتابت	:	کمٹیک کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ دیوبند
تعداد	:	۱۱۰۰ر گیارہ سو
قیمت	:	۱۴۰ر روپیے

ملنے کے پتے :

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند☆ اتحاد بک ڈپو دیوبند

زمزم بک ڈپو دیوبند☆ دارالکتاب دیوبند

مکتبہ حجاز دیوبند

فہرست مضامین

تقریظ

محدث کبیر حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم

استاذ حدیث دارالعلوم دیو بند

باسمہ تعالیٰ

قرآن وحدیث اورعربی کتابوں سے استفادہ کے لئے نحو وصرف کے اصول وقواعد بنیادی علوم میں سے ہیں، جن کے بغیر عبارت کا صحیح مفہوم غیر عرب کے لئے دشوار؛ بلکہ ناممکن ہے، جس کی وجہ سے مدارس عربیہ کے جتنے بھی نصاب رائج ہیں، ہر نصاب میں نحو وصرف کی متعدد کتابیں داخل نصاب ہیں، جن میں حسن ترتیب عبارت کی سلاست وقواعد کی جامعیت کی بناء پر ''ہدایۃ النحو'' کونمایاں مقام حاصل ہے۔

طلبہ کی استعداد اور صلاحیتوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے، دیگر درسی کتابوں کی طرح اردوزبان میں ''ہدایۃ النحو'' کی بھی مختلف شروحات لکھی گئی ہیں، اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ''درس ہدایۃ النحو'' بھی ہے، جس کو دارالعلوم دیوبند کے فاضل جناب مفتی محمد جاوید سہارنپوری سابق معین المدرسین دارالعلوم دیوبند نے ترتیب دیا ہے، جس میں مسائل کونہایت سلیس اور عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے، اورعبارت کی تشریح وتسہیل میں اختصار وجامعیت کے ساتھ، مثالوں پرقواعد کومنطبق کرنے کا بھی التزام ہے، اور کتاب میں آئی ہوئی مثالوں، اشعاراورآیات قرآنیہ کی ترکیب نحوی کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی خوبی وافادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

امید ہے کہ یہ شرح طلبہ کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم مؤلف کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت عطا کرے۔اورعلمی طبقوں میں اس کوقبول عام حاصل ہو۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز (آمین)

نعمت اللہ غفرلہ

تصدیق

رئیس الادباء حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ

قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی علوم کی عربی کتابوں سے کما حقہ استفادہ کرنے کے لئے، علم نحو وصرف کے اصول وقواعد ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، علم کی پختگی، صحیح مفہوم تک رسائی، عبارت کی حقیقی سمجھ اور معانی و مطالب کی گہرائی میں اتر کر علم ودانش کے قیمتی ونایاب جواہرات کا حصول، انہی ابتدائی علوم کی مہارت سے ممکن ہے۔

اسی ضرورت واہمیت کے پیش نظر مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں نحو وصرف کی متعدد کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، جن میں حسن ترتیب، قواعد کی جامعیت اور عبارت کی سلاست کی وجہ سے، ''ہدایۃ النحو'' کو بے پناہ مقبولیت اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ موجودہ دور میں طلبہ کی استعداد اور صلاحیتوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے، دیگر درسی کتابوں کی طرح، علاقائی اور قومی زبانوں میں ''ہدایۃ النحو کی بھی مختلف شروحات لکھی گئیں، زیر نظر شرح بھی اسی سلسلے کی ایک اہم اور مفید کڑی ہے جس کو دار العلوم دیوبند کے فاضل جناب مفتی محمد جاوید صاحب بالوی سہارنپوری (سابق معین المدرسین دار العلوم دیوبند) نے تیار کیا ہے۔ اس شرح کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض ایک نحو کی کتاب کی شرح ہی نہیں؛ بلکہ اس میں، نحو کی امہات الکتب کی مدد سے فن نحو کو پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، نہایت سلیس اور عام فہم انداز میں، اختصار وجامعیت کے ساتھ عبارت کی تشریح و تسہیل، مثالوں کو قواعد پر منطبق کرنے کا التزام اور کتاب میں آئی ہوئی مثالوں، اشعار اور آیات قرآنیہ کی ترکیب نحوی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔

امید ہے کہ یہ شرح فن نحو کے متعلمین کے لئے مفید اور نفع بخش ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم مؤلف کی اس علمی کاوش کو شرف قبول عطا کرے اور علمی طبقوں میں اس کو قبول عام حاصل ہو۔ (آمین)

ریاست علی غفرلہ
خادم تدریس دار العلوم دیوبند

توثیق

حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب معروفی زید مجدہم

استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ شانہ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

علوم شرعیہ کا کوئی بھی طالب علم نحو کی تحصیل سے مستغنی نہیں ہوسکتا؛ بلکہ نحوی قواعد کی واقفیت اوران کے خاطر خواہ اجراء و مشق کے بغیر وہ اس میدان میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، درس نظامی کے نصاب میں شامل فن نحو کی کتاب ''ہدایۃ النحو'' اپنی نظیر آپ ہے، اس کتاب کو بصیرت کے ساتھ پڑھ لینے کے بعد طالب علم میں کافی حد تک علم نحو سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

موجودہ دور میں مختلف وجوہات کے پیش نظر، نصابی کتب کی تسہیل، تشریح اور آسان پیرایہ میں نئے انداز سے مباحث کو پیش کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے اوراس کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے، چنانچہ ''ہدایۃ النحو'' کی بھی متعدد شرحیں وجود میں آئی ہیں، پیش نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک مفید کڑی ہے۔

شارح کتاب جناب مولانا مفتی محمد جاوید صاحب قاسمی، دارالعلوم دیوبند کے ایک جید الاستعداد فاضل ہونے کے علاوہ دارالعلوم کے شعبۂ تدریب المعلمین سے وابستہ رہ کر تدریسی خدمت بھی انجام دے چکے ہیں، اس لئے بچوں کو اس کتاب کے سمجھنے میں؛ اس کی تدریس کو مفید تر بنانے کے سلسلے میں انہیں کچھ تجربات حاصل ہوئے، جو ایک نئی شرح کی تصنیف کا محرک بنے، امید ہے کہ یہ کتاب نہ صرف ایک رسمی شرح ہوگی؛ بلکہ تدریس نحو کے سلسلہ میں طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب کو جزائے خیر عطا فرئے، اوران کی اس محنت کو عنداللہ وعندالناس شرف قبول بخشے، اور مزید علمی و تصنیفی کام کرتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فقط

عبداللہ معروفی غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

حرف آغاز

اب سے دو سال قبل، بحیثیت ''معین مدرس'' دارالعلوم دیوبند'' کے زمانۂ قیام میں، جن کتابوں کے اسباق بندے سے متعلق ہوئے، ان میں ''فن نحو'' کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' بھی تھی؛ چوں کہ ابتدائی عربی درجات کے طلبہ، عربی کتابوں کو سمجھ کر، اپنے الفاظ میں ان کا مطلب بیان کرنے پر عموما قادر نہیں ہوتے، اس لئے بندہ: درایۃ النحو، الہامیہ، کافیہ، رضی، شرح جامی، جامع الغموض، غایۃ التحقیق، تحریر سنبٹ، مغنی اللبیب، شرح قطر الندی، شرح شذور الذہب، الکواکب الدریہ، شرح ابن عقیل، النحو الوافی، النحو الواضح، شرح مائۃ عامل، شرح شرح مائۃ عامل، نحو میر اور حاشیہ نحو میر وغیرہ مختلف کتب نحو کی مدد سے اولا ایک نوٹ تیار کر لیتا، پھر درسگاہ میں جا کر زبانی، وہ نوٹ طلبہ کو املاء کرا دیتا، طلبہ اس نوٹ کو زبانی یاد کر لیتے، آخر کتاب تک تسلسل کے ساتھ یہ معمول جاری رہا اور اس سے کافی فائدہ محسوس ہوا۔ اس وقت اس کو باضابطہ کتابی شکل میں شائع کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا؛ لیکن خدا کے فضل وکرم سے اس نوٹ کو طلبہ نے قبولیت کے ہاتھوں لیا، چناں چہ دو سال کے اندر مختلف مراحل میں، اس کی تقریبا اسی نوے فوٹو کاپی ہوگئیں، یہ صورت حال دیکھ کر احباب کا اصرار ہوا کہ اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔

لیکن بندہ ایک زمانہ سے، اردو شروحات کو صلاحیت واستعداد سازی کے حق میں مضر سمجھتا ہے، اس لئے اولا ان احباب کی رائے سے اتفاق کرنے میں تامل ہوا؛ لیکن جب اصرار زیادہ بڑھا اور ساتھ ہی، موجودہ دور میں جو صلاحیتوں کی کمزوری اور تحصیل علم کی محنتوں میں کوتاہی روز افزوں ہے، اس کی طرف نظر کی، تو بندہ اس کے لئے تیار ہوگیا، اور طباعت کے ارادے سے ایک طرف اس نوٹ کی نظر ثانی اور دوسری طرف ترجمہ اور کتاب میں آئی ہوئی مثالوں، آیات قرآنیہ اور اشعار کی ترکیب نحوی کا کام شروع کر دیا گیا، آٹھ نو ماہ میں، دیگر تدریسی مشغولیات کے ساتھ، خدا کے فضل وکرم سے یہ سارے کام مکمل ہوگئے۔

کتاب کی ترتیب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ''ہدایۃ النحو'' کے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر، متن کی تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۲) کتاب کے ہر صفحہ میں چار کالم رکھے گئے ہیں، پہلے کالم میں ''ہدایۃ النحو'' کی عبارت ہے، دوسرے میں ترجمہ، تیسرے میں تشریح اور چوتھے میں کتاب میں آئی ہوئی مثالوں، آیات قرآنیہ اور اشعار کی ترکیب۔

(۳) عبارت پر اعراب نہیں لگائے گئے، تاکہ طلبہ پڑھے ہوئے قواعد کا استحضار کر کے، خود اعراب لگانے کے عادی ہوں۔

(۴) ترجمہ نہ مکمل محاوری کیا گیا ہے نہ بالکل لفظی؛ بلکہ ایسا درمیانی ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے مطلب فہمی میں مدد ملنے کے ساتھ، طلبہ کے اندر ترجمہ نگاری کا ملکہ پیدا ہو۔

(۵) ایجاز مخل کے بخل اور حشو وتطویل کے اسراف سے دامن بچاتے ہوئے، حل متن کے لئے جس قدر کلام ضروری سمجھا گیا، اتنا ہی سپرد قرطاس کیا گیا ہے۔ قواعد کی عام فہم وضاحت کے بعد، مثالوں کو قواعد پر منطبق کرنے کی جانب خاص توجہ دی گئی ہے۔

(۶) جو قواعد اور نحوی اصول ''ہدایۃ النحو'' میں نہیں آ سکے؛ مگر ترکیب اور عبارت کی تصحیح میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، ''النحو الوافی'' اور ''رضی'' وغیرہ کی مدد سے، ان کو ''فائدہ'' یا ''نوٹ'' کے عنوان سے الگ لکھ دیا گیا ہے۔

(۷) کتاب میں جو مثالیں، آیات قرآنیہ اور اشعار آئے ہیں، حاشیہ میں ان کی نحوی ترکیب کر دی گئی ہے، شروع میں مفصل ترکیب کا اہتمام کیا گیا ہے، آگے چل کر اختصار کے پیش نظر، مضاف مضاف الیہ کو ''مرکب اضافی'' سے، موصوف صفت کو ''مرکب توصیفی'' سے، حرف جر اور مجرور کو ''جار مجرور'' سے، فعل اور فاعل کو ''فعل بافاعل'' سے، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل کو (ان کے عامل ہونے کی صورت میں) ''شبہ جملہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، ترکیب کرتے وقت اس کا خیال رکھا جائے۔

آخر میں ان مصنفین ومؤلفین کا شکریہ ادا کرنے ساتھ، جن کی کتابوں سے ترتیب کے دوران استفادہ کیا گیا ہے، اپنے ان احباب کا بھی شکریہ اداء کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جنھوں نے کسی بھی اعتبار سے اس سلسلے میں بندہ کا تعاون کیا۔

مرتب ایک انسان ہے اور انسان سے غلطی کا ہو جانا کوئی بعید نہیں، ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو مؤلف کو مطلع کر دیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

رب کائنات کی بارگاہ میں دعا ہے کہ بندہ کی اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر، دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائے، اور اصل کی طرح اس کو بھی قبول عام نصیب ہو۔ (آمین)

محمد جاوید بالوی سہارنپوری

۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بروز اتوار

مختصر حالات صاحب ہدایۃ النحو

آپ کا نام عثمان ہے، لقب سراج الدین، اخی سراج اودھی سے مشہور ہیں، ریاست اودھ کے باشندے تھے اس لئے اودھی کہے جاتے ہیں، میر خورد (جو آپ کے درسی ساتھی بھی ہیں) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لکھنوتی ریاست بنگال کے باشندے تھے، آپ بہت بڑے ولی اور صاحب ریاضت تھے، مشائخ چشت میں آپ کا شمار تھا۔

نوعمری میں شیخ نظام الدین اولیاء محمد بدایونی دہلوی کی خدمت میں دہلی پہنچے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، تعلیم و تعلم کا شوق اسی وقت سے تھا؛ مگر شب و روز عبادت و ریاضت اور حضرت سلطان المشائخ کے مہمانوں کی خدمت کی وجہ سے اس کا موقع نہ مل سکا، پھر حضرت سلطان المشائخ کے ایماء اور اشارہ سے اس طرف متوجہ ہوئے اور تحصیل علم کے لئے غیاث پور، مولانا فخر الدین زرادی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے علم صرف کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد سلطان المشائخ کے دوسرے مرید مولانا رکن الدین اندر پتی کی خدمت میں جا کر، ان سے کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین پڑھی، اس کے بعد بھی پڑھنے کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کرنے کے ساتھ فتویٰ نویسی اور تدریس میں بھی کمال پیدا کر لیا۔ صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' کا بیان ہے کہ: ''آپ چھ ماہ کے عرصہ میں علم کے اِس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ بڑے سے بڑے عالم کو بھی آپ سے بحث و مناظرہ کی ہمت نہ ہوتی تھی''۔

تکمیل علم ظاہری اور تحصیل خلافت کے بعد بھی، آپ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہے، اور عبادت و ریاضت کے ساتھ تعلیم و تحصیل کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے انتقال کے تین سال بعد بنگال کا سفر کیا، بنگال میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کی برکت سے سارے بنگال میں ایمان و عرفان کا چراغ روشن ہو گیا۔ شیخ علاء الحق پنڈولی بنگالی، جن کی ولایت کے آگے سارا بنگال سرنگوں ہے، آپ ہی کے تربیت یافتہ خلیفہ تھے۔ ۷۶۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ''عارف امجد سراج الدین'' سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ (حالات المصنفین، ظفر المحصلین، سیر الاولیاء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین. والصلاۃ (والسلام) علی رسولہ: محمد، وآلہ وأصحابہ أجمعین.

أما بعد؛ فھذا مختصر، مضبوط فی النحو، جمعت فیہ مھمات النحو علی ترتیب الکافیۃ، مبوبا ومفصلا بعبارۃ واضحۃ، مع إیراد الأمثلۃ، فی جمیع مسائلھا، من غیر تعرض للأدلۃ والعلل، لئلا یشوش ذھن المبتدی عن فھم المسائل.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے، اور بہترین انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ اور درود وسلام نازل ہو اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی اولاد اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

بہرحال حمد وصلاۃ کے بعد؛ تو یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو لکھا گیا ہے علم نحو میں، جمع کیا ہے میں نے اس میں نحو کے مقاصد کو کافیہ کی ترتیب پر، باب در باب، فصل در فصل، واضح عبارت میں، اس کے تمام مسائل میں مثالوں کے لانے کے ساتھ، دلائل اور علتوں کو چھیڑے بغیر، تاکہ پریشانی میں نہ ڈال دے یہ مبتدی طالب علم کے ذہن کو مسائل کے سمجھنے سے۔

تشریح: قولہ: الحمد للہ رب العالمین الخ: یہاں سے قرآن وحدیث اور علمائے سلف کی اتباع میں، حمد وثنا اور درود وسلام بیان کرنا مقصود ہے۔

قولہ: فھذا مختصر الخ: یہاں سے کتاب کا تعارف کرانا مقصود ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ میں فن نحو میں کافیہ کی ترتیب پر ایک مختصر رسالہ مرتب کر رہا ہوں۔ کافیہ چوں کہ مشہور ومقبول ہے، اس لئے امید ہے کہ اس کے نہج پر لکھنے سے میری کتاب بھی انشاء اللہ مشہور ومقبول ہو جائے گی؛ البتہ میری اس کتاب اور کافیہ میں چار طرح کا فرق رہے گا:

(۱) میری یہ کتاب باب در باب اور فصل در فصل ہوگی۔

(۲) میری کتاب کی عبارت صاف اور واضح رہے گی۔

(۳) ہر مسئلے اور قاعدہ کے ساتھ مثال بھی بیان کی جائے گی۔

(۴) دلائل اور علتوں کا اہتمام نہیں کیا جائے گا، تاکہ مبتدی طالب علم کا ذہن دلائل میں الجھ کر مسائل کے سمجھنے سے عاجز نہ ہو جائے۔

وسميته بـ ”هداية النحو“ رجاء أن يهدى الله تعالى به الطالبين. ورتبته على مقدمة، وثلاثة أقسام، وخاتمة ، بتوفيق الملك العزيز العلام.

أما المقدمة: ففى المبادى التى يجب تقديمها، لتوقف المسائل عليها، وفيها فصول ثلاثة.

فصل: النحو: علم بأصول يعرف بها أحوال أواخر الكلم الثلاث من حيث الإعراب والبناء، وكيفية تركيب بعضها مع بعض.

ترجمہ:اور نام رکھا میں نے اس کا ”ہدایۃ النحو“، اس امید پر کہ رہ نمائی کرے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ طلبہ کی، اور مرتب کیا میں نے اس کو ایک مقدمہ، تین قسموں اور ایک خاتمہ پر، بہت زیادہ جاننے والے غالب بادشاہ کی توفیق سے۔

بہرحال مقدمہ: تو وہ ان مبادیات کے بیان میں ہے جن کو مقصود پر مقدم کرنا واجب ہے، مسائل کے ان پر موقوف ہونے کی وجہ سے۔ اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

یہ پہلی فصل ہے: ”نحو“: جاننا ہے ایسے اصول کا، جن کے ذریعہ جانے جائیں، معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے، تینوں کلموں کے آخر کے احوال، اور ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کا طریقہ۔

تشریح:قوله: سميته الخ: یہاں سے کتاب کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ بیان کرنا مقصود ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا نام ”ہدایۃ النحو“ رکھا اور ”ہدایۃ النحو“ نام رکھنے کی وجہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید ہے کہ وہ علم نحو کے سلسلہ میں اس کے ذریعہ طلبہ کی رہ نمائی کرے۔

قوله: رتبته الخ: یہاں سے اجزائے کتاب کو بیان کرنا مقصود ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ایک مقدمہ، تین قسموں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

نوٹ: اس کتاب میں خاتمہ کا ذکر کہیں نہیں ہے، ہوسکتا ہے یہاں کاتب نے غلطی سے لکھ دیا ہو، چناں چہ بعض نسخوں میں یہاں لفظ خاتمہ نہیں ہے۔

قوله: أما المقدمة الخ: مقدمہ اور مبادی لغت میں ہر چیز کے شروع کے حصہ کو کہتے ہیں، یہاں مقدمہ اور مبادی سے مراد وہ باتیں ہیں جن پر کتاب کا سمجھنا موقوف ہے۔

قوله: النحو علم الخ: اس فصل میں مصنف مقدمۃ العلم: یعنی علم کی تعریف، غرض وغایت اور موضوع کو بیان فرما رہے ہیں۔ کسی بھی علم کو شروع کرنے سے پہلے تین چیزوں کو جاننا ضروری ہوتا ہے: (۱) علم کی تعریف (۲) غرض وغایت (۳) موضوع۔

والغرض: منه صيانة الذهن عن الخطأ اللفظى فى كلام العرب.
وموضوعه: الكلمة والكلام.

ترجمہ: اورغرض وغایت اس علم کی: ذہن کومحفوظ رکھنا ہے کلام عرب میں واقع ہونے والی لفظی غلطی سے۔اورموضوع اس علم کا:کلمہ اورکلام ہے۔

۱۔علم کی تعریف کوجاننااس لئےضروری ہے کہ اس کےبغیرطلب مجہول لازم آتاہےجوکہ محال ہے۔
علم نحوکی تعریف:''النحو علم بأصول'' الخ: (علم نحووہ علم ہےجس سےاسم،فعل اورحرف کو جوڑکرجملہ بنانےکاطریقہ اورمعرب ومبنی ہونےکےاعتبارسےہرکلمہ کےآخری حرف کی حالت معلوم ہو)۔
۲۔غرض وغایت کوجاننااس لئےضروری ہےتاکہ فعل عبث(بےکارکام کرنا)لازم نہ آئے۔
غرض وغایت: فاعل سےفعل کےصدورکاجوچیزسبب ہوتی ہےاس کوغرض وغایت کہتےہیں۔
علم نحوکی غرض وغایت:''صيانة الذهن عن الخطأ اللفظى فى كلام العرب'' (کلام عرب میں واقع ہونےوالی لفظی غلطی سےذہن کومحفوظ رکھنا)۔
۳۔موضوع کوجاننااس لئےضروری ہےتاکہ موضوع کوجان کراُس علم کودوسرےعلوم سےممتازکیاجاسکے۔
موضوع: ہرعلم کاوہ چیزہوتی ہےجس کےعوارض ذاتیہ سےاس علم میں بحث کی جائے۔
علم نحوکاموضوع: کلمہ اورکلام ہے؛اس لئےکہ علم نحومیں کلمہ اورکلام کےعوارض ذاتیہ:مثلاًمعرب ومبنی وغیرہ ہونےسےبحث کی جاتی ہے۔

فائدہ: ان کےعلاوہ دوچیزوں کاجانامستحب ہے:(۱)مدون کاتعارف(۲)مصنف کاتعارف۔
مدون: علم نحوکوحضرت علی رضی اللہ عنہ کےحکم سےابوالاسوددُئلی نےمدون کیا۔اورایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمررضی اللہ عنہ کےدورخلافت میں علم نحوکی تدوین کاآغازہوچکاتھا،حضرت عمررضی اللہ عنہ نےابو الاسوددُئلی کوعلم نحوکےقواعداورضوابط مدون کرنےکاحکم دیا،جس پرابوالاسودنےعلم نحوکےقواعدوضوابط جمع کرنےشروع کئے۔
مصنف: کاتعارف شروع کتاب میں آچکاہے،وہاں دیکھ لیاجائے۔

فصل: الكلمة: لفظ وضع لمعنى مفرد. وهى منحصرة فى ثلاثة أقسام: اسم، وفعل و حرف.

ترجمہ: یہ دوسری فصل ہے: کلمہ: ایسا لفظ ہے جو معنیٰ مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ اور وہ (یعنی کلمہ) منحصر ہے تین قسموں: اسم، فعل اور حرف میں۔

تشریح: قوله: الكلمة لفظ وضع لمعنىً مفردٍ:

یہاں سے مصنف علم نحو کے پہلے موضوع: کلمہ کی تعریف، اس کی اقسام اور احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔

فائدہ: کلمہ کلام کا جز ہے اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے، اسی لئے مصنف نے کلمہ کو کلام پر مقدم کیا۔

کلمہ کے لغوی معنی: کلمہ اور کلام كَلْمٌ سے مشتق ہے، جس کے معنی لغت میں زخمی کرنے کے ہیں۔

کلمہ کی اصطلاحی تعریف: یہ ہے کہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو معنیٰ مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے: زید معنیٰ مفرد ذاتِ زید کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح زخم کا اثر (تکلیف) نفوس میں ہوتا ہے، اسی طرح کلمہ اور کلام کا اثر بھی نفوس میں ہوتا ہے؛ بلکہ بسا اوقات کلمہ اور کلام کی تاثیر زخم کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے، چناں چہ شاعر نے کہا ہے:

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَام ☆ وَلاَ يَلْتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَان

ترجمہ: بھالوں کے زخم کے لیے بھراؤ ہے، زبان کے زخم کے لیے بھراؤ نہیں ہے۔

"كَلِمٌ" بغیر تاء کے جنس ہے جس کا اطلاق "مافوق الاثنين" یعنی دو سے زیادہ پر ہوتا ہے، اور "كلمة" تاء کے ساتھ فرد جنس ہے؛ جیسے: تَمْرٌ (کھجور)، تمْرَةٌ (ایک کھجور)۔

قوله: لفظٌ:

لفظ کے لغوی معنی: لفظ باب ضرب کا مصدر ہے جو الـرَّمـي یعنی پھینکنے کے معنی میں آتا ہے؛ جیسے: أكلتُ التمرةَ ولفظتُ النواةَ (میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی)۔

لفظ کے اصطلاحی معنی: اصطلاح میں "ما يتلفظ به الانسان" کو لفظ کہتے ہیں، یعنی جس کا انسان تلفظ کر سکے، خواہ یہ تلفظ حقیقۃً ہو؛ جیسے: زيد قائم۔ یا حکماً ہو؛ جیسے: زيد ضرب میں هو، اور اِضْرِبْ میں أنت ضمیر پوشیدہ ہے، جس کا انسان حکماً تلفظ کرتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور جنات کے کلمات لفظ کی تعریف میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ انسان ان کا تلفظ کر سکتا ہے۔

لأنها إما أن لا تدل على معنى في نفسها، وهو الحرف. أو تدل على معنى

ترجمہ: اس لئے کہ وہ یا تو دلالت نہیں کرے گا ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہوں، اور وہ حرف ہے۔ یا دلالت کرے گا ایسے معنی پر

قوله: وضع:
وضع کے لغوی معنی: وضع باب فتح کا مصدر ہے، جس کے معنی رکھنے کے ہیں۔
اصطلاحی تعریف: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ جب پہلی چیز بولی جائے یا اس کا احساس کیا جائے تو دوسری چیز معلوم ہو جائے۔
قوله: معنى: معنی کے لغوی معنی: عَنٰـی یَعْنِی عَنْیًا وعِنَایَةً (قصد کرنا، ارادہ کرنا)، معنیً اسم مفعول کا صیغہ ہے (قصد کیا ہوا)، اصل میں مَعْنُوْیٌ بروزن مضروبٌ تھا، بقاعدہ ''سیدٌ'' واؤ کو یا سے بدل کر یاء کی مناسبت سے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا، اس کے بعد خلاف قیاس کسرہ کو فتحہ سے بدل کر پہلی یاء کو حذف کر دیا، مَعنَیٌ ہو گیا، یاء متحرک ماقبل مفتوح، یاء کو الف سے بدل دیا، مَعْنَانْ ہو گیا، الف اور تنوین دو ساکن جمع ہو گئے، اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا، مَعْنیً ہو گیا۔
اصطلاحی تعریف: اصطلاح میں ''ما یُقْصَدُ با لشَّیْءِ'' (یعنی جس کا کسی چیز سے ارادہ کیا جائے) کو معنی کہتے ہیں۔
قوله: مفردٌ:
مفرد کے لغوی معنی: مفرد کے لغوی معنی تنہا اور اکیلے کے ہیں۔
اصطلاحی تعریف: مفرد وہ لفظ ہے جس کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ کرے۔ استعمال کے اعتبار سے مفرد کی چار صورتیں ہیں:
(۱) کبھی مفرد کا استعمال مرکب کے مقابلہ میں ہوتا ہے، جیسے: کلمہ کی تعریف میں (۲) کبھی مفرد کا استعمال تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں ہوتا ہے، جیسے: وجوہ اعراب کے بیان میں (۳) کبھی مفرد کا استعمال مضاف اور مشابہ مضاف کے مقابلہ میں ہوتا ہے، جیسے: منادیٰ اور لائے نفی جنس کے بیان میں (۴) کبھی مفرد کا استعمال جملہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے؛ جیسے مبتدا اور خبر کے بیان میں، چناں چہ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ جملہ نہیں ہے۔ یہاں لفظ مفرد پر رفع، نصب اور جر تینوں اعراب جائز ہیں۔
۱۔ مرفوع ہونے کی صورت میں یہ لفظٌ کی صفت ثانی ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ وہ اکیلا لفظ ہے جو کسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو۔
۲۔ منصوب ہونے کی صورت میں یہ، یا تو ''وضع'' کی ضمیر نائب فاعل ھو سے حال ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ

فی نفسها، ویقترن معناها بأحد الأزمنة الثلاثة وهو الفعل. أو تدل علی معنی فی نفسها

ترجمہ: جو اس کی ذات میں ہوں، درآں حالانکہ ملے ہوئے ہوں اس کے معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ، اور وہ فعل ہے۔ یا دلالت کرے گا ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہوں۔

کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، درآں حالانکہ وہ لفظ مفرد ہو، یا ''**معنیً**'' سے حال ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، درآں حالانکہ وہ معنی مفرد ہوں۔ **معنیً** ذوالحال نکرہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے؛ لیکن چوں کہ یہ قاعدہ اس وقت ہے جب کہ ذوالحال مجرور نہ ہو اور یہاں معنیً ذوالحال مجرور ہے، اس لیے ''مفرداً'' حال کو اس پر مقدم نہیں کیا گیا۔

۳۔ مجرور ہونے کی صورت میں یہ ''**معنیً**'' کی صفت ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو معنیً مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

فائدہ: لفظ بمعنی ملفوظ ہے، اگر لفظ کو بمعنی ملفوظ نہ لیا جائے تو لفظ کا **الکلمة** مبتدا کی خبر بننا درست نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ خبر مبتدا پر محمول ہوتی ہے اور مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوتا، جب کہ یہاں **لفظٌ** مصدر ہے اور **الکلمةُ** ذات ہے۔

سوال: تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مبتدا اور خبر میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے؛ حالاں کہ یہاں **الکلمة** مبتدا مؤنث ہے اور **لفظ** خبر مؤنث نہیں ہے؟

جواب: مبتدا اور خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت کا ہونا ہر جگہ ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اس کے لیے پانچ شرطیں ہیں:

۱۔ خبر مشتق ہو، مصدر یا جامد نہ ہو، اگر خبر مشتق نہیں ہوگی تو مطابقت ضروری نہیں، جیسے: **الکلمة لفظ** میں **لفظٌ** خبر مشتق نہیں ہے؛ بلکہ مصدر ہے۔

۲۔ خبر مشتق میں مبتدا کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر ہو، اگر ضمیر نہیں ہوگی تو مطابقت ضروری نہیں، جیسے: **زیدٌ قائِمَةٌ بِنتُه** میں **قائمةٌ** خبر مشتق ہے اور اس میں مبتدا کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہے۔

۳۔ خبر کوئی ایسا اسم نہ ہو جس کا استعمال مذکر و مؤنث کے لیے یکساں ہوتا ہو، اگر خبر کوئی ایسا اسم ہوگا تو مطابقت ضروری نہیں، جیسے: **زیدٌ جریحٌ، فاطمةُ جریحٌ** میں **جریحٌ** کا استعمال مذکر و مؤنث کے لئے یکساں ہے۔

ولم يقترن معنا ها به، وهو الاسم.

ترجمہ: درآں حالانکہ ملے ہوئے نہ ہوں اس کے معنی (تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ) کے ساتھ، اور وہ اسم ہے۔

۴۔ خبر کوئی ایسا اسم نہ ہو جو صرف مؤنث کے ساتھ خاص ہو، اگر خبر کوئی ایسا اسم ہوگا تو مطابقت ضروری نہیں، جیسے: **المرأة حائض** میں **حائض** مؤنث کے ساتھ خاص ہے، عورت ہی حائضہ ہوتی ہے، مرد حائضہ نہیں ہوتا۔

۵۔ مبتدا اور خبر دونوں اسم ظاہر ہوں، اگر دونوں اسم ظاہر نہیں ہوں گے تو مطابقت ضروری نہیں، جیسے: **هي اسمٌ، و فعلٌ و حرفٌ** میں مبتدا ضمیر ہے اور خبر اسم ظاہر ہے۔

قوله: وهي منحصرة الخ: کلمے کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد، یہاں سے مصنف کلمے کے تین قسموں (اسم، فعل اور حرف) میں منحصر ہونے کا دعویٰ اور دلیل بیان فرمارہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ کلمہ تین قسموں (اسم، فعل اور حرف) میں منحصر ہے؛ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ مستقل معنی (یعنی جو دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں) پر دلالت کرتا ہوگا یا غیر مستقل معنی پر (یعنی جو دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئیں)، اگر غیر مستقل معنی پر دلالت کرتا ہے تو وہ حرف ہے؛ جیسے: مِنْ، یہ اپنے معنی (ابتداء) پر دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر دلالت نہیں کرتا۔

اور اگر مستقل معنی پر دلالت کرتا ہے تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں: یا تو وہ معنی تینوں زمانوں (ماضی، حال اور مستقبل) میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے یا نہیں، اگر وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تو وہ فعل ہے، جیسے: ضَـرَبَ، یہ اپنے معنی (مارنے) پر دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ ماضی کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں تو وہ اسم ہے، جیسے: رَجُلٌ، یہ اپنے معنی (مرد) پر دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہیں ہیں۔

قوله: اسم و فعل و حرف: اسم، فعل اور حرف پر رفع، نصب اور جر تینوں اعراب جائز ہیں:

۱۔ مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ مبتدا محذوف کی خبر ہوں گے۔ اور عبارت اس طرح ہوگی: **أحدها اسم، وثانيها فعل، وثالثها حرف.** ترجمہ اس وقت یہ ہوگا کہ کلمہ تین قسموں میں منحصر ہے: ان میں سے

فحد الاسم: کلمة تدل علی معنی فی نفسها، غیر مقترنٍ بأحد الأزمنة الثلاثة– أعنی الماضی والحال والاستقبال –؛ کـ "رجل" و "علم"

ترجمہ: پس اسم کی تعریف (یہ ہے کہ اسم): ایسا کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہوں، درآں حالانکہ ملے ہوئے نہ ہوں (وہ معنی) تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ- مراد لیتا ہوں میں ماضی، حال اور مستقبل کو-؛ جیسے: رَجلٌ (مرد) اور عِلمٌ (جاننا)۔

ایک اسم ہے، ان میں سے دوسرا فعل ہے اور ان میں سے تیسرا حرف ہے۔

۲۔ منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ "أعنی" فعل محذوف کے مفعول بہ ہوں گے اور ترجمہ یہ ہوگا کہ کلمہ تین قسموں میں منحصر ہے، مراد لیتا ہوں میں اسم، فعل اور حرف کو۔

۳۔ مجرور پڑھنے کی صورت میں یہ "ثلثة أقسام" مجرور سے بدل ہوں گے اور ترجمہ یہ ہوگا کہ کلمہ تین قسموں: اسم، فعل اور حرف میں منحصر ہے۔

قولہ: فحد الاسم الخ: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کلمہ کی تینوں قسموں اور ان کی دلیلِ حصر سے فارغ ہوکر، دوبارہ تینوں قسموں کی تعریف اور ان کی علامات کو بیان فرمارہے ہیں، تعریفات کو دوبارہ ذکر کرنا طلبہ کی رعایت میں ہے، کہ کچھ طلبہ اعلی، کچھ ادنی اور کچھ متوسط ہوتے ہیں، ان سب کی رعایت میں تعریفات کو ذکر کررہے ہیں، اور علامتوں کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اسم، فعل اور حرف میں سے ہر ایک کی معرفت واضح طور پر ہوجائے۔

فائدہ: حد اس تعریف کو کہتے ہیں جس میں جامعیت اور مانعیت ہو، یہاں حد منطقی مراد نہیں ہے۔

اسم کی تعریف: اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہوں، اور وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں، جیسے: رجل (مرد)، علم (جاننا)، یہ دونوں اسم ہیں؛ اس لئے کہ یہ مستقل معنی پر دلالت کرتے ہیں اور وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے نہیں ہیں۔

قولہ: معنی فی نفسها: (وہ معنی جو نفس کلمہ میں ہوں) اس سے مراد ایسے مستقل معنی ہیں جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں۔

قولہ: غیر مقترن بأحد الأزمنة الثلاثة: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ میں وضع کے اعتبار سے زمانہ، نہ پایا جاتا ہو، خواہ بعد میں چل کر استعمال میں زمانہ آگیا ہو۔ پس اسماء افعال، اسم فاعل اور اسم مفعول

وعلامته: صحة الإخبار عنه؛ نحو: زيد قائم. والإضافة؛ نحو: غلام زيد. ودخول لام التعريف؛ كـ: الرجل.

ترجمہ: اوراس (یعنی اسم) کی علامت اخبار عنہ کا صحیح ہونا (یعنی مسندالیہ ہونا) ہے؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ** میں زید، (زید کھڑا ہے)، اور اضافت کا ہونا (یعنی مضاف ہونا)؛ جیسے: **غلامُ زیدٍ** میں غلام (زید کا غلام)، اور لام تعریف کا داخل ہونا؛ جیسے: الرجل.

وغیرہ باوجودیکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے، اسم کی تعریف میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ جب واضع نے ان کو وضع کیا تھا اس وقت ان میں زمانہ ملحوظ نہیں تھا، بعد میں چل کر استعمال میں ان کے اندر زمانہ آ گیا۔

اور افعال مقاربہ اور افعال مدح و ذم باوجودیکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا ہے؛ اس لئے کہ افعال مقاربہ فاعل کو خبر سے قریب کرنے اور افعال مدح و ذم فاعل کی تعریف اور برائی بیان کرنے کے لئے آتے ہیں، اسم کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ وضع کے وقت ان میں زمانہ کا لحاظ کیا گیا تھا، جو بعد میں چل کر ختم ہو گیا۔

قولہ: وعلامته : صحة الاخبار عنه الخ: یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسم کی علامتوں کو بیان فرما رہے ہیں۔

علامت سے مراد یہاں خاصہ ہے، خاصہ "**مایوجد فيه ولا يوجد في غيره**" کو کہتے ہیں، یعنی جو اسی میں پایا جائے، دوسرے میں نہ پایا جائے۔ مصنف نے یہاں اسم کی دس علامتیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ اخبار عنہ کا صحیح ہونا، یعنی مسندالیہ ہونا، جیسے: **زيد قائم**[۱] میں زید۔

۲۔ اضافت کا ہونا، یعنی مضاف ہونا، جیسے: **غلام زيد**[۲] میں غلام۔

اضافت کی دو قسمیں: (۱) اضافت بتقدیر حرفِ جر، یعنی جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان حرف جر مقدر (پوشیدہ) ہو (۲) اضافت بذکر حرف جر، یعنی جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان حرف جر مذکور ہو، اور اس حرفِ جر کے واسطے سے ایک کلمہ کی اضافت دوسرے کلمے کی طرف کی گئی ہو، جیسے: **مررت بزيد** میں "مرر"، فعل کی اضافت (نسبت) زید کی طرف باء حرف جر کے واسطے سے کی گئی ہے۔

---

[۱] ترکیب: زید مبتداء، قائم اسم فاعل، هو ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، قائم اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۲] ترکیب: غلام مضاف، زید مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوا۔

والجر، والتنوين؛ نحو: بزيد.

ترجمہ: اور (آخر میں) جر اور تنوین کا لاحق ہونا؛ جیسے: بزیدٍ.

یہاں اضافت سے مراد اضافت بتقدیر حرفِ جر ہے؛ اس لئے کہ اضافت بذکر حرفِ جر میں مضاف اسم نہیں ہوتا؛ بلکہ فعل ہوتا ہے۔

۳۔شروع کلمے میں لام تعریف کا داخل ہونا، جیسے: الرجل.

لام تعریف اس لام کو کہتے ہیں جو اسم نکرہ پر داخل ہو کر اس کو معرفہ بنا دے۔

حرف تعریف کے سلسلے میں نحویوں کا اختلاف ہے:

سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف ''لام'' حرفِ تعریف ہے، ابتداء بالسکون کے دشوار ہونے کی وجہ سے شروع میں ہمزۂ وصل کو زیادہ کر دیا گیا ہے۔

خلیل کا مذہب یہ ہے کہ الف اور لام دونوں حرفِ تعریف ہیں۔

اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ صرف ہمزۂ مفتوحہ حرفِ تعریف ہے، اس کے اور ہمزۂ استفہام کے درمیان فرق کرنے کے لئے آخر میں لام کو زیادہ کر دیا گیا ہے۔ مصنف نے ''**لام التعريف**'' کہہ کر سیبویہ کے مذہب کو پسند فرمایا ہے۔

نوٹ: کلمہ کے شروع میں ''الف لام'' کا ہونا اسم کی علامت ہے؛ خواہ وہ لام تعریف ہو یا لام زائد، ایسا نہیں ہے کہ صرف لام تعریف کا داخل ہونا ہی اسم کی علامت ہو۔ (النحو الوافی ۱/۲۸)

۴۔آخر میں جر کا لاحق ہونا، یا تو حرفِ جر کی وجہ سے، جیسے: مَـرَرْتُ بِـزَيْـدٍ میں زید باءِ حرفِ جر کی وجہ سے مجرور ہے، یا اضافت کی وجہ سے، جیسے: غُلَامُ رَجُلٍ میں رجل اضافت کی وجہ سے مجرور ہے، یا کسی مجرور سے تابع ہونے کی وجہ سے، جیسے: مَـرَرْتُ بِـرَجُـلٍ عَالِمٍ میں عـالـم، رجل مجرور سے تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے (شرح ابن عقیل ص ۴)۔

۵۔آخر میں تنوین کا لاحق ہونا، جیسے: بِزيدٍ.

تنوین: وہ نونِ ساکن ہے جو کلمے کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو، جیسے: رَجُلٌ۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: تنوین تمکن، تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ، تنوین ترنم۔

تنوین تمکن: وہ تنوین ہے جو اسم کے متمکن ہونے پر دلالت کرے، جیسے: زَيْدٌ، رَجُلٌ.

تنوین تنکیر: وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے، جیسے: صــهٍ. یہ تنوین صرف اسمائے افعال اور اسمائے اصوات پر آتی ہے۔

والتثنية، والجمع، والنعت،

ترجمہ: اور تثنیہ ہونا، جمع ہونا، اور نعت یعنی صفت ہونا۔

تنوین عوض: وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کو حذف کرنے کے بعد مضاف پر، مضاف الیہ کے بدلے میں لائی جائے، جیسے: **یَوْمَئِذٍ**، اس کی اصل: **یوم إذا کان کذا** ہے، یا حرف کو حذف کرنے کے بعد حرف کے بدلے میں لائی جائے؛ جیسے: **جوارٍ** اور **دواعٍ**، یہ اصل میں **جواریُ** اور **دواعیُ** تھے۔

تنوین مقابلہ: وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آتی ہے؛ جیسے: **مسلماتٌ.**

تنوین ترنم: وہ تنوین ہے جو اشعار اور مصرعوں کے آخر میں حسن اور خوب صورتی پیدا کرنے کے لئے لائی جاتی ہے؛ جیسے: شعر:

أَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلُ وَالْعِتَابَنْ ☆ وَقُوْلِيْ إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

ترجمہ: اے ملامت کرنے والی عورت: ملامت اور عتاب کو کم کر ☆ اور تو کہہ اگر میں صحیح کام کروں کہ اس نے صحیح کیا۔ اس شعر میں "**العتابن**" اسم اور "**أصابن**" فعل کے آخر میں تنوین ترنم ہے۔

أَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ أَنَّ رِكَابَنَا ☆ لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَأَنْ قَدِنْ

ترجمہ: کوچ کا وقت قریب آ گیا؛ مگر بے شک ہماری سواری کے اونٹوں نے ☆ ابھی ہمارے کجاووں کے ساتھ کوچ نہیں کیا، حالاں کہ شان یہ ہے کہ کوچ ہو ہی چکا ہے (اس لئے کہ سفر کا عزم پختہ ہے)۔ اس شعر میں "**قد**" حرف کے آخر میں تنوین ترنم ہے۔

ان میں سے پہلی چار (تنوین تمکن، تنوین تنکیر، تنوین عوض اور تنوین مقابلہ) اسم کا خاصہ ہیں۔ تنوین ترنم اسم کا خاصہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ اسم، فعل اور حرف تینوں پر آتی ہے۔

۶۔ تثنیہ ہونا، تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اور اس کے واحد کے آخر میں الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کر دیا گیا ہو؛ جیسے: **رَجلانِ، رَجُلَيْنِ.**

۷۔ جمع ہونا، جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کے واحد میں کوئی لفظی یا تقدیری تغیر کیا گیا ہو؛ جیسے: **رِجَال** اور **فُلْکٌ.**

فائدہ: فعل تثنیہ یا جمع نہیں ہوتا، فعل کے جو صیغے تثنیہ اور جمع کہلاتے ہیں وہ فاعل کے اعتبار سے ہیں؛ جیسے: **ضَرَبَا** (ان دو مردوں نے مارا)، فعل ایک ہی ہے، مارنے والے دو ہیں۔

و التصغیر، و النداء.

ترجمہ: اور تصغیر (یعنی مصغر) ہونا، اور نداء (یعنی منادی ہونا)۔

۸۔ نعت یعنی صفت ہونا؛ جیسے: الرجلُ العالمُ میں العالم. اگر کہیں فعل صفت واقع ہو تو وہ اسم مفرد کی تاویل میں ہوگا؛ جیسے: جاءَ نِی رَجُلٌ فَرِحَ قَلْبُہٗ (میرے پاس ایک ایسا شخص آیا جس کا دل خوش ہے)۔

فائدہ: صفت کی طرح موصوف ہونا بھی اسم کی خاصیات میں سے ہے؛ جیسے: جاء نی رجل عالم میں رجل (میرے پاس ایک عالم مرد آیا)۔

۹۔ تصغیر یعنی مصغر ہونا۔ مصغر: وہ اسم ہے جو فُعَیْلٌ، فُعَیْعِلٌ یا فُعَیْعِیْلٌ کے وزن پر لایا گیا ہو (تا کہ کسی چیز کی حقارت یا چھوٹائی یا محبت وغیرہ پر دلالت کرے) جیسے: رَجُلٌ سے رُجَیْلٌ (چھوٹا مرد)، جَعْفَرٌ سے جُعَیْفِرٌ (چھوٹی نہر)، قِرْطَاسٌ سے قُرَیْطِیْسٌ (چھوٹا کاغذ)۔

۱۰۔ نداء: نداء سے مراد منادی ہونا ہے؛ جیسے: یا زیدُ میں زید؛ اس لئے کہ منادی مفعول بہ ہوتا ہے، اور مفعول بہ اسم ہی ہوتا ہے، فعل اور حرف مفعول بہ نہیں ہوتے۔ زیادہ واضح اور مناسب یہ تھا کہ بجائے "النداء" کے کونہ مفعولاً بہ (مفعول بہ ہونا) کہتے، جیسا کہ بعض نحویوں کی رائے ہے، تا کہ اس علامت سے "إیاک" اور اس کے اُن نظائر کے اسم ہونے پر دلالت ہو جائے جو مفعول بہ تو ہوتے ہیں؛ لیکن منادی نہیں ہوتے۔ (النحو الوافی ۱/۲۷)۔

فائدہ: اسم کی اور بھی علامتیں ہیں، جن کو مصنف نے یہاں بیان نہیں کیا، مثلاً:

(۱) اسم منسوب ہونا۔ اسم منسوب: وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے مشدد ماقبل مکسور زیادہ کر دی گئی ہو (اس اسم سے نسبت اور تعلق ظاہر کرنے کے لئے)؛ جیسے: دِیُوْبَنْدِیٌّ (دیوبند کا رہنے والا)۔

(۲) تائے متحرکہ کا آخر میں لاحق ہونا، جیسے: ضَارِبَۃٌ. (۳) موصوف ہونا، جیسے: جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ میں رَجُلٌ (۴) حرف جر کا شروع میں داخل ہونا؛ جیسے: بزیدٍ (نحو میر)۔

(۵) ضمیر کا مرجع ہونا، جیسے: جَاءَ الْمُحْسِنُ أَبُوْہُ میں "الف لام" بمعنیٰ "الذی" اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ "ہاء" ضمیر کا مرجع ہے۔

(۶) اس سے کسی اسم صریح کا بدل واقع ہونا؛ جیسے: "کَیْفَ عَلِیٌّ أَصَحِیْحٌ أَمْ مَرِیْضٌ" میں "کیف" اسم ہے؛ اس لئے کہ اس سے "صحیح" اسم صریح بدل واقع ہے۔

(۷) کسی ایسے اسم کے وزن پر ہونا جس کے اسم ہونے میں کوئی اختلاف نہ ہو؛ جیسے: نَزَالِ اسم ہے؛

فإن كل هذه خواص الاسم. ومعنى الإخبار عنه: أن يكون محكومًا عليه لكونه فاعلا، أو مفعولا (مفعول مالم يسم فاعله)، أو مبتدأ.

ترجمہ: پس بلاشبہ یہ تمام اسم کے خاصے ہیں۔
اور اخبار عنہ کے معنی یہ ہیں: کہ وہ محکوم علیہ ہو؛ اس کے فاعل، مفعول (مفعول مالم یسم فاعلہ) یا مبتدا ہونے کی وجہ سے۔

اس لئے کہ یہ حَــذَامِ (ایک عورت کا علم) کے وزن پر ہے، اور یہ وزن اسماء کے ساتھ خاص ہے، اسم ہی اس وزن پر آتا ہے، فعل یا حرف اس وزن پر نہیں آتا۔

(۸) اس کے معنی کا کسی ایسے دوسرے لفظ کے معنی کے موافق ہونا جس کا اسم ہونا ثابت ہو چکا ہو؛ جیسے: قَطُّ، عَوضُ، حَيثُ وغیرہ، قَطُّ زمانۂ ماضی پر دلالت کرنے کی وجہ سے لفظِ ''ماضی'' کے معنی میں، عَوضُ زمانۂ مستقبل پر دلالت کرنے کی وجہ سے لفظِ ''مستقبل'' کے معنی میں اور حَيثُ مکان پر دلالت کرنے کی وجہ سے لفظِ ''مکان'' کے معنی میں ہے، اور لفظِ ماضی، لفظِ مستقبل اور لفظِ مکان کا اسم ہونا ثابت شدہ ہے۔ (النحو الوافی ۱/۲۹)

(۹) مفعول فیہ ہونا (۱۰) مفعول مطلق ہونا (۱۱) مفعول معہ ہونا (۱۲) مفعول لہ ہونا (۱۳) حال ہونا (۱۴) تمیز ہونا (۱۵) مستثنیٰ ہونا (۱۶) تعریف، تخصیص اور تخفیف کو قبول کرنے والا ہونا (۱۷) منصرف ہونا (۱۸) غیر منصرف ہونا (۱۹) میم حرف تعریف کا شروع میں داخل ہونا (۲۰) مذکر ہونا (۲۱) مؤنث ہونا۔

فائدہ: فعل مذکر یا مؤنث نہیں ہوتا، فعل کے جو صیغے مذکر یا مؤنث کہلاتے ہیں، وہ فاعل کے اعتبار سے ہیں۔ یہاں تک اسم کی کل اکتیس ۳۱ علامتیں ہوگئیں، جن میں سے دس ''ہدایۃ النحو'' میں مذکور ہیں اور بقیہ نحو کی دیگر کتابوں میں ہیں۔

قوله: فإن كل هذه خواص الاسم: اس عبارت سے مصنف ایک وہم کو دور کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو علامتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں وہ اسم کی ذاتیات میں سے ہیں (یعنی وہ اسم کے مفہوم میں داخل ہیں)، مصنف فرماتے ہیں کہ یہ علامتیں اسم کی ذاتیات میں سے نہیں؛ بلکہ اسم کی خاصیات میں سے ہیں (یعنی یہ اسم کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں، البتہ ان کے اور اسم کے درمیان ایسا گہرا تعلق اور مناسبت ہے کہ یہ صرف اسم ہی میں پائی جاتی ہیں، فعل یا حرف میں نہیں پائی جاتیں)۔

قوله: ومعنى الإخبار عنه الخ: یہاں سے مصنف ''اخبار عنہ'' کے معنی بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

ویسمی اسما؛ لسموہ علی قسیمیہ؛ لا لکونہ وسما علی المعنی.

وحد الفعل: کلمۃ تدل علی معنی فی نفسھا دلالۃ مقترنۃ بزمان ذلک

ترجمہ: اور نام رکھا گیا ہے اس کا اسم؛ اس کے بلند ہونے کی وجہ سے اپنی دونوں قسیموں (فعل اور حرف) پر، نہ کہ علامت ہونے کی وجہ سے معنی پر۔

اور فعل کی تعریف (یہ ہے کہ فعل) ایسا کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہوں، ایسی دلالت جو ملی ہوئی ہو اس معنی کے زمانے کے ساتھ

''اخبار عنہ'' سے یہاں محکوم علیہ (یعنی جس پر حکم لگایا جائے) مراد ہے، خواہ وہ فاعل ہو؛ جیسے: **ضَرَبَ زَیْدٌ** میں زید. یا نائب فاعل؛ جیسے: **ضُرِبَ عَمْرٌ** میں عمر. یا مبتدا، جیسے: **زَیْدٌ قَائِمٌ** میں زید. فاعل، نائب فاعل اور مبتدا تینوں محکوم علیہ ہوتے ہیں؛ اس لئے کہ ان کے اوپر کسی دوسری چیز کا حکم لگایا جاتا ہے۔

قولہ: ویسمی اسما الخ: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم کا نام اسم کیوں رکھا گیا، اسم کے ماخذ اور اس کی وجہ تسمیہ میں نحویوں کا اختلاف ہے۔

۱- بصریین کی رائے یہ ہے کہ اسم **سَمَا یَسْمُو سُمُوًّا** (بمعنی بلند ہونا) سے ماخوذ ہے، اصل میں **سِمْوٌ** تھا، واؤ پر ضمہ دشوار سمجھ کر ضمہ نقل کر کے ماقبل کو دے دیا، واؤ اور تنوین دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے، آخر سے واؤ کو حذف کر کے، شروع میں اس کے عوض ہمزۂ وصل زیادہ کر دی، اس کے بعد سین کا کسرہ نقل کر کے ماقبل (ہمزۂ وصل) کو دے دیا، اِسْمٌ ہو گیا۔

ایک مقسم کی اقسام آپس میں ایک دوسرے کی قسیم کہلاتی ہیں؛ جیسے: کلمہ مقسم ہے اور اسم، فعل اور حرف کلمہ کی اقسام آپس میں ایک دوسرے کی قسیم ہیں۔ اسم چوں کہ اپنی دونوں قسیموں: فعل اور حرف پر بلند ہوتا ہے اس طور پر کہ دو اسموں سے مل کر کلام تام بن جاتا ہے، جب کہ دو فعلوں یا دو حرفوں سے کلام تام نہیں بنتا، اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا گیا۔

۲- اور کوفیین کی رائے یہ ہے کہ اسم **وَسْمٌ** (بمعنی علامت) سے ماخوذ ہے، واؤ کو خلافِ قیاس ہمزہ سے بدل دیا، اسم ہو گیا۔ اسم چوں کہ اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام اسم رکھا گیا۔

کوفیین کی رائے پر چوں کہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اسم کی طرح فعل بھی اپنے معنی کے لئے علامت ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کو بھی اسم کہنا چاہئے، اس لئے مصنف نے ''**ویسمی اسما لسموہ علی قسیمیہ**'' کہہ کر

المعنى؛ كـ: ضرب – يضرب– اضرب. وعلامته: أن يصح الإخبار به لا عنه

ترجمہ: جیسے: ضَرَبَ (اس نے مارا)، یَضْرِبُ (وہ مارتا ہے یا مارے گا)، اِضْرِبْ (تو مار)۔ اور اس (یعنی فعل) کی علامت: اخبار بہ کا صحیح ہونا ہے، نہ کہ اخبار عنہ کا۔

بصریین کی رائے کی تائید اور "لا لكونه وسما على المعنى" کہہ کر کوفیین کی رائے کی تردید کی۔

قوله: وحد الفعل الخ: اسم کی تعریف اور اس کی علامتوں سے فارغ ہو کر، یہاں سے مصنف فعل کی تعریف اور اس کی علامتوں کو بیان فرما رہے ہیں:

فعل کی تعریف: فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے مستقل معنی پر دلالت کرے جو دوسرے کلمے کے ملائے بغیر سمجھ میں آ جائیں، اور وہ معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں؛ جیسے: ضَرَبَ (مارا اس ایک مرد نے، زمانۂ گذشتہ میں)، یہ اپنے مستقل معنی ضَـــرْبٌ (مارنے) پر دلالت کر رہا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ ماضی کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ یَـــضْـــرِبُ (مارتا ہے یا مارے گا وہ ایک مرد زمانۂ موجودہ یا آئندہ میں)، یہ اپنے مستقل معنی ضَرْبٌ (مارنے) پر دلالت کر رہا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ حال یا مستقبل کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اِضْـــرِبْ (مار تو زمانۂ آئندہ میں) یہ اپنے مستقل معنی ضَرْبٌ (مارنے) پر دلالت کر رہا ہے اور یہ معنی تینوں زمانوں میں سے زمانۂ مستقبل کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

قوله: دلالة مقترنة بزمان ذلك المعنى: دلالت کے اس معنی کے زمانے کے ساتھ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وضع کے اعتبار سے کلمہ میں زمانہ پایا جاتا ہو، خواہ بعد میں چل کر استعمال میں زمانہ رہا ہو یا نہ رہا ہو، پس افعال مقاربہ وغیرہ، باوجودیکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا ہے، فعل کی تعریف میں داخل ہیں؛ اس لئے کہ وضع کے وقت ان میں زمانہ کا لحاظ کیا گیا تھا، جو بعد میں چل کر ختم ہو گیا۔

اور اسماء افعال، اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ، باوجودیکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے، فعل کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ وضع کے وقت ان میں زمانہ ملحوظ نہیں تھا، بعد میں چل کر استعمال میں ان کے اندر زمانہ آ گیا ہے۔

قوله: وعلامته الخ: یہاں سے مصنف فعل کی علامتیں بیان فرما رہے ہیں، علامت سے مراد یہاں بھی خاصہ ہے، مصنف نے یہاں فعل کی گیارہ علامتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- ایسے اخبار بہ کا صحیح ہونا جو اخبار عنہ نہ ہو سکے۔ اخبار بہ سے مراد یہاں ایسا مسند ہے جو مسند الیہ نہ

ودخول "قد"، و "السين" ، و "سوف" ، والجزم ، والتصريف إلى الماضي والمضارع، وكونه أمرا أو نهيا،

ترجمہ: اور قَدْ ،سین اور سَوْفَ کا داخل ہونا، (آخر میں) جزم کا لاحق ہونا، ماضی اور مضارع کی گردان کا آنا، اس کا امر ہونا، یا نہی ہونا،

ہوسکتا ہو؛ جیسے: ضرب زید میں ضرب؛ اس لئے کہ ایسا مسند جو مسند الیہ بھی ہوسکتا ہو فعل کا خاصہ نہیں؛ بلکہ اسم کا خاصہ ہے؛ جیسے: زید قائم میں قائم اسم، ایسا مسند ہے جو مسند الیہ بھی ہوسکتا ہے، چناں چہ کہہ سکتے ہیں: **القائم زيدٌ** (کھڑا ہونے والا زید ہے)۔

۲- قد کا داخل ہونا؛ جیسے: قد ضرب (اس نے مارا ہے)۔ قد تین معانی کے لئے آتا ہے:

(ا) تحقیق کے لئے (۲) تقریب یعنی ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے (''قد'' ان دونوں معنی کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب کہ ماضی پر داخل ہو)؛ جیسے: قد ضرب. (۳) تقلیل کے لئے (جب کہ مضارع پر داخل ہو)؛ جیسے: قد يَصْدُقُ الكَذُوْبُ (جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے)۔

۳- سین کا داخل ہونا۔ یہاں سین سے مراد وہ سین ہے جو استقبال کے لئے آتا ہے؛ جیسے: سیضرب.

۴- سَوف کا داخل ہونا؛ جیسے: سوف يضربُ.

فائدہ: سین استقبالِ قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبالِ بعید کے لئے۔

۵- آخر میں جزم کا لاحق ہونا؛ جیسے: لم يضربْ.

۶- ماضی اور مضارع کی گردان کا آنا۔

۷- امر ہونا؛ جیسے: اِضْرِبْ (مارتو)۔

۸- نہی ہونا؛ جیسے: لا تَضْرِبْ (مت مارتو)۔

فائدہ: فعل ماضی: وہ فعل ہے جو زمانۂ گذشتہ میں معنیٔ مصدری کے وقوع (پائے جانے) پر دلالت کرے؛ جیسے: ضَرَبَ (مارا اس ایک مرد نے زمانۂ گذشتہ میں)۔

فعل مضارع: وہ فعل ہے جو زمانۂ موجودہ یا آئندہ میں معنیٔ مصدری کے وقوع پر دلالت کرے؛ جیسے: یضرب (مارتا ہے یا مارے گا وہ ایک مرد زمانۂ موجودہ یا آئندہ میں)۔

فعل امر: وہ فعل ہے جو زمانۂ آئندہ میں فاعلِ مخاطب سے کسی کام کی طلب پر دلالت کرے؛ جیسے:

واتصال الضمائر البارزة المرفوعة؛ نحو: ضربت. وتاء التانيث الساكنة؛ نحو: ضربت. ونوني التاكيد. فإن كل هذه خواص الفعل.

ومعنى الإخبار به: أن يكون محكومًا به.

ترجمہ: اورضمائر بارزہ مرفوعہ کا (آخر میں) ملنا؛ جیسے: ضَـرَبْـتِ ُ. اورتائے تانیث ساکنہ کا (آخر میں) آنا؛ جیسے: ضَـرَبَتْ. اورتاکید کے دونونوں (یعنی نون ثقیلہ اورنون خفیفہ) کا (آخر میں) آنا۔ پس بلاشبہ یہ تمام فعل کے خاصہ ہیں۔

اوراخبار بہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ محکوم بہ ہو۔

اضرِبْ (مارتو زمانۂ آئندہ میں)۔

فعل نہی: وہ فعل ہے جو زمانۂ آئندہ میں کسی کام کے نہ کرنے کی طلب پر دلالت کرے؛ جیسے: لاتضربْ (مت مارتو زمانۂ آئندہ میں)۔

۹-ضمائر بارزہ مرفوعہ متصلہ کا آخر میں لاحق ہونا؛ جیسے: ضَرَبْتِ ُ.

فائدہ: ضمیر مرفوع متصل مستتر کا آخر میں ملا ہوا ہونا، فعل کا خاصہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ اسم اورفعل دونوں میں آتی ہے۔ فعل کی مثال: جیسے: اِضْرِبْ میں أنت۔ اسم کی مثال: جیسے: زید ضارب میں ھو۔

۱۰-تائے تانیث ساکنہ کا آخر میں لاحق ہونا؛ جیسے: ضَرَبَتْ۔

۱۱-نون تاکید ثقیلہ اورخفیفہ کا آخر میں آنا؛ جیسے: اِضرِبَنَّ اوراِضْرِبَنْ۔

قوله: فإن كل هذه خواص الفعل: اس عبارت سے مصنف ایک وہم کو دور کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فعل کی جو علامتیں اوپر ذکر کی گئیں ہیں وہ فعل کی ذاتیات میں سے ہیں، مصنف فرماتے ہیں کہ یہ علامتیں فعل کی ذاتیات میں سے نہیں؛ بلکہ فعل کی خاصیات میں سے ہیں۔

قوله: ومعنى الإخبار به أن يكون محكومابه: چوں کہ ''اخبار بہ'' کے لفظ سے کسی کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ اخبار بہ سے مخبر بہ (یعنی جس کی خبر دی جائے) مراد ہے، حالاں کہ بعض افعال مخبر بہ نہیں ہوسکتے، جیسے فعل امراورفعل نہی وغیرہ؛ اس لئے کہ یہ جملہ انشائیہ ہوتے ہیں اورکسی چیز کی خبر دینا جملہ خبریہ میں ہوتا ہے، جملہ انشائیہ میں نہیں ہوتا، اس لئے یہاں سے مصنف اخبار بہ کے معنی بیان فرمارہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اخبار بہ سے یہاں محکوم بہ (یعنی جس کا کسی دوسری چیز پر حکم لگایا جائے) مراد ہے، خواہ وہ

ویسمی فعلا باسم أصله، وهو المصدر؛ لأن المصدر هو فعل الفاعل حقیقة.

وحد الحرف: کلمة لا تدل علی معنی في نفسها؛ بل تدل علی معنی في غیرها؛ نحو: "من" و "إلی"

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس کا فعل اس کی اصل کے نام پر، اور وہ مصدر ہے؛ اس لئے کہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے۔

اور حرف کی تعریف (یہ ہے کہ حرف) ایسا کلمہ ہے جو دلالت نہ کرے اپنے معنی پر بذاتِ خود؛ بلکہ دلالت کرے معنی پر دوسرے کی وجہ سے؛ جیسے: مِنْ اور إلیٰ .

کوئی ایسا فعل ہو جس کا مخبر بہ بننا درست ہو؛ جیسے: فعل ماضی اور مضارع، یا کوئی ایسا فعل ہو جس کا مخبر بہ بننا درست نہ ہو، جیسے: فعل امر اور فعل نہی وغیرہ۔

قولہ: ویسمی فعلا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعل کا نام فعل کیوں رکھا گیا۔

فعل لغت میں معنیٔ حدثی (مصدری) کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحِ نحاۃ میں فعل تین چیزوں: مصدر، زمانہ اور نسبت إلی الفاعل سے مل کر بنتا ہے، ان میں سے مصدر اصل ہوتا ہے، زمانہ اور نسبت إلی الفاعل اصل نہیں ہوتے بلکہ فرع ہوتے ہیں؛ کیوں کہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہوتا ہے، مصدر، زمانہ اور نسبت إلی الفاعل کا مجموعہ فاعل کا فعل نہیں ہوتا (جیسا کہ ضرب زید میں زید فاعل کا فعل: مصدر، زمانہ اور نسبت إلی الفاعل کا مجموعہ نہیں؛ بلکہ اس سے جو مصدر ضَرْبٌ سمجھ میں آرہا ہے وہ زید کا فعل ہے)، الغرض جو نام اصل (یعنی مصدر) کا تھا وہ پورے فعل کا رکھ دیا گیا۔ یہ "تسمیة الکل باسم الجز" (کل کا جز کے ساتھ نام رکھنے) کے قبیل سے ہے۔

قولہ: وحد الحرف کلمة الخ: فعل کی تعریف اور اس کی علامتوں سے فارغ ہوکر، یہاں سے مصنف حرف کی تعریف اور اس کی علامتوں کو بیان فرما رہے ہیں۔

حرف کی تعریف: حرف ایسا کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہ کرے؛ بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہو؛ جیسے: مِنْ اور إلیٰ. "مِنْ" کے معنی ایسی ابتداء کے ہیں جو کسی دوسری چیز کے ساتھ مقید ہو، اور "إلیٰ" کے معنی ایسی انتہاء کے ہیں جو دوسری چیز کے ساتھ مقید ہو۔ اور یہ اپنے ان معانی پر بذات خود دلالت نہیں کرتے؛ بلکہ اِن پر دلالت کرنے میں اس چیز کے ذکر کرنے کے محتاج

فإن معناهما الابتداء والانتهاء، وهما لاتدلان عليهما، إلا بعد ذكر ما منه الابتداء وإليه الانتهاء؛ كالبصرة والكوفة مثلا؛ (كما) تقول: سرت من البصرة إلى الكوفة.

وعلامته: أن لا يصح الإخبار عنه ولا به، وأن لا يقبل علامات الأسماء ولا علامات الأفعال.

ترجمہ: اس لئے کہ ان کے معنی (لغت میں) ابتداء اور انتہاء کے ہیں، اور یہ دونوں اِن (ابتداء اور انتہاء) پر دلالت نہیں کرتے ہیں؛ مگر اس چیز کے ذکر کرنے کے بعد جس سے ابتداء اور جس کی طرف انتہاء ہو؛ جیسے: بصرہ اور کوفہ، مثلاً آپ کہیں گے: سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوْفَةِ. (میں چلا بصرہ سے کوفہ تک)۔

اور اس (یعنی حرف) کی علامت: اخبار عنہ اور اخبار بہ کا صحیح نہ ہونا اور اسم اور فعل کی علامتوں کو قبول نہ کرنا ہے۔

ہیں جس سے ابتداء اور جس کی طرف انتہاء ہو؛ مثلاً: **سرت من البصرة إلى الكوفة**[1] (میں چلا بصرہ سے کوفہ تک) میں مِنْ بصرہ (جہاں سے ابتدا ہو رہی ہے) کا محتاج ہے، اور إلى کوفہ (جس پر انتہاء ہو رہی ہے) کا محتاج ہے۔

قوله: لاتدل علی معنی فی نفسها: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہو، بعد میں چل کر استعمال کے اعتبار سے اس کے اندر یہ بات نہ آئی ہو، پس اسماء لازم الاضافۃ (یعنی وہ اسماء جو ہمیشہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے: فَوقُ، تحتُ، اور بَیْنَ وغیرہ)، اسماء اشارہ، ضمائر غائبہ اور اسماء موصولہ وغیرہ، باوجودیکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے (یعنی اسماء لازم الاضافۃ مضاف الیہ کے، اسماء اشارہ مشار الیہ کے، ضمائر غائبہ مرجع کی اور اسماء موصولہ صلے کے) محتاج ہوتے ہیں، حرف کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ جب واضع نے ان کو وضع کیا تھا اس وقت یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے محتاج نہیں تھے، بعد میں چل کر استعمال کے اعتبار سے ان کے اندر یہ بات آئی ہے۔

قوله: وعلامته الخ : یہاں سے مصنف حرف کی علامتوں کو بیان فرما رہے ہیں، پچھلی دونوں جگہوں

---

[1] سار فعل، ت ضمیر مرفوع متصل بارز فاعل، من حرف جر، البصرة مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق اول، الی حرف جر، الکوفة مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وللحرف فى كلام العرب فوائد : كالربط بين: الاسمين؛ نحو: زيد فى الدار. أو الفعلين؛ نحو: أريد أن تضرب. أو اسم وفعل؛ كـ: ضربت بالخشبة. أو الجملتين؛ نحو: إن جاء نى زيد أكرمته. وغير ذلك من الفوائد التى تعرفها فى القسم الثالث إن شاء الله تعالى.

ترجمہ: اورحرف کے کلامِ عرب میں بہت سے فوائد ہیں: مثلاً ربط پیدا کرنا دواسموں کے درمیان؛ جیسے: زَيْدٌ فى الدارِ (زیدگھر میں ہے)، یادوفعلوں کے درمیان؛ جیسے: أُرِيْدُ أَنْ تَضْرِبَ (میں چاہتاہوں کہ تو مارے)، یاایک اسم اورایک فعل کے درمیان؛ جیسے: ضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ (میں نےلکڑی سے مارا)، یادو جملوں کے درمیان؛ جیسے: إِنْ جَاءَ نِى زَيْدٌ أُكْرِمْتُه (اگرزیدمیرے پاس آئے گاتومیں اس کااکرام کروں گا)۔اوراس کے علاوہ بہت سےفوائد ہیں جن کوآپ جان لیں گے تیسری قسم میں،انشاءاللہ تعالیٰ۔

کی طرح یہاں بھی علامت سے مرادخاصہ ہے،مصنف نےحرف کی دوعلامتیں بیان فرمائی ہیں:

۱-اخبارعنہ اوراخبار بہ کاصحیح نہ ہونا،یعنی مسنداورمسندالیہ نہ ہونا۔

۲-اسم اورفعل کی علامتوں کوقبول نہ کرنا۔

قوله: وللحرف فى كلام العرب الخ: یہاں سےمصنف ایک وہم کودورکرناچاہتے ہیں،وہ یہ کہ کلام مسنداورمسندالیہ سےمل کربنتاہےاورحرف مسنداورمسندالیہ نہیں ہوسکتا،توگویایہ کلامِ عرب میں بے فائدہ ہوا،اوربےفائدہ چیزقابلِ ذکرنہیں ہوتی؛لہٰذاحرف کوذکرنہ کرناچاہئے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ حرف مسنداورمسندالیہ نہیں ہوسکتا؛لیکن کلام عرب میں اس کے بہت سےفوائد ہیں۔مثلاً:

۱-دواسموں کےدرمیان ربط پیداکرنا؛جیسے: **زيد فى الدار**[۱] (زیدگھر میں ہے)۔

۲-دوفعلوں کےدرمیان ربط پیداکرنا؛جیسے: **أريد أن تضرب**[۲] (میں چاہتاہوں کہ تومارے)۔

---

۱ زید مبتداء،فی حرف جر،الدار مجرور،جارمجرورسےمل کرظرف مستقر،ثابت اسم فاعل محذوف،ھو ضمیرمرفوع متصل مستتر فاعل،ثابت اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اورظرف مستقر سےمل کرشبہ جملہ ہوکرخبر،مبتداخبر سےمل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۲ ارید فعل،أنا ضمیرمستترفاعل،أن ناصبہ، تضرب فعل، أنت ضمیرمستترفاعل،تضرب فعل اپنےفاعل سےمل کربتاویل مصدرہوکرمفعول بہ، أرید فعل اپنےفاعل اورمفعول بہ سےمل کرجملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویسمی حرفا؛ لوقوعه فی الکلام حرفا – أی طرفا–؛ إذ لیس مقصودا بالذات مثل المسند والمسند إلیه.

فصل : الکلام: لفظ تضمن کلمتین بالإسناد.

ترجمہ:اور نام رکھا جاتا ہے اس کا حرف؛اس کے واقع ہونے کی وجہ سے کلام میں حرف یعنی کنارے پر؛ اس لئے کہ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتا ہے مسند اور مسند الیہ کی طرح۔

یہ تیسری فصل ہے: کلام: ایسا لفظ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو۔

۳-ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ربط پیدا کرنا؛ جیسے:**ضربت بالخشبة**[1](میں نے لکڑی سے مارا)۔

۴-دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنا، جیسے:**إن جاء نی زید أکرمته**[2](اگر زید میرے پاس آئے گا تو میں اس کا اکرام کروں گا)۔

اور ان کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں جن کو تیسری قسم میں بیان کیا جائے گا،ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قوله: ویسمی حرفا الخ: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حرف کا نام حرف کیوں رکھا گیا۔جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف کے معنی لغت میں کنارے کے ہیں،حرف چوں کہ کلام میں کنارے پر واقع ہوتا ہے(یعنی مسند اور مسند الیہ کی طرح مقصود بالذات نہیں ہوتا)اس لئے اس کو حرف کہتے ہیں۔

قوله: الکلام لفظ تضمن کلمتین بالإسناد: مصنف علم نحو کے موضوعِ اول:کلمہ کی تعریف اور اس کی اقسام ثلاثہ سے فارغ ہو کر،اس فصل میں علم نحو کے موضوع ثانی: کلام کی تعریف اور اس کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں۔

کلام کی تعریف: کلام ایسا لفظ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو(اسناد کے ساتھ شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمے کی دوسرے کلمے کی طرف اسناد کی جارہی ہو)؛ جیسے:زید قائم، یہ دو کلموں زید اور

---

[1] ترکیب: ضرب فعل،تُ ضمیر فاعل، باء حرف جر،الخشبة مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] ترکیب: إن حرف شرط،جاء فعل،نون وقایہ، یاء ضمیر منصوب متصل مفعول بہ، زید فاعل،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط،أکرم فعل،تُ ضمیر فاعل،ہا ضمیر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

والإسناد: نسبة إحدى الكلمتين إلى الأخرى، بحيث تفيد المخاطب فائدة تامة، يصح السكوت عليها؛ نحو: زيد قائم، وقام زيد. ويسمى جملة.

ترجمہ:اور اسناد: دوکلموں میں سے ایک کی نسبت کرنا ہے دوسرے کی طرف، اس طور پر کہ وہ فائدہ دے مخاطب کو ایسا فائدہ تامہ جس پر (متکلم کا) خاموش ہونا درست ہو؛ جیسے: **زَيْدٌ قَائِمٌ** (زید کھڑا ہے) اور **قَامَ زَيْدٌ** (زید کھڑا ہوا)۔ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ۔

قائم کو اس طرح شامل ہے کہ اس میں قائم کی اسناد زید کی طرف کی جارہی ہے۔ خواہ وہ دونوں کلمے لفظاً ہوں؛ جیسے: **زید قائم** میں دونوں کلمہ لفظاً ہیں؛ یا ایک کلمہ لفظاً ہو اور دوسرا تقدیراً؛ جیسے: اضرِبْ، اس میں دوسرا کلمہ **اَنْتَ** پوشیدہ ہے۔ نیز خواہ دونوں کلمے حقیقۃً ہوں؛ جیسے مذکورہ مثالوں میں دونوں کلمے حقیقۃً ہیں، یا ایک کلمہ حقیقۃً ہو اور دوسرا حکماً؛ جیسے: **دَيْزٌ مُهْمَلٌ** میں "دیز" حکماً کلمہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **هذا اللفظ** کے معنی میں ہے، حقیقۃً کلمہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ مہمل ہے اور مہمل کلمہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح **زيد قائم أبوه** میں "**قائم أبوه**" حکماً ایک کلمہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **قائم الأب** کے معنی میں ہے۔ لہٰذا "أب" مضاف الیہ ہوا، اور مضاف الیہ نسبت میں داخل ہوتا ہے، کلام کا جزء تام نہیں ہوتا، پس گویا وہ یہاں نہ ہونے کے درجے میں ہے۔

فائدہ: حکماً کلمہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ حقیقت میں کلمہ نہ ہو؛ بلکہ کسی کلمے کے معنی میں مان کر اس پر کلمہ ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہو؛ جیسے مذکورہ مثال میں "دیز"، مہمل ہونے کی وجہ سے حقیقت میں کلمہ نہیں ہے؛ بلکہ اس کو **هذا اللفظ** کے معنی میں مان کر، اس پر کلمہ ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہے۔

قوله: والإسناد نسبة إحدى الخ: یہاں سے مصنف اسناد کی تعریف ذکر فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسناد کہتے ہیں: دوکلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف نسبت کرنا اس طور پر کہ وہ مخاطب کو ایسا فائدہ تامہ دے جس پر متکلم کا خاموش ہونا درست ہو، یعنی متکلم کی بات سے مخاطب کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو، اس کو نسبت تامہ بھی کہتے ہیں، جیسے: **زيد قائم** اور **قام زيد**[1] میں ایک کلمہ کی نسبت دوسرے کلمے کی طرف اس طور پر کی گئی ہے کہ اس پر متکلم کا خاموش ہونا درست ہے اور مخاطب کو اس سے ایک خبر معلوم ہو رہی ہے۔

نوٹ: "**يصح السكوت عليها**" اسناد کی تعریف کا حصہ نہیں؛ بلکہ یہ فائدہ تامہ کی تفسیر ہے۔

فائدہ: اسناد کے لئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے۔

مسند: وہ اسم یا فعل ہے جس کی کسی اسم کی طرف اسناد کی جائے، جیسے: **زيد قائم** میں **قائم**، اور ضرب

---

[1] ترکیب: قام فعل، زید فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فعلم أن الكلام لا يحصل إلا: من اسمين؛ نحو: زيد قائم، ويسمى جملة اسمية. أو من فعل واسم؛ نحو: قام زيد، ويسمى جملة فعلية.

إذ لا يوجد المسند والمسند إليه معا فى غيرهما، ولا بد للكلام منهما.

ترجمہ: پس معلوم ہوگئی یہ بات کہ کلام حاصل نہیں ہوتا ہے مگر دو اسموں سے؛ جیسے: **زید قائم**، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ اسمیہ۔ یا ایک فعل اور اسم سے، جیسے: **قامَ زیدٌ**، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ فعلیہ؛ اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ ایک ساتھ نہیں پائے جاتے ہیں ان دونوں (صورتوں) کے علاوہ میں، اور ضروری ہے کلام کے لئے ان دونوں کا ہونا۔

زید میں ضرب۔

مسند الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف کسی اسم یا فعل کی اسناد کی جائے؛ جیسے: **زید قائم** اور **ضرب زید** میں زید۔

قوله: ويسمى جملة: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کلام اور جملہ دونوں مترادف ہیں، کلام ہی کا دوسرا نام جملہ ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ کلام اور جملے میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کلام خاص ہے اور جملہ عام ہے؛ اس لئے کہ کلام اس مرکب کو کہتے ہیں جس میں اسناد مقصود بالذات ہو۔ اور جملہ اس مرکب کو کہتے ہیں جس میں مطلقاً اسناد ہو، خواہ وہ مقصود بالذات ہو یا مقصود بالذات نہ ہو، پس **زید قام أبوه** میں **قام أبوه** جملہ تو ہے؛ اس لئے کہ اس میں اسناد ہے، البتہ کلام نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس میں جو اسناد قام کی **أبوه** کی طرف ہو رہی ہے وہ مقصود بالذات نہیں ہے؛ بلکہ "**قام أبوه**" پورے جملہ کی جو اسناد زید کی طرف ہو رہی ہے وہ مقصود بالذات ہے؛ لیکن مصنف نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

قوله: فعلم أن الكلام الخ: یہاں سے مصنف کلام کی ترکیب کی ممکنہ صورتوں میں سے جو صورتیں صحیح ہیں اور ان سے کلام حاصل ہوتا ہے ان کو بیان کرنے کے ساتھ، کلام کی اقسام کو بیان فرمار ہے ہیں۔

کلام کی تعریف میں "**تضمن كلمتين**" سے بظاہر کلام کی ترکیب کی چھ صورتیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) دو اسموں سے مرکب ہو (۲) دو فعلوں سے مرکب ہو (۳) دو حرفوں سے مرکب ہو (۴) ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب ہو (۵) ایک اسم اور ایک حرف سے مرکب ہو (۶) ایک فعل اور ایک حرف سے مرکب ہو۔

ان چھ صورتوں میں سے صرف دو صورتیں صحیح ہیں، جن سے کلام حاصل ہوتا ہے: (۱) دو اسموں سے مرکب ہو؛ جیسے: **زید قائم**۔ (۲) ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہو؛ جیسے: **قام زید**؛ اس لئے کہ کلام میں

ایک ساتھ مسند اور مسند الیہ کا پایا جانا ضروری ہے، اور ان دونوں صورتوں کے علاوہ بقیہ چار صورتوں میں ایک ساتھ مسند اور مسند الیہ نہیں پائے جاتے، بعض صورتوں میں صرف مسند پایا جاتا ہے، بعض صورتوں میں صرف مسند الیہ، اور بعض صورتوں میں نہ مسند پایا جاتا ہے اور نہ مسند الیہ۔

کلام کا دوسرا نام جملہ ہے۔ جملہ کی دو قسمیں ہیں: جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ۔

اگر کلام دو اسموں سے مرکب ہو، یعنی اس کا پہلا جز اسم ہو تو اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں، جیسے: **زید قائم**. جملہ اسمیہ میں مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہیں۔

اور اگر ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہو، یعنی اس کا پہلا جز فعل ہو تو اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں؛ جیسے: **قام زید** . جملہ فعلیہ میں مسند کو فعل اور مسند الیہ کو فاعل کہتے ہیں۔

فائدہ: چوں کہ جملہ اسمیہ عموماً دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے، اور جو کلام ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہو اس کا پہلا جز عموماً فعل ہوتا ہے، اس لئے مصنف نے دو اسموں سے مرکب ہونے والے کلام کو جملہ اسمیہ اور ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہونے والے کلام کو جملہ فعلیہ کہہ دیا۔

فائدہ: جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ۔

جملہ خبریہ: وہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے؛ جیسے: **زید قائم** اور **قام زید**۔

جملہ انشائیہ: وہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہا جا سکے؛ جیسے: **لعل عمروا غائب** اور **إضرب**۔

تنبیہ: یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مطلقاً ہر دو اسموں یا ہر ایک فعل اور ایک اسم سے کلام مرکب نہیں ہوتا؛ بلکہ کلام کے مرکب ہونے کے لئے یا تو ایسے دو اسموں کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ بن سکتا ہو، یا ایسے ایک فعل اور ایک اسم کا ہونا ضروری ہے جن میں سے فعل مسند اور اسم مسند الیہ بن سکتا ہو، چناں چہ اگر صرف دو اسمِ فعل ہوں تو ان سے کلام مرکب نہیں ہو سکتا؛ اس لئے کہ وہ صرف مسند بن سکتے ہیں، مسند الیہ نہیں بن سکتے، اسی طرح اگر صرف ایک فعل ناقص اور اس کا اسم ہو تو محققین کی تحقیق کے مطابق ان سے بھی کلام مرکب نہیں ہو سکتا؛ اس لئے کہ فعلِ ناقص مسند نہیں بن سکتا۔

فإن قيل: قد نوقض بالنداء؛ نحو: يا زيد! قلنا: حرف النداء قائم مقام "أدعو" و "أطلب"، وهو الفعل، فلا نقض عليه. وإذا فرغنا من المقدمة؛ فلنشرع في الأقسام الثلاثة. والله الموفق والمعين.

القسم الأول في الاسم

وقد مر تعريفه. وهو ينقسم إلى المعرب والمبني، فلنذكر أحكامه في بابين وخاتمة.

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ ٹوٹ گیا ہے حصر نداء کے ذریعہ؛ جیسے: يَا زَيْدُ. تو ہم کہیں گے: کہ حرفِ نداء قائم مقام ہوتا ہے "اَدْعُوْ" اور "اَطْلُبْ" کے، اور یہ (دونوں) فعل ہیں؛ لہٰذا اس پر کوئی نقض وارد نہیں ہوگا۔ اور جب ہم فارغ ہوگئے مقدمہ سے تو چاہیئے کہ ہم شروع کریں اقسام ثلاثہ کو، اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔

پہلی قسم اسم کے بیان میں ہے اور اسم کی تعریف گذر چکی ہے، اور وہ (یعنی اسم) منقسم ہوتا ہے معرب اور مبنی کی طرف۔ تو چاہیئے کہ ذکر کریں ہم اس کے احکام کو دو بابوں اور ایک خاتمہ میں۔

قوله: فان قيل: قد نوقض الخ: یہاں سے مصنف ایک اعتراض اور اس کا جواب ذکر فرمارہے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ ابھی آپ نے فرمایا کہ کلام صرف دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہوتا ہے، آپ کا یہ حصر صحیح نہیں؛ اس لئے کہ نداء میں ایک حرف نداء ہوتا ہے اور دوسرا منادی؛ جیسے: **يا زيدُ**[1] اور تمام نحویین اس کو کلام کہتے ہیں؛ اس سے معلوم ہوا کہ ایک اسم اور ایک حرف سے بھی کلام مرکب ہوسکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ نداء میں کلام حرف نداء اور منادی سے مرکب نہیں ہوتا؛ بلکہ حرف نداء "**أدعو**" یا "**أطلب**" فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اور **أدعو** میں **أنا** ضمیر مرفوع متصل فاعل ہے۔ ان دونوں (یعنی **أدعو** فعل اور اس کی ضمیر) سے کلام مرکب ہوتا ہے، حرفِ نداء اور منادی سے کلام مرکب نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ منادی محلا "**أدعُوْ**" فعل کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے متعلقاتِ فعل میں سے ہوتا ہے، کلام کا جز نہیں ہوتا؛ کیوں کہ وہ نہ مسند ہوتا ہے، نہ مسند الیہ۔

قوله وهو ينقسم إلى المعرب الخ: مقدمے سے فارغ ہوکر یہاں سے مصنف کتاب کے دوسرے

---

[1] ترکیب: **یا** حرف نداء قائم مقام **أدعو** فعل، **أدعو** فعل، **أنا** ضمیر مستتر فاعل، **زید** لفظاً مبنی برعلامتِ رفع محلاً منصوب مفعول بہ، **أدعو** فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

الباب الأول فی الاسم المعرب

وفیه مقدمة،وثلاثة مقاصد، وخاتمة. أما المقدمة ففیها فصول.

فصل: فی تعریف الاسم المعرب. وهو: کل اسم رکب مع غیره، ولا یشبه مبنی الأصل - أعنی الحرف والأمر الحاضر والماضی- ؛ نحو: زید فی "قام زید" ، لا "زید" وحده؛

پہلا باب اسم معرب کے بیان میں ہے

اوراس میں ایک مقدمہ، تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے۔ بہر حال مقدمہ تو اس میں چند (یعنی چار) فصلیں ہیں۔

یہ پہلی فصل ہے اسمِ معرب کی تعریف کے بیان میں،اور وہ (یعنی معرب) ہر ایسا اسم ہے جو اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب ہواور مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھتا ہو-مراد لیتا ہوں میں حرف، امر حاضر اور فعل ماضی کو-؛ جیسے:قام زید میں زید، نہ کہ تنہا زید۔

جز اقسام ثلاثہ میں سے قسم اول کو شروع فرما رہے ہیں،فرماتے ہیں کہ قسم اول اسم کے بیان میں ہے۔اسم کی دو قسمیں ہیں:معرب اور مبنی؛ اس لئے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں،یا تو وہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں اگر اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہیں ہے تو وہ مبنی ہے؛ جیسے: تنہا زید، عمر، الف، با، تا وغیرہ، اور اگر اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:یا تو وہاں عامل موجود ہوگا یا نہیں، اگر عامل موجود نہیں ہے تو وہ بھی مبنی ہے؛ جیسے:غلامُ زید میں غلام، اور اگر عامل موجود ہے تو پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں:یا تو وہ مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہوگا یا نہیں، اگر مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہے تو وہ بھی مبنی ہے؛ جیسے:قام ھولاء میں ھولاء حرف مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہے احتیاج میں،(یعنی جس طرح حرف اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسم اشارہ (ھولاء) بھی اپنے معنی کی تعیین میں مشار الیہ کا محتاج ہے)، اور اگر مبنی الاصل سے مشابہت نہیں رکھتا ہے تو وہ معرب ہے؛ جیسے:قام زید میں زید۔

معرب اور مبنی کی تحقیق: معرب أعرب یعرب إعرابا بمعنی ظاہر کرنا سے اسم مفعول کے وزن پر ظرف

لعدم التركيب، ولا "هؤلاء" في قام هؤلاء؛ لوجود الشبه. ويسمى (إسما) متمكنا.

ترجمہ: ترکیب کے نہ ہونے کی وجہ سے، اور نہ **قام هؤلاء** میں **هؤلاء**؛ حرف کے ساتھ مشابہت کے پائے جانے کی وجہ سے، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم متمکن۔

مکان ہے، یعنی اظہار کرنے کی جگہ، چوں کہ معرب پر جب اعراب آ جاتا ہے تو وہ اظہارِ معنی کا محل ہوتا ہے، اس لئے اس کو معرب کہتے ہیں۔ مبنی: **بنى يبنى بناء** بمعنی قائم رہنا سے اسم مفعول ہے، چوں کہ مبنی ایک حالت پر قائم رہتا ہے، اس لئے اس کو مبنی کہتے ہیں۔

فصل في تعريف الاسم المعرب: یہاں سے مصنف اسم معرب کی تعریف ذکر فرما رہے ہیں:

اسم معرب کی تعریف: اسم معرب: وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اس طور پر کہ وہاں عامل موجود ہو (خواہ وہ غیر خود عامل ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز عامل ہو) اور مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھتا ہو؛ جیسے: **قام زيد** میں زید معرب ہے؛ اس لئے کہ یہ اپنے غیر قَامَ کے ساتھ مرکب ہے اس طور پر کہ یہاں قَامَ خود عامل موجود ہے اور مبنی الاصل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اسم معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

اسم معرب کی تعریف کے دو جز ہیں:

۱۔ "**ركب مع غيره**" اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو، یہاں ترکیب سے اپنے غیر کے ساتھ اس طور پر مرکب ہونا مراد ہے کہ وہاں عامل موجود ہو، خواہ وہ غیر خود عامل ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز عامل ہو، جیسا کہ مبتدا اور خبر میں ابتداء عامل ہوتا ہے۔

۲۔ "**لا يشبه مبنى الأصل**": مبنی الاصل سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔ یہاں مشابہت سے اس مشابہت کی نفی کی گئی ہے جو نحویین کے یہاں معتبر ہے، مشابہت معتبرہ کی سات شکلیں ہیں:

۱- اسم کا مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہونا؛ جیسے: أين ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

۲- اسم کا اپنے معنی کی تعیین میں حرف مبنی الاصل کی طرح دوسرے کلمے کا محتاج ہونا؛ جیسے: اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ وغیرہ۔

۳- اسم کا تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہونا، یعنی تین حرفوں سے کم پر مشتمل ہونا؛ جیسے:

فصل: وحكمه: أن يختلف آخره باختلاف العوامل اختلافا: لفظيا؛ نحو:

ترجمہ: یہ دوسری فصل ہے: اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ بدل جائے اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے، خواہ یہ بدلنا لفظی ہو؛ جیسے:

مَنْ اور ذا مبنی ہیں؛ اس لئے کہ ان کو تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل مِن اور فی سے مشابہت ہے۔

۴- اسم کا مبنی الاصل کی جگہ واقع اور مستعمل ہونا؛ جیسے: **نَزَالِ** یہ **اِنْزِلْ** امر حاضر معروف (مبنی الاصل) کی جگہ واقع اور مستعمل ہے۔

۵- اسم کا اس مبنی کے ہم وزن اور ہم شکل ہونا جو مبنی الاصل کی جگہ واقع ہو؛ جیسے: **فَجَارِ** اور **حَضَارِ**: نزالِ کے ہم وزن و ہم شکل ہیں، اور نزالِ اِنْزِل امر حاضر معروف کی جگہ واقع ہے۔

۶- اسم کا مشابہ مبنی الاصل کی جگہ واقع ہونا؛ جیسے: **يَا زَيْدُ** (منادی مبنی بر علامتِ رفع) **أدعو** کے کاف خطاب اسمی کی جگہ واقع ہے، اور **أدعوک** کا کاف خطاب اسمی **ذلک** کے کاف خطاب حرفی کے مشابہ ہے۔

۷۔ اسم کا مشابہ مبنی الاصل کی طرف مضاف ہونا؛ جیسے: **مِنْ عَذَابِ يومَئِذٍ** میں یوم مبنی ہے؛ اس لئے کہ یہ "إذ" کی طرف مضاف ہے اور "إِذ" کو تعدادِ حروف میں حرف مبنی الاصل "مِــن" سے مشابہت ہے۔ (شرح جامی ص ۲۰۸)

مبنی الاصل: وہ کلمہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے مبنی ہو، کسی دوسرے کی مشابہت کی وجہ سے مبنی نہ ہو۔ مبنی الاصل تین چیزیں ہیں: (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق جملہ بھی مبنی الاصل ہے۔

فائدہ: اگر اسم معرب کی تعریف کے یہ دونوں جز پائے جائیں گے تو اسم معرب ہوگا، ورنہ مبنی ہو جائے گا؛ مثلاً اگر مرکب نہ ہو؛ جیسے: تنہا زید، عمر، بکر، الف، با، تا وغیرہ، یا مرکب ہو؛ لیکن وہاں عامل موجود نہ ہو؛ جیسے: **غلامُ زيدٍ** میں **غلام**، یا مرکب بھی ہو اور وہاں عامل بھی موجود ہو؛ لیکن دوسرا جز نہ پایا جائے، یعنی مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہو؛ جیسے: **قام هؤلاء**[1] میں **هؤلاء** حرف مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہے، تو ان تمام صورتوں میں اسم مبنی ہوگا، معرب نہیں ہوگا، چناں چہ مذکورہ تمام اسماء مبنی ہیں۔

قوله: وحكمه أن يختلف آخره الخ: معرب کی تعریف سے فارغ ہو کر، یہاں سے مصنف معرب کے حکم (یعنی اثر) کو بیان فرما رہے ہیں۔

---

[1] ترکیب: قام فعل، هؤلاء اسم اشارہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

جاء نی زید، ورأیت زیدًا، ومررت بزید. أو تقدیریا؛ نحو: جاء نی موسی، ورأیت موسی، ومررت بموسی.

ترجمہ: جاءَ نِی زَیْدٌ (میرے پاس زید آیا)،رأَیْتُ زیدًا (میں نے زید کو دیکھا)اورمَرَرْتُ بِزَیْدٍ (میں زید کے پاس سے گذرا)، یا وہ بدلنا تقدیری ہو؛ جیسے: جاءَ نِی موسٰی (میرے پاس موسیٰ آیا) رَأَیْتُ موسٰی (میں نے موسیٰ کو دیکھا)؛ مَرَرْتُ بِموسٰی (میں موسیٰ کے پاس سے گذرا)۔

معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہے؛ خواہ وہ بدلنا لفظی ہو، یا تو حقیقۃً: جیسے: جاء نی زیدٌ، رأیت زیدًا[1] مررت بزیدٍ[2] میں زید معرب کے آخر میں عوامل کے بدلنے سے حقیقۃً لفظی اختلاف ہو رہا ہے؛ یا حکماً؛ جیسے: رأیت أحمدَ، مررت بأحمدَ میں أحمد معرب کے آخر میں حکماً لفظی اختلاف ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ "بأحمد" میں احمد کا فتحہ حالتِ جری میں ہونے کی وجہ سے کسرے کے حکم میں ہے۔

یا وہ بدلنا تقدیری ہو، یا تو حقیقۃً؛ جیسے: جاء نی موسی، رأیت موسی، مررت بموسی میں موسیٰ معرب کے آخر میں حقیقۃً تقدیری اختلاف ہو رہا ہے (حقیقۃً تو اس لئے کہ اس کا اعراب تینوں حالتوں میں الگ الگ ہے، اور تقدیری اس لئے کہ وہ اعراب پوشیدہ ہے)؛ یا حکماً؛ جیسے: رأیت حُبلی، مررت بحُبلی میں حُبلی معرب کے آخر میں حکماً تقدیری اختلاف ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ "بحبلی" میں حبلی پر فتحہ تقدیری ہے جو کسرہ تقدیری کے حکم میں ہے۔

فائدہ: "باختلاف العوامل" میں عوامل سے وہ عوامل مراد ہیں جو عمل میں مختلف ہوں، پس إنّ زیدًا قائم، ضربت زیدًا اور إنی ضارب زیدًا سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہاں عوامل کے بدلنے کے باوجود زید معرب کا آخر نہیں بدل رہا ہے (پہلے میں عامل حرف ہے، دوسرے میں فعل اور تیسرے میں اسم)؛ اس لئے کہ یہ عوامل عمل میں مختلف نہیں ہیں۔

☆......☆......☆

---

[1] ترکیب: رأی فعل، تُ ضمیر فاعل، زیدًا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] ترکیب: مرر فعل، تُ ضمیر فاعل، باء حرف جر، زید مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الإعراب: مابه يختلف آخر المعرب؛ كالضمة، والفتحة، والكسرة؛ والواو، والألف، والياء. وإعراب الاسم على ثلاثة أنواع: رفع، ونصب وجر.

ترجمہ: اعراب وہ حرکت یا حرف مبانی ہے جس کے ذریعہ معرب کا آخر بدلتا ہے؛ جیسے: ضمہ، فتحہ، کسرہ اور واو، الف اور یاء۔ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: رفع، نصب اور جر۔

قوله: الإعراب مابه يختلف الخ: معرب کی تعریف اور اس کے حکم سے فارغ ہوکر، یہاں سے مصنف اعراب کی تعریف اور اس کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔

اعراب: وہ حرکت یا حرفِ مبانی ہے جس کے ذریعہ معرب کا آخر بدلتا ہے؛ جیسے: **جاءني زيدٌ، رأيت زيدًا** اور **مررت بزيدٍ** میں زید معرب کا آخر ضمہ، فتحہ اور کسرے کے ذریعہ بدل رہا ہے؛ اور **جاءني أخوك، رأيت أخاك** اور **مررت بأخيك** میں أخ معرب کا آخر واو ساکن، الف ساکن اور یاء ساکن کے ذریعہ بدل رہا ہے؛ لہٰذا ضمہ، فتحہ، کسرہ، واو، الف اور یاء کو اعراب کہیں گے۔

اعراب کی دو قسمیں ہیں: (۱) اعراب بالحرکت، یعنی ضمہ، فتحہ اور کسرہ (۲) اعراب بالحرف، یعنی واو، الف اور یاء۔ ان میں اعراب بالحرکت اصل اور اعراب بالحرف اس کی فرع ہے۔

فائدہ: حروف کی دو قسمیں ہیں: (۱) حروف مبانی (۲) حروف معانی۔

حروف مبانی: وہ حروف ہیں جو کلمہ کا جز بنیں اور معنی دار نہ ہوں؛ جیسے: أخوک میں واو۔ ان کو حروف تہجی بھی کہتے ہیں۔

حروف معانی: وہ حروف ہیں جو معنی دار ہوں اور کلمہ کا جز نہ بنیں؛ جیسے: **بسم الله** میں باء.

فائدہ: "**ما به يختلف آخر المعرب**" میں ما موصولہ سے مراد حرکت یا حروف مبانی ہیں، پس عوامل سے اعتراض نہیں ہوگا کہ عوامل کی وجہ سے بھی معرب کا آخر بدلتا ہے؛ اس لئے کہ عوامل حرکت یا حروفِ مبانی نہیں ہوتے؛ بلکہ عوامل: اسم، فعل یا حروفِ معانی ہوتے ہیں۔

قوله: إعراب الاسم الخ: یہاں سے مصنف اسم کے اعراب کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: رفع، نصب، جر۔

رفع: فاعلیت (فاعل ہونے) کی علامت کو کہتے ہیں؛ خواہ فاعل حقیقۃ ہو؛ جیسے: **ضرب زيد**، یا حکما ہو، یعنی فاعل نہ ہو؛ بلکہ فاعل کی خصلت اپنے اندر لئے ہوئے ہو، مثلاً فاعل کی طرح مسند الیہ ہو؛ جیسے: نائب فاعل،

مبتدا، اور ماولا مشابہ بلیس اور افعال ناقصہ کا اسم، یا فاعل کی طرح جملے کا دوسرا جزء بنے؛ جیسے: مبتدا کی خبر، حروف مشبہ بالفعل اور لائے نفی جنس کی خبر۔

رفع کبھی ضمہ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف، جمع مؤنث سالم اور غیر منصرف میں، کبھی الف کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: تثنیہ میں، اور کبھی واو کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: جمع مذکر سالم اور اسماء ستہ مکبرہ میں۔

نصب: مفعولیت (مفعول ہونے) کی علامت کو کہتے ہیں؛ خواہ مفعول حقیقۃ ہو؛ جیسے: مفاعیل خمسہ؛ یا حکما ہو، یعنی مفعول کی خصلت اپنے اندر لئے ہوئے ہو، مثلاً مفعول کی طرح فضلۂ کلام ہو (یعنی کلام میں زائد ہو)؛ جیسے: حال، تمیز اور مستثنی، یا مفعول بہ کی طرح کسی ایسی چیز کے بعد واقع ہو جو صرف مرفوع پر پوری نہ ہو؛ بلکہ اس کا سمجھنا منصوب پر موقوف ہو (یعنی جس طرح مفعول بہ فعل متعدی کے بعد واقع ہوتا ہے، اور فعلِ متعدی صرف فاعل سے پورا نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا سمجھنا مفعول بہ پر موقوف ہوتا ہے، اسی طرح وہ بھی کسی ایسی چیز کے بعد واقع ہو جو صرف مرفوع سے پوری نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کا سمجھنا منصوب پر موقوف ہو)؛ جیسے: حروف مشبہ بالفعل اور لائے نفی جنس کا اسم، ماولا مشابہ بلیس اور افعال ناقصہ کی خبر۔

نصب: کبھی فتحہ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف اور غیر منصرف میں، کبھی کسرے کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے جمع مؤنث سالم میں، کبھی الف کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے اسماء ستہ مکبرہ میں، اور کبھی یاء کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں۔

جر: مضاف الیہ ہونے کی علامت کو کہتے ہیں؛ خواہ مضاف الیہ بتقدیر حرف جر ہو؛ جیسے: **غلامُ زیدٍ**، یہاں زید سے پہلے لام حرف جر مقدر ہے۔ یا مضاف الیہ بذکرِ حرف جر ہو؛ جیسے: **مررتُ بزیدٍ**.

جر کبھی کسرے کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف اور جمع مؤنث سالم میں، کبھی فتحہ کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: غیر منصرف میں اور کبھی یاء کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے: اسماء ستہ مکبرہ، تثنیہ اور جمع مذکر سالم میں۔ (رضی شرح کافیہ ۱/۶۱-۶۲)

فائدہ: رفع، نصب، جر: حرکات اعرابیہ اور حروفِ اعرابیہ کے ساتھ خاص ہیں، حرکات بنائیہ پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا؛ اور ضمۃ، فتحۃ، کسرۃ (تاء کے ساتھ) کا اطلاق حرکاتِ اعرابیہ اور حرکات بنائیہ دونوں پر ہوتا ہے، البتہ حرکات بنائیہ پر ان کا اطلاق زیادہ ہوتا ہے، حرکاتِ اعرابیہ پر کم؛ اور ضمٌّ، فتحٌ، کسرٌ (بغیر تاء کے) کا اطلاق صرف حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے، حرکات اعرابیہ پر نہیں ہوتا[1]

[1] حرکاتِ اعرابیہ: اُن حرکتوں کو کہتے ہیں جو اسم معرب پر آتی ہیں، اور حرکاتِ بنائیہ: اُن حرکتوں کو کہتے ہیں جو اسم مبنی پر آتی ہیں۔

والعامل: مابه رفع، أونصب أوجر. ومحل الإعراب من الاسم هو: الحرف الأخير. مثال الكل: نحو: قام زيد فـ "قام" عامل، و "زيد" معرب، و "الضمة" اعراب، و "الدال" محل الاعراب. واعلم أنه لا يعرب في كلام العرب إلا الاسم المتمكن والفعل المضارع، وسيجئ حكمه في القسم الثاني إن شاء الله تعالى .

ترجمہ: اور عامل وہ شئ ہے جس کی وجہ سے رفع، نصب یا جر آئے۔ اور محل اعراب: وہ اسم کا آخری حرف ہے؛ تمام کی مثال؛ جیسے: قام زید. پس "قام" عامل ہے، "زید" معرب ہے، "ضمہ" اعراب ہے اور "دال"، محل اعراب ہے۔ اور جان لیجئے کہ معرب نہیں ہوتا ہے کلام عرب میں مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور عنقریب آئے گا اس کا حکم دوسری قسم میں انشاء اللہ تعالیٰ۔

قوله: والعامل ما به الخ: یہاں سے مصنف عامل کی تعریف ذکر فرمارہے ہیں۔

عامل: وہ شئ ہے جس کی وجہ سے (اسم معرب پر) رفع، نصب یا جر آئے؛ جیسے: جاء نی زید میں جاء، رأیت زیدًا میں رأی اور مررت بزید میں باء عامل ہے؛ اس لئے کہ زید معرب پر جاء کی وجہ سے رفع، رأی کی وجہ سے نصب اور باء کی وجہ سے جر آیا ہے۔

فائدہ: یہاں مطلق عامل کی تعریف نہیں کی جارہی ہے؛ بلکہ اس عامل کی تعریف کی جارہی ہے جو اسم میں عمل کرتا ہے؛ اس لئے کہ مطلق عامل وہ شئ ہے جس کی وجہ سے (معرب پر) رفع، نصب، جر یا جزم آئے؛ جیسے: لم یضربُ میں "لم" عامل ہے؛ اس لئے کہ اس کی وجہ سے "یضرب" فعل مضارع معرب پر جزم آیا ہے۔

قوله: واعلم أنه لا یعرب الخ: یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں، وہ یہ کہ کلام عرب میں صرف دو چیزیں معرب ہیں: (۱) اسم متمکن (۲) فعل مضارع بشرطیکہ نون جمع مؤنث اور نونِ تاکید سے خالی ہو، یا نون تاکید کے ساتھ ہو؛ لیکن درمیان میں ضمیر مرفوع متصل کا فصل ہو (خواہ ضمیر لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے: لَیَضْرِبَانِّ میں الف ضمیر مرفوع متصل لفظوں میں موجود ہے، یا مقدر ہو؛ جیسے: لَیَضْرِبُنَّ میں واو ضمیر مرفوع متصل مقدر ہے)۔ ان کے علاوہ باقی تمام کلمات: اسم غیر متمکن، وہ اسم جو ترکیب میں واقع نہ ہو؛ یا ترکیب میں واقع ہو؛ لیکن وہاں عامل موجود نہ ہو، فعل مضارع نون جمع مؤنث اور نونِ تاکید بلا فصل کے ساتھ، فعل ماضی، امر حاضر معروف، اور تمام حروف مبنی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حروف تو سب مبنی ہوتے ہیں، اسماء میں اسم متمکن معرب ہوتا ہے، باقی تمام اسماء مبنی، افعال میں فعل ماضی اور امر حاضر معروف مبنی ہوتے ہیں، فعل مضارع میں تھوڑی تفصیل ہے: دو صیغے (جمع مؤنث غائب وحاضر) ہر حال میں مبنی ہوتے ہیں، خواہ آخر میں نون تاکید ہو یا نہ ہو، سات صیغے (چار تثنیہ، دو جمع مذکر غائب وحاضر اور ایک واحد مؤنث حاضر) ہر حال میں معرب ہوتے ہیں، خواہ آخر میں نون تاکید ہو یا نہ ہو، اور پانچ صیغوں

فصل: فی أصناف إعراب الاسم: وھی تسعة أصناف:

الاول: أن یکون الرفع بالضمة، والنصب بالفتحة، والجر بالکسرة.

ترجمہ: یہ تیسری فصل ہے: اسم کے اعراب کی اقسام کے بیان میں، اور وہ نو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ ہو۔

(واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم) کی دو حالتیں ہیں: اگر ان کے آخر میں نون تاکید ہو تو یہ مبنی ہوں گے، ورنہ معرب ہوں گے۔

فصل: فی أصناف إعراب الاسم الخ: کیفیت کے اعتبار سے اعراب کی چار قسمیں ہیں: اعراب لفظی، اعراب تقدیری، اعراب محلی اور اعراب حکائی۔

اعراب لفظی: وہ اعراب ہے جو لفظوں میں موجود ہو؛ جیسے: جاء زیدٌ، رأیت زیداً، مررت بزیدٍ.

اعراب تقدیری: وہ اعراب ہے جو لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ پوشیدہ ہو؛ جیسے: جاء موسٰی، رأیت موسٰی، مررتُ بموسٰی.

اعراب محلی: وہ اعراب ہے جو اسم مبنی پر آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسم مبنی ایسی جگہ واقع ہے کہ اگر اس کی جگہ کوئی اسمِ معرب ہوتا، تو لفظا یا تقدیرا اس پر اعراب آجاتا؛ جیسے: جاء ھولاء.

اعراب حکائی: وہ اعراب ہے جو اس کلمے پر آتا ہے جس کو کسی کلام سے اٹھا کر دوسرے کلام میں اسی حالت کے ساتھ ذکر کیا جائے جو اس کی پہلے کلام میں تھی؛ جیسے: نحوُ زیدٌ فی قام زیدٌ میں پہلے زید پر اعراب حکائی ہے۔

حالت رفعی: اسم کی وہ حالت ہے جس میں اسم مرفوع واقع ہو۔ اسم مرفوع اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ مرفوعات میں سے ہو، یا کسی مرفوع سے تابع واقع ہو۔

حالت نصبی: اسم کی وہ حالت ہے جس میں اسم منصوب واقع ہو۔ اسم منصوب اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ منصوبات میں سے ہو، یا کسی منصوب سے تابع واقع ہو۔

حالت جری: اسم کی وہ حالت ہے جس میں اسم مجرور واقع ہو۔ اسم مجرور اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ مجرورات میں سے ہو، یا کسی مجرور سے تابع واقع ہو۔

قولہ: وھی تسعة أصناف الخ: یہاں سے مصنف محل اعراب کے اعتبار سے اعراب کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی نو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت

ویختص: بالمفرد المنصرف الصحیح، وھو عند النحاۃ: مالا یکون فی آخرہ حرف علۃ؛ ک: زید. وبالجاری مجری الصحیح، وھو مایکون فی آخرہ واو أو یاء ما قبلھما ساکن؛ ک: دلو وظبی. وبالجمع المکسر المنصرف؛ک: رجال. تقول: جاء نی زید، ودلو، وظبی ورجال؛ ورأیت زیدا، ودلوا، وظبیا ورجالا؛ ومررت بزید ، ودلو،وظبی ورجال.

ترجمہ: اورخاص کی جاتی ہے یہ قسم مفرد منصرف صحیح کے ساتھ،اوروہ نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو؛ جیسے: زید۔اور(خاص کی جاتی ہے پہلی قسم) جاری مجری صحیح کے ساتھ؛اوروہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں ایسی واؤیایاء ہوکہ جن کا ماقبل ساکن ہو؛ جیسے:**دلوٌ** (ڈول)اور**ظبیٌ** (ہرن)۔اور (خاص کی جاتی ہے پہلی قسم) جمع مکسر منصرف کے ساتھ؛ جیسے:**رجالٌ**. آپ کہیں گے:**جاء نی زید، و دلوٌ، وظبیٌ ورجالٌ** (میرے پاس زید،ڈول، ہرن اور بہت سے مرد آئے)؛ **رأیت زیدًا،و دلوًا، و ظبیًا ورجالًا** (میں نے زید،ڈول، ہرن اور بہت سے مردوں کو دیکھا)؛ **مررت بزیدٍ، وظبیٍ، ورجالٍ** (میں زید،ڈول اور ہرن کے پاس سے گذرا)۔

جری میں کسرے کے ساتھ ہو۔اس اعراب کا محل تین چیزیں ہیں،یعنی یہ اعراب تین چیزوں کے ساتھ خاص ہے:(۱)مفرد منصرف صحیح (۲) مفرد منصرف جاری مجری صحیح (۳) جمع مکسر منصرف۔

۱-مفرد منصرف صحیح: وہ اسم ہے جو تثنیہ،جمع اور غیر منصرف نہ ہواوراس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو؛ جیسے: زید۔اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے:**جاء نی زیدٌ، رأیت زیداً، مررتُ بزیدٍ.**

۲-مفرد منصرف جاری مجری صحیح: وہ اسم مفرد منصرف ہے جس کے آخر میں واویایاء ماقبل ساکن ہو؛ جیسے:**دَلوٌ** اور **ظبیٌ**۔اس کااعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے:**جاء نی دلوٌ وظبیٌ، رأیت دلواً وظبیاً، مررت بدلوٍ وظبیٍ.**

فائدہ: اسم منسوب بھی مفرد منصرف جاری مجری صحیح میں داخل ہے؛ لہٰذا اس کا بھی یہی اعراب ہوگا۔

۳-جمع مکسر منصرف: وہ جمع مکسر ہے جو منصرف ہو؛ جیسے: رجال۔اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ،حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرے کے ساتھ ہوتا ہے،جیسے: **جاء نی رجالٌ رأیت رجالاً، مررتُ برجالٍ.**

الثـانـي: أن يكون الرفع بالضمة والنصب والجر بالكسرة. ويختص بجمع المؤنث السالم؛ تقول: هن مسلمات؛ ورأيت مسلمات؛ ومررت بمسلمات.

الثالث: أن يكون الرفع بالضمة، والنصب والجر بالفتحة. ويختص بغير

ترجمہ: اور دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب اور جر کسرہ کے ساتھ ہو؛ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم جمع مؤنث سالم کے ساتھ؛ آپ کہیں گے: **هنَّ مسلماتٌ** (وہ مسلمان عورتیں ہیں)؛ **رأيت مسلماتٍ** (میں نے مسلمان عورتوں کو دیکھا)؛ **مررت بمسلماتٍ** (میں مسلمان عورتوں کے پاس سے گزرا)۔

تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب اور جر فتحہ کے ساتھ ہو، اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم

فائدہ: چوں کہ صحیح کی تعریف میں نحویوں اور صرفیوں کے درمیان اختلاف ہے، اس لئے مصنف نے "**وهو عند النحاة مالا يكون في آخره حرف علة**" سے نحویوں کے مذہب کے اعتبار سے صحیح کی تعریف ذکر فرمائی ہے، کہ صحیح نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو؛ جیسے: زید۔ پس مثال، اجوف، مہموز کی تینوں قسمیں اور مضاعف کی دونوں قسمیں نحویوں کے نزدیک صحیح میں داخل ہیں۔

قوله الثاني: أن يكون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں:

دوسری قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں کسرہ کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل جمع مؤنث سالم ہے، یعنی یہ اعراب جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے۔

جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء زائد ہو، خواہ اس کا واحد مذکر ہو؛ جیسے: مرفوع کی جمع مرفوعات، یا اس کا واحد مؤنث ہو؛ جیسے: **مسلمة** کی جمع **مسلمات**. اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **هن مسلماتٌ، رأيت مسلماتٍ، مررت بمسلماتٍ.**

فائدہ: **أولاتٍ** (جو کہ **ذاتٌ** کی جمع من غیر لفظہ ہے) اعراب میں جمع مؤنث سالم کے ساتھ ملحق ہے، لہٰذا اس کا بھی یہی اعراب ہوگا۔

قوله: الثالث أن يكون الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی تیسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں:

تیسری قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں فتحہ کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل اسم غیر منصرف ہے، یعنی یہ اعراب غیر منصرف کے ساتھ خاص ہے۔

غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دو

المنصرف؛ ک: عمر. تقول: جاء نی عمر؛ ورأیت عمر؛ ومررت بعمر.

الرابع: أن یکون الرفع بالواو، والنصب بالألف، والجر بالیاء. ویختص بالأسماء الستة مکبرةموحدة مضافة إلی غیر یاء المتکلم،

ترجمہ: غیر منصرف کے ساتھ؛ جیسے: عمر . آپ کہیں گے: جاء نی عمرُ (میرے پاس عمر آیا)، رأیت عمرَ (میں نے عمر کو دیکھا)؛ مررت بعمرَ (میں عمر کے پاس سے گزرا)۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واو کے ساتھ، نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ ہو؛ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم اسماء ستہ کے ساتھ، درآں حالیکہ وہ مکبرہ ہوں، موحدہ ہوں اور یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔

سببوں کے قائم مقام ہو؛ جیسے: عمر۔ اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی عمرُ، رأیت عمرَ، مررت بعمرَ.

نوٹ: غیر منصرف کا یہ اعراب اُس وقت ہوتا ہے جب کہ اُس کے آخر میں الف مقصورہ اور یائے لازمہ ماقبل مکسور نہ ہو؛ الف مقصورہ یا یائے لازمہ ماقبل مکسور ہونے کی صورت میں غیر منصرف کا اعراب تقدیری ہوتا ہے۔

قوله: الرابع أن یکون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی چوتھی قسم کو بیان فرما رہے ہیں:

چوتھی قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالتِ رفعی میں واو کے ساتھ، حالتِ نصبی میں الف کے ساتھ اور حالتِ جری میں یاء کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل اسماء ستہ مکبرہ ہیں، یعنی یہ اعراب اسماء ستہ مکبرہ کے ساتھ خاص ہے۔

اسماء ستہ مکبرہ: وہ چھ اسم ہیں جو حالتِ تصغیر میں نہ ہوں، تثنیہ اور جمع نہ ہوں اور یاء متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔ اسماء ستہ مکبرہ یہ ہیں: أب، أخ، حم، هن، فم، ذو مالٍ. ان کا اعراب حالت رفعی میں واو کے ساتھ، حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت جری میں یاء کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی أخوک، رأیت أخاک، مررت بأخیک.

اسماء ستہ مکبرہ کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ چار شرطیں پائی جائیں:

(۱) مکبَّرہ ہوں، مصغَّرہ نہ ہوں، اگر مصغرہ ہوں گے تو ان کا اعراب وہی ہوگا جو مفرد منصرف صحیح کا ہے؛ جیسے: جاء نی أخیُّک، رأیت أُخیَّکَ، مررتُ بأُخیّکَ.

(۲) موحَّدہ (واحد) ہوں، تثنیہ اور جمع نہ ہوں۔ اگر تثنیہ یا جمع ہوں گے تو ان کا اعراب تثنیہ ہونے کی حالت میں تثنیہ کا اور جمع ہونے کی حالت میں جمع کا ہوگا؛ جیسے: جاء نی أخوانِ، رأیت أخوینِ، مررت بأخوینِ. جاء نی آباءٌ، رأیت آباءً، مررت بآباءٍ.

وهي: أخوك، وأبوك، وهنوك، وحموك، وفوك، وذومالٍ. تقول: جاءني أخوك، ورأيت أخاك، ومررت بأخيك. وكذا البواقي.

ترجمہ:اوروہ (یعنی اسماءِ ستہ مکبّرہ) أخوك (تیرابھائی)، أبوك (تیراباپ)، هنوكَ (تیری شرم گاہ)، حموكِ (تیرادیور)، فوك (تیرامنہ) اورذومالٍ (مال والا) ہیں۔آپ کہیں گے:جاء نی أخوك (میرے پاس تیرابھائی آیا)؛رأیت أخاك (میں نے تیرے بھائی کودیکھا)؛مررت بأخیك (میں تیرے بھائی کے پاس سے گذرا)۔اوراسی طرح باقی ہیں۔

---

(۳) مضاف ہوں،اگرمضاف نہیں ہوں گے،توان کااعراب (خواہ مکبرہ ہوں یامصغرہ) وہی ہوگا جو مفردمنصرف صحیح کا ہے؛جیسے:جاء نی أبٌ، رأیت أباً، مررت بأبٍ.

(۴) یائےمتکلم کےعلاوہ کی طرف مضاف ہوں،اگریائےمتکلم کی طرف مضاف ہوں گےتوان کااعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا؛جیسے:جاء نی أبی، رأیت أبی، مررت بأبی. (شرح ابن عقیل ص۹)

فائدہ(۱): ''ذو''ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتاہے،''ذو'' کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ ذو''صاحب''(بمعنی والا) کےمعنی میں ہو۔

فائدہ(۲):حَمٌ اورهَنٌ پرمذکورہ چاروں شرطوں کے پائے جانے کے باوجود،حالت رفعی میں ضمہ،حالت نصبی میں فتحہ اورحالت جری میں کسرہ پڑھنا بھی جائزہے،جیسے:جاء نی حَمُك، رأیت حَمَك، مررت بحمِك بلکہ ''هَنٌ'' میں ابن ہشام نے''شرح شذورالذہب''(ص۲۶-۲۷)میں اسی کولغتِ فصیحہ قراردیاہے۔

فائدہ(۳):اسماءِستہ مکبرہ میں سے پہلے چار(أب، أخ، حم، هن) ناقص واوی ہیں،اصل میں أَبُوٌ، أَخُوٌ، حَمُوٌ، هَنُوٌ بروزنِ فَعُلٌ تھے،واومتحرک ماقبل حرفِ صحیح ساکن،واوکی حرکت نقل کرکے ماقبل کودینے کے بعد،واواورتنوین دوساکن جمع ہوجانے کی وجہ سےواوکوحذف کردیا۔أَبٌ، أَخٌ، حَمٌ اورهَنٌ ہوگئے۔

''فَمٌ'' اجوف واوی ہے،اصل میں فَوَهٌ بروزن فَعَلٌ تھا،خلافِ قیاس ہاءکوحذف کرنے کے بعدواوکو میم سے بدل دیا،فَمٌ ہوگیا؛لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ یہ مضاف نہ ہو؛اس لئے کہ مضاف ہونے کی صورت میں واواپنی حالت پرباقی رہتاہے۔

''ذُو''،لفیف مقرون ہے،اصل میں ذَوَوٌ بروزنِ فَعَلٌ تھا،بقاعدہ''قال''واوکوالف سے بدل کر،الف کواجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا،پھرواوکی مناسبت سے فاکلمہ کوضمہ دینے کے بعد،خلافِ قیاس واوکوساکن کردیا،ذُوْ ہوگیا۔دیکھئے(غایۃ التحقیق ص۲۸)

الخامس: أن يكون الرفع بالألف، والنصب والجر بالياء المفتوح ما قبلها. ويختص بـ: المثنى، وكلا مضافا إلى مضمرٍ، واثنان واثنتان. تقول: جاء ني الرجلان كلاهما، واثنان واثنتان؛ ورأيت الرجلين كليهما، واثنين، واثنتين؛ ومررت بالرجلين كليهما، واثنين واثنتين.

ترجمہ: پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف کے ساتھ اور نصب اور جرایسی یا کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مفتوح ہو؛ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم تثنیہ کے ساتھ، اور کِلاَ کے ساتھ درآ حالیکہ وہ (یعنی کلا) مضاف ہو ضمیر کی طرف، اوراثنان اوراثنتان کے ساتھ؛ آپ کہیں گے: **جاء نی الرجلان کلاهما ، واثنان واثنتان** (میرے پاس دونوں مرد آئے)؛ **رأیت الرجلین کلیهما؛ واثنین واثنتین** (میں نے دونوں مردوں کو دیکھا)؛ **مررت بالرجلین کلیهما ، واثنین واثنتین** (میں دونوں مردوں کے پاس سے گذرا)۔

ابن برّی کہتے ہیں: کہ "ذُو" کی اصل ذَوَیٌ (یاء کے ساتھ) ہے۔ (تاج العروس ۳۸۸/۲۰، لسان العرب ۱۲/۵)۔

قوله: الخامس : أن يكون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی پانچویں قسم کو بیان فرمارہے ہیں:

پانچویں قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ اور حالتِ نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل دو اسم ہیں، یعنی یہ اعراب دو اسموں کے ساتھ خاص ہے: (۱) تثنیہ (۲) ملحق بہ تثنیہ۔

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اور اس کے واحد کے آخر میں الف، یا یاء ماقبل مفتوح اور نونِ مکسور زیادہ کردیا گیا ہو؛ جیسے: رجلانِ. اس کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی رَجُلانِ، رأيتُ رجُلينِ، مَررتُ برجلينِ.**

ملحق بہ تثنیہ سے مراد: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے؛ مگر اس کا کوئی واحد نہ ہو؛ جیسے: **كِلاَ، كِلْتَا، إثنانِ** اور **اثنتانِ**. یہ دو پر دلالت کرتے ہیں؛ مگر ان کا کوئی واحد نہیں ہے۔

اس کا اعراب حالتِ رفعی میں الف کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی کلاهما[1] و کلتاهما، واثنان واثنتان، رأيت كليهما، و كلتيهما، واثنين**

---

[1] ترکیب: جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، الرجلان مؤکد، کلا مضاف، هما ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرز پر رأیت الرجلین کلیهما اور مررت بالرجلین کلیهما کی ترکیب کرلی جائے۔

السادس: أن يكون الرفع بالواو المضموم ماقبلها، والنصب والجر بالياء المكسور ماقبلها. ويختص بـ: جمع المذكر السالم؛ نحو: مسلمون. وأولو

ترجمہ: چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع ایسی واو کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو اور نصب اور جر ایسی یاء کے ساتھ ہو جس کا ماقبل مکسور ہو؛ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم جمع مذکر سالم کے ساتھ؛ جیسے: مسلمون. اور "أولو" (کے ساتھ)

واثنتَينِ؛ مررتُ بكليهما وكلتيهما، واثنين واثنتين.

فائدہ (۱): "کلا" اور "کلتا" کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں؛ اور اگر یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی کِلاَ الرجلینِ، رأیتُ کلا الرجلینِ، مررتُ بکلا الرجلینِ.

فائدہ (۲): چوں کہ مذکر اصل ہے اور مؤنث فرع، اس لئے مصنف نے "کلا" مذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے "کلتا" مؤنث کو ذکر نہیں کیا۔

السادس أن يكون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی چھٹی قسم کو بیان فرمارہے ہیں:

چھٹی قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالت رفعی میں واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل دو اسم ہیں، یعنی یہ اعراب دو اسموں کے ساتھ خاص ہے: (۱) جمع مذکر سالم (۲) ملحق بہ جمع مذکر سالم۔

جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کے واحد کے آخر میں واو ماقبل مضموم، یا یاء ماقبل مکسور اور نونِ مفتوح زیادہ کردیا گیا ہو، خواہ اس کا واحد مذکر ہو؛ جیسے: مُسْلِمٌ کی جمع مسلمون؛ یا اس کا واحد مؤنث ہو؛ جیسے: سَنَة کی جمع: سِنون، أرض کی جمع: أرضون. اس کا اعراب حالتِ رفعی میں واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء نی مسلمون؛ رأيت مسلمين؛ مررت بمسلمين.**

ملحق بہ جمع مذکر سالم سے مراد: وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے؛ مگر اس کا کوئی واحد نہ ہو؛ جیسے: **أُولو، عشرُون** اور اس کے نظائر (**ثلاثون، أربعون، خمسون، ستون، سبعون، ثمانون، تسعون**) یہ دو سے زیادہ پر دلالت کرتے ہیں؛ مگر ان کا کوئی واحد نہیں ہے۔ ان کا اعراب حالتِ رفعی میں واوَ

وعشرون مع أخواتها. تقول: جاء نی مسلمون ، وعشرون، وأولو مال؛ و رأيت مسلمين، وعشرين، وأولي مال؛ ومررت بمسلمين، وعشرين، وأولي مال .

واعلم أن نون التثنية مكسورة أبدا؛ ونون جمع السلامة مفتوحة أبدا؛

ترجمہ:اورعشرون اوراس کے نظائر کےساتھ؛ آپ کہیں گے:**جاء نی مسلمون ، وعشرون وأولو مال** (میرے پاس بہت سے مسلمان،بیس مرداور بہت سے مال والے آئے)؛**رأيت مسلمين، وعشرين وأولي مال** (میں نے بہت سے مسلمان،بیس مرداور بہت سے مال والوں کودیکھا)؛**مررت بمسلمين، وعشرين وأولي مال** (میں بہت سے مسلمان،بیس مرداور بہت سے مال والوں کے پاس سے گزرا)۔اورجان لیجئے کہ نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہےاورنون جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔

کے ساتھ اور حالتِ نصبی اورجری میں یائے ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے:**جاء نی أولو مال وعشرون رجلا؛ رأيت أولي مالٍ وعشرين رجلاً؛ مررت بأولي مالٍ وعشرين رجلاً.**

فائدہ: یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ أولو کا واحد "ذو" اورعشرون کا واحد "عَشْرٌ" ہے،لہٰذاان کوجمع مذکرسالم کہنا چاہیئے ،نہ کہ ملحق بہ جمع مذکرسالم؟

اس کا جواب یہ ہے کہ "ذو" اگرچہ أولو کا واحد ہے؛لیکن یہ من غیرلفظہ ہے،جس کا جمع سالم میں کوئی اعتبارنہیں۔اور"عَشر"کوعشرون کا واحد کہنا صحیح نہیں؛اس لئے کہ جمع کا اطلاق واحد کے کم سے کم تین افراد پر ہوتا ہے؛لہٰذااگرعشر کوعشرون کا واحدقراردیا جائے توعشرون کا اطلاق تیس پر ہونالازم آئے گا،حالاں کہ یہ صحیح نہیں ؛نیز جمع کے افراد متعین نہیں ہوتے ہیں،جب کہ عشرون کے افراد متعین ہیں(یعنی بیس)۔

قوله: واعلم أن نون التثنية الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ نونِ تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہےاورنونِ جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہےاوریہ دونوں اضافت کے وقت گرجاتے ہیں،جیسے:**جاء نی غلاما زيد ومسلمو مصر**[1]

فائدہ: اضافت کے وقت نونِ تثنیہ اورنونِ جمع کے گرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نون تنوین کے قائم مقام ہوتے ہیں اوراضافت مانعِ تنوین ہے۔

---

[1] ترکیب: جاء فعل، نون وقایہ،یا ضمیرمفعول بہ، غلاما مضاف، زید مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سےمل کرمرکب اضافی ہوکرمعطوف علیہ،واؤ حرف عطف، مسلمو مضاف، مصر مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سےمل کرمرکب اضافی ہوکرمعطوف،معطوف علیہ معطوف سےمل کرفاعل،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سےمل کرجملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وكلاهما تسقطان عندالإضافة؛ تقول: جاء نی غلاما زيدٍ، ومسلمو مصر.

السابع: أن يكون الرفع بتقدير الضمة، والنصب بتقدير الفتحة، والجر بتقدير الكسرة ويختص: بالمقصور، وهو ما فی آخره ألف مقصورة؛ ک: عصا.

ترجمہ: اور یہ دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں؛ آپ کہیں گے: **جاء نی غلام زيدٍ، ومسلمو مصرٍ** (میرے پاس زید کے دو غلام اور شہر کے بہت سے مسلمان آئے)۔

ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہو؛ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم اسم مقصور کے ساتھ؛ اور وہ (یعنی اسمِ مقصور) ہر ایسا اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو؛ جیسے: عصًا۔

سوال: اضافت کی طرح الف لام کا شروع میں داخل ہونا بھی مانعِ تنوین ہے، لہٰذا تثنیہ اور جمع کے معرف باللام ہونے کی صورت میں بھی نونِ تثنیہ اور نونِ جمع کو گر جانا چاہئے، حالاں کہ ایسا نہیں ہوتا؟

جواب: نونِ تثنیہ اور نونِ جمع دو چیزوں کے قائم مقام ہوتے ہیں: (۱) تنوین (۲) حرکت۔ اضافت کی صورت میں تنوین کے قائم مقام ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو گرا دیتے ہیں؛ اس لئے کہ اضافت مانعِ تنوین ہے۔ اور معرف باللام ہونے کی صورت میں حرکت کے قائم مقام ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو نہیں گراتے؛ اس لئے کہ معرف باللام ہونا مانعِ تنوین ہے، مانعِ حرکت نہیں۔

تنبیہ: بعض نسخوں میں "**كلا هما تسقطان**" کے بجائے "**هما تسقطان**" ہے، اور یہی صحیح ہے؛ کیوں کہ "کلا" مذکر ہے، جب کہ نونِ تثنیہ اور نونِ جمع، مؤنث ہیں۔

قوله: السابع: أن يكون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی ساتویں قسم کو بیان فرما رہے ہیں:

ساتویں قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل دو اسم ہیں، یعنی یہ اعراب دو اسموں کے ساتھ خاص ہے: (۱) اسم مقصور (۲) غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم۔

اسم مقصور: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو؛ خواہ وہ الف باقی رہے؛ جیسے: **العَصَا** (یہ اصل میں **العَصَوُ** تھا، واو متحرک ماقبل مفتوح، واو کو الف سے بدل دیا، **العصا** ہو گیا)، یا وہ الف باقی نہ رہے؛ جیسے: **عَصًا** (یہ اصل میں **عَصَوٌ** تھا، بقاعدہ "**قال**" واو کو الف سے بدل کر، الف اور تنوین دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا، **عَصًا** ہو گیا)۔ اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ،

وبالمضاف إلى ياء المتكلم غير جمع المذكر السالم؛ ك: غلامي. تقول: جاء ني عصا، وغلامي؛ ورأيت عصا، وغلامي؛ ومررت بعصا، وغلامي.

الثامن: أن يكون الرفع بتقدير الضمة، والجر بتقدير الكسرة، والنصب

ترجمہ: اور (خاص کی جاتی ہے یہ قسم) اس اسم کے ساتھ جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو درآں حالیکہ وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو؛ جیسے: **غلامي**. آپ کہیں گے: **جاء ني عصا، وغلامي** (میرے پاس لاٹھی اور میرا غلام آیا)؛ **رأيت عصا، وغلامي** (میں نے لاٹھی اور اپنے غلام کو دیکھا)؛ **مررت بعصا، وغلامي** (میں لاٹھی اور اپنے غلام کے پاس سے گذرا)۔

آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور نصب

حالت نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء ني العصا، رأيت العصا، مررت بالعصا.**

غیر جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم: وہ اسم ہے جو (تثنیہ اور) جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ (خواہ واحد ہو، یا جمع مکسر)؛ جیسے: **غلامي**۔ اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء ني غلامي، رأيت غلامي، مررت بغلامي**۔

نوٹ: وہ اسم جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو اس کا یہ اعراب اس وقت ہوتا ہے جب کہ تین شرطیں پائی جائیں:

۱- جمع مذکر سالم نہ ہو، اگر جمع مذکر سالم ہوگا تو اس کا اعراب حالت رفعی میں واو تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگا؛ جیسے: **جاء ني مسلِميَّ، رأيت مسلِميَّ، مررت بِمسلِميَّ.**

۲- تثنیہ نہ ہو، اگر تثنیہ ہوگا تو اس کا اعراب وہی ہوگا جو اس وقت ہوتا ہے جب کہ تثنیہ یاءِ متکلم کی طرف مضاف نہ ہو؛ جیسے: **جاء ني غلامایَ، رأيت غلامَيَّ، مررت بغلامَيَّ.**

۳- جمع مؤنث سالم نہ ہو، اگر جمع مؤنث سالم ہوگا تو اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا؛ جیسے: **جاء ني مسلماتِي، رأيت مسلماتِيُ مررت بمسلماتِي.** مصنف نے صرف پہلی شرط کو بیان کیا ہے، آخر کی دو شرطوں کو بیان نہیں کیا۔

قوله: الثامن : أن يكون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی آٹھویں قسم کو بیان فرمارہے ہیں:

بـالـفتحة لفظا. ويختص بالمنقوص، وهو ما في آخره ياء ما قبلها مكسور؛ كـ: القاضي. تقول: جاء ني القاضي؛ ورأيت القاضيَ؛ ومررت بالقاضي.

التاسع: أن يكون الرفع بتقدير الواو؛ والنصب والجر بالياء لفظا. ويختص بجمع المذكر السالم مضافا إلى ياء المتكلم. تقول: جاء ني مسلمي

ترجمہ: فتحہ لفظی کے ساتھ ہو؛ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ، اور وہ ہر ایسا اسم ہے جس کے آخر میں یاء لازمہ ماقبل مکسور ہو؛ جیسے: القاضي۔ آپ کہیں گے: **جاء ني القاضي** (میرے پاس قاضی آیا)؛ **رأيت القاضيَ** (میں نے قاضی کو دیکھا)؛ **مررت بالقاضي.** (میں قاضی کے پاس سے گزرا)۔

نویں قسم یہ ہے کہ رفع واو تقدیری کے ساتھ اور نصب اور جر یائے لفظی کے ساتھ ہو، اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم جمع مذکر سالم کے ساتھ، درآں حالیکہ وہ مضاف ہو یائے متکلم کی طرف؛ آپ کہیں گے: **جاء ني مسلِمِيَّ** (میرے پاس میرے مسلمان آئے)

آٹھویں قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل اسم منقوص ہے، یعنی یہ اعراب اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے۔

اسم منقوص: وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے لازمہ ماقبل مکسور ہو؛ خواہ وہ یاء باقی رہے؛ جیسے: **القاضي** (یہ اصل میں **القاضيُ** تھا، کسرے کے بعد یاء پر ضمہ دشوار سمجھ کر، یاء کو ساکن کر دیا، **القاضيْ** ہوگیا)، یا وہ یاء باقی نہ رہے؛ جیسے: **قـاضٍ** (یہ اصل میں **قَـاضِيٌ** تھا، کسرے کے بعد یاء پر ضمہ دشوار سمجھ کر، یاء کو ساکن کرنے کے بعد، یاء اور تنوین دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے، یاء کو حذف کر دیا، **قـاضٍ** ہوگیا)۔ اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: **جاء ني القاضيُ، رأيت القاضيَ، مررت بالقاضيْ۔**

قوله: التاسع أن يكون الرفع الخ: یہاں سے مصنف اعراب کی نویں قسم کو بیان فرما رہے ہیں:

نویں قسم: یہ ہے کہ اسم کا اعراب حالتِ رفعی واو تقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے لفظی کے ساتھ ہو۔ اس اعراب کا محل جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم ہے، یعنی یہ اعراب جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم کے ساتھ خاص ہے۔

– تقديره مسلموى، اجتمعت الواو والياء، والأولى منهما ساكنة، فقلبت الواوياء وأدغمت الياء في الياء، وأبدلت الضمة بالكسرة؛ لمناسبة الياء، فصار: "مسلمي"-؛ ورأيت مسلمي؛ ومررت بمسلمي.

فصل: الاسم المعرب على نوعين: منصرف؛ وهو ما ليس فيه سببان؛

ترجمہ:- اس کی اصل مُسلِمُوِیَ تھی، واواور یاء ایک جگہ جمع ہو گئے، اوران میں سے پہلا ساکن تھا، پس بدل دیا گیا واوکو یا سے، اورادغام کردیا گیا یاء کا یاء میں، اور بدل دیا گیا ضمہ کو کسرہ سے یاء کی مناسبت سے، تومسلمیَّ ہوگیا- اور رأيت مسلِمِيَّ (میں نے اپنے مسلمانوں کو دیکھا) اور مررت بمسلِمِيَّ (میں اپنے مسلمانوں کے پاس سے گذرا)۔

یہ چوتھی فصل ہے: اسم معرب کی دوقسمیں ہیں: (۱) منصرف، اور وہ (یعنی منصرف) وہ اسم ہے جس میں اسباب تسعہ میں سے دوسبب

جمع مذکر سالم مضاف بہ یائے متکلم: وہ جمع مذکر سالم ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: مُسلِمِيَّ، یہ اصل میں مُسلِمونَ یَ تھا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، واواور یاء جمع ہو گئے، ان میں سے پہلا ساکن ہے؛ لہٰذا واوکو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کردیا، مسلمُيَّ ہوگیا، پھر یاء کی مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا، مُسلِمِيَّ ہوگیا۔ اس کا اعراب حالتِ رفعی میں واوتقدیری کے ساتھ اور حالتِ نصبی اور جری میں یائے لفظی کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے: جاء نی مسلِمِيَّ[1] رأيت مسلِمِيَّ، مررت بِمُسلِمِيَّ.

قوله: فصل: الاسم المعرب على نوعين الخ: اسم کے اعراب کی اقسام اوران کے محل کے بیان سے فارغ ہوکر یہاں سے مصنف انصراف اور عدم انصراف کے اعتبار سے اسم معرب کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں۔ اسم معرب کی دوقسمیں ہیں: (۱) منصرف (۲) غیر منصرف

منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دوسبب یا ایک ایسا سبب جو دوسببوں کے قائم مقام ہو، نہ پایا جائے؛ جیسے: زید منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دوسبب یا ایسا ایک سبب جو دوسببوں کے قائم مقام ہو، نہیں پایا جارہا ہے۔

---

[1] ترکیب: جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، مسلمو مضاف، یا ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرز پر رأيت مسلمي اور مررت بمسلمي کی ترکیب کرلی جائے۔

أو واحد يقوم مقامهما من الأسباب التسعة؛ ک: زيد. ويسمى الاسم المتمكن. وحكمه: أن يدخله الحركات الثلاث مع التنوين. تقول: جاء ني زيد؛ ورأيت زيداً؛ ومررت بزيد. وغير منصرف؛ وهو مافيه سببان، أو واحد منها يقوم مقامهما.

ترجمہ: یا ایک ایسا سبب نہ پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو؛ جیسے: زید۔ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم متمکن۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں تنوین کے ساتھ داخل ہوتی ہیں؛ آپ کہیں گے: **جاء نی زیدٌ** (میرے پاس زید آیا)، **رأیت زیداً** (میں نے زید کو دیکھا) اور **مررت بزیدٍ** (میں زید کے پاس سے گزرا)۔ (۲) غیر منصرف، اور وہ (یعنی غیر منصرف) وہ اسم ہے جس میں اسباب تسعہ میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو۔

قوله: ويسمى الاسم المتمكن: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ منصرف کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

سوال: ابھی پیچھے یہ بات آئی ہے کہ اسم معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے، چوں کہ منصرف اور غیر منصرف دونوں اسم معرب کی قسمیں ہیں، اس لحاظ سے منصرف اور غیر منصرف دونوں اسم متمکن ہوئے، حالاں کہ یہاں مصنف کے قول: "**ويسمى الاسم المتمكن**" سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف منصرف اسم متمکن ہوتا ہے، غیر منصرف اسم متمکن نہیں ہوتا؟

جواب: بعض نسخوں میں یہاں "**المتمكن**" کے بجائے "**الأمكن**" ہے (یعنی منصرف کو امکن کہا جاتا ہے) اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ فن کی دیگر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اب کوئی اشکال نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اب مطلب یہ ہوگا کہ منصرف اور غیر منصرف دونوں اسم متمکن ہوتے ہیں؛ لیکن چوں کہ منصرف تینوں حرکتوں (ضمہ، فتحہ اور کسرہ) کو جگہ دیتا ہے اور غیر منصرف صرف دو حرکتوں (ضمہ اور فتحہ) کو جگہ دیتا ہے، اس لئے منصرف کو "**امکن**" کہا جاتا ہے (یعنی غیر منصرف کے مقابلے میں اعراب کو زیادہ جگہ دینے والا) اور غیر منصرف کو "**غير أمكن**"۔

منصرف کا حکم: یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں (ضمہ، فتحہ، کسرہ) تنوین کے ساتھ داخل ہوتی ہیں۔

غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو سببوں کے

والأسباب التسعة هي: العدل، والوصف، والتانيث، والمعرفة، والعجمة، والجمع، والتركيب، والألف والنون الزائدتان ووزن الفعل.

وحكمه: أن لا يدخله الكسرة والتنوين، ويكون في موضع الجر مفتوحا أبدا. تقول: جاء ني أحمد؛ ورأيت أحمد؛ ومررت بأحمد.

ترجمہ: اوراسباب تسعہ یہ ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدتان، اوروزن فعل۔ اوراس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اورتنوین داخل نہیں ہوتی اوروہ حالتِ جری میں ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، آپ کہیں گے: **جاء ني أحمدُ** (میرے پاس احمد آیا)، **رأيت أحمدَ** (میں نے احمد کو دیکھا)، **مررت بأحمدَ** (میں احمد کے پاس سے گذرا)۔

قائم مقام ہو، پایا جائے؛ یا توحقیقۃً؛ جیسے: **عمرُ** اور **مساجدُ** غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ اسباب منع صرف میں سے عمر میں دوسبب: عدل اور علم اور مساجد میں ایک ایسا سبب جو دوسببوں کے قائم مقام ہے (یعنی جمع منتہی الجموع) حقیقۃً پایا جارہا ہے۔ یا حکماً؛ جیسے: **سراویلُ** غیر منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ **مصابیح** جمع منتہی الجموع کے ہم وزن ہونے کی وجہ سے جمع منتہی الجموع کے حکم میں ہے، لہٰذا اس میں حکماً ایک ایسا سبب پایا جارہا ہے جو دوسببوں کے قائم مقام ہے (یعنی جمع منتہی الجموع)۔

فائدہ: دوسببوں کے پائے جانے سے مراد یہ ہے کہ دوسبب اپنی شرائط کے ساتھ پائے جائیں، اگر دو سبب ہوں؛ لیکن اپنی شرائط کے ساتھ نہ ہوں تو اسم منصرف ہوگا، چناں چہ **قائمة** (باوجودیکہ اس میں دوسبب تانیث اور وصف پائے جارہے ہیں) منصرف ہے؛ اس لئے کہ تانیث کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے علم ہونا شرط ہے، اور **قائمة** علم نہیں ہے۔ اسی طرح **نوح** (باوجودیکہ اس میں دوسبب عجمہ اور علم پائے جارہے ہیں) منصرف ہے؛ اس لئے کہ عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے ثلاثی کا متحرک الاوسط ہونا شرط ہے، اور نوح ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

اسباب منع صرف نو ہیں: عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدتان اوروزنِ فعل۔

غیر منصرف کا حکم: یہ ہے کہ اس پر کسرہ، تنوین تمکن اورتنوین تنکیر داخل نہیں ہوتی، اوروہ حالت جری میں ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: **جاء ني أحمدُ، رأيت أحمدَ، مررت بأحمدَ۔**

نوٹ: واضح رہے کہ غیر منصرف پرتنوین عوض، تنوین مقابلہ اورتنوین ترنم آسکتی ہیں۔

أما العدل فهو: تغير اللفظ من صيغته الأصلية إلى صيغة أخرى تحقيقا أو تقديرًا.

ترجمہ: بہرحال عدل: تو وہ لفظ کا نکلنا ہے اپنے اصلی صیغے (یعنی ایسے صیغے سے جو کسی اصل اور قاعدہ کی طرف منسوب ہو) دوسرے صیغے کی طرف، خواہ یہ نکلنا تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔

قوله: أما العدل الخ: منصرف وغیر منصرف کی تعریف اور اجمالی طور پر اسبابِ تسعہ کو بیان کرنے کے بعد یہاں سے مصنف تفصیلی طور پر اسباب تسعہ کو بیان فرما رہے ہیں، چوں کہ عدل مطلقاً بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب ہوتا ہے، اس لئے عدل کے بیان کو مقدم کیا۔

عدل کی تعریف: عدل: اسم کا بغیر کسی قاعدۂ صرفیہ کے اپنے اصلی صیغے (یعنی ایسے صیغے سے جو کسی اصل اور قاعدے کی طرف منسوب ہو) نکل کر دوسرے صیغے کی طرف چلے جانا اس طرح کہ مادہ کے حروف باقی رہیں؛ جیسے: **ثُلاث،** اور **مَثلث۔**

فائدہ: جس سے نکل کر آئے اس کو معدول عنہ اور جو نکل کر آئے اس کو معدول کہتے ہیں۔

صیغہ: لفظ کی وہ مخصوص شکل ہے جو حرکات وسکنات اور حروف کی ترتیب سے حاصل ہو اور مخصوص معنی پر دلالت کرے۔

قوله: عن صيغته الأصلية: "الأصلية" اسم منسوب ہے، یعنی وہ صیغہ جو کسی اصل اور قاعدے کی طرف منسوب ہو، صیغہ کی صفت "الأصلية" لاکر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عدل میں یہ ضروری ہے کہ معدول عنہ کسی اصل اور قاعدے کے موافق ہو؛ لیکن معدول کا معدول عنہ سے نکلنا خلافِ قیاس ہو، کسی اصل اور قاعدے کے موافق نہ ہو۔

قوله: تحقيقا أو تقديرا: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عدل کی دو قسمیں ہیں: (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری۔

عدل تحقیقی: وہ عدل ہے جس میں اصل یعنی معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی واقعی دلیل موجود ہو؛ جیسے: **ثُلاثُ، مَثْلَثُ، اُخَرُ** اور **جُمَعُ** عدل تحقیقی اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ ان کے معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ دلیل موجود ہے، چناں چہ **ثُلاثُ** اور **مَثْلَثُ: ثلثة ثلاثة** سے معدول ہیں، اور دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں معنی کا تکرار ہے؛ اس لئے کہ ان کے معنی تین تین کے ہیں، اور معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں **ثلاثة ثلاثة** سے معدول ہیں۔

أخر: "الآخر" یا "آخر من" سے معدول ہے اور دلیل یہ ہے کہ **أخر: أخرى** کی جمع ہے، اور **أخرى:**

ولا يجتمع مع وزن الفعل أصلا، ويجتمع: مع العلمية؛

ترجمہ: اور جمع نہیں ہوتا ہے عدل وزن فعل کے ساتھ بالکل، اور جمع ہو جاتا ہے علمیت کے ساتھ،

آخر اسم تفضیل کی مؤنث ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

(۱) ''الف لام'' کے ساتھ؛ جیسے: **زیدٌ الافضل**۔

(۲) ''مِن'' کے ساتھ؛ جیسے: **زیدٌ أفضلُ من عمرو**۔

(۳) اضافت کے ساتھ؛ جیسے: **زیدٌأفضلُ القوم**۔

چوں کہ ''أخر'' اِن تینوں طریقوں میں سے کسی کے ساتھ بھی مستعمل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ''الآخر'' یا ''آخر من'' سے معدول ہے۔ اضافت والی صورت سے معدول نہیں ہو سکتا؛ اس لئے کہ اس صورت میں اس کا مضاف الیہ محذوف ماننا پڑے گا، اور مضاف الیہ کو حذف کرنے کے بعد مضاف کی تین حالتیں ہوتی ہیں: (۱) یا تو وہ مبنی برضمہ ہوتا ہے؛ جیسے: قبلُ. (۲) یا اس پر تنوین عوض آتی ہے؛ جیسے: حینئذٍ. (۳) یا پہلی اضافت کے مثل دوسری اضافت واجب ہوتی ہے؛ جیسے: **یاتَیمُ تَیمَ عَدِیٍّ**، جب کہ **أُخَرُ** میں ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی، نہ یہ مبنی برضمہ ہے، نہ اس پر تنوین عوض ہے اور نہ ہی اضافت ہے؛ لہٰذا اس کو اضافت والی صورت سے معدول نہیں مانا جا سکتا۔

جُمَع: **جَمَاعٰی** یا **جَمْعَاوَات** یا **جُمْعٌ** سے معدول ہے، اور دلیل یہ ہے کہ **جُمَع**: **جَمْعَاءُ** بروزنِ **فَعْلَاءُ** کی جمع ہے، اور **جَمعاء**: **أجمع** کا مؤنث ہے۔ اور جو مؤنث **فَعْلاء** کے وزن پر ہو اس کی جمع کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ اسم ذات ہو تو اس کی جمع **فعالٰی** اور **فَعْلَاوَاتٌ** کے وزن پر آتی ہے، جیسے: **صحراء** کی جمع **صَحَارٰی** اور **صَحْرَاوَات**. اور اگر اسم صفت ہو تو اس کی جمع **فُعْل** کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے: **حمراء** کی جمع **حُمْر**۔ جب کہ **جُمَعُ** ان تینوں میں سے کسی کے وزن پر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ انہیں تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے۔

عدل تقدیری: وہ عدل ہے جس میں اصل یعنی معدول عنہ کے وجود پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی واقعی دلیل موجود نہ ہو؛ جیسے: **عمر** اور **زفر** عدل تقدیری اور علم کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ **عمر** **عامر** سے اور **زفر** **زافر** سے معدول ہے، چوں کہ اہل عرب کے ان کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ، ان کے معدول عنہ پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس لئے ان میں عدل تقدیری مان لیا گیا ہے، تاکہ تنہا علمیت کی وجہ سے کلمہ کا غیر منصرف پڑھنا لازم نہ آئے۔

قوله: ولا يجتمع مع وزن الفعل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، وہ یہ کہ

ک: عمر و زفر. ومع الوصف؛ ک: ثلاث ومثلث، وأخر وجمع. أما الوصف فلا يجتمع مع العلمية أصلا.

ترجمہ: جیسے: عمر اور زُفرُ، اور وصف کے ساتھ؛ جیسے: ثُلاثُ، مَثْلَثُ، أُخَرُ اور جُمَعُ ۔ بہرحال وصف تو وہ جمع نہیں ہوتا ہے علمیت کے ساتھ بالکل۔

عدل وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی اسم عدل اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہو، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عدل کے چھ اوزان ہیں: (۱) فَعَلُ؛ جیسے: سَحَرُ (رات کا آخری حصہ) (۲) فَعَالُ؛ جیسے: قَطَامُ (ایک عورت کا نام) (۳) فُعالُ؛ جیسے: ثُلاثُ (تین تین) (۴) مَفْعَل؛ جیسے: مثْلَثُ (تین تین) (۵) فُعَلُ؛ جیسے: أُخَرُ (دوسرے) (۶) فَعْلُ؛ جیسے: أمْسُ (گزشتہ کل)، اور ان چھ اوزان میں سے کوئی فعل کا وزن نہیں ہے۔

بعض نحویین (جن میں سے رضی بھی ہیں) کی رائے یہ ہے کہ عدل کے اوزان اِن چھ میں منحصر نہیں ہیں؛ بلکہ عدل کے ان کے علاوہ اور بھی اوزان ہیں؛ مثلاً: (۱) اِفْعِلُ؛ جیسے: اِصْمِتُ (خالی جگہ کا علم)، یہ "اُصْمُتُ" سے معدول ہے۔ (۲) أَفْعَلُ؛ جیسے: آخرُ، یہ "الآخر" یا "آخر مِنْ" سے معدول ہے۔ (۳) فُعِلَ؛ جیسے: دُئِلَ (ایک قبیلہ کا علم)، یہ "دُئِل فيه" فعل مجہول یا "دَأَلَ" فعل معروف سے معدول ہے۔ چوں کہ یہ اوزان فعل میں بھی پائے جاتے ہیں، اس لئے ان حضرات کے نزدیک عدل اور وزنِ فعل ایک ساتھ جمع ہوسکتے ہیں۔ دیکھئے (رضی ۱/۱۴۲، ۱۵۰-۱۵۱)، (حاشیہ شرح جامی ص ۸۲)

قوله: ويجتمع الخ: عدل: علمیت اور وصف کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، یعنی ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی اسم عدل اور علمیت، یا عدل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہو؛ اول کی مثال؛ جیسے: عُمَرُ اور زُفَرُ، یہ عدل تقدیری اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ ثانی کی مثال؛ جیسے: ثُلاثُ، مَثْلَثُ، أُخَرُ اور جُمَعُ، یہ عدل تحقیقی اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

قولہ: أما الوصف الخ: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے وصف اور اس کی شرائط کو بیان فرما رہے ہیں:

وصف کی تعریف: وصف: اسم کا (وضع یا استعمال کی وجہ سے) ایسی ذات مبہم پر دلالت کرنا جس میں اس کی کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو؛ جیسے: أحمر وضع کی وجہ سے ایسی ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے جس میں

وشرطه: أن يكون وصفا في أصل الوضع. فـ "أسود" و "أرقم" غير منصرف- وإن صارا اسمين للحية-؛ لأصالتهما في الوصفية، "وأربع" في مررت بنسوة أربع منصرف- مع أنه صفة ووزن الفعل- لعدم الأصالة في الوصفية.

ترجمہ: اوراس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو، پس أسودُ اور أرقمُ غیر منصرف ہیں اگر چہ یہ دونوں سانپ کے نام ہوگئے ہیں؛ ان دونوں کے وصفیت میں اصل ہونے کی وجہ سے، اور مررت بنسوة أربع میں أربعٌ منصرف ہے، باوجودیکہ اس میں وصف اور وزن فعل ہے؛ وصفیت میں اصل نہ ہونے کی وجہ سے۔

صفت "أحمريت" (یعنی لال ہونے) کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور مررت بنسوة أربع میں أربع استعمال کی وجہ سے ایسی ذات پر دلالت کر رہا ہے جس میں صفت "اربعیت" (یعنی چار ہونے) کا لحاظ کیا گیا ہے۔ وصف کی دو قسمیں ہیں: وصف اصلی، وصف عارضی۔

وصف اصلی: ایسا وصف ہے جو کلمے کے وضع کئے جانے کے وقت ہی اس میں موجود ہو، بعد میں باقی رہا ہو، یا اسمیت کے غلبہ کی وجہ سے باقی نہ رہا ہو؛ جیسے: أسود ہر سیاہ چیز کے لئے، اور أرقم ہر اس چیز کے لئے جس میں سیاہی اور سفیدی پائی جائے، وضع کیا گیا تھا، بعد میں چل کر یہ دونوں دو مخصوص قسم کے سانپوں کے نام ہوگئے اور اسمیت کا غلبہ ہو جانے کی وجہ سے ان میں معنیٔ وصفی باقی نہ رہے۔

وصف عارضی: ایسا وصف ہے جو کلمے کے وضع کئے جانے کے وقت تو اس میں موجود نہ ہو؛ لیکن استعمال میں اس کے اندر معنیٔ وصفی پیدا ہو گئے ہوں؛ جیسے: مررت بنسوة أربع[1] میں اربع کو تین اور پانچ کے درمیان والے عدد یعنی چار کے لئے وضع کیا گیا تھا؛ لیکن استعمال یعنی ترکیب میں یہاں اس کو "نِسْوَة" کی صفت بنا لیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے اندر معنیٔ وصفی (یعنی اربعیت کے معنی) پیدا ہو گئے ہیں۔

وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ: وہ اصل وضع میں وصف ہو (یعنی وصفِ اصلی ہو)، یہی وجہ ہے کہ وصف کی دونوں قسموں میں سے وصف اصلی غیر منصرف کا سبب ہوتا ہے، وصف عارضی غیر منصرف

---

[1] ترکیب: مررت فعل بافاعل، باء حرف جر، نسوة موصوف، اربع صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

أما التانيث بالتاء، فشرطه: أن يكون علما؛ ک: طلحة. وكذلک المعنوی. ثم المعنوی إن كان ثلاثيا ساكن الأوسط غير أعجمی؛ يجوز صرفه وتركه؛ لأجل الخفة، ووجود السببين؛ ک: هند، وإلا يجب منعه؛ ک زينب، وسقر، وماه وجور.

ترجمہ: بہرحال تانیث بالتاء: تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو؛ جیسے: **طلحةُ**. اور اسی طرح تانیث معنوی ہے۔ پھر (مؤنث) معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط، غیر عجمی (عربی ہو) تو جائز ہے اس کو منصرف پڑھنا، خفت کی وجہ سے، اور غیر منصرف پڑھنا؛ دوسببوں کے پائے جانے کی وجہ سے؛ جیسے: **هِنْد**. ورنہ تو واجب ہے اس کو غیر منصرف پڑھنا؛ جیسے: زَيْنَبُ (ایک عورت کا نام)، سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقہ کا نام) اور مَاهَ اور جُوْرَ (دوشہروں کے نام)۔

کا سبب نہیں ہوتا، پس **أسود** اور **أرقم**: باوجودیکہ ان میں اسمیت کا غلبہ ہو جانے کی وجہ سے معنی وصفی باقی نہیں رہے، غیر منصرف ہوں گے وصف اصلی اور وزن فعل کی وجہ سے، اور **مررت بنسوة أربع** میں **أربع**، باوجودیکہ اس میں دوسبب وصف اور وزن فعل پائے جا رہے ہیں، منصرف ہوگا، وصف اصلی کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

فائدہ: وصف علم کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی اسم وصف اور علم کی وجہ سے غیر منصرف ہو؛ اس لئے کہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور علم ذات معین پر، اور کوئی کلمہ ایک ہی وقت میں ذات مبہم اور ذات معین پر دلالت نہیں کرسکتا۔

قوله: أما التانيث الخ: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے تیسرے سبب: تانیث کو بیان فرما رہے ہیں۔

تانیث: اسم میں علامت تانیث لفظی یا تقدیری کا ہونا؛ جیسے: **طلحة** اور **أرض**۔

علامت کے اعتبار سے تانیث کی چار قسمیں ہیں: (١) تانیث بالتاء (٢) تانیث معنوی (٣) تانیث بالف مقصورہ (٤) تانیث بالف ممدودہ۔

تانیث بالتاء: اسم کے آخر میں علامتِ تانیث تاء کا لفظوں میں موجود ہونا؛ جیسے: **طلحة** اور **فاطمة**.

تانیث معنوی: اسم کے آخر میں علامت تانیث تاء کا مقدر ہونا؛ جیسے: **أرض**، اس کی اصل **أرضة**

ہے، یا کسی ایسے چوتھے حرف کا آخر میں ہونا جو تاء تانیث کے قائم مقام ہو؛ جیسے: زینب؛ یا مؤنث حقیقی کا علم ہونا؛ جیسے: ہِندٌ۔

تانیث بالف مقصورہ: اسم کے آخر میں علامت تانیث الف مقصورہ کا ہونا؛ جیسے: حُبلی.

تانیث بالف ممدودہ: اسم کے آخر میں علامتِ تانیث الف ممدودہ کا ہونا؛ جیسے: حمراء.

تانیث کی چاروں قسمیں غیر منصرف کا سبب ہوتی ہیں۔

تانیث بالتاء اور تانیث معنوی کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے علم ہونا شرط ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ تانیث بالتاء کے لئے یہ شرط وجوبی ہے اور تانیث معنوی کے لئے جوازی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس اسم میں تانیث بالتاء اور علمیت ہو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے، اور جس اسم میں تانیث معنوی اور علمیت ہو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب نہیں؛ بلکہ صرف جائز ہے (یعنی اس کو منصرف بھی پڑھا جا سکتا ہے اور غیر منصرف بھی)، چناں چہ اگر وہ اسم جس میں تانیث معنوی اور علمیت ہو، ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی (یعنی عربی) ہے، تو اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے؛ جیسے: ھند، اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اور غیر منصرف پڑھنا بھی، منصرف پڑھنا تو اس لئے جائز ہے کہ ثلاثی ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے اس کے اندر خفت (ہلکا پن) آ گیا ہے، اور خفت اسم کے منصرف ہونے کو چاہتی ہے۔ اور غیر منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب: تانیث معنوی اور علمیت پائے جا رہے ہیں، جو اسم کے غیر منصرف ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔

البتہ اگر تانیث معنوی اور علمیت کے ساتھ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ہو: (۱) یا تو زیادتی علی الثلاث ہو (یعنی تین حروف سے زائد ہوں)؛ جیسے: زینب. (۲) یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو (یعنی تین حرف ہوں اور درمیانی حرف متحرک ہو)؛ جیسے: سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقے کا نام)۔ (۳) یا عجمی ہو (یعنی عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کا لفظ ہو)؛ جیسے: ماہَ اور جُوْرَ (دو شہروں کے نام) تو اس صورت میں اسم کو تانیث معنوی اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔ چناں چہ زینب، سقر، ماہ اور جور کو تانیث معنوی اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے؛ اس لئے کہ زینب میں زیادتی علی الثلاث، سقر میں ثلاثی متحرک الاوسط ہونا اور ماہ اور جور میں عجمی ہونا پایا جا رہا ہے۔

حاصل یہ کہ تانیث بالتاء کی وجہ سے کسی اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے واجب ہونے کے لئے علم ہونا کافی ہے، اور تانیث معنوی کی وجہ سے غیر منصرف پڑھنے کے جائز ہونے کے لئے تو علم ہونا کافی ہے، البتہ غیر منصرف پڑھنے کے واجب ہونے کے لئے علمیت کے علاوہ مذکورہ تین باتوں میں سے کسی ایک کا ہونا شرط ہے۔

اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف نے ''وکذلک المعنوی'' کہہ کر تانیث معنوی کے لئے علمیت کے شرط ہونے کو الگ سے ذکر فرمایا ہے۔

والتانيث بالألف المقصورة ؛ كـ حبلى، والممدودة؛ كـ: حمراء – ممتنع صرفهما ألبتة؛ لأن الألف قائم مقام السببين: التانيث ولزومه.

أما المعرفة فلا يعتبر فى منع الصرف منها إلا العلمية. وتجتمع مع غير الوصف.

ترجمہ: اور تانیث بالف مقصورہ؛ جیسے: حُبلٰی اور (تانیث) بالف ممدودہ؛ جیسے: حَمراءُ ممتنع ہے ان دونوں کا منصرف پڑھنا یقینی طور پر؛ اس لئے کہ الفِ تانیث (یعنی الف مقصورہ اور الف ممدودہ) قائم مقام ہوتا ہے دو سببوں (یعنی) تانیث اور لزوم تانیث کے۔

بہرحال معرفہ: تو اعتبار نہیں کیا جاتا ہے اقسام معرفہ میں سے، غیر منصرف کا سبب ہونے میں مگر علمیت کا اور جمع ہو جاتی ہے علمیت وصف کے علاوہ کے ساتھ۔

قوله: والتانيث بالألف المقصورة الخ: تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ میں سے ہر ایک دو سببوں (یعنی تانیث اور لزوم تانیث) کے قائم مقام ہوتی ہے اور بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب بنتی ہے؛ جیسے: حبلى اور حمراء غیر منصرف ہیں؛ حبلى تانیث بالف مقصورہ کی وجہ سے اور حمراء تانیث بالف ممدودہ کی وجہ سے؛ اس لئے کہ جس کلمے میں الف مقصورہ یا الف ممدودہ ہوتا ہے اس کے لئے وضع کے اعتبار سے تانیث لازم ہوتی ہے، چناں چہ حبلى میں حُبُل اور حمراء میں حَمُرٌ نہیں کہا جا سکتا، اس لزومِ تانیث کو ''تانیث آخر'' کا درجہ دے دیا گیا ہے، اس اعتبار سے گویا کلمے میں دو تانیثیں جمع ہو گئیں، چوں کہ کلمے میں یہ بات تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے ان دونوں کو دو سببوں کے قائم مقام قرار دے دیا گیا۔

قوله : أما المعرفة الخ: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے چوتھے سبب معرفہ کو بیان فرما رہے ہیں:

معرفہ سے مراد یہاں ذاتِ معرفہ یعنی وہ اسم نہیں ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ بلکہ وصفِ معرفہ یعنی اسم کا کسی معین چیز پر دلالت کرنا (معنیٔ مصدری) مراد ہے؛ اس لئے کہ ذاتِ معرفہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہوتی؛ بلکہ وصفِ معرفہ غیر منصرف کا سبب ہوتا ہے، چناں چہ طلحة میں ذاتِ معرفہ طلحہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ طلحة میں جو وصف معرفہ یعنی علم ہونا پایا جا رہا ہے وہ غیر منصرف کا سبب ہے۔

معرفہ کی سات قسمیں ہیں: (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) اسماء اشارہ (۴) اسماء موصولہ (۵) معرفہ بنداء (٦) معرف باللام (۷) مضاف إلی المعرفہ۔

أما العجمة فشرطها: أن تكون: علما في العجمة،

ترجمہ: بہرحال عجمہ: تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ عجمی زبان میں علم ہو،

ان ساتوں قسموں میں سے غیر منصرف کا سبب صرف علمیت ہوتی ہے، معرفہ کی بقیہ اقسام غیر منصرف کا سبب نہیں ہوتیں۔

فائدہ: مضمرات، اسماء اشارہ اور اسماء موصولہ غیر منصرف کا سبب نہیں ہو سکتے؛ اس لئے کہ یہ سب مبنی ہیں، اور غیر منصرف اسم معرب کی اقسام میں سے ہے۔

معرف باللام اور مضاف إلى المعرفہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ لام تعریف اور اضافت غیر منصرف کو بعض کے نزدیک منصرف بنا دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک منصرف کے حکم میں کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو غیر منصرف کا سبب نہیں بنایا جا سکتا، ورنہ ایک ہی کلمہ کا بیک وقت منصرف وغیر منصرف یا بحکم منصرف ہونا لازم آئے گا، جو کہ صحیح نہیں۔

اور معرفہ بنداء چوں کہ معرف باللام کے حکم میں ہوتا ہے، چناں چہ **یا رجل: یا أیها الرجل** کے حکم میں ہے، اس لئے وہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہو سکتا۔

قوله: وتجتمع مع غير الوصف: علمیت وصف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسم علمیت اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہو۔ (وجہ اس کی پیچھے گذر چکی ہے) وصف کے علاوہ دیگر اسبابِ منعِ صرف کے ساتھ علمیت جمع ہو سکتی ہے۔

قوله: أما العجمة: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے پانچویں سبب عجمہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

عجمہ کی تعریف: عجمہ: عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کا لفظ ہونا؛ جیسے: **إبراهيم** اور **قالون**.

عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ کلمہ عجمی زبان میں علم ہو، یا تو حقیقۃً (یعنی عجمی اور عربی دونوں زبانوں میں علم ہو)؛ جیسے: **إبراهيم**، یہ عجمی زبان میں علم تھا، اور عربی زبان میں بھی علم ہے۔ یا حکماً یعنی عجمی زبان میں تو علم نہ ہو؛ لیکن عربی زبان میں منتقل کر کے بغیر کسی تصرف کے اس کو علم بنا لیا گیا ہو؛ جیسے: **قالون**، یہ عجمی زبان میں علم نہیں تھا؛ اس لئے کہ رومی زبان میں ہر اچھی چیز کو "قالون" کہا جاتا ہے؛ لیکن عربی زبان میں منتقل کر کے بغیر کسی تصرف کے اس کو ایک اچھا پڑھنے والے قاری کا علم بنا لیا گیا ہے۔

وزائـــدة علـى ثلاثة أحرف؛ ک: إبراهيم. أو ثلاثيا متحرک الأوسط؛ ک: شتر. فـ "لجام" منصرف؛ لعدم العلمية. و "نوح" منصرف؛ لسكون الأوسط.

أما الجمع فشرطه: أن يكون على صيغة منتهى الجموع. وهو أن يكون

ترجمہ:اور تین حرف سے زائد ہو؛ جیسے:إبراهيم، یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو؛ جیسے:شَتَرُ (دیار بکر کے ایک قلعہ کا نام)، پس لِـجَـامٌ منصرف ہے؛علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے۔اور نـوحٌ منصرف ہے؛ درمیانی حرف کے ساکن ہونے کی وجہ سے۔

بہر حال جمع: تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو،اور وہ (یعنی منتہی الجموع) یہ ہے کہ

دوسری شرط: یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ہو،یا تو زیادتی علی الثلاث ہو،جیسے:إبراهيم ، یہ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے؛اس لئے کہ اس میں عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط زیادتی علی الثلاث پائی جارہی ہے؛یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو؛ جیسے:شَتَرُ (دیار بکر کے ایک قلعہ کا نام)،یہ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے،اس لئے کہ اس میں عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط ثلاثی متحرک الاوسط ہونا پائی جارہی ہے۔اگر ان مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو کلمہ منصرف ہوگا، چناں چہ لـجـامٌ (جب کہ کسی کا نام رکھ دیا جائے)اور نـوح(باوجودیکہ ان میں علمیت اور عجمہ دوسبب پائے جارہے ہیں)منصرف ہیں،لـجـام پہلی شرط (یعنی عجمی زبان میں علم ہونا) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے؛اس لئے کہ یہ عجمی زبان میں نہ حقیقۃً علم ہے، نہ حکماً،حقیقۃً علم نہ ہونا تو ظاہر ہے؛اس لئے کہ بعد میں اس کو علم بنایا گیا ہے؛اور حکماً علم اس لئے نہیں ہے کہ اس میں تصرف ہوا ہے؛اس لئے کہ اس کی اصل لگام ہے، گاف کو جیم سے بدل دیا گیا۔اور نوح دوسری شرط (یعنی زیادتی عـلـى الثلاث یا ثلاثی متحرک الاوسط ہونا) کے نہ پا جائے کی وجہ سے؛اس لئے کہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

فائدہ: تمام انبیاءِ کرام کے اسماءِ گرامی غیر منصرف ہیں،البتہ نوح،لوط،ہود(عجمی ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے)شیث،محمد،صالح،عزیر اور شعیب عربی ہونے کی وجہ سے منصرف ہیں۔

اسی طرح تمام ملائکہ کے اسماءِ گرامی غیر منصرف ہیں،البتہ: **کراما کاتبین، منکر نکیر اور مالک** منصرف ہیں۔اور "رِضوان"،علمیت اور الف نون زائدتان کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔(النحو الوافی ۲۱۰/۴)

قوله: أما الجمع: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے چھٹے سبب جمع کو بیان فرمارہے ہیں۔

بعد ألف الجمع: حرفان؛ ک: مساجد. أو حرف مشدد؛ مثل: دواب. أو ثلاثة أحرف؛ أوسطها ساکن. غیر قابل للھاء؛ ک: مصابیح. فـ ''صیاقلة'' و ''فرازنة'' منصرف؛ لقبولهما الهاء.

ترجمہ: الف جمع کے بعد دو حرف ہوں؛ جیسے: مسَاجدُ، یا ایک حرف مشدد ہو؛ جیسے: دوابُّ. یا تین حرف ہوں، جن میں سے درمیانی حرف ساکن ہو، درآں حالیکہ وہ جمع ''ہاء'' کو قبول کرنے والی نہ ہو؛ جیسے: مَصَابیحُ. پس ''صَیَاقِلَةٌ'' اور ''فَرَازِنَةٌ'' منصرف ہیں؛ ان کے ہاء کو قبول کرنے کی وجہ سے۔

جمع کی تعریف: جمع: دو سے زیادہ پر دلالت کرنا اپنے واحد میں لفظی یا تقدیری تغیر کی وجہ سے؛ جیسے: رجالٌ اور مساجد۔ جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو، جمع منتہی الجموع: وہ جمع تکسیر ہے جس میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں؛ جیسے: مساجد، یا ایک حرف مشدد ہو؛ جیسے: دوابُّ (دابة کی جمع بمعنی جانور)، یا تین حرف ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو؛ جیسے: مصَابیح.

(۲) اس کے آخر میں تاء بشکل ہاء نہ ہو؛ جیسے: مصابیح، یہ جمع منتہی الجموع تنہا ایک ایسے سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہے جو دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے، اور جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دونوں شرطیں اس میں پائی جا رہی ہیں؛ اس لئے کہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور اس کے آخر میں تاء بشکل ہاء نہیں ہے۔

قوله: غیر قابل للھاء: یہاں ''ھاء'' سے تاء بشکل ھاء مراد ہے، چوں کہ یہ تاء حالت وقفی میں ھاء ہو جاتی ہے، اس لئے مصنف نے اس کو ھاء سے تعبیر کر دیا، پس ''فَوَارِہ'' اور اس جیسی مثالوں سے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ آخر میں ھاء ہونے کے باوجود غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ ان کے آخر میں جو ھاء ہے وہ تاء بشکل ہاء نہیں؛ بلکہ کلمہ کا اصلی حرف ہے۔

اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو جمع غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی، چناں چہ: رجال جمع ہونے کے باوجود منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس میں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی پہلی شرط (یعنی جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونا) نہیں پائی جا رہی ہے؛ اور صیاقلة (صیقل کی جمع بمعنی تلواریں تیز کرنے والا) اور فرازنة (فِرزان کی جمع بمعنی شطرنج کی رانی) جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کے باوجود، منصرف ہیں؛ اس لئے کہ اِن میں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دوسری شرط نہیں پائی جا رہی ہے؛ اس لئے کہ ان کے آخر میں تاء بشکل ہاء ہے۔

وهو أيضا قائم مقام السببين: الجمعية ولزومها، وامتناع أن يجمع مرة أخرى جمع التكسير فكأنه جمع مرتين.

أما التركيب فشرطه: أن يكون علما بلا إضافة ولا إسناد؛ كـ: بعلبک فـ: "عبدالله" منصرف؛ و "معدى كرب" غير منصرف؛ و "شاب قرناها" مبنى.

ترجمہ: اور وہ (یعنی جمع) بھی قائم مقام ہوتی ہے دوسببوں: جمعیت اورلزوم جمعیت کے، یعنی اس بات کے ممتنع ہونے کے کہ جمع لائی جائے اس کی دوبارہ جمع تکسیر، تو گویا کہ جمع لائی گئی اس کی دومرتبہ۔

بہرحال ترکیب: تو اس کے غیرمنصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ بلا اضافت واسناد کے علم ہو؛ جیسے: **بَعْلَبَکُّ** (ایک شہر کا نام)، پس عبداللہ منصرف ہے اور **مَعْدِیْ کَرَبُ** غیرمنصرف ہے، اور **شَابَ قرناها** (سفید ہوگئیں اس کی دونوں زلفیں) مبنی ہے۔

قوله: وهو أيضا يقوم مقام السببين الخ: جمع منتہی الجموع تنہا ایک سبب دوسببوں کے قائم مقام ہوتا ہے؛ اس لئے کہ جوکلمہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہوتا ہے اس کے لئے جمعیت لازم ہوتی ہے، یعنی اس کے بعد اس کی کوئی دوسری جمع تکسیر نہیں آسکتی (ہاں جمع سالم آسکتی ہے، جیسے: **أَيَامِنُ** کی جمع **أيامنين** اور **صواحب** کی جمع **صواحبات**) اس اعتبار سے گویا جوجمع اس وزن پر ہوتی ہے اس میں جمعیت کا تکرار ہوتا ہے، بعض میں یہ تکرار حقیقۃً ہوتا ہے؛ جیسے: **أساور**، یہ **أسوِرة** کی جمع ہے اور **أسورة** **سِوَار** کی جمع ہے، اور جیسے: **أناعيم**، یہ **أنعام** کی جمع ہے اور **أنعام**: **نعم** کی جمع ہے، اور بعض میں حکماً ہوتا ہے، جیسے: **مساجد** اور **مصابيح** میں حکماً تکرار ہے؛ اس لئے کہ **مساجد** تعدادِ حروف اور حرکات وسکنات میں **أساور** کے اور **مصابيح**: **أناعيم** کے ہم وزن اور موافق ہے، اور **أساور** اور **أناعيم** میں حقیقۃً جمعیت کا تکرار ہے، لہٰذا ایک جمع ایک سبب کے اور دوسری جمع دوسرے سبب کے قائم مقام ہوئی اور اس طور پر جمع منتہی الجموع دوسببوں کے قائم مقام ہوگئی۔

قوله: أما التركيب: یہاں سے مصنف اسبابِ تسعہ میں سے ساتویں سبب ترکیب کو بیان فرمارہے ہیں۔

ترکیب کی تعریف: ترکیب: دو یا دو سے زیادہ کلموں کو ملاکر ایک کرلینا اس طور پر کہ دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل نہ ہو، نیز اس کے دونوں جزؤوں میں سے کوئی جز حرف نہ ہو، جیسے: **بعلبک** (ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) یہ دواسموں "**بعل**" اور "**بک**" سے مرکب ہے، "**بعل**" ایک بت کا نام ہے اور "**بک**" اس بادشاہ کا نام ہے جس نے یہ شہر بنوایا تھا، دونوں کو ملاکر ایک کرنے کے بعد، شہر کا نام رکھ دیا گیا۔

أما الالف والنون الزائدتان: إن كانتا في اسم، فشرطه: أن يكون علما؛ ك: عمران وعثمان. فـ "سعدان" اسم نبت منصرف؛ لعدم العلمية.

ترجمہ: بہر حال الف نون زائدتان: اگر کسی اسم ذات کے آخر میں ہوں تو ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ (اسم) علم ہو، جیسے: **عمرانُ** اور **عثمانُ**. پس **سعدان** ایک گھاس کا اسم جنس منصرف ہے؛ علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

پس **النجم** اور **بصری** میں جو ترکیب ہے وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی؛ اس لئے کہ **النجم** میں الف لام اور **بصری** میں یاء نسبتی حرف ہے، لہٰذا یہ اگر کسی کا علم ہو جائیں تو اس کے باوجود بھی منصرف ہی رہیں گے۔

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) اسم، علم ہو (۲) ترکیب اضافی اور اسنادی نہ ہو؛ جیسے: **بعلبک** اور **معدیکرب** (ایک شخص کا نام) یہ ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں اور ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دونوں شرطیں: علم ہونا اور ترکیب اضافی اور اسنادی کا نہ ہونا، ان میں پائی جا رہی ہیں۔

قوله: فعبد الله منصرف الخ: اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو ترکیب غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی۔ چناں چہ: **عبدالله** باوجودیکہ اس میں دو سبب ترکیب اور علمیت پائے جا رہے ہیں، منصرف ہے، اس لئے کہ اس میں ترکیب اضافی ہے، پس ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دوسری شرط نہیں پائی گئی۔ اور **شاب قرناها** (بحالت علمیت) باوجودیکہ اس میں دو سبب ترکیب اور علمیت پائے جا رہے ہیں، مبنی ہے، اس لئے کہ اس میں ترکیب اسنادی ہے؛ لہٰذا ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی دوسری شرط نہیں پائی گئی۔

قوله أما الألف والنون الزائدتان الخ: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے آٹھویں سبب الف ونون زائدتان کو بیان فرما رہے ہیں۔

الف ونون زائدتان: اسم کے آخر میں الف ونون کا زائد ہونا، جیسے: **عثمان** اور **سکران**۔

الف ونون زائدتان: اگر اسم ذات کے آخر میں ہوں تو ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو، جیسے: **عمران** اور **عثمان**. یہ دونوں الف ونون زائدتان اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں؛ اس لئے کہ یہ دونوں علم ہیں۔ اگر یہ شرط نہیں پائی گئی تو الف ونون زائدتان غیر منصرف کا سبب نہیں بنیں گے اور اسم منصرف ہوگا؛ جیسے **سعدان** (ایک گھاس کا اسم) باوجودیکہ اس کے آخر میں الف ونون زائدتان ہے، منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ علم نہیں ہے؛ بلکہ اسم جنس ہے۔

وإن كانتا في صفة، فشرطه: أن لا يكون مؤنثه على "فعلانة"؛ كـــ سكران. فـ "ندمان" منصرف؛ لوجود "ندمانة".

أما وزن الفعل: فشرطه: أن يختص بالفعل، ولا يوجد في الاسم إلا منقولا

ترجمہ: اور اگر کسی اسم صفت کے آخر میں ہوں تو ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ اس (اسم) کی مؤنث "فَعلانَۃٌ" کے وزن پر نہ آتی ہو؛ جیسے: سکران (بمعنی مدہوش)۔ پس ندمان (بمعنی ساتھی) منصرف ہے؛ ندمانۃ کے پائے جانے کی وجہ سے۔

بہر حال وزن فعل: تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ خاص ہو وہ وزن فعل کے ساتھ اور نہ پایا جاتا ہو اسم میں مگر فعل سے منقول ہو کر؛

اسم ذات: وہ اسم ہے جو کسی ذات پر دلالت کرے اور اس میں کسی کی صفت کا لحاظ نہ کیا گیا ہو۔

اور اگر الف ونون زائدتان اسم صفت کے آخر میں ہوں تو ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آتی ہو؛ جیسے: سکران (مدہوش)، یہ الف ونون زائدتان اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر سکرانۃ نہیں آتی؛ بلکہ سکریٰ آتی ہے۔ اگر یہ شرط نہیں پائی گئی تو الف ونون زائدتان غیر منصرف کا سبب نہیں بنیں گے اور اسم منصرف ہوگا؛ جیسے: ندمان بمعنی ندیم (ساتھی) باوجودیکہ اس میں الف نون زائدتان اور وصف ہیں، منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر ندمانۃ آتی ہے۔

اسم صفت: وہ اسم ہے جو کسی ذات پر دلالت کرے اور اس کی کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو۔

فائدہ: اگر ندمان کو بمعنی نادم (شرمندہ) لیا جائے تو اس صورت میں یہ غیر منصرف ہوگا؛ اس لئے کہ ندمان بمعنی نادم کی مؤنث ندمیٰ آتی ہے، ندمانۃ نہیں آتی۔

قولہ: أما وزن الفعل: یہاں سے مصنف اسباب تسعہ میں سے نویں سبب وزن فعل کو بیان فرما رہے ہیں۔

وزن فعل: اسم کا فعل کے وزن پر ہونا؛ جیسے: شَمَّر (حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام)، دُئِلَ ایک قبیلے کا نام)۔

وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ہو:

(۱) یا تو وہ وزن، فعل کے ساتھ خاص ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہو کر استعمال ہو، مثلاً باب تفعیل کی ماضی معروف فَعّل، اور ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول فُعِلَ (یہ دونوں وزن فعل کے ساتھ خاص ہیں)، اول کی مثال،

عن الفعل؛ كـ: شمر، وضرب. وإن لم يختص به؛ فيجب: أن يكون في أوله إحدى حروف المضارعة. ولا يدخلها الهاء؛ ك: أحمد، ويشكر، وتغلب، ونرجس. فـ "يعمل" منصرف؛ لقبوله الهاء؛ كقولهم: ناقة يعملة.

ترجمہ: جیسے: شَمَّرَ (حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام) اور ضُرِبَ (ایک شخص کا نام) اور، اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حروف مضارع میں سے کوئی ایک حرف ہو اور داخل نہ ہوتا ہو اس پر ہاء؛ جیسے: **اَحمدُ**، **یشکرُ**، **تغلبُ** اور **نرجِسُ**. پس **یعملٌ** منصرف ہے؛ اس کے ہاء کو قبول کرنے کی وجہ سے؛ جیسے: اہل عرب کا قول ہے: "**ناقة يعملة**" (بار برداری کی اونٹنی)۔

جیسے: **شمّر**. ثانی کی مثال: جیسے: **ضُرِب** (بحالتِ علمیت)، یہ دونوں علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں، اور ان میں وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط پائی جا رہی ہے؛ اس لئے کہ یہ دونوں وزن فعل کے ساتھ خاص ہیں، اور یہاں فعل سے منقول ہو کر استعمال ہوئے ہیں۔

(۲) یا اس کے شروع میں حروفِ مضارع (یعنی الف، تا، یا، نون) میں سے کوئی حرف زائد ہو، اور آخر میں تاء بشکل ہاء نہ آتی ہو، جیسے: **أحمد**، **يشكر**، **تغلب** اور **نرجس** (بحالتِ علمیت)، یہ چاروں، علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں، اور وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط حروفِ مضارع میں سے کسی حرف کا زائد ہونا اور آخر میں تاء بشکل ہاء کا نہ آنا، ان میں پائی جا رہی ہے۔ اگر مذکورہ دونوں باتوں سے کوئی بات نہیں پائی گئی، تو وزن فعل غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا اور اسم منصرف ہوگا۔ مثلاً: شروع میں علامتِ مضارع میں سے کوئی حرف زائد ہو؛ لیکن آخر میں تاء بشکل ہاء آتی ہو، جیسے: **یعمل** (بحالتِ علمیت)، باوجودیکہ اس میں وزن فعل اور علمیت ہے، اور شروع میں علامت مضارع میں سے یاء بھی ہے؛ لیکن یہ منصرف ہے؛ اس لئے کہ اس کے آخر میں تاء بشکل ہاء آتی ہے، چناں چہ اہل عرب "**ناقة يعملة**" استعمال کرتے ہیں۔ یا شروع میں علامت مضارع میں سے کوئی حرف ہو؛ لیکن زائد نہ ہو؛ جیسے: **نَهشل** (بوڑھا) اور **ألوَقٌ** (سوار)، باوجودیکہ ان میں وزن فعل اور وصف ہے؛ لیکن یہ منصرف ہیں؛ اس لئے کہ ان کے شروع میں جو نون یا الف ہے وہ زائد نہیں؛ بلکہ کلمہ کا اصلی حرف ہے؛ اس لئے کہ **نهشل** اسم جامد رباعی ہے اور **ألوق**، **ألوقة** بروزن **فَعْلَلَةٌ** سے ماخوذ ہے۔

یا وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو؛ جیسے: **ضَرب** (بحالت علمیت)، باوجودیکہ اس میں وزن فعل اور علمیت ہے؛ لیکن یہ منصرف ہے؛ اس لئے کہ یہ وزن: فَعَل کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ اسم میں بھی پایا جاتا ہے؛ جیسے: **شَجر** (درخت)۔

واعلم أن كل ما شرط فيه العلمية، وهو المؤنث بالتاء والمعنوى والعجمة، والتركيب والاسم الذى فيه الألف والنون الزائدتان. أو لم يشترط فيه ذلك، واجتمع مع سبب واحد فقط، وهو العلم المعدول، ووزن الفعل، إذا نكر صرف. أما فى القسم الأول؛ فلبقاء الاسم بلا سبب،

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ ہر وہ اسم جس میں علمیت کو شرط قرار دیا گیا ہے، اور وہ مؤنث بالتاء، مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم ہے جس میں الف ونون زائدتان ہو، یا اس میں علمیت کو شرط قرار نہ دیا گیا ہو، اور جمع ہوگئی ہو علمیت صرف ایک سبب کے ساتھ، اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے، جب اس کو نکرہ بنا دیا جائے تو وہ منصرف ہو جائے گا، بہر حال پہلی قسم میں تو اسم کے بغیر سبب کے باقی رہ جانے کی وجہ سے،

قوله: واعلم أن كل ماشرط فيه الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، وہ یہ کہ: بعض اسم غیر منصرف ایسے ہیں جن میں علمیت شرط بن کر مؤثر ہوتی ہے، اور وہ چار اسم ہیں:

(۱) وہ اسم جس میں تانیث بالتاء یا تانیث معنوی اور علمیت ہو (۲) وہ اسم جس میں عجمہ اور علمیت ہو (۳) وہ اسم جس میں ترکیب اور علمیت ہو (۴) وہ اسم جس میں الف نون زائدتان اور علمیت ہو۔

اور بعض اسم غیر منصرف ایسے ہیں جن میں علمیت مستقل سبب بن کر مؤثر ہوتی ہے، نہ کہ شرط بن کر، اور وہ دو اسم ہیں: (۱) وہ اسم جس میں عدل اور علمیت ہو (۲) وہ اسم جس میں وزن فعل اور علمیت ہو۔

الغرض: وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت مؤثر ہو، خواہ شرط بن کر مؤثر ہو، یا مستقل سبب بن کر، اگر اس کو علمیت ختم کر کے نکرہ بنا دیا جائے تو وہ منصرف ہو جائے گا؛ اس لئے کہ جس اسم غیر منصرف میں علمیت شرط بن کر مؤثر ہوتی ہے، علمیت ختم کر کے نکرہ بنا لینے کے بعد اس میں سبب ہونے کی حیثیت سے ایک بھی سبب باقی نہیں رہے گا؛ اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ جب شرط فوت ہو جاتی ہے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ منصرف ہو جائے گا۔ مثلاً: **طلحة** تانیث بالتاء اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، اگر آپ علمیت ختم کر کے اس کو نکرہ بنا دیں تو سبب ہونے کی حیثیت سے اس میں ایک بھی سبب باقی نہیں رہے گا، اور جب کوئی سبب باقی نہ رہا تو یہ منصرف ہو جائے گا۔ چناں چہ آپ کہیں گے: **جاء نی طلحةٌ و طلحةٌ آخر**[1]

---

[1] ترکیب: **جاء نی** فعل ومفعول بہ، **طلحة** معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **طلحة** موصوف **آخر** اسم تفضیل شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

وأما في الثاني، فلبقائه علی سبب واحد. تقول: جاء ني طلحة وطلحة آخر، وقام عمر وعمر آخر، وضرب أحمد وأحمد آخر. وکل مالا ینصرف إذا أضیف أو دخله اللام، دخله الکسرة؛

ترجمہ: اور بہر حال دوسری قسم میں تو اسم کے صرف ایک سبب پر باقی رہ جانے کی وجہ سے؛ آپ کہیں گے: **جاء ني طَلْحَةُ و طَلْحَةٌ آخَرُ** (میرے پاس طلحہ آیا اور طلحہ نامی جماعت کا ایک غیر معین فرد آیا)، **قَامَ عُمَرُ و عُمَرٌ آخَرُ** (عمر کھڑا ہوا اور عمر نامی جماعت کا ایک غیر معین فرد کھڑا ہوا)، **ضَرَبَ أَحْمَدُ و أَحْمَدٌ آخَرُ** (احمد نے مارا اور احمد نامی جماعت کے ایک غیر معین فرد نے مارا)۔ اور ہر وہ اسم جو منصرف نہ ہو (یعنی غیر منصرف ہو) جب اس کی اضافت کر دی جائے، یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ آ جاتا ہے؛

اور جس اسم غیر منصرف میں علمیت مستقل سبب بن کر مؤثر ہوتی ہے، علمیت ختم کر کے نکرہ بنا لینے کے بعد اس میں صرف ایک سبب باقی رہ جائے گا، لہٰذا وہ منصرف ہو جائے گا؛ اس لئے کہ محض ایک سبب کی وجہ سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا۔ مثلاً: عمر عدل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، اگر آپ علمیت ختم کر کے اس کو نکرہ بنا دیں تو اس میں صرف ایک سبب عدل رہ جائے گا، چوں کہ محض ایک سبب (عدل) کی وجہ سے اسم غیر منصرف نہیں ہوتا، لہٰذا یہ منصرف ہو جائے گا، چناں چہ آپ کہیں گے: **جاء ني عمرُ و عمرٌ آخر.**

فائدہ: نکرہ بنانے کے لئے علمیت ختم کرنے کے تین طریقے ہیں:

(۱) علم بول کر اس نام کی جماعت میں سے کوئی فرد غیر معین مراد لے لیا جائے؛ مثلاً: احمد ایک جماعت کا نام ہے، آپ احمد بول کر اس جماعت کا کوئی فرد غیر معین مراد لیں، اس سے احمد کی علمیت ختم ہو جائے گی اور وہ نکرہ ہو جائے گا۔ چناں چہ آپ کہیں گے: **جاء ني أحمدُ و أحمدٌ آخر** (میرے پاس احمد آیا اور احمد نامی جماعت کا ایک فرد غیر معین آیا)۔

(۲) دوسرا طریقہ ہے یہ کہ علم بول کر جس کا علم ہو اس کا کوئی وصفِ مشہور مراد لے لیا جائے؛ مثلاً: فرعون بول کر اس کا وصف مشہور مبطل (باطل پرست ہونا) اور موسی بول کر اس کا وصف مشہور محق (حق پرست ہونا) مراد لے لیں، اس سے ان کی علمیت ختم ہو جائے گی اور یہ نکرہ ہو جائیں گے۔

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ علم کی تثنیہ یا جمع لے آئیں، مثلاً **أَحْمَدَانِ** یا **أَحْمَدُوْنَ** کہیں، اس سے بھی علمیت ختم ہو جائے گی اور اسم نکرہ ہو جائے گا۔

قولہ: وکل مالا ینصرف الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، وہ یہ کہ

نحو مررت بأحمد كم، وبالأحمد.

المقصد الأول فى المرفوعات

الأسماء المرفوعة ثمانية أقسام: الفاعل، ومفعول مالم يسم فاعله، والمبتدأ، والخبر، وخبر إن وأخواتها، واسم كان وأخواتها، واسم ما ولا المشبهتين بـ "ليس"، وخبر لاالتى لنفى الجنس.

ترجمہ: جیسے: مررتُ بأحمدِ كم وبالأحمدِ (میں تمہارے احمد کے پاس سے گذرا اور احمد کے پاس سے گذرا)

پہلا مقصد مرفوعات کے بیان میں ہے۔

اسماء مرفوعہ کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ، یعنی نائب فاعل (۳) مبتدا (۴) خبر (۵) إنَّ اور اس کے نظائر کی خبر (۶) کانَ اور اس کے نظائر کا اسم (۷) اس ما اور لا کا اسم جو لیس فعل ناقص کے مشابہ ہوں (۸) اس لا کی خبر جو جنس کی نفی کے لیے آتا ہے، یعنی لائے نفی جنس کی خبر۔

غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی؛ لیکن اگر غیر منصرف پر الف لام داخل ہو جائے یا اس کی اضافت کر دی جائے تو حالت جری میں اس پر کسرہ آجاتا ہے، تنوین نہیں آتی، جیسے: مررت بأحمدِ كم وبالأحمَدِ۔[1]

المقصد الأول فى المرفوعات: یہاں سے مصنف قسم اول کے دوسرے جز مقصد اول کو بیان فرما رہے ہیں، مقصد اول میں مصنف نے مرفوعات کو بیان فرمایا ہے۔

فائدہ: مرفوعات: مرفوع کی جمع ہے، نہ کہ مرفوعۃ کی؛ اس لئے کہ مرفوع، منصوب، مجرور اسم کی صفت ہیں اور اسم مذکر لا یعقل ہے، اور جس طرح مؤنث کی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے، مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آتی ہے۔ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو، فاعلیت کی علامت تین ہیں: (۱) رفع (۲) الف (۳) واؤ۔

مصنف فرماتے ہیں کہ: مرفوعات آٹھ ہیں: فاعل، نائب فاعل، مبتدا، خبر، حروف مشبہ بالفعل کی خبر، افعال ناقصہ کا اسم، ماولا مشابہ بلیس کا اسم، لائے نفی جنس کی خبر۔

---

[1] ترکیب: مررت فعل بافاعل، باء حرف جر، أحمد مضاف، کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ بالأحمد سے پہلے مررت محذوف نکال کر ترکیب کر لی جائے۔

فصل: الفاعل: كل اسم قبله فعل أو صفة أسند إليه على معنى أنه قام به، لا وقع عليه؛ نحو: قام زيد، وزيد ضارب أبوه عمرا، وما ضرب زيد عمرا.

ترجمہ: یہ پہلی فصل ہے: فاعل: ہر ایسا اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل ہو، اسناد کی گئی ہو اس فعل یا شبہ فعل کی اس اسم کی طرف اس طور پر کہ وہ اس کے ساتھ قائم ہو، اس پر واقع نہ ہو، جیسے: قَامَ زیدٌ میں زید (زید کھڑا ہے)، اور زیدٌ ضاربٌ أبوه عمرواً میں أبوه (زید مارنے والا ہے اس کا باپ عمرو کو)، اور ماضَربَ زیدٌعمرًا میں زید (زید نے عمرو کو نہیں مارا)۔

نوٹ: مرفوعات آٹھ نہیں؛ بلکہ (اگر صرف اسماء مرفوعہ کو لیا جائے) تو نو ہیں: آٹھ تو وہ جو ابھی ذکر کئے گئے، اور نواں: افعال مقاربہ کا اسم۔ اور اگر مطلق مرفوعات کو لیا جائے تو مرفوعات دس ہیں، نو مذکورہ، اور دسواں فعل مضارع جب کہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہو۔ (شرح شذور الذہب)

فصل: الفاعل الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی پہلی قسم فاعل کو بیان فرمارہے ہیں:

فاعل کی تعریف: فاعل: وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل ہو، اور اس فعل یا شبہ فعل کی اس اسم کی طرف اسناد کی گئی ہو، اس طور پر کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو[1]، اس پر واقع نہ ہو۔ اول کی مثال: جیسے: قام زید اور ما ضرب زید میں زید. ثانی کی مثال: جیسے: زید ضارب أبوه عمرا میں أبوه۔

فوائدِ قیود: "قبلہ فعل أو صفة" سے نائب فاعل کے علاوہ دیگر مرفوعات: مبتدا خبر وغیرہ کو نکال دیا؛ اس لئے کہ ان سے پہلے فعل یا شبہ فعل نہیں ہوتا، اور "أسند إليه على معنى أنه قام به لا وقع عليه" سے نائب فاعل کو نکال دیا؛ اس لئے کہ اس کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ اس پر واقع ہوتا ہے۔

قولہ: كل اسم: یہاں اسم سے مطلق اسم مراد ہے، خواہ حقیقۃً اسم ہو، جیسے: مذکورہ مثالوں میں زید حقیقۃً اسم ہے، یا حکماً اسم ہو، جیسے: أعجبني أن ضربت زيدا میں أن ضربت زيدا حکماً اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ ضربُ زیدٍ کے معنی میں ہے۔

قولہ: أسند اليه: یہاں اسناد سے وہ اسناد مراد ہے جو اسم کی طرف براہ راست ہو، کسی دوسرے اسم سے تابع ہونے کی وجہ سے نہ ہو، پس فاعل کے توابع فاعل کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ ان کی طرف اسناد اصالۃً نہیں ہوتی؛ بلکہ فاعل کے تابع ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نیز یہاں اسناد سے مطلق

[1] یعنی یا تو فعلِ معروف ہو اور اگر شبہ فعل ہے تو وہ معروف کے حکم میں ہو؛ مثلا: اسم فاعل اور صفت مشبہ۔ (شرح جامی ص ۸۷)

وكل فعل لا بد له من فاعل مرفوع مظهر؛ ك: ذهب زيد. أو مضمر بارز؛ كــ: ضربت زيدا. أو مستتر؛ كـ: زيد ذهب. وإن كان الفعل متعديا، كان له مفعول به أيضا نحو: ضرب زيد عمروا.

وإن كان الفاعل مظهرا؛ وحد الفعل أبدا؛ نحو: ضرب زيد، وضرب الزيدان، وضرب الزيدون؛ وإن كان مضمرا: وحد للواحد؛ نحو زيد ضرب. وثنى للمثنى؛ نحو: الزيدان ضربا. وجمع للجمع؛ نحو الزيدون ضربوا.

ترجمہ:اور ہر فعل کے لئے ضروری ہے فاعل مرفوع کا ہونا،خواہ فاعل اسم ظاہر ہو،جیسے:**ذَهَبَ زيدٌ** میں زید(زید گیا)،یا ضمیر بارز ہو،جیسے:**ضربْتُ زيدًا** میں تاء(میں نے زید کو مارا)،یا ضمیر مستتر ہو،جیسے:**زيدٌ ذَهَبَ** میں ھو(زید گیا)۔اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے مفعول بہ بھی ہوتا ہے،جیسے:**ضَرَبَ زيدٌ عمرواً** میں **عمرًا** (زید نے عمرو کو مارا)۔

اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد لایا جائے گا؛ جیسے:**ضَرَبَ زيدٌ** (زید نے مارا)**ضَرَبَ الزيدانِ** (دو زیدوں نے مارا)اور **ضَرَب الزيدونَ** (سب زیدوں نے مارا)؛اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل واحد کے لئے واحد لایا جائے گا،جیسے:**زيدٌ ضَرَبَ.** اور تثنیہ کے لئے تثنیہ لایا جائے گا،جیسے:**الزيدان ضَربَا،** اور جمع کے لئے جمع لایا جائے گا،جیسے:**الزيدون ضَرَبُوا.**

اسناد مراد ہے،خواہ ایجابی ہو،جیسے:**قام زيد** میں۔یا سلبی ہو،جیسے:**ماضرب زيد** میں۔اسی اطلاق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف نے”**ماضرب زيدعمروا**“ نفی کی مثال دی ہے۔

قوله : وكل فعل لا بدله من فاعل الخ: اس عبارت سے مصنف فاعل کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں: فرماتے ہیں کہ ہر فعل کے لئے (خواہ لازم ہو یا متعدی) فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے،فاعل کی دو قسمیں ہیں: (۱)اسم ظاہر،جیسے:**ذهب زيد** میں زید(۲)اسم ضمیر،اس کی دو قسمیں ہیں:(۱)ضمیر بارز (یعنی وہ ضمیر فاعل جو لفظوں میں موجود ہو)؛ جیسے:**ضربتُ زيداً** میں تاء ضمیر فاعل ہے۔(۲)ضمیر مستتر (یعنی وہ ضمیر فاعل جو لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ پوشیدہ ہو) جیسے:**زيد ضرب**، اس مثال میں **ضَرَبَ** میں **ھو** ضمیر مستتر فاعل ہے۔

اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کے لئے فاعل کے علاوہ مفعول بہ بھی ہوتا ہے،جیسے:**ضرب زيدٌ عمرواً** میں **عمرواً** مفعول بہ ہے۔

قوله :وإن كا ن الفاعل مظهرا الخ: فعل چوں کہ فاعل کے متعلقات میں سے ہے،اس لئے

وإن كان الفاعل مؤنثا حقيقيا – وهو ما بإزائه ذكر من الحيوان–

ترجمہ: اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو- اور وہ (یعنی مؤنث حقیقی) وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر ہو-

---

یہاں سے مصنف ان احکام کو بیان فرمارہے ہیں جو فعل کو فاعل کے واسطے سے لاحق ہوتے ہیں، مصنف نے یہاں اس طرح کے دو حکم ذکر فرمائیں ہیں:

پہلا حکم: اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد لایا جائے گا، خواہ فاعل واحد ہو، یا تثنیہ، یا جمع؛ جیسے: **ضرب زيد. ضرب الزيدان،**[۱] **ضرب الزيدون.**[۲] اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق واحد کے لئے واحد، تثنیہ کے لئے تثنیہ، اور جمع کے لئے جمع لایا جائے گا؛ جیسے: **زيد ضرب**[۳] **الزيدان ضربا**[۴] **الزيدون ضربوا.**[۵]

فائدہ: فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو ہمیشہ واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر فعل کو فاعل کے مطابق تثنیہ یا جمع لایا جائے تو اس سے تعدد فاعل لازم آئے گا، اور یہ صحیح نہیں؛ اس لئے کہ ایک فعل کے دو یا دو سے زیادہ فاعل نہیں ہو سکتے۔

اور فاعل کے اسم ضمیر ہونے کی صورت میں فعل کو فاعل کے مطابق تثنیہ یا جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر فعل کو، فاعل کے تثنیہ یا جمع ہونے کی صورت میں فاعل کے مطابق نہ لایا جائے تو اس صورت میں ضمیر اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں رہے گی، حالاں کہ مطابقت ضروری ہے۔

وإن كان الفاعل مؤنثا حقيقيا الخ: یہاں سے مصنف ان احکام میں سے جو فعل کو فاعل کے واسطے سے

---

[۱] ترکیب: ضرب فعل، الزیدان فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] ترکیب: ضرب فعل، الزیدون فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۳] ترکیب: زید مبتدا، ضرب فعل، ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، ضرب فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۴] ترکیب: الزیدان مبتدا، ضرب فعل، الف ضمیر مرفوع متصل بارز فاعل، ضرب فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۵] ترکیب: الزیدون مبتدا، ضرب فعل، واؤ ضمیر مرفوع متصل بارز فاعل، ضرب فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

أنث الفعل أبدا، إن لم تفصل بين الفعل والفاعل؛ نحو: قامت هند.

ترجمہ: تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا، اگر فصل نہ کریں آپ فعل اور فاعل کے درمیان؛ جیسے: قَامَتْ هِنْدٌ (ہندہ کھڑی ہوئی)۔

لاحق ہوتے ہیں، دوسرا حکم ذکر فرمارہے ہیں۔ دو صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے:

(۱) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو، انسانوں میں سے ہو، اور فعل اور فاعل کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، جیسے: **قامت هند.**[۱]

(۲) فاعل مؤنث کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو، خواہ وہ مؤنث حقیقی ہو یا مؤنث غیر حقیقی؛ جیسے: **هند قامت، الشمس طلعت.**[۲] ان دونوں صورتوں میں فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جان دار مذکر ہو؛ جیسے: **امرأة،** اس کے مقابلے میں **رجل** جان دار مذکر ہے۔

مؤنث غیر حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جان دار مذکر نہ ہو؛ جیسے: **شمس** اور **ظلمة.**

پانچ صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے (یعنی مذکر لانا بھی جائز ہے اور مؤنث لانا بھی):

(۱) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن فعل اور فاعل کے درمیان ''إلاّ'' کے علاوہ کسی دوسری چیز کا فصل ہو؛ جیسے: **ضرب اليوم هند،**[۳] **ضربت اليوم هند.**

(۲) فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو؛ جیسے: **طلع الشمس، طلعت الشمس،** یا مؤنث حقیقی ہو لیکن انسانوں میں سے نہ ہو؛ جیسے: **أتى الناقة، أتت الناقة.**

(۳) فاعل اسم ظاہر جمع تکسیر ہو، خواہ مذکر کی جمع تکسیر ہو؛ جیسے: **قام الرجال، قامت الرجال.** یا مؤنث کی جمع تکسیر ہو؛ جیسے: **قال نسوة، قالت نسوة.**

(۴) فاعل جمع مؤنث سالم ہو؛ جیسے: **قام هندات، قامت هندات.**

---

۱ ترکیب: قام فعل، تاء تانیث ساکنہ علامتِ فعل، هند فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۲ ترکیب: الشمس مبتدا، طلع فعل، تاء تانیث ساکنہ علامتِ فعل، هی ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، طلع فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۳ ترکیب: ضَرَبَ فعل، اليوم مفعول فیہ، هند فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وإن فصلت، فلک الخیار فی التذکیر والتانیث؛ نحو ضرب الیوم ھند، وإن شئت قلت: ضربت الیوم ھند.

وکذلک فی المؤنث الغیر الحقیقی؛ نحو: طلعت الشمس، وإن شئت قلت: طلع الشمس. ھذا إذا کان الفعل مسندا إلی المظھر. وإن کان مسندا إلی المضمر؛ أنث أبدا؛ نحو: الشمس طلعت.

وجمع التکسیر کالمؤنث الغیر الحقیقی؛ تقول: قام الرجال، وإن شئت قلت: قامت الرجال، والرجال قامت. ویجوز فیه: الرجال قاموا.

ترجمہ:اور اگر فصل کر دیں تو آپ کو اختیار ہوگا مذکر اور مؤنث لانے میں؛ جیسے:**ضَرَبَ الیومَ ھِندٌ** (ہندہ نے آج مارا)،اور اگر آپ چاہیں تو کہیں گے:**ضَرَبتِ الیومَ ھِندٌ.**

اور اسی طرح مؤنث غیر حقیقی میں؛ جیسے:**طَلَعَتِ الشمسُ** (سورج طلوع ہوا)،اور اگر آپ چاہیں تو کہیں گے:**طَلَعَ الشمسُ**، یہ(یعنی مذکورہ حکم)اس وقت ہے جب کہ فعل کی اسناد کی گئی ہو اسم ظاہر کی طرف،اور اگر فعل کی اسناد کی جائے اسم ضمیر کی طرف تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا؛ جیسے:**الشمسُ طَلَعَتْ.**

اور جمع تکسیر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے؛ آپ کہیں گے:**قامَ الرِجالُ**، اور اگر آپ چاہیں تو کہیں گے: **قامَتِ الرِجالُ** اور **الرِجالُ قامَتْ.** اور جائز ہے اس میں **الرجالُ قاموا** بھی۔

---

(۵)فاعل کوئی ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مؤنث ہو؛ جیسے:**مضی سنون، مضت سنون.** یا کوئی ایسی جمع ہو جو الف ونون کے ساتھ ہو؛ لیکن اس میں واحد کا وزن باقی نہ رہا ہو، جیسے: **آمن به بنو إسرائیل آمنت به بنو إسرائیل** . ان پانچوں صورتوں میں فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔

فائدہ: اگر فاعل جمع تکسیر کی ضمیر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) جمع تکسیر مذکر ذوی العقول کے علاوہ ہو،اس صورت میں فعل کو نون جمع مؤنث اور تاء تانیث دونوں کے ساتھ لانا جائز ہے، جیسے:**الأیام مضت، الأیام مضین.** (۲) جمع تکسیر مذکر ذوی العقول میں سے ہو،اس صورت میں فعل کو واو کے ساتھ مذکر اور تاء تانیث کے ساتھ مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے، جیسے:**الرجال قاموا، الرجال قامت.**

تین صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مذکر لانا واجب ہے:

(۱)فاعل مذکر ہو،خواہ اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر؛ جیسے:**ضرب زید، زید ضرب.**

ویجب تقدیم الفاعل علی المفعول إذا کانا مقصورین وخفت اللبس؛ نحو: ضرب موسی عیسی.

ترجمہ: اور واجب ہے فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا اس وقت جب کہ فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہوں، اور خوف کریں آپ التباس کا؛ جیسے: **ضَرَبَ موسٰی عیسٰی** (موسیٰ نے عیسیٰ کو مارا)۔

----

(۲) فاعل ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مذکر ہو؛ جیسے: **قام المسلمون.**

(۳) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن فعل اور فاعل کے درمیان "إلا" کا فصل ہو، جیسے: **ماقام إلا هِنْدٌ** ۔ان تینوں صورتوں میں فعل کو مذکر لانا واجب ہے۔ (درایۃ النحو ص ۷۷-۷۸، شرح ابن عقیل ص ۶۶-۶۷)

قوله: ویجب تقدیم الفاعل الخ : یہاں سے مصنف تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے فاعل کے احکام ذکر فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہوں، اور التباس کا خوف ہو، یعنی فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظی یا معنوی قرینہ موجود نہ ہو، کہ جس سے فاعل اور مفعول کے درمیان فرق کیا جا سکے، تو ایسی صورت میں فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے، اگر مقدم نہیں کریں گے تو التباس لازم آئے گا؛ جیسے: **ضرب موسٰی عیسٰی**[۱]، یہاں فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے؛ اس لئے کہ موسیٰ اور عیسیٰ دونوں اسم مقصور ہیں، اور کوئی قرینہ بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ دونوں فاعل اور مفعول بہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اگر مقدم نہیں کریں گے تو التباس لازم آئے گا۔

قرینہ: اس چیز کو کہتے ہیں جو بغیر وضع کے تعیین مراد یا محذوف پر دلالت کرے۔ قرینہ کی دو قسمیں ہیں:
(۱) قرینہ لفظیہ (۲) قرینہ معنویہ۔

قرینہ لفظیہ: یہ ہے کہ کلام میں تعیین مراد یا محذوف پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود ہو؛ جیسے: **ضربت موسٰی حبلٰی** (ایک حاملہ عورت نے موسیٰ کو مارا)، اس مثال میں **حبلٰی** کی فاعلیت پر دلالت کرنے والا لفظ: تاء تانیث ساکنہ موجود ہے۔ اس کو قرینہ مقالیہ بھی کہتے ہیں۔

قرینہ معنویہ: یہ ہے کہ کلام میں تعیین مراد یا محذوف پر دلالت کرنے والے معنی موجود ہوں؛ جیسے: **أکل الکمثرٰی یحیٰی** (یحییٰ نے ناشپاتی کھائی) اس میں یحییٰ کی فاعلیت پر دلالت کرنے والے معنی (یعنی کھانے کی صلاحیت رکھنا) موجود ہیں۔ اس کو قرینہ حالیہ بھی کہتے ہیں۔

---

[۱] ترکیب: ضرب فعل، موسی فاعل، عیسی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویجوز تقدیم المفعول علی الفاعل إن لم تخف اللبس؛ نحو: أکل الکمثری یحیی، وضرب عمرا زید.

ویجوز حذف الفعل،حیث کانت قرینة؛ نحو: زید. فی جواب من قال: من ضرب؟

ترجمہ: اور جائز ہے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا اگر خوف نہ کریں آپ التباس کا؛ جیسے: **أکل الکمّثریٰ یحییٰ** (یحییٰ نے ناشپاتی کھائی)، اور **ضَرَبَ عمرًا زیدٌ** (زید نے عمرو کو مارا)۔

اور جائز ہے فعل کو حذف کرنا جہاں کوئی قرینہ پایا جائے؛ جیسے: **زیدٌ** اس شخص کے جواب میں جو کہ کہے: **مَنْ ضَرَبَ** (کس نے مارا)۔

قوله: ویجوز تقدیم المفعول الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر التباس کا خوف نہ ہو، یعنی فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور نہ ہوں؛ بلکہ دونوں پر یا کسی ایک پر اعرابِ لفظی ہو، یا دونوں اسم مقصور ہوں؛ لیکن فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظی یا معنوی قرینہ موجود ہو، تو اس صورت میں مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسے: **ضرب عمرًا زید**[1] یہاں مفعول بہ کو مقدم کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ فاعل اور مفعول بہ (یعنی زید اور عمرو) دونوں پر اعراب لفظی ہے، جس کی وجہ سے التباس کا اندیشہ نہیں ہے۔

اور جیسے: **أکل الکمثریٰ یحییٰ**[2] یہاں بھی مفعول بہ کو مقدم کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ **الکمثریٰ** اور **یحییٰ** اگرچہ دونوں اسم مقصور ہیں؛ لیکن یحییٰ کی فاعلیت پر یہاں قرینہ معنوی (کھانے کی صلاحیت رکھنا) موجود ہے، جس کی وجہ سے التباس کا اندیشہ نہیں ہے۔

ویجوز حذف الفعل الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جن میں فعل اور فاعل دونوں کو یا صرف فعل کو حذف کرنا جائز ہے۔

فرماتے ہیں کہ: اگر فعل کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو تو فعل کو حذف کرنا جائز ہے؛ مثلاً: کسی نے آپ سے پوچھا: **مَنْ ضَرَبَ؟** (کس نے مارا؟)، اس کے جواب میں آپ نے کہا: **زیدٌ**[3] (زید نے)، تو یہاں زید فاعل ہے، اس کے فعل ضرب کو قرینہ لفظیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ فعل محذوف

---

[1] ترکیب: أکل فعل، الکمثری مفعول بہ، یحی فاعل، أکل فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] ترکیب: ضَرَبَ فعل، عمرا مفعول بہ، زید فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[3] ترکیب: زید فاعل ضرب فعل محذوف کا، ضرب فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وكذا يجوز حذف الفعل والفاعل معا؛ كـ: نعم في جواب من قال: أقام زيد؟ وقد يحذف الفاعل ، ويقام المفعول مقامه، إذا كان الفعل مجهولا؛ نحو: ضرب زيد، وهوالقسم الثاني من المرفوعات.

ترجمہ: اوراسی طرح جائز ہے فعل اور فاعل دونوں کوایک ساتھ حذف کرنا؛ جیسے: **نَـعَـمْ** اس شخص کے جواب میں جو کہ کہے: أقامَ زيدٌ (کیازید کھڑا ہوا)۔

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے فاعل کواور رکھ دیا جاتا ہے مفعول کواس کی جگہ،اس وقت جب کہ فعل مجہول ہو؛ جیسے:ضُرِبَ زيدٌ (زید مارا گیا)،اور وہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔

سوال میں موجود ہے،اس کو جواب میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح اگر فعل اور فاعل دونوں کے حذف پر قرینہ موجود ہو تو ایک ساتھ دونوں کو حذف کرنا جائز ہے، مثلاً: کسی نے کہا: أقام زید[1] (کیا زید کھڑا ہوا؟)، آپ نے جواب میں کہا: **نعم**[2] (جی ہاں اس کی اصل: **نَعَمْ قَـامَ زَيْـدٌ** ہے) یہاں قرینہ لفظیہ کی وجہ سے فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیا گیا؛ اس لئے کہ فعل اور فاعل دونوں سوال میں موجود ہیں،ان کو جواب میں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

وقد يحذف الفاعل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے، یعنی فعل کی نسبت بجائے فاعل کے مفعول کی طرف کر دی جاتی ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مجہول ہو؛ جیسے: ضُـــرِبَ زَيْـــدٌ[3]، اس مثال میں فاعل کو حذف کر کے، زید مفعول کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہے، اس مفعول کو مفعول مالم یسم فاعلہ یا نائب فاعل کہتے ہیں، جو کہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔ فعل کو واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث لانے میں نائب فاعل کا حکم وہی ہے جو فاعل کا ہے۔

☆......☆......☆

---

[1] ترکیب: ھمزہ حرف استفہام، قام فعل، زید فاعل، قام فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] ترکیب: نعم اس کے بعد قام زید محذوف ہے، نعم حرف ایجاب، قام فعل، زید فاعل قام فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[3] ترکیب: ضُرِبَ فعل مجہول، زید نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فصل: إذا تنازع الفعلان فی اسم ظاهر بعدهما؛ أی: أراد کل واحد من الفعلین أن یعمل فی ذلک الاسم؛ فهذا إنما یکون علی أربعة اقسام.

الأول: أن یتنازعا فی الفاعلیة فقط؛ نحو: ضربنی وأکرمنی زید.

الثانی: أن یتنازعا فی المفعولیة فقط؛ نحو: ضربت وأکرمت زیدا.

ترجمہ: یہ دوسری فصل ہے: جب تنازع کریں دو فعل ایسے اسم ظاہر میں جوان دونوں کے بعد واقع ہو، یعنی ارادہ کرے دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اس اسم میں عمل کرنے کا تو یہ (تنازع) چار قسم پر ہوتا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ تنازع کریں دونوں فعل صرف فاعلیت میں؛ جیسے: ضَربنی وأکرمنی زیدٌ .

دوسری قسم یہ ہے کہ تنازع کریں دونوں فعل صرف مفعولیت میں؛ جیسے: ضربتُ وأکرمتُ زیدا.

فصل: إذا تنازع الفعلان الخ: یہاں سے مصنف فاعل کے ان احکام کو بیان فرمارہے ہیں جو اس کو ''تنازعِ فعلان'' کی صورت میں لاحق ہوتے ہیں۔

تنازعِ فعلان: دو یا دو سے زیادہ فعل یا شبہ فعلوں کا اپنے بعد واقع ہونے والے ایسے اسم ظاہر میں عمل کرنے کے لئے متوجہ ہونا، جس میں ان میں سے ہر ایک کا معمول بننے کی صلاحیت ہو۔

فائدہ:إذا تنازع الفعلان فی اسم ظاهر: مصنف نے ''اسم ظاہر'' کی قید لگائی ہے؛اس لئے کہ ضمیر متصل میں تو تنازع ہوتا ہی نہیں ہے، جس فعل سے متصل ہوگی اسی کا معمول بنے گی، البتہ ضمیر منفصل میں تنازع ہوتا ہے؛ جیسے:'' ماضربتُ وما أکرمتُ إلا إیاک''؛لیکن تنازع ختم کرنے کا جو طریقہ جمہور نے بیان کیا ہے، (یعنی ایک فعل کو عمل دے کر دوسرے میں ضمیر محذوف ماننا) وہ اس میں جاری نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ اگر یہاں دو فعلوں میں سے ایک کو عمل دیا جائے گا تو دوسرے میں ضمیر مستتر ماننی پڑے گی، اور اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو إلا کے ساتھ ضمیر کو مستتر مانیں گے یا بغیر ''إلا'' کے، اگر ''إلا'' کے ساتھ ضمیر کو مستتر مانیں تو اس صورت میں ''إلا'' حرف کا فعل میں مستتر ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، اور اگر بغیر ''إلا'' کے ضمیر کو مستتر مانیں تو فاعل سے فعل کی نفی ہوجائے گی، حالاں کہ مقصود فاعل کے لئے فعل کو ثابت کرنا ہے۔

اور **بعدهما** کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اسم ظاہر دونوں فعلوں کے درمیان میں ہو یا دونوں سے مقدم ہو تو اس صورت میں تنازع نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اس اسم میں دونوں فعلوں کا معمول بننے کی صلاحیت نہیں ہے، جس فعل سے متصل ہوگا اسی کا معمول بنے گا۔

الثالث: أن يتنازعا في الفاعلية والمفعولية، ويقتضي الأول الفاعل؛ و الثاني المفعول؛ نحو: ضربني وأكرمت زيدا. الرابع: عكسه؛ نحو: ضربت وأكرمني زيد. واعلم أن في جميع هذه الأقسام يجوز إعمال الفعل الأول، وإعمال الفعل الثاني؛

ترجمہ: تیسری قسم یہ ہے کہ تنازع کریں دونوں فعل فاعلیت اورمفعولیت میں اور تقاضا کرے پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا مفعول کا؛ جیسے: ضَرَبَنِي وأَكْرَمْتُ زيدًا. چوتھی قسم اس کا برعکس ہے؛ جیسے: ضربتُ وأكرَمَنِيْ زَيْدٌ. اور جان لیجئے کہ ان تمام اقسام میں جائز ہے پہلے فعل کو عمل دلانا اور دوسرے فعل کو عمل دلانا،

تنبیہ: "الفعلان" کے لفظ سے یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ تنازع صرف فعل ہی میں ہوتا ہے؛ اس لئے کہ تنازع شبہ فعل میں بھی ہوتا ہے؛ جیسے: زيدٌ معطٍ ومكرمٌ عمرًا؛ لیکن عمل میں چوں کہ فعل اصل ہے، اس لئے مصنف نے فعل کے ذکر پر اکتفا کیا، نیز کبھی تنازع دو سے زیادہ فعلوں میں بھی ہوتا ہے؛ لیکن چوں کہ وہ اقلِ مقدار جس میں تنازع ہوسکتا ہے دو فعل ہیں، اس لئے مصنف نے "الفعلان" کہا۔

أي أراد كل واحد من الفعلين: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تنازع یہاں اپنے لغوی معنی: جھگڑا کرنے کے معنی میں نہیں ہے؛ اس لئے کہ جھگڑا ذی روح کی صفت ہے اور فعل غیر ذی روح ہے؛ بلکہ تنازع یہاں "أراد" کے معنی میں ہے، یعنی دونوں فعل اسم ظاہر میں عمل کرنے کا ارادہ کریں۔

تنازع فعلان کی چار صورتیں ہیں:

(۱) دونوں فعل اسم ظاہر کی فاعلیت میں تنازع کریں، یعنی دونوں اس کو فاعل بنانے کا تقاضا کریں، جیسے: ضربني و أكرمني زيد۔

(۲) دونوں اسم ظاہر کی مفعولیت میں تنازع کریں، یعنی دونوں اس کو مفعول بنانا چاہیں؛ جیسے: ضربت وأكرمت زيدا۔

(۳) پہلا فعل اسم ظاہر کی فاعلیت اور دوسرا اسم ظاہر کی مفعولیت میں تنازع کرے، یعنی پہلا اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہے اور دوسرا اس کو مفعول بنانے کا تقاضا کرے؛ جیسے: ضربني و أكرمت زيدا.

(۴) پہلا فعل اسم ظاہر کی مفعولیت اور دوسرا فعل اسم ظاہر کی فاعلیت میں تنازع کرے، یعنی پہلا اُس کو مفعول بنانا چاہے اور دوسرا فاعل؛ جیسے: ضربت وأكرمني زيد.

قوله : واعلم أن في جميع الخ: یہاں سے مصنف تنازع فعلان کے احکام بیان فرمارہے ہیں،

خلافا للفراء في الصورة الأولى والثالثة؛ أن يعمل الثاني. ودليله: لزوم أحد الأمرين: إما حذف الفاعل، أو الإضمار قبل الذكر؛ وكلاهما محظوران.

وهذا في الجواز، وأما الاختيار ففيه خلاف البصريين (والكوفيين فأما البصريون) فإنهم يختارون إعمال الفعل الثاني اعتبارا للقرب والجوار. و الكوفيون يختارون إعمال الفعل الأول مراعاة للتقديم والاستحقاق.

ترجمہ: البتہ امام فراء کا اختلاف ہے پہلی اور تیسری صورت میں اس بات میں کہ عمل دلایا جائے دوسرے فعل کو۔ اور ان کی دلیل دو باتوں میں سے ایک کا لازم آنا ہے، یا تو فاعل کو حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر (مرجع کو ذکر کرنے سے پہلے ضمیر لانا) اور یہ دونوں ممنوع ہیں۔

اور یہ (اختلاف) جواز میں ہے، بہر حال پسندیدگی تو اس میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے، پس بلا شبہ بصریین پسند کرتے ہیں دوسرے فعل کے عمل دلانے کو قرب و جوار کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور کوفیین پسند کرتے ہیں پہلے فعل کے عمل دلانے کو تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔

فرماتے ہیں کہ:

جمہور کے نزدیک تنازع فعلان کی مذکورہ چاروں صورتوں میں، پہلے اور دوسرے دونوں فعلوں کو عمل دلانا جائز ہے، یعنی اسم ظاہر کو دونوں فعلوں میں سے جس کا چاہیں معمول بنادیں درست ہے۔ البتہ پہلی اور تیسری صورت میں (یعنی ان صورتوں میں جن میں فعلِ اول فاعل کو چاہتا ہے) امام فراء کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں دوسرے فعل کو عمل دلانا جائز نہیں؛ اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں اگر دوسرے فعل کو عمل دلایا جائے گا تو قطع تنازع کی دو صورتیں ہوں گی، یا تو پہلے فعل کے فاعل کو حذف کر دیا جائے، اور یہ درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے، اور عمدہ کو بغیر قائم مقام کے حذف کرنا درست نہیں؛ یا پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے، یہ بھی درست نہیں؛ اس لئے کہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر (یعنی مرجع کو ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کا لانا) لازم آئے گا، اور امام فراء کے نزدیک اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر بھی درست نہیں ہے۔

یہ اختلاف تو جواز اور عدم جواز میں تھا کہ جمہور کے نزدیک چاروں صورتوں میں لاعلی التعیین دونوں فعلوں کو عمل دلانا جائز ہے، اور امام فراء کے نزدیک پہلی اور تیسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دلانا جائز نہیں

فإن أعملت الثاني، فانظر: إن كان الفعل الأول يقتضي الفاعل؛ أضمرته في الأول؛ كما تقول: في المتوافقين: ضربني وأكرمني زيد، وضرباني وأكرمني الزيدان، وضربوني وأكرمني الزيدون. وفي المتخالفين: ضربني وأكرمت زيدا، وضرباني وأكرمت الزيدين، وضربوني وأكرمت الزيدين.

ترجمہ: پس اگر عمل دلائیں آپ (بصریین کے قول کے مطابق) دوسرے فعل کو تو آپ دیکھ لیں فعل اول کیا چاہتا ہے: اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو آپ فعل اول میں فاعل کی ضمیر لے آئیں؛ جیسا کہ آپ کہیں گے اس صورت میں جب کہ دونوں فعل موافق ہوں: **ضربني وأكرمني زيد. ضرباني وأكرمني الزيدان، ضربوني وأكرمني الزيدون.** اور آپ کہیں گے اس صورت میں جب کہ دونوں فعل مخالف ہوں: **ضربني وأكرمت زيدا، ضرباني وأكرمت الزيدَين، ضربوني وأكرمت الزيدِين.**

ہے۔ رہا پسندیدگی کا معاملہ، یعنی دونوں فعلوں میں سے کس کو عمل دلانا پسندیدہ ہے تو اس میں بصریین اور کوفیین کے درمیان اختلاف ہے۔

بصریین کے نزدیک، چوں کہ اسم ظاہر دوسرے فعل کے قریب ہے اس لئے قرب وجوار کا اعتبار کرتے ہوئے دوسرے فعل کو عمل دلانا پسندیدہ ہے۔ اور کوفیین کے نزدیک تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے پہلے فعل کو عمل دلانا پسندیدہ ہے؛ اس لئے کہ جو مقدم ہوتا ہے بعد میں آنے والے کے مقابلے میں اس کا حق زیادہ ہوتا ہے۔

فان أعملت الثاني الخ: اگر آپ نے بصریین کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دلایا ہے، تو آپ دیکھ لیں فعل اول کیا چاہتا ہے، اگر فعل اول فاعل کو چاہتا ہے (یعنی مذکورہ چاروں صورتوں میں سے پہلی یا تیسری صورت ہے) تو فعل اول میں اسم ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لے آئیں، مثلاً پہلی صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل فاعل کو چاہتے ہوں) آپ اس طرح کہیں: **ضربني وأكرمني زيد،**[1] **ضرباني وأكرمني الزيدان، ضربوني وأكرمني الزيدون۔**

---

[1] ترکیب: ضرب فعل، هو ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، نون وقایہ، یاء ضمیر منصوب متصل مفعول بہ، ضرب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أكرم فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر...... مفعول بہ، زید فاعل، أكرم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ اسی طرح اگلی دونوں مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

وإن كان الفعل الأول يقتضي المفعول- ولم يكن الفعلان من أفعال القلوب- حذفت المفعول من الفعل الأول؛

ترجمہ: اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے، اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو حذف کردیں آپ پہلے فعل کے مفعول کو؛

اور تیسری صورت میں (یعنی جب کہ پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو اور دوسرا فعل مفعول کو) آپ اس طرح کہیں: **ضربني وأكرمت زيدا**[1] **ضرباني وأكرمت الزيدَين، ضربوني وأكرمت الزيدِين.**

اس لئے کہ یہاں قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر فاعل (۲) حذف فاعل (۳) اضمار فاعل۔ پہلی اور دوسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ فعل اول کے فاعل کو ذکر کرنے کی صورت میں تکرار فاعل لازم آئے گا، اور بلا وجہ کا تکرار کلام میں معیوب سمجھا جاتا ہے، اور فاعل کو حذف کرنے کی صورت میں عمدہ یعنی فاعل کا بغیر قائم مقام کے حذف کرنا لازم آئے گا، اور عمدہ کا بغیر قائم مقام کے حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے تیسری صورت کو اختیار کیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ اس میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا؛ لیکن بصریین کے نزدیک عمدہ کا اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر جائز ہے، اور یہاں اضمار قبل الذکر تفسیر کے ساتھ ہے؛ اس لئے کہ ضمیر کا مرجع اسم ظاہر ہے جو بعد میں مذکور ہے۔

وإن كان الفعل يقتضي المفعول الخ: اور اگر فعل اول مفعول کو چاہتا ہے، (یعنی مذکورہ چاروں صورتوں میں سے دوسری یا چوتھی صورت ہے) اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہیں ہیں، تو آپ اس صورت میں فعل اول کے مفعول کو حذف کردیں، مثلاً دوسری صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل مفعول کو چاہتے ہوں) آپ اس طرح کہیں: **ضربت و أكرمت زيدا**[2] **ضربت وأكرمت الزيدَين، ضربت وأكرمت الزيدِين.**

---

[1] ضَرَبَ فعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أكرم فعل، تُ ضمیر فاعل، زیدا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ اسی طرز پر اگلی دونوں مثالوں کی ترکیب کرلی جائے۔

[2] ضَرَبَ فعل، تُ ضمیر فاعل، زیدا مفعول بہ محذوف، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أكرم فعل، تُ ضمیر فاعل، زیدا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ اسی طرز پر فعل اول کے بعد مفعول بہ محذوف نکال کر اگلی مثالوں کی ترکیب کرلی جائے۔

كماتقول: في المتوافقين: ضربت وأكرمت زيدا، وضربت وأكرمت الزيدين، وضربت وأكرمت الزيدين. وفي المتخالفين: ضربت وأكرمني زيد، وضربت وأكرمني الزيدان، وضربت وأكرمني الزيدون.

وإن كان الفعلان من أفعال القلوب؛ يجب إظهار المفعول للفعل الأول؛ كما تقول: حسبني منطلقا وحسبت زيدا منطلقا؛

ترجمہ: جیسا کہ آپ کہیں گے اس صورت میں جب کہ دونوں فعل موافق ہوں: ضربتُ وأكرمتُ زيدًا، ضربت وأكرمت الزيدَين، ضربت وأكرمت الزيدِين. اور اس صورت میں جب کہ دونوں فعل مخالف ہوں، آپ کہیں گے: ضربتُ وأكرمَني زيدٌ، ضربتُ وأكرمني الزيدان، ضربتُ وأكرمني الزيدون.

اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو واجب ہے پہلے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا، جیسا کہ آپ کہیں گے: حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وحَسِبْتُ زيدًا مُنطلقًا ؛

اور چوتھی صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل چاہنے میں مخالف ہوں، پہلا مفعول کو چاہتا ہو اور دوسرا فاعل کو) آپ اس طرح کہیں: ضربت وأكرمني زيد ،ضربتُ وأكرمني الزيدان، ضربتُ و أكرمني الزيدون.

اس لئے کہ یہاں قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر مفعول (۲) اضمار مفعول (۳) حذف مفعول پہلی اور دوسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ ذکر مفعول کی صورت میں تکرار لازم آئے گا، اور بلا وجہ کا تکرار کلام میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور اضمارِ مفعول کی صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اور بصریین کے نزدیک فضلہ کا اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر بھی جائز نہیں ہے، اس لئے تیسری صورت (یعنی حذف مفعول) کو اختیار کیا جائے گا؛ اس لئے کہ مفعول کو حذف کرنا بغیر قائم مقام کے بھی جائز ہے۔

اور اگر دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے ہیں تو اس صورت میں فعلِ اول کے مفعول کو ذکر کرنا واجب ہے؛ جیسے: حسبني و حسبتُ زيدًا منطلقًا، اس مثال میں دونوں فعل منطلقا کو اپنا مفعولِ ثانی بنانا چاہتے ہیں، آپ نے بصریین کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دلایا، اور منطلقا کو اس کا مفعول ثانی بنادیا، تو اب

إذ لا يجوز حذف المفعول من أفعال القلوب، وإضمار المفعول قبل الذكر. هذا هو مذهب البصرين. وأما إن أعملت الفعل الأول على مذهب الكوفيين، فانظر: إن كان الفعل الثاني يقتضي الفاعل؛ أضمرته في الفعل الثاني؛ كماتقول: في المتوافقين: ضربني وأكرمني زيد، وضربني وأكرماني الزيدان، وضربني وأكرموني الزيدون.

ترجمہ: اس لئے کہ جائز نہیں ہے افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنا اور نہ مفعول کی ضمیر لانا مرجع کو ذکر کرنے سے پہلے، یہ بصریین کا مذہب ہے۔ اور بہر حال اگر آپ عمل دلائیں پہلے فعل کو کوفیین کے مذہب کے مطابق تو آپ دیکھ لیں (کہ فعل ثانی کیا چاہتا ہے): اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو آپ فاعل کی ضمیر لے آئیں فعل ثانی میں؛ جیسا کہ آپ کہیں گے اس صورت میں جب کہ دونوں فعل موافق ہوں: ضربني وأكرمني زيدٌ، ضربني وأكرماني الزيدان، ضربني وأكرموني الزيدون.

آپ کے اوپر واجب ہے کہ فعلِ اول کے مفعول ثانی کو ذکر کریں اور اس طرح کہیں: **حسبني منطلقًا و حسبتُ زيدًا منطلقًا.**[1]

اس لئے کہ قطع تنازع کی تینوں صورتوں میں سے یہاں دوسری اور تیسری صورت یعنی اضمار مفعول اور حذف مفعول کو اختیار نہیں کیا جا سکتا؛ اس لئے کہ اضمارِ مفعول کی صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور حذف مفعول کی صورت میں افعال قلوب کے ایک مفعول کو حذف کرنا لازم آئے گا اور یہ دونوں ناجائز ہیں۔ لہٰذا پہلی صورت کو اختیار کرتے ہوئے فعل اول کے مفعول ثانی کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔

یہ پوری تفصیل بصریین کے مذہب کے مطابق تھی۔

وأما إن أعملت الفعل الأول الخ: اور اگر آپ نے کوفیین کے مذہب کے مطابق فعلِ اول کو عمل دلایا ہے تو آپ دیکھ لیں فعلِ ثانی کیا چاہتا ہے، اگر فعل ثانی فاعل کو چاہتا ہے (یعنی پہلی یا چوتھی صورت ہے)

---

[1] حسب فعل، ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ اول، منطلقا اسم فاعل، ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر فاعل، منطلقاً اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، حسب فعل، تُ ضمیر فاعل، زیدا مفعول بہ اول، منطلقاً شبہ جملہ مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

وفي المتخالفين: ضربت وأكرمني زيدًا، وضربت وأكرماني الزيدين، وضربت وأكرموني الزيدين. وإن كان الفعل الثاني يقتضي المفعول– ولم يكن الفعلان من أفعال القلوب

ترجمہ: اوراس صورت میں جب کہ دونوں فعل مخالف ہوں، آپ کہیں گے: ضربتُ وأكرمني زيدًا، ضربتُ وأكرماني الزيدَين، ضربتُ وأكرموني الزيدِيْنَ. اوراگر فعل ثانی تقاضا کرے مفعول کا اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں

تو آپ فعل ثانی کے لئے اسم ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لے آئیں، مثلاً پہلی صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل چاہنے میں موافق ہوں اس طور پر کہ دونوں فاعل کو چاہتے ہوں) آپ کہیں گے: ضربني و أكرمني زيدٌ[1]، ضربني وأكرماني الزيدان، ضربني وأكرموني الزيدون. اور چوتھی صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل چاہنے میں مخالف ہوں، پہلا مفعول کو چاہتا ہو اور دوسرا فاعل کو) آپ کہیں گے: ضربتُ وأكرمني زيدًا[2]، ضربتُ وأكرماني الزيدَين، ضربتُ وأكرموني الزيدِيْنَ.

اس لئے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر فاعل (۲) حذف فاعل (۳) اضمار فاعل۔ پہلی اور دوسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے، اس لئے تیسری صورت کو اختیار کیا جائے گا اور فعل ثانی کے لئے فاعل کی ضمیر لے آئیں گے، اور یہاں اضمار قبل الذکر بھی لازم نہیں آئے گا، اس لئے کہ ضمیر کا مرجع اسم ظاہر ہے جو فعلِ اول کا فاعل ہونے کی وجہ سے رتبۃً مقدم ہے۔

وإن كان الفعل الثاني يقتضي المفعول الخ: اوراگر فعلِ ثانی مفعول کو چاہتا ہے (یعنی مذکورہ

---

[1] ترکیب: ضرب فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، زید فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أكرم فعل، هو ضمیر...... فاعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ اسی طرز پر اگلی دونوں مثالوں کی ترکیب کرلی جائے۔

[2] ترکیب: ضرب فعل، تُ ضمیر...... فاعل، زیداً مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أكرم فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، نون وقایہ، یاء ضمیر...... مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔ اسی طرز پر اگلی دونوں مثالوں کی ترکیب کرلی جائے۔

–جاز فيه الوجهان: حذف المفعول، والإضمار. والثاني هو المختار؛ ليكون الملفوظ مطابقا للمراد. أما الحذف؛ فكماتقول: في المتوافقين: ضربت وأكرمت زيدا، وضربت وأكرمت الزيدين، وضربت وأكرمت الزيدين.

وفي المتخالفين: ضربني وأكرمت زيد، وضربني وأكرمت الزيدان، وضربني وأكرمت الزيدون،

ترجمہ: تواس میں دوصورتیں جائز ہیں: (۱) مفعول کو حذف کرنا (۲) مفعول کی ضمیر لانا، اور دوسری صورت پسندیدہ ہے، تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہوجائے۔ بہرحال حذف کرنا تو جیسا کہ آپ کہیں گے اس صورت میں جب کہ دونوں فعل موافق ہوں: ضربتُ وأكرمتُ زيدًا، ضربتُ وأكرمتُ الزيدَين، ضربتُ وأكرمتُ الزيدِين. اوراس صورت میں جب کہ دونوں فعل مخالف ہوں آپ کہیں گے: ضربني وأكرمتُ زيدٌ، ضربني وأكرمتُ الزيدانِ، ضربني وأكرمتُ الزيدونَ.

چاروں صورتوں میں سے دوسری یا تیسری صورت ہے) اور دونوں فعل افعالِ قلوب میں سے نہیں ہیں تو اس میں دوصورتیں جائز ہیں: یا تو فعل ثانی کے مفعول کو حذف کردیں، یا اس میں مفعول کی ضمیر لے آئیں، ضمیر لانا حذف کرنے کے مقابلے میں پسندیدہ ہے، تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہوجائے، اس لئے کہ ضمیر لانے کی صورت میں فعل ثانی کا مفعول لفظوں میں بھی موجود ہوگا اور متکلم کی مراد میں بھی، برخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں مفعول صرف متکلم کی مراد میں موجود ہوگا، لفظوں میں موجود نہیں ہوگا۔

مفعول کو حذف کرنے کی مثال؛ جیسے: دوسری صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل مفعول کو چاہنے میں موافق ہوں) آپ کہیں گے: ضربتُ وأكرمتُ زيدًا، ضربتُ وأكرمتُ الزيدَين، ضربتُ و أكرمتُ الزيدِين. اور تیسری صورت میں (یعنی جب کہ دونوں فعل چاہنے میں مخالف ہوں، پہلا فاعل کو چاہتا ہو اور دوسرا مفعول کو) آپ کہیں گے: ضربني و أكرمتُ زيدٌ، ضربني وأكرمتُ الزيدانِ، ضربني و أكرمتُ الزيدونَ.

مفعول کی ضمیر لانے کی مثال؛ جیسے: دوسری صورت میں آپ کہیں گے: ضربتُ و أكرمتُه زيدًا، ضربتُ وأكرمتُهما الزَيدَيْنِ، ضربتُ وأكرمتهم الزَيدِيْنَ. اور تیسری صورت میں آپ کہیں گے: ضربني وأكرمتُه زيد، ضربني وأكرمتهما الزيدان، ضربني و أكرمتُهم الزَيدُونَ.

اس لئے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر مفعول (۲) حذف مفعول (۳) اضمار مفعول۔

پہلی صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لئے کہ اس صورت میں تکرار لازم آئے گا، البتہ دوسری

وأما الإضمار؛ فكما تقول: في المتوافقين: ضربت وأكرمته زيدا، و ضربت وأكرمتهما الزيدين وضربت وأكرمتهم الزيدين. وفي المتخالفين: ضربني و أكرمته زيد، وضربني وأكرمتهما الزيدان، وضربني وأكرمتهم الزيدون.

وأما إذا كان الفعلان من أفعال القلوب، فلا بد من إظهار المفعول. كما تقول: حسبني وحسبتهما منطلقين الزيدان منطلقا، وذلك لأن "حسبني و حسبتهما" تنازعا في "منطلقا"، وأعملت الأول – وهو "حسبني"

ترجمہ: اور بہرحال ضمیر لانا تو جیسا کہ آپ کہیں گے اس صورت میں جب کہ دونوں فعل موافق ہوں: **ضَرَبْتُ وأكرمتُه زيدًا، ضربتُ وأكرمتُهما الزَيدَيْنِ ، ضربتُ وأكرمتهم الزَيدِيْنَ.** اور اس صورت میں جب کہ دونوں فعل مخالف ہوں آپ کہیں گے: **ضربني وأكرمته زيد، ضربني وأكرمتهما الزيدان، ضربني وأكرمتُهم الزَيدُونَ.**

اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو ضروری ہے مفعول کو ظاہر کرنا؛ جیسا کہ آپ کہیں گے: **حَسِبَنِي وحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَيْدَان مُنْطَلِقًا** [1] اور یہ اس لئے ہے کہ **حسبني** اور **حسبتهما** دونوں تنازع کر رہے ہیں "**منطلقًا**" میں، اور عمل دلایا ہے آپ نے پہلے فعل کو اور وہ **حسبني** ہے،

اور تیسری صورت کو اختیار کیا جا سکتا ہے، ان میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی، چناں چہ یا تو فعل ثانی کے مفعول کو حذف کر دیں گے یا اس کی ضمیر لے آئیں گے۔

وأما إذا كان الفعلان من أفعال القلوب الخ: اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو اس صورت میں فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہے؛ جیسے: **حسبني و حسبتهما الزيدان منطلقا** میں دونوں فعل "**منطلقا**" کو اپنا مفعول ثانی بنانا چاہتے ہیں، آپ نے کوفیین کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دلایا اور "**منطلقا**" کو اس کا مفعول ثانی بنا دیا، تو اب ضروری ہے کہ آپ فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کریں اور اس طرح کہیں: **حسبني و حسبتهما منطلقين الزيدان منطلقا**[1]

---

[1] ترکیب: **حسب** فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر...... مفعول بہ اول، **الزيدان** فاعل، **منطلقا** شبہ جملہ مفعول بہ ثانی، **حسب** فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، **حسب** فعل، تُ ضمیر...... فاعل، **هما** ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اول، **منطلقين** شبہ جملہ مفعول بہ ثانی، **حسب** فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

– وأظهرت المفعول في الثاني. فإن حذفت "منطلقين"، وقلت: "حسبني وحسبتهما الزيدان منطلقا"؛ يلزم الاقتصار على أحد المفعولين في أفعال القلوب؛ وهو غير جائز.

وإن أضمرت، فلا يخلو من: أن تضمر مفردا، وتقول: "حسبني و حسبتهما إياه الزيدان منطلقا"، وحينئذ لا يكون المفعول الثاني مطابقا للمفعول الأول، وهو: "هما" في قولك "حسبتهما"، ولا يجوز ذلك

ترجمہ: اورظاہر کیا ہے آپ نے مفعول کو دوسرے فعل میں، پس اگر آپ حذف کردیں "منطلقین" کو اور کہیں: "حسبنی وحسبتهما الزيدان منطلقا" تو لازم آئے گا افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا، اور یہ جائز نہیں ہے۔

اور اگر آپ ضمیر لائیں تو یہ خالی نہیں ہوگا اس بات سے کہ یا تو ضمیر لائیں گے آپ مفرد کی اور کہیں گے: "حسبنی وحسبتهما إياه الزيدان منطلقا"، اس وقت مفعول ثانی مفعول اول کے مطابق نہیں رہے گا، اور وہ "هما" ہے آپ کے قول حسبتهما میں، اور یہ جائز نہیں۔

اس لئے کہ قطع تنازع کی تین صورتیں ہیں: (۱) ذکر مفعول (۲) حذف مفعول (۳) اضمار مفعول۔ دوسری اور تیسری صورت کو یہاں اختیار نہیں کیا جا سکتا؛ اس لئے کہ اگر فعل ثانی کے دوسرے مفعول کو حذف کریں گے تو افعال قلوب میں ایک مفعول پر اکتفاء کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر فعل ثانی میں دوسرے مفعول کی ضمیر لائیں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو واحد کی ضمیر لائیں گے یا تثنیہ کی، اگر واحد کی ضمیر لائیں اور کہیں: حسبني وحسبتهما اياه الزيدان منطلقا، تو اس صورت میں حسبت فعل کے دونوں مفعولوں میں مطابقت نہیں رہے گی، مفعول اول هما ضمیر تثنیہ ہے اور مفعول ثانی إياه واحد ہے، حالاں کہ مطابقت ضروری ہے؛ اس لئے کہ افعال قلوب مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں؛ لہٰذا واحد کی ضمیر نہیں لا سکتے۔

اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائیں اور کہیں: حسبني وحسبتهما إيا هما الزيدان منطلقا. تو اس صورت میں حسبت فعل کے دونوں مفعولوں میں تو مطابقت ہو جائے گی؛ لیکن ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی، اس لئے کہ إياهما ضمیر تثنیہ ہے اور مرجع منطلقا واحد ہے، حالاں کہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا تثنیہ کی ضمیر بھی نہیں لا سکتے۔

پس جب حذفِ مفعول اور اضمار مفعول دونوں ناجائز ہیں تو لامحالہ پہلی صورت کو اختیار کیا جائے گا اور

أو أن تضمر مثنى، وتقول: "حسبنى وحسبتهما إياهما الزيدان منطلقا" و حينئذ يلزم عود الضمير المثنى إلى اللفظ المفرد- وهو "منطلقا" الذى وقع فيه التنازع- وهذا أيضا لايجوز، وإذا لم يجز الحذف والإضمار- كما عرفت-؛ وجب الإظهار.

فصل: مفعول مالم يسم فاعله: وهو: كل مفعول حذف فاعله وأقيم هو

ترجمہ: یا آپ ضمیر لائیں گے تثنیہ کی اور کہیں گے: "**حسبنى وحسبتهما إياهما الزيدان منطلقا**" اوراس وقت لازم آئے گا تثنیہ کی ضمیر کا لوٹنا لفظ مفرد کی طرف اور وہ "**منطلقا**" ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے، اور یہ بھی جائز نہیں ہے، اور جب جائز نہیں ہے حذف کرنا اور ضمیر لانا، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں تو واجب ہے مفعول کو ظاہر کرنا۔

یہ دوسری فصل ہے: مفعول مالم یسم فاعلہ: اور وہ ہر ایسا مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس کو فاعل کی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔

فعل ثانی کے مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔

نوٹ: واضح رہے کہ یہاں فعل اول "**حسبنى**" اور فعل ثانی "**حسبتهما**" بجہت عموم ایسے مفعول ثانی کو چاہتے ہیں جو صفت انطلاق کے ساتھ متصف ہو، اس سے قطع نظر کہ وہ واحد ہو یا تثنیہ، چوں کہ "**منطلقًا**" صفت انطلاق سے متصف ذات پر دلالت کرتا ہے، اس لئے وہ دونوں فعلوں کا مفعول ثانی بن سکتا ہے، اس کا واحد ہونا تنازع فعلان کے لئے مضر نہیں۔

فصل: مفعول مالم يسم فاعله الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی دوسری قسم مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان فرمارہے ہیں:

مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف: مفعول مالم یسم فاعلہ: ہر ایسا مفعول ہے جسے فاعل کو حذف کر کے فاعل کی جگہ رکھ دیا گیا ہو؛ جیسے: ضُرِبَ زَيْدٌ میں زید۔ اس کا دوسرا نام نائب فاعل ہے۔ فعل کے واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث لانے میں مفعول مالم یسم فاعلہ کا حکم وہی ہے جو فاعل کا ہے۔

یعنی اگر نائب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل مجہول کو ہمیشہ واحد لایا جائے گا، (خواہ نائب فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع) جیسے: ضُرِب زيدٌ، ضُرِبَ الزيدانِ، ضُرِبَ الزيدون۔ اور اگر نائب فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل مجہول کو نائب فاعل کے مطابق واحد کے لئے واحد، تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع لایا جائے گا؛ جیسے: زيدٌ ضُرِبَ، الزيدان ضُربا، الزيدون ضُربوا.

مقامه؛ نحو ضرب زيد. وحكمه في توحيد فعله وتثنيته وجمعه؛ وتذكيره وتأنيثه على قياس ما عرفت في الفاعل.

فصل: المبتدأ والخبر هما: اسمان مجردان عن العوامل اللفظية، أحدهما مسندإليه، ويسمى المبتدأ، والثاني مسند به، ويسمى الخبر؛ نحو: زيد قائم. والعامل فيهما معنوی، وهو الابتداء.

ترجمہ: جیسے: ضُرِبَ زیدٌ (زید مارا گیا)۔ اور اس کا حکم فعل کے واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث لانے میں اسی طرز پر ہے جس کو آپ جان چکے ہیں فاعل (کی بحث) میں۔

یہ تیسری اور چوتھی فصل ہے: مبتدا اور خبر: وہ دونوں ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں، ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا مبتدا؛ اور دوسرا مسند ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ** (زید کھڑا ہے)۔ اور عامل ان دونوں میں معنوی ہوتا ہے اور وہ ابتداء ہے۔

اگر نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی انسانوں میں سے ہو اور فعل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، یا نائب فاعل مؤنث کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل مجہول کو مؤنث لانا واجب ہے؛ جیسے: **ضُرِبَتْ هندٌ، هندٌ ضُرِبَتْ**

اور اگر نائب فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن درمیان میں ''اِلاّ'' کے علاوہ کسی چیز کا فصل ہو، یا اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو، یا اسم ظاہر جمع تکسیر، یا جمع مؤنث سالم ہو، یا کوئی ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مؤنث ہو تو ان پانچوں صورتوں میں فعل مجہول کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔

اور اگر نائب فاعل مذکر یا ایسی جمع مذکر سالم ہو جس کا واحد مذکر ہو، یا اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو؛ لیکن فعل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان ''إلاّ'' کا فصل ہو تو ان تینوں صورتوں میں فعل مجہول کو مذکر لانا واجب ہے۔

فصل: المبتداء والخبر الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی تیسری اور چوتھی قسم مبتدا اور خبر کو بیان فرما رہے ہیں۔

مبتدا اور خبر کی تعریف: مبتدا: وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو۔

خبر: وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند ہو؛ جیسے: **زید قائم** میں زید مبتدا اور **قائم** خبر ہے۔

مبتدا اور خبر میں ابتداء عامل معنوی ہوتا ہے جو ان دونوں کو رفع دیتا ہے۔ یہاں دو مذہب اور ہیں: (۱) مبتدا میں ابتداء عامل ہوتا ہے اور خبر میں مبتدا عامل ہوتا ہے (۲) مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہوتا ہے۔

وأصل المبتدأ: أن يكون معرفة، وأصل الخبر: أن يكون نكرة. والنكرة إذا وصفت؛ جاز أن تقع مبتدأ؛ نحو قوله تعالى: ولعبد مؤمن خير من مشرك.

ترجمہ: اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو، اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ اور نکرہ جب اس کی صفت لے آئی جائے تو جائز ہے اس کا مبتدا واقع ہونا؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولعبد مؤمن خير من مشرك** (یقیناً مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے)۔

وأصل المبتدأ أن يكون معرفة الخ: یہاں سے مصنف مبتدا اور خبر کے احکام بیان فرمارہے ہیں فرماتے ہیں کہ مبتدا میں اصل معرفہ ہونا ہے؛ اس لئے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے (یعنی اس پر حکم لگایا جاتا ہے) اور حکم اس پر لگایا جاتا ہے جو معلوم اور متعین ہو۔ اور خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے؛ اس لئے کہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ کا متعین ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ محکوم بہ بننے کے لئے نکرہ ہونا کافی ہے۔

والنكرة إذا وصفت جاز أن تقع مبتدأ الخ: یہاں سے مصنف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ اصل یہی ہے کہ مبتدا معرفہ ہو؛ لیکن اگر نکرہ میں تخصیص کے طریقوں میں سے کسی طریقے کے ذریعہ تخصیص کرلی جائے (یعنی نکرہ میں جو اشتراک ہوتا ہے اس کو کم کردیا جائے) تو اس وقت نکرہ کا بھی مبتدا واقع ہونا جائز ہے؛ اس لئے کہ اشتراک کم ہونے کے بعد نکرہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس کے اندر معرفہ کی طرح محکوم علیہ بننے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے؛ لہٰذا جس طرح معرفہ کا مبتدا بننا صحیح ہے، تخصیص کے بعد اس کا بھی مبتدا بننا صحیح ہوجاتا ہے۔ تخصیص کے متعدد طریقے ہیں، جن میں سے مصنف نے یہاں چھ طریقے بیان کئے ہیں:

(۱) کبھی نکرہ کی صفت لاکر اس میں تخصیص کرلی جاتی ہے، خواہ وہ صفت مذکور ہو؛ جیسے: "**وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ**"،[۱] (البقرۃ/۲۲۱) (یقیناً مؤمن بندہ مشرک سے بہتر ہے)، اس مثال میں **عبد** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ اس کی صفت "**مومن**" لاکر اس میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

یا وہ صفت مقدر ہو، جیسے: **السمن منوان بدرهم** (گھی کے دو من ایک درہم میں ہیں)، اس مثال میں

---

[۱] ترکیب: **لام** برائے ابتداء، **عبد** موصوف، **مؤمن** اسم فاعل، **ھو** ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مبتدا، **خیر** بمعنیٰ أخیر اسم تفضیل، **ھو** ضمیر مستتر فاعل، **من** حرف جر، **مشرک** مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو، اسم تفضیل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وكذا إذا تخصصت بوجه آخر؛ نحو: أرجل في الدار أم إمرأة، وما أحد خير منک، وشر أهر ذاناب، وفي الدار رجل، وسلام عليک.

ترجمہ: اور اسی طرح جائز ہے نکرہ کا مبتداء واقع ہونا اس وقت جب کہ اس میں تخصیص کرلی جائے کسی دوسرے طریقے سے، جیسے: **أَرجُلٌ في الدَّارِ أم اِمرأة،** (گھر میں مرد ہے یا عورت)، **مَا أحدٌ خيرٌ منک،** (کوئی تجھ سے بہتر نہیں ہے)، **شَرٌّ أَهَرَّ ذاناَبٍ** (بڑے شر نے بھونکایا کتے کو)، **في الدَّارِ رَجُلٌ،** (گھر میں مرد ہے)، **سَلامٌ عَلَيْکَ** (سلامتی ہو آپ پر)۔

منوان نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ اس کی صفت "ثابتان منه" لا کر اس میں تخصیص کرلی گئی ہے، جو یہاں مقدر ہے۔

(۲) کبھی متکلم کو غیر متعین طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لئے خبر کے ثابت ہونے کا علم ہوتا ہے، اس کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے، جیسے: أرجل في الدار ام أمرأة؟[1] (گھر میں مرد ہے یا عورت؟) اس مثال میں "رجل"، معطوف علیہ امرأة معطوف سے مل کر، نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ متکلم کو غیر متعین طور پر مرد اور عورت میں سے ایک کا گھر میں ہونا معلوم ہے، (کیوں کہ اس میں ہمزہ اور أم متصلہ کے ذریعہ سوال کیا گیا ہے، اور ہمزہ اور أم متصلہ کے ذریعہ اسی وقت سوال کیا جاتا ہے جب کہ متکلم کو لاعلی التعیین دو چیزوں میں سے ایک کے لئے خبر کے ثابت ہونے کا علم ہو)، اس کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

(۳) کبھی نکرہ کو نفی کے تحت لا کر اس میں تخصیص کرلی جاتی ہے؛ اس لئے کہ نکرہ کو نفی کے تحت لانے سے نکرہ میں عموم پیدا ہو جاتا ہے اور عموم ابہام کو ختم کر دیتا ہے؛ جیسے: "ما أحد خير منک"[2] (کوئی تجھ سے بہتر نہیں ہے)، یہاں أحد نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ اس کو نفی کے تحت لا کر اس میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

(۴) کبھی نکرہ پر تنوین تعظیم لا کر اس میں تخصیص کرلی جاتی ہے، جیسے: "شرأ هرَّ ذاناب"[3] (بڑے

---

[1] همزه حرف استفہام، رجل معطوف علیہ، أم حرف عطف، امرأة معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، في حرف جر، الدار مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف، هو ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

[2] ما حرف نفی، أحد مبتدا، خير منک مذکورہ طریقہ کے مطابق ترکیب کرنے کے بعد خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[3] شر موصوف، عظيم شبہ جملہ صفت محذوف، موصوف صفتِ محذوف سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مبتدا، أهر فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، ذا مضاف، ناب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

شر نے بھونکایا کتے کو)۔

اس مثال میں **شر** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ تنوین تعظیم لاکر اس میں تخصیص کرلی گئی ہے، یہ **شر عظیم أھر ذاناب** کے معنی میں ہے۔ گویا صفت مقدر ہے اور صفت اسم کو خاص کردیتی ہے۔

(۵) کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کرکے تخصیص کرلی جاتی ہے، جیسے: **فی الدار رجل**[1]، اس مثال میں **رجل** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ خبر کو مبتدا پر مقدم کرکے اس میں تخصیص کرلی گئی ہے؛ اس لئے کہ جب **فی الدار** کہا گیا تو معلوم ہوگیا کہ اس کے بعد مبتدا کوئی ایسی چیز ذکر کی جائے گی جو گھر میں آسکتی ہو؛ جیسا کہ مثال کے طور پر **رجل** ہے، **فیل** (ہاتھی) یا **قطار** (ٹرین) نہیں کہا جاسکتا؛ اس لئے کہ یہ گھر میں نہیں آسکتے۔

(۶) کبھی نکرہ کی متکلم کی طرف نسبت کرکے اس میں تخصیص کرلی جاتی ہے، جیسے: **سلام علیک**[2]، اس مثال میں **سلام** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ اس کی نسبت متکلم کی طرف ہے؛ کیوں کہ اس کی اصل: **سَلَّمْتُ سَلامًا علیْک** ہے، **سلاما** مفعول مطلق کے فعل: **سلمت** کو حذف کردیا، **سلامًا علیک** رہ گیا، اس کے بعد دوام واستمرار کے معنی پیدا کرنے کے لئے جملہ فعلیہ کو جملہ اسمیہ سے بدل دیا، **سلامٌ علیک** ہوگیا، تو گویا اس کی اصل: **سلامٌ مِن قِبَلِی عَلیْک** ہے، متکلم کی طرف نسبت کرکے **سلام** نکرہ میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

فائدہ: مذکورہ چھ طریقوں کے علاوہ کبھی:

(۱) ایک نکرہ کی اضافت دوسرے نکرہ کی طرف کرکے نکرہ میں تخصیص کرلی جاتی ہے؛ جیسے: **غلامُ رجلٍ خیرٌ من غلامِ امرأۃٍ**. اس مثال میں **غلام** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ نکرہ کی طرف اضافت کرکے اس میں تخصیص کرلی گئی ہے۔

(۲) کبھی نکرہ میں معنئ اضافت پائے جانے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوجاتی ہے، جیسے: **ضربٌ لزیدٍ خیرٌ من ضربٍ لعَمْرٍ**، اس مثال میں **ضربٌ** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ اس

---

[1] ترکیب: **فی** حرف جر، **الدار** مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر، **ثابت** اسم فاعل محذوف، **ھو** ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، **رجل** مبتداء مؤخر مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] ترکیب: **سلام** مبتداء، **علی** حرف جر **کاف** ضمیر مجرور متصل مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر، **ثابت** اسم فاعل محذوف، **ھو** ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وإن كان أحد الاسمين معرفة، والآخر نكرة؛ فاجعل المعرفة مبتدأ، والنكرة خبرا ألبتة، كما مر. وإن كانا معرفتين؛ فاجعل أيهما شئت مبتدأ، والآخر خبرا؛ نحو: الله إلهنا، ومحمدنبينا، وآدم أبونا.

ترجمہ: اوراگر دواسموں میں سے ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہوتو آپ بنائیں معرفہ کومبتدااور نکرہ کوخبر؛ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اوراگر دونوں معرفہ ہوں تو آپ بنائیں جس کو چاہیں مبتدااور دوسرے کوخبر، جیسے: اللّٰہُ إلٰهُنَا (اللہ ہمارا معبود ہے)، محمدٌ نَبِيُّنا (محمد ہمارے نبی ہیں) اور آدم أبونا (آدم ہمارے باپ ہیں)۔

میں معنیٰ اضافت پائے جانے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے؛ اس لئے کہ یہ ضربُ زیدٍ خیرٌ من ضربِ عمرٍ کے معنیٰ میں ہے۔

(۳) کبھی نکرہ کے مشابہ مضاف ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوجاتی ہے؛ جیسے: عشرون درهمًا في كِيسِك۔ اس مثال میں عشرون نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ یہ مشابہ مضاف ہے، مشابہ مضاف ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

فائدہ: نکرہ کو مبتدا بنانے کے لئے اس میں مذکورہ طرقِ تخصیص میں سے کسی طریقے کے ذریعہ تخصیص کا واجب ہونا جمہور نحاۃ کا مذہب ہے، ابن برہان اور دیگر محققین کا مذہب اس کے خلاف ہے، ان کے نزدیک مبتدا خبر کی ترکیب سے اصل مقصود حصولِ فائدہ ہے، پس اگر بغیر تخصیص کے کسی نکرہ کو مبتدا بنا کر مخاطب کو فائدہ حاصل ہوتا ہو تو اس نکرہ کو مبتدا بنانا درست ہے، تخصیص کرنے کی ضرورت نہیں؛ جیسے: كوكب انقضّ الساعةَ میں کوکب نکرہ ہونے کے باوجود بغیر تخصیص کے مبتدا واقع ہورہا ہے؛ اس لئے کہ مخاطب کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

وإن كان أحد الإسمين معرفة الخ: یہاں سے مصنف ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں، وہ یہ کہ اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ، تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنایا جائے گا؛ جیسے: زيد قائمٌ میں زید معرفہ ہے اور قائم نکرہ؛ لہٰذا زید کو مبتدا اور قائم کو خبر بنائیں گے۔

وإن كانا معرفتين فاجعل أيهما الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا قاعدہ بیان فرمارہے ہیں، وہ یہ کہ اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو ان میں سے جس کو چاہیں مبتدا اور جس کو چاہیں خبر بنا سکتے ہیں، البتہ جس کو مبتدا بنائیں گے اس کو مقدم کرنا ضروری ہے، تاکہ مبتدا اور خبر میں التباس نہ ہو؛ جیسے: الله إلهنا[1]، محمد نبينا،

---

[1] اَللّٰہ مبتداء، إلٰہ مضاف، نَا ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرز پر محمد نبینا اور آدم أبونا کی ترکیب کرلی جائے۔

وقد يكون الخبر جملة: اسمية؛ نحو زيد أبوه قائم. أو فعلية؛ نحو: زيد قام أبوه. أو شرطية؛ نحو: زيد إن جاء نی فأكرمته.

ترجمہ: اور کبھی خبر جملہ ہوتی ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: زيدٌ أبوه قائمٌ (زید اس کا باپ کھڑا ہے)۔ یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: زيدٌ قام أبوه (زید اس کا باپ کھڑا ہوا)۔ یا جملہ شرطیہ ہو، جیسے: زيد إن جاء نی فأكرمتُه (زید اگر میرے پاس آیا تو میں اس کا اکرام کروں گا)۔

اور آدم أبونا. ان تینوں مثالوں میں دونوں اسم معرفہ ہیں، لہٰذا ان میں سے آپ جس کو چاہیں مبتدا اور جس کو چاہیں خبر بنا سکتے ہیں، البتہ جس کو مبتدا بنائیں گے اس کو مقدم کرنا ضروری ہوگا۔

فائدہ: اگر دونوں اسم معرفہ ہوں، اور کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے ان میں سے ایک کا مبتدا اور دوسرے کا خبر ہونا متعین ہو جائے تو اس صورت میں چوں کہ التباس کا خوف نہیں ہے، اس لئے مبتدا کو مؤخر کرنا جائز ہے، جیسے: بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنا، اس مثال میں بنو أبنا ئنا مبتدا مؤخر اور بنونا خبر مقدم ہے، چوں کہ یہاں قرینہ معنویہ متعینہ طور پر بنو أبنا ئنا کے مبتدا اور بنونا کے خبر ہونے پر دلالت کر رہا ہے، اس لئے مبتدا کو مؤخر کیا گیا ہے، اور قرینہ معنویہ یہ ہے کہ بیٹوں کے بیٹوں (یعنی پوتوں) کو بیٹوں کے درجہ میں اتار کر بیٹا کہہ دیا جاتا ہے، اپنے بیٹوں کو، بیٹوں کے بیٹوں (یعنی پوتوں) کے درجہ میں اتار کر بیٹوں کا بیٹا نہیں کہا جاتا۔

وقد يكون الخبر جملة الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو، مرکب تام یعنی جملہ نہ ہو؛ لیکن کبھی خلافِ اصل خبر جملہ بھی ہوتی ہے، خبر کے جملہ ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) خبر جملہ اسمیہ ہو، جیسے: زيد أبوه قائم[1] میں زید مبتدا اور أبوه قائم جملہ اسمیہ خبر ہے۔

(۲) خبر جملہ فعلیہ ہو، جیسے: زيد قام أبوه[2] میں زید مبتدا اور قام أبوه جملہ فعلیہ خبر ہے۔

(۳) خبر جملہ شرطیہ ہو، جیسے: زيد إن جاء نی فأكرمته[3] میں زید مبتدا اور إن جاء نی فاكرمته جملہ شرطیہ خبر ہے۔

---

[1] ترکیب: زيد مبتدا، أبوه قائم جملہ اسمیہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] ترکیب: زيد مبتدا، قام أبوه جملہ فعلیہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[3] ترکیب: زيد مبتدا، إن حرف شرط، جاء فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، نون قایہ، یا ضمیر متستر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، فا جزائیہ، أكرم فعل، تُ ضمیر فاعل، ها ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

أو ظرفية؛ نحو: زيد خلفک، وعمرو في الدار. والظرف متعلق بجملة عند الأكثر، وهي: استقر مثلا؛ تقول: زيد في الدار، تقديره: زيد استقر في الدار. ولابد في الجملة من ضمير يعود إلى المبتدا؛ ک: "الهاء" في مامر،

ترجمہ: یا جملہ ظرفیہ ہو، جیسے: زید خلفک (زید تیرے پیچھے ہے) اور عمرو في الدار (عمر گھر میں ہے)۔ اور ظرف جملہ کے متعلق ہوتا ہے اکثر نحاۃ کے نزدیک، اور وہ مثلاً استقرَّ ہے، آپ کہیں گے: زید في الدار، اس کی اصل زید استقر في الدار ہے۔ اور ضروری ہے جملہ میں ایک ضمیر کا ہونا جو مبتدا کی طرف لوٹے؛ جیسے: ہاء ان مثالوں میں جو گذر چکی ہیں۔

ان کے علاوہ ایک چوتھی صورت اور ہے جس میں خبر بعض کے نزدیک جملہ ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک مفرد، اور وہ یہ ہے کہ خبر ظرف ہو (خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان) یا جار مجرور ہو، جیسے: **زید خلفک**[1] اور **عمرو في الدار** (پہلی مثال میں **خلفک** ظرف اور دوسری مثال میں **في الدار** جار مجرور خبر ہے)، ان دونوں مثالوں میں خبر بصریین کے نزدیک جملہ ہے، اور کوفیین کے نزدیک مفرد ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ ظرف اور جار مجرور کے **متعلَّق** کے سلسلے میں بصریین اور کوفیین کے درمیان اختلاف ہے۔ بصریین کے نزدیک چوں کہ عمل میں فعل کے اصل ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے، ظرف اور جار مجرور کا متعلق فعل ہوتا ہے؛ اس لئے ان کے نزدیک اس طرح کی مثالوں میں خبر جملہ ہوتی ہے، چناں چہ ان کے نزدیک: **زید خلفک** کی اصل: **زید استقر خلفک** اور **عمرو في الدار** کی اصل: **عمرو استقر في الدار** ہے۔

اور کوفیین کے نزدیک چوں کہ خبر میں اصل مفرد ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے ظرف اور جار مجرور کا متعلَّق مفرد (یعنی اسم فاعل وغیرہ) ہوتا ہے، اس لئے ان کے نزدیک اس طرح کی مثالوں میں خبر مفرد ہوتی ہے، چناں چہ ان کے نزدیک مذکورہ مثالوں کی اصل: **زید ثابت خلفک** اور **عمرو ثابت في الدار** ہے۔

چوں کہ مصنف کا رجحان بصریین کی طرف ہے، اس لئے فرماتے ہیں کہ "ظرف" اکثر نحاۃ کے نزدیک جملہ یعنی فعل سے متعلق ہوتا ہے، اور وہ مثلاً "استقرّ" ہے، چناں چہ: **زید في الدار** کی اصل: **زید استقر في الدار** ہے"۔

ولا بد في الجملة الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر خبر جملہ ہو تو جملہ میں ایک رابط کا ہونا ضروری ہے۔

---

[1] ترکیب: زید مبتدا، خلفک مرکب اضافی ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ویجوز حذفه عند وجود قرینة، نحو: السمن منوان بدرهم، والبر الکر بستین درهما.

ترجمہ: اور جائز ہے اس کو حذف کرنا کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، جیسے: **السَّمْنُ مَنْوانِ بِدِرْهمٍ** (دومن گھی کے ایک درہم میں ہیں)، اور **البُرُّ الکُرُّ بِسِتِّینَ دِرْهَمًا** (گیہوں کی بوری ساٹھ درہم میں ہے)۔

یہ رابطہ کبھی تو ضمیر کی شکل میں ہوتا ہے، جیسے: مذکورہ مثالوں: **زید أبوه قائم، زید قام أبوه** اور **زید إن جاء نی فأکرمته** میں ہاء ضمیر رابطہ ہے جو زید مبتدا کی طرف راجع ہے۔

کبھی اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھنے کی شکل میں ہوتا ہے، جیسے: **القارعة ما القارعة** میں **ما القارعة** جملہ اسمیہ خبر ہے، اور اس میں **القارعة** اسم ظاہر کو ہی ضمیر کی جگہ رکھ دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ اس کی اصل **القارعة ماهی** ہے۔

کبھی رابطہ الف لام کی شکل میں ہوتا ہے، جیسے: **نعم الرجل زید** میں **نعم الرجل** جملہ فعلیہ خبر ہے اور اس میں **الرجل** پر الف لام رابطہ ہے، یہ الف لام عہد خارجی ہے؛ اس لئے کہ **الرجل** سے مراد زید ہے۔

اور کبھی رابطہ تفسیر کی شکل میں ہوتا ہے، یعنی جو جملہ خبر واقع ہوتا ہے وہ مبتدا کی تفسیر ہوتا ہے، جیسے: **قل هو الله احد** میں **الله احد** جملہ اسمیہ خبر ہے جو مبتداء "**هو**" کی تفسیر ہے۔

ویجوز حذف الخ: یہاں سے مصنف اس رابطہ کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کہ اگر رابطہ ضمیر ہو تو کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت اس کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: **السمن منوان بدرهم**[1] میں **منوان بدرهم** اور **البر الکر بستین درهما** میں **الکر بستین درهما** جملہ اسمیہ خبر ہے، اور دونوں سے "**منه**" رابطہ کو قرینہ مقالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: **السمن منوان منه بدرهم، البر الکر منه بستین درهما**. قرینہ مقالیہ دونوں مثالوں میں مبتدا اول ہے جو اس رابطہ کے حذف پر دلالت کر رہا ہے۔

فائدہ: مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر رابطہ ضمیر ہو (خواہ وہ ضمیر مرفوع ہو، یا منصوب یا مجرور) جہاں بھی قرینہ پایا جائے گا علی الاطلاق اس کو حذف کرنا جائز ہوگا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہ

---

[1] ترکیب: **السمن** مبتداء اول، **منوان** موصوف، **منه** جار مجرور محذوف ظرف مستقر، **ثابتان** اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مبتداء ثانی، **بدرهم** جار مجرور ظرف مستقر، **ثابتان** اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر خبر، مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتداء اول کی خبر، مبتداء اول اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح "**البر الکر بستین درهما**" کی ترکیب کر لی جائے۔

وقد يتقدم الخبر على المبتدأ ؛ نحو : في الدار زيد. ويجوز للمبتدأ الواحد أخبار كثيرة؛ نحو : زيد عالم، فاضل، عاقل.

واعلم أن لهم قسما آخر من المبتدأ ليس مسندا إليه. وهو : صفة وقعت :

ترجمہ: اور کبھی خبر مبتدا پر مقدم ہوتی ہے، جیسے: **فِي الدَّارِ زيدٌ** (گھر میں زید ہے)۔ اور جائز ہے ایک مبتدا کے لئے بہت سی خبروں کا ہونا، جیسے: **زيدٌ عالمٌ، فاضلٌ، عاقلٌ.** (زید عالم، فاضل اور عاقل ہے)۔
اور جان لیجئے کہ نحویین کے یہاں مبتداء کی ایک دوسری قسم ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی۔ اور وہ ایسا صیغۂ صفت ہے

صرف اس صورت میں ہے جب کہ وہ ضمیر "مــن" حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو، جیسا کہ مذکورہ دونوں مثالوں میں ہے؛ اس لئے کہ ضمیر مرفوع میں تو حذف کرنا جائز ہی نہیں ہے، جہاں تک ضمیر منصوب یا اس ضمیر مجرور کا تعلق ہے جو "مــن" کے علاوہ کسی دوسرے حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو تو اس کو حذف کرنے کا دارومدار قرینے کے پائے جانے پر نہیں؛ بلکہ سماع پر ہے، یعنی اس کو حذف کرنا سماعی ہے قیاسی نہیں۔

واعلم أن لهم قسما آخر من المبتداء الخ: نحویوں کے نزدیک مبتداء کی ایک دوسری قسم ہے جو مسند ہوتی ہے، مسند الیہ نہیں ہوتی، یہاں سے مصنف اسی کو بیان فرمارہے ہیں:

مبتدا کی قسم دوم کی تعریف: مبتدا کی قسم دوم: وہ صیغۂ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور کسی اسم ظاہر یا قائم مقام اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو، جیسے: **ماقائم زيد**[1] اور **أقائم زيد**[2] میں **قــائم** مبتدا کی قسم دوم ہے؛ اس لئے کہ یہ ایسا صیغۂ صفت ہے جو پہلی مثال میں حرف نفی کے بعد اور دوسری مثال میں حرف استفہام کے بعد واقع ہے اور زید اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہے۔

فائدہ: یہاں صیغۂ صفت سے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبّہ، اسم تفضیل اور وہ اسم مراد ہے جو صیغۂ صفت کے قائم مقام ہو؛ جیسے: اسم منسوب، "ذُوْ" بمعنی صاحب اور اسم مصغّر۔ (النحو الوافی ۱/۴۰۹)

خلاصہ یہ ہے کہ مبتدا کی قسم دوم کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) صیغۂ صفت حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو۔ (۲) وہ صیغۂ صفت کسی اسم ظاہر یا قائم مقام

---

[1] **ترکیب:** ما حرف نفی، قائم اسم فاعل مبتدا کی قسم دوم، زید خبر قائم مقام فاعل، مبتدا کی قسم دوم، خبر قائم مقام فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] **ترکیب:** همزہ حرف استفہام، قائم اسم فاعل مبتدا کی قسم دوم، زید خبر قائم مقام فاعل، مبتدا کی قسم دوم، خبر قائم مقام فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

بعد حرف النفي؛ نحو: ماقائم زيد. أو بعدحرف الاستفهام؛ نحو: أقائم زيد. بشرط أن ترفع تلك الصفة اسما ظاهرا؛ نحو: ماقائم الزيدان، وأقائم الزيدان؛ بخلاف: ماقائمان الزيدان.

فصل: خبر "إن" وأخواتها: وهي: أن، وكأن، ولكن، وليت، ولعل. فهذه الحروف تدخل على المبتدأ والخبر،

ترجمہ: جوحرف نفی کے بعدواقع ہو، جیسے: **ما قائمٌ زيدٌ** (زید کھڑانہیں ہے)، یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو، جیسے: **أقائمٌ زيدٌ** (کیازید کھڑاہے)، اس شرط کے ساتھ کہ رفع دے رہا ہووہ صیغۂ صفت کسی اسم ظاہرکو، جیسے: **ماقائمٌ الزَيْدانِ** (دوزید کھڑے نہیں ہیں)، **أقَائمٌ الزَيْدَانِ** (کیادوزید کھڑے ہیں)، برخلاف: **ماقَائِمَان الزَّيْدَانِ** کے۔

یہ پانچویں فصل ہے: إن اوراس کے نظائر کی خبر، اوروہ (یعنی "إنّ" کے نظائر) أنَّ، كَأَنَّ، لكِنَّ، لَيْتَ اور لَعَلَّ ہیں۔ اور یہ حروف مبتدااورخبر پرداخل ہوتے ہیں،

اسم ظاہرکورفع دے رہا ہو۔ اسم ظاہرکورفع دینے کی مثال پیچھے گذرچکی۔ قائم مقام اسم ظاہرکورفع دینے کی مثال: جیسے: **أراغب أنت عن الهتي يا إبراهيم،** اس مثال میں **أنت** قائم اسم ظاہر ہے جس کوراغب صیغۂ صفت رفع دے رہا ہے۔ اگران دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی توصیغۂ صفت مبتدا کی قسم دوم نہیں بنے گا؛ بلکہ خبرمقدم ہوگا۔ چناں چہ: **قائم زيد** میں قائم صیغۂ صفت خبرمقدم ہے، مبتدا کی قسم دوم نہیں ہے، پہلی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے، اس لئے کہ یہ حرف نفی یاحرف استفہام کے بعدواقع نہیں ہے۔

اور **ما قائمان الزيدان** میں **قائمان** صیغۂ صفت (باوجودیکہ اس سے پہلے حرف نفی ہے) خبرمقدم ہے مبتدا کی قسم دوم نہیں ہے، دوسری شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے؛ اس لئے کہ یہ **الزيدان** اسم ظاہرکورفع نہیں دے رہا ہے؛ کیوں کہ اگر یہ **الزيدان** اسم ظاہرکورفع دیتا تو یہ واحد ہوتا، تثنیہ نہ ہوتا؛ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اگرفعل یاشبہ فعل کافاعل اسم ظاہرہوتوفعل یاشبہ فعل کوہمیشہ واحدلایا جاتا ہے۔

فصل: خبر إن واخواتها الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات میں سے پانچویں مرفوع: إنّ اوراس کے نظائر کی خبرکوبیان فرمارہے ہیں۔

إنّ کے نظائر یہ ہیں: **أنّ، كأنّ، لكن، ليت، لعل،** یہ چھ حروف ہیں، جوحروف مشبہ بالفعل کہلاتے

فتنصب المبتدأ، ويسمى اسم "إن"، وترفع الخبر ويسمى خبر "إن". فـ "خبر إن" هو: المسند بعد دخولها؛ نحو: إن زيدا قائم.

ترجمہ: پس مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور نام رکھا جاتا ہے اس کا إنّ کا اسم، اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور نام رکھا جاتا ہے اس کا إنّ کی خبر۔ پس إنّ (اور اس کے نظائر کی خبر) وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: **إن زيدًا قائمٌ** (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

ہیں، یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو اِن کا اسم اور خبر کو اِن کی خبر کہتے ہیں، جیسے: **إنَّ زيدًا قائمٌ**[1] میں زید إنَّ کا اسم ہے اور قائم اس کی خبر۔

فخبر إن هو المسند الخ: إنَّ اور اس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو ان حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: مذکورہ مثال میں قائم "إنّ" کی خبر ہے؛ اس لئے کہ وہ "إنَّ" کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

داخل ہونے سے مراد یہاں ان حروف کا مبتدا اور خبر میں لفظا یا معنی اثر کرنا ہے۔ پس اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ إنَّ اور اس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو ان حروف میں سے کسی ایک کے اس میں لفظا یا معنی اثر کرنے کی وجہ سے مسند ہو۔ چوں کہ **إن زيدا يقوم أبوه** جیسی مثالوں میں "إنّ" اور اس کے نظائر پورے جملے میں معنی اثر کرتے ہیں، تنہا **يقوم** میں اثر نہیں کرتے؛ اس لئے کہ عوامل کا اثر پورے جملے میں ہوتا ہے، جملے کے اجزاء میں نہیں ہوتا، اس لئے اس طرح کی مثالوں میں پورا جملہ "إن" کی خبر ہوگا، تنہا **يقوم** "إنَّ" کی خبر نہیں ہوگا۔

فوائدِ قیود: جب مصنف نے "**المسند**" کہا تو مبتدا کی خبر، لائے نفی جنس کی خبر، افعال ناقصہ کی خبر، ماولا مشابہ بلیس کی خبر سب "اِنّ" کی خبر کی تعریف میں داخل ہوگئے، جب "**بعد دخولها**" کہا تو یہ سب خارج ہوگئے؛ اس لئے کہ یہ ان حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کی وجہ سے مسند نہیں ہوتے؛ بلکہ مبتدا کی خبر عامل معنوی کی وجہ سے، لاءِ نفی جنس کی خبر لائے نفی جنس کے داخل ہونے کی وجہ سے، افعال ناقصہ کی خبر افعال ناقصہ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کی وجہ سے اور ماولا مشابہ بلیس کی خبر ماولا میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کی وجہ سے مسند ہوتی ہے۔

---

[1] **ترکیب:** إنّ حرف مشبہ بالفعل، زیدا اس کا اسم، قائم شبہ جملہ خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل، اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وحكمه في كونه مفردا، أو جملة، أو معرفة، أو نكرة كحكم خبر المبتدأ. ولا يجوز تقديم أخبارها على أسمائها، إلا إذا كان ظرفا؛ نحو: إن في الدار زيدا؛ لمجال التوسع في الظروف.

ترجمہ: اوراس کاحکم مفرد، جملہ، معرفہ یانکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔ اور جائز نہیں ہے إنّ اوراس کے نظائر کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا؛ مگر اس وقت جب کہ خبر ظرف ہو، جیسے: **إن في الدارِ زيدًا**؛ ظروف میں توسع کی گنجائش ہونے کی وجہ سے۔

وحكمه في كونه مفردا الخ: یہاں سے مصنف ''إنّ'' اوراس کے نظائر کی خبر کے احکام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''إنّ'' اوراس کے نظائر کی خبر کاحکم مفرد، جملہ، معرفہ اورنکرہ ہونے میں وہی ہے جومبتدا کی خبر کا ہے۔ یعنی جس طرح مبتدا کی خبر مفرد، جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ، جملہ ظرفیہ، معرفہ ونکرہ ہوتی ہے اسی طرح ''إنّ'' اوراس کے نظائر کی خبر بھی مفرد، جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ، جملہ ظرفیہ اور معرفہ ونکرہ ہوتی ہے؛ جیسے: **إنّ زيدًا أبوه قائمٌ، إنّ زيدًا قام أبوه، إنّ زيدًا إن جاء ني فأكرمته، إنّ زيدًا في الدار، إن زيدًا لمنطلقٌ.**

البتہ دونوں میں دوطرح کا فرق ہے:

(۱) پہلا فرق یہ ہے کہ مبتدا کی خبر کو (خواہ وہ ظرف ہو یا غیر ظرف) مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے؛ لیکن ''إنّ'' اوراس کے نظائر کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں، البتہ اگر خبر ظرف ہو تو ''إنّ'' اوراس کے نظائر کی خبروں کو بھی ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے؛ جیسے: **إنَّ في الدار زيدًا**.[۱] اس لئے کہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے ظروف میں وسعت اور گنجائش ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ ان اسماء کو جن میں استفہام کے معنی پائے جاتے ہیں مبتدا کی خبر بنانا تو درست ہے؛ لیکن ان کو ''اِنّ'' اوراس کے نظائر کی خبر بنانا درست نہیں، چناں چہ **إنَّ أين زيدًا** نہیں کہہ سکتے، ہاں **أين زيدٌ** کہہ سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

---

[۱] ترکیب: إنّ حرف مشبہ بالفعل، في الدار جار مجرور ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر خبر مقدم، زيدا اسم مؤخر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فصل: اسم "کان" وأخواتها: وهي: صار، وأصبح، وأمسى، وأضحى، وظل، وبات،و راح، وآض، وعاد، وغدا، ومازال، ومابرح، ومافتئ، وما انفك ومادام، وليس.

فهذه الأفعال تدخل أيضا على المبتدأ والخبر، فترفع المبتدأويسمى اسم "كان" وتنصب الخبر، ويسمى خبر كان. فـ"اسم كان"

ترجمہ: یہ چھٹی فصل ہے: "کان "اوراس کے نظائر کا اسم، اوروہ (یعنی کان کے نظائر): صار، أصبح، أمسٰی، أضحٰی، ظلَّ، بات، راح، آض، عاد، غدا، مازال، مابرح، مافتِئَ، ماانفک، مادا مَ اور لیس ہیں۔ یہ افعال بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، پس مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور نام رکھا جاتا ہے اس کا کان کا اسم، اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا کان کی خبر۔ پس کان اوراس کے نظائر کا اسم

فصل: اسم کا ن وأخواتها الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی چھٹی قسم کان اوراس کے نظائر کے اسم کو بیان فرمارہے ہیں:

کان کے نظائر یہ ہیں: صار، أصبح ......ان کو افعال ناقصہ کہا جاتا ہے، یہ بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، مبتدا کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہتے ہیں؛ جیسے: کان زیدٌ قائمًا[1] میں زید کان کا اسم ہے اور قائمًا اس کی خبر ہے۔

فاسم کان هو المسند إليه الخ: کان اوراس کے نظائر کے اسم کی تعریف: یہ ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو ان افعال میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو؛ جیسے: مذکورہ مثال میں زید "کان" کا اسم ہے؛ اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔ دخول سے مراد یہاں بھی ان افعال کا مبتدا اور خبر میں لفظا یا معنی اثر کرنا ہے؛ لہٰذا کان زیدٌ یقومُ أبوہ جیسی مثالوں میں أبوہ (باوجودیکہ بظاہر کان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے) کان کا اسم نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ کان اس میں اثر نہیں کررہا ہے؛ بلکہ پورے جملے: "یقوم أبوہ" میں اثر کررہا ہے۔

ویجوز فی الکل تقدیم الخ: یہاں سے مصنف کان اوراس کے نظائر کے اسم کے احکام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ان افعال کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسے: کان قائمًا زیدٌ.[2] نیز ان

---

[1] ترکیب: کان فعل ناقص، زید اس کا اسم، قائما شبہ جملہ خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] ترکیب: کان فعل ناقص، قائما شبہ جملہ خبر مقدم، زید اسم مؤخر، کان فعل ناقص اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

هو المسند إليه بعد دخولها؛ نحو: كان زيد قائما. ويجوز في الكل تقديم أخبارها: على أسمائها؛ نحو: كان قائما زيد. وعلى نفس الأفعال أيضا في التسعة الأول؛ نحو: قائما كان زيد، ولا يجوز ذلك في مافي أوله "ما" فلايقال: قائما مازال زيد. وفي "ليس" خلاف. وباقي الكلام في هذه الأفعال يجئ في القسم الثاني إن شاء الله تعالىٰ.

ترجمہ: وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہو؛ جیسے: **كان زيدٌ قائمًا**، (زید کھڑا ہے)، اور جائز ہے ان تمام افعال میں اِن کی خبروں کو اِن کے اسماء پر مقدم کرنا؛ جیسے: **كان قائمًا زيدٌ**، اور خود ان افعال پر بھی پہلے نو میں؛ جیسے: **قائمًا كان زيدٌ**، اور جائز نہیں ہے یہ (ان کی خبروں کو خود ان افعال پر مقدم کرنا) ان افعال میں جن کے شروع میں "ما" ہے، پس نہیں کہا جائے گا: **قائما مازال زيدٌ.** اور لیس میں اختلاف ہے۔ اور باقی بحث ان افعال سے متعلق دوسری قسم میں آئے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

افعال میں سے، جن کے شروع میں "ما" نہیں ہے خود ان پر بھی ان کی خبروں کو مقدم کرنا جائز ہے، جیسے: **قائما كان زيد.**[1] البتہ ان میں سے وہ افعال جن کے شروع میں "ما" ہے (اور وہ یہ ہیں: **مَازَالَ، مابَرِحَ، مافَتِئَ، مَا انْفَكَّ، مَادَام**) ان کی خبروں کو خود ان پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، چناں چہ **قائمًاما زال زيدٌ** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ **مادام** کے شروع میں **ما** مصدریہ ہے اور باقی میں ما نافیہ ہے، اور **ما** مصدریہ اور **ما** نافیہ دونوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں، اگر اِن افعال کی خبروں کو خود ان افعال پر مقدم کر دیا گیا تو ان کی صدارت باطل ہو جائے گی، اور یہ جائز نہیں ہے، اس لئے ان کی خبروں کو خود ان پر مقدم کرنا صحیح نہیں۔

في التسعة الاول: شاید یہ کاتب نے غلطی سے لکھ دیا ہے؛ اس لئے کہ جن افعال کی خبروں کو خود اُن پر مقدم کرنا جائز ہے وہ گیارہ ہیں نہ کہ نو، اور وہ "كَانَ" سے "غَدَا" تک ہیں۔

وفي ليس خلاف: لیس میں اختلاف ہے، بعض نحویوں کے نزدیک لیس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس کے شروع میں کوئی اس طرح کا حرف نہیں ہے جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہو، لہٰذا یہ **صار** کے مانند ہے، پس جس طرح **صار** کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے، اسی طرح "**ليس**" کی خبر کو بھی "**ليس**" پر مقدم کرنا جائز ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک "**ليس**" کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں، چناں چہ **قائمًا ليس زيد** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ لیس نفی کے لئے آتا ہے اور نفی صدارتِ کلام کو چاہتی ہے،

---

[1] قائما شبہ جملہ خبر مقدم، كان فعل ناقص، زيد اسم، كان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فصل: اسم "ما" و "لا" المشبهتين بـ "ليس" وهو: المسند إليه بعد دخولهما؛ نحو: ما زيد قائما، و لا رجل أفضل منك. وتختص "لا" بالنكرة، وتعم، "ما" المعرفة والنكرة.

ترجمہ: یہ ساتویں فصل ہے: اس "ما" اور "لا" کا اسم جو لیس فعل ناقص کے مشابہ ہوں، اور وہ ایسا اسم ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو؛ جیسے: ما زيدٌ قائمًا (زید کھڑا نہیں ہے)، اور لا رجلٌ أفْضَلَ مِنْكَ (کوئی مرد تجھ سے افضل نہیں ہے)۔ اور خاص ہے "لا" نکرہ کے ساتھ، اور عام ہے "ما" معرفہ اور نکرہ دونوں کو۔

اگر "لیس" کی خبر کو اس پر مقدم کیا جائے گا تو اس کی صدارت باطل ہو جائے گی، اس لئے "لیس" کی خبر کو اس پر مقدم کرنا درست نہیں۔

فصل: اسم ما و لا المشبهتين بليس الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی ساتویں قسم ما و لا مشابہ بلیس کے اسم کو بیان فرما رہے ہیں:

ما و لا مشابہ بلیس کا اسم: وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: **ما زيدٌ قائمًا**[1] میں زید ما مشابہ بلیس کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ "ما" کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے، اور **لا رجلٌ أفضلَ منك**[2] میں رجل لا مشابہ بلیس کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ "لا" کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

ويختص لا بالنكرة الخ: یہاں سے مصنف "ما" اور "لا" کے درمیان فرق کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "لا" نکرہ کے ساتھ خاص ہے، یعنی اس کا مدخول صرف نکرہ ہوتا ہے، گویا "لا" کے عمل کرنے کے لئے اس کے مدخول کا نکرہ ہونا شرط ہے، جیسے: **لا رجل أفضل منك**. اور "ما" معرفہ اور نکرہ دونوں کو عام ہے، یعنی اس کا مدخول معرفہ بھی ہو سکتا ہے اور نکرہ بھی؛ جیسے: **مازيد قائما، ما رجل أفضل منك**.

فائدہ: "ما" اور "لا" میں سے ہر ایک کے عمل کرنے کے لئے پانچ پانچ شرائط ہیں، دیکھئے النحو الوافی (۱/۱ الکلام علی ما و لا) اور حاشیہ شرح مائۃ عامل ص ۱۴۱ (مطبوعہ اتحاد بک ڈپو)۔

---

[1] ما مشابہ بلیس، زید اس کا اسم، قائما شبہ جملہ خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] لا مشابہ بلیس، رجل اس کا اسم، افضل اسم تفضیل، ھو ضمیر مستتر فاعل، من حرف جر، کاف ضمیر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، لا مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فصل: خبر "لا" التی لنفی الجنس: وهو: المسند بعددخولها؛ نحو: لا رجل قائم.

المقصد الثانی فی المنصوبات: الأسماء المنصوبة إثنا عشر قسما: المفعول المطلق، وبه، وفيه، وله، ومعه، والحال، والتمييز، والمستثنى، واسم "إن" وأخواتها، وخبر "كان" وأخواتها، والمنصوب بـ "لا" التی لنفی الجنس، وخبر "ما و "لا" المشبهتين بـ ليس.

فصل: المفعول المطلق: وهو: مصدر بمعنى فعل مذكور قبله.

ترجمہ: یہ آٹھویں فصل ہے: اس "لا" کی خبر جو جنس کی نفی کے لئے آتا ہے (یعنی لائے نفی جنس کی خبر)، اور وہ ایسا اسم ہے جو لاءِ نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو؛ جیسے: لَارَجُلَ قَائِمٌ (کوئی مرد کھڑا نہیں ہے)۔
دوسرا مقصد منصوبات کے بیان میں ہے: اسماءِ منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں: مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنیٰ، "إنّ" اور اس کے نظائر کا اسم، "کان" اور اس کے نظائر کی خبر، وہ اسم جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہو (یعنی لائے نفی جنس کا اسم) اور ما و لا مشابہ بلیس کی خبر۔
یہ پہلی فصل ہے: مفعول مطلق: اور وہ ایسا مصدر ہے جو اُس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

قوله: خبر لا التی لنفی الجنس الخ: یہاں سے مصنف مرفوعات کی آٹھویں قسم لائے نفی جنس کی خبر کو بیان فرمارہے ہیں۔

لائے نفی جنس کی خبر: وہ اسم ہے جو لاءِ نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: **لا رجلَ قائم**[1] میں "**قائم**" لائے نفی جنس کی خبر ہے؛ اس لئے کہ یہ لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

المقصد الثانی فی المنصوبات: یہاں سے مصنف باب اول کے دوسرے جز مقاصد ثلاثہ میں سے دوسرے مقصد کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مقصد ثانی منصوبات کے بیان میں ہے۔ منصوبات منصوب کی جمع ہے، منصوب وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو، مفعولیت کی علامت چار ہیں: (۱) فتحہ (۲) کسرہ (۳) الف (۴) یاء۔ منصوبات کی بارہ قسمیں ہیں: (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول بہ (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لہ (۵) مفعول معہ (۶) حال (۷) تمیز (۸) مستثنیٰ (۹) إنّ اور اس کے نظائر کا اسم

---

[1] ترکیب: لا لائے نفی جنس، رجل نکرہ مفردہ مبنی برفتحہ اس کا اسم، قائم شبہ جملہ خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ویذکر: للتاکید؛ ک: ضربت ضربًا. أو لبیان النوع؛ نحو: جلست جلسة القاری. أو لبیان العدد؛ ک: جلست جلسة/ أو جلستین /أو جلسات .

ترجمہ: اور وہ (یعنی مفعول مطلق) ذکر کیا جاتا ہے تاکید کے لئے؛ جیسے: ضربتُ ضَرْبًا (میں نے خوب مارا)۔ یا بیانِ نوع کے لئے؛ جیسے: جلستُ جِلْسَةَ القاری (میں قاری کی طرح بیٹھا)۔ یا بیانِ عدد کے لئے؛ جیسے: جلستُ جلسةً أو جلستین او جلساتٍ. (میں ایک مرتبہ بیٹھا، میں دو مرتبہ بیٹھا، میں چند مرتبہ بیٹھا)۔

---

(۱۰) کَانَ اور اس کے نظائر کی خبر (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم (۱۲) ماو لا مشابہ بلیس کی خبر۔

فصل: المفعول المطلق الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی پہلی قسم مفعول مطلق کو بیان فرمارہے ہیں۔

فائدہ: تمام منصوبات میں مفاعیل خمسہ اصل ہیں، پھر مفاعیل خمسہ میں بھی مفعول مطلق اصل ہے؛ اس لئے کہ اس پر بغیر کسی قید کے مفعول کا اطلاق ہوتا ہے، اور دیگر مفاعیل میں کوئی نہ کوئی قید ہوتی ہے، مثلاً مفعول بہ میں باء کی قید ہوتی ہے، مفعول فیہ میں ''فی'' کی قید ہوتی ہے، مفعول معہ میں ''مع'' کی قید ہوتی ہے اور مفعول لہ میں ''لام'' کی قید ہوتی ہے (شرح جامی ۱۱۳)

مفعول مطلق: وہ مصدر ہے جو اُس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے؛ جیسے: ضربتُ ضربًا میں ضربًا مفعول مطلق ہے؛ اس لئے کہ یہ اُس فعل (ضربتُ) کے معنی میں ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

فائدہ: مفعول مطلق کے لئے دو باتیں ضروری ہیں: (۱) اس سے پہلے حقیقۃً یا حکماً کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو، حقیقۃً فعل کے مذکور ہونے کی مثال؛ جیسے: ضربت ضربا. حکماً فعل کے مذکور ہونے کی مثال؛ جیسے: فَضَرْبَ الرِّقَاب میں ضربَ الرِّقاب مفعول مطلق ہے، اور اس سے پہلے اِضْرِبُوا فعل مقدر ہے، اصل عبارت یہ ہے: فَاضْرِبُوا ضَرْبَ الرقَابِ. شبہ فعل کی مثال: جیسے: زید ضاربٌ ضربًا، اس میں ضربا مفعول مطلق ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے ضاربٌ شبہ فعل مذکور ہے اور یہ اس کے معنی میں ہے۔

اگر مصدر سے پہلے حقیقۃً یا حکماً کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور نہ ہو تو وہ مفعول مطلق نہیں ہوگا؛ جیسے: الضربُ واقعٌ علی زید میں الضرب مصدر، مفعول مطلق نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل حقیقۃً یا حکماً مذکور نہیں ہے۔

(۲) مفعول مطلق اس فعل یا شبہ فعل کے معنی میں ہو؛ جیسے: مذکورہ مثال ضربتُ ضربًا میں ضربًا مفعول مطلق، فعل مذکور ضربتُ کے معنی میں ہے۔ اگر مصدر سے پہلے فعل یا شبہ فعل مذکور ہو؛ لیکن وہ مصدر اس فعل

وقد يكون من غير لفظ الفعل المذكور؛ نحو: قعدت جلوسا، وأنبت نباتا.

ترجمہ: اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے علاوہ سے ہوتا ہے؛ جیسے: قَعدتُ جُلوسًا (میں اچھی طرح بیٹھا)، اور أَنْبَتَ نَبَاتًا (اس نے اچھی طرح اُگایا)۔

یا شبہ فعل کے معنی میں نہ ہو تو وہ مفعول مطلق نہیں ہوگا؛ جیسے: ضربتُہ تادیبًا میں تادیبا مصدر، مفعول مطلق نہیں؛ ہے اس لئے کہ یہ فعل مذکور ضربتُ کے معنی میں نہیں ہے۔ اس پوری تفصیل کی روشنی میں مفعول مطلق کی جامع تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ: مفعول مطلق: ایسا مصدر ہے جس سے پہلے حقیقۃ یا حکماً کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو اور وہ مصدر اس فعل یا شبہ فعل کے معنی میں ہو۔

ويذكر للتاكيد الخ: یہاں سے مصنف ان معانی کو بیان فرمارہے ہیں جن کے لئے مفعول مطلق استعمال ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ مفعول مطلق تین معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

(۱) تاکید کے لئے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفعول مطلق بعینہ فعل مذکور کے معنی میں ہو؛ جیسے: ضربتُ ضربًا[۱] میں ضربا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ بعینہ فعل مذکور ضربتُ کے معنی میں ہے۔

(۲) بیانِ نوع کے لئے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفعول مطلق فعل مذکور کی نوع پر دلالت کرے، جیسے: جلستُ جِلسةَ القاری[۲] (میں قاری کی طرح بیٹھا)، اس مثال میں جلسة القاری مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ فعل مذکور جلوس (بیٹھنے) کی نوع پر دلالت کررہا ہے۔

(۳) بیانِ عدد کے لئے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفعول مطلق فعل مذکور کی تعداد پر دلالت کرے، جیسے: جلست جَلسة أو جَلستين أو جلسات، اس مثال میں جلسة مفعول مطلق بیان عدد کے لئے ہے؛ اس لئے کہ یہ فعل مذکور جلستُ کی تعداد پر دلالت کررہا ہے۔

فائدہ: وہ مفعول مطلق جو تاکید کے لئے آتا ہے اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا، اور جو مفعول مطلق بیانِ نوع یا بیان عدد کے لئے آتا ہے اس کا تثنیہ اور جمع آتا ہے، اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف نے بیان عدد کی مثال میں جلستين أو جلسات کا اضافہ فرمایا ہے۔

وقد يكون من غير لفظ الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفعول مطلق کا فعل مذکور کے

---

[۱] ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، ضرباً مفعول مطلق، ضرب فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] جلس فعل، تُ ضمیر فاعل، جلسة مضاف، القاری مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول مطلق، جلس فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وقد يحذف فعله لقيام قرينة: جوازا؛ كقولك للقادم: خير مقدم؛ أي قدمت قدوما خير مقدم.ووجوبا سماعا؛ نحو: سقيا، وشكرا،وحمدا، ورعيا؛ أي سقاك الله سقيا؛وشكرتك شكرا؛ وحمدتك حمدا؛ ورعاك الله رعيا.

ترجمہ: اور کبھی حذف کردیا جاتا ہے مفعول مطلق کے فعل کو کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت جوازاً، جیسے:تمہارا کہنا آنے والے کو:خَيْرَ مَقْدَم اس کی اصل:قَدِمْتَ قُدومًا خيرَ مقدمٍ ہے (آپ آئے اچھی طرح آنا)۔اوروجوبی طور پر سماعاً؛ جیسے:سقيًا ،شكرًا ،حمدًا اور رعيًا، یعنی سقاك الله سقيًا (اللہ آپ کوخوب سیراب کرے)،شكرتك شُكرًا (میں نے آپ کا خوب شکریہ ادا کیا)،حَمِدْتُكَ حَمْدًا (میں نے آپ کی خوب تعریف کی)اور رَعاك اللهُ رَعْيًا (اللہ آپ کی خوب حفاظت فرمائیں)۔

معنی میں ہونا کافی ہے،لفظ اور معنی دونوں میں فعل مذکور کے موافق ہونا ضروری نہیں ہے، چناں چہ کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کا غیر ہوتا ہے،اور یہ مغایرت کبھی تو مادے کے اعتبار سے ہوتی ہے؛ جیسے:قعدتُ جلوسًا[1] میں جلوسا مفعول مطلق مادہ کے اعتبار سے فعل مذکور قعدتُ کے مغائر ہے،اور مغایرت کبھی باب کے اعتبار سے ہوتی ہے؛ جیسے:أنبت نباتًا میں نباتًا مفعول مطلق باب کے اعتبار سے فعل مذکور أنبت کے مغائر ہے، أنبت ''باب افعال'' سے ہے اور نباتًا ''باب نصر'' سے ہے۔

وقد يحذف فعله الخ: یہاں سے مصنف مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں: فرماتے ہیں کہ:

کبھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے،اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل کے حذف پر کوئی قرینۂ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو؛ جیسے: آپ کسی آنے والے سے کہیں:خَيْرَ مَقْدَمٍ[2] تو یہ قدمتَ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے،جس کو قرینۂ حالیہ کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے،قرینۂ حالیہ قدوم یعنی آنے والے کا آنا ہے جو اس کے حذف پر دلالت کررہا ہے۔اصل عبارت یہ ہے:قدمتَ قدومًا خيرَ مقدم.

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''خیر'' اسم تفضیل ہے،نہ کہ مصدر، حالاں کہ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے، غیر مصدر مفعول مطلق نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا یہاں اس کو مفعول مطلق کی مثال میں پیش کرنا صحیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ''خیر'' اگرچہ حقیقت میں اسم تفضیل ہے؛لیکن یہ یہاں مصدر کے حکم میں ہے، یا تو

---

[1] قعد فعل، تُ ضمیر فاعل، جلوسا مفعول مطلق،فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] خير مضاف، مقدم مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت قدوما موصوف محذوف کی،قدوما موصوف محذوف اپنی صفت سے مل کر مفعول مطلق قدمت فعل محذوف کا،قدم فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فصل: المفعول به: وهو: اسم ماوقع عليه فعل الفاعل؛ كـ ضرب زيد عمرا.

ترجمہ: یہ دوسری فصل ہے: مفعول بہ، اور وہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو؛ جیسے: ضَرَبَ زیدٌ عمرًا میں عمرا (زید نے عمرو کو مارا)۔

اس اعتبار سے کہ یہ "قدوما" مصدر موصوف محذوف کی صفت ہے، موصوف کو حذف کرکے اس کو موصوف کی جگہ رکھ دیا گیا ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ یہ "مَقْدَم" مصدر میمی کی طرف مضاف ہے، اور اسم تفضیل اگر مضاف ہو تو وہ مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے، اس لئے یہ یہاں "مَـقْـدَم" مصدر میمی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس کو یہاں مفعول مطلق کی مثال میں پیش کرنا درست ہے؛ اس لئے کہ مفعول مطلق بننے کے لئے مصدرِ حقیقی ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ اگر مصدرِ حکمی ہو تو وہ بھی مفعول مطلق بن سکتا ہے۔

ووجوبا سماعاً الخ: اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو سماعاً حذف کرنا واجب ہوتا ہے، اور یہ ان جگہوں میں ہوتا ہے جہاں مفعول مطلق کو اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنا گیا ہو، جیسے: سقیًا، شکرًا، حمدًا اور رعیًا، یہ چاروں مفعول مطلق ہیں، ان کے افعال کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے ان کے افعال کے حذف کے ساتھ ہی سنے گئے ہیں، ان کی اصل عبارت یہ ہے:

سقاك الله سقيا، شكر تك شكرا، حمد تك حمدا، رعاك الله رعيا.

فصل: المفعول به الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔

مفعول بہ کی تعریف: مفعول بہ: وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے: ضرب زیدٌ عمرًا میں عمرًا مفعول بہ ہے؛ اس لئے کہ اس پر فاعل زید کا فعل ضرب (مارنا) واقع ہورہا ہے۔

ما وقع عليه فعل الفاعل: فاعل کا فعل واقع ہونے سے مراد یہاں بغیر حرف جر کے واسطے کے، فاعل کے فعل کا اس اسم کے ساتھ تعلق ہے، یعنی فاعل کے فعل کو پورا کرنے کے بعد، وہ فعل اس اسم سے تعلق کے بغیر سمجھ میں نہ آئے، خواہ وہ اس پر واقع ہو، جیسے: ضرب زیدٌ عمرًا میں، یا اس پر واقع نہ ہو؛ جیسے: نَعْبُدُ اللّٰهَ میں فاعل کا فعل عبادت اللہ پر واقع نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اللہ سے تعلق ہے۔

فوائد قیود: مفعول بہ کی تعریف میں "اسم" بمنزلۂ جنس ہے، یہ تمام منصوبات کو شامل ہے، اور "ما وقع عليه فعل الفاعل" بمنزلۂ فصل ہے، اس سے مفعول بہ کے علاوہ باقی تمام منصوبات خارج ہوگئے؛ اس لئے کہ ان پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوتا۔

وقد يتقدم على الفاعل؛ ك: ضَرَب عمرا زيد. وقد يحذف فعله لقيام قرينة: جوازا؛ نحو: "زيدا" في جواب من قال: من أضرب. ووجوبا في أربعة مواضع: الأول: سماعي؛ نحو: إمراً ونفسه، وانتهوا خيرا لكم وأهلا وسهلا.

ترجمہ: اور کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبَ عَمْرًا زيدٌ (زید نے عمرو کو مارا)۔ اور کبھی مفعول بہ کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت جواز کے طور پر؛ جیسے: زیدًا اس شخص کے جواب میں جو کہے: من اضرِبُ (میں کس کو ماروں)۔ اور وجوباً چار مواقع میں: پہلا موقع سماعی ہے؛ جیسے: امراً ونفسَه (چھوڑ انسان کو اور اس کے نفس کو)، اور انتهُوا خيرًا لكم (باز آجاؤ تم اے نصاریٰ کی جماعت تین خداؤں کے ماننے سے اور ارادہ کرو اپنے لئے بھلائی کا) اور أهلاً وسهلاً (آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے، آپ نے نرم زمین کو روندھا)۔

وقد يتقدم على الفاعل الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر التباس کا خوف نہ ہو یعنی مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا اعراب لفظی یا کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو تو مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسے: ضرب عمرًا زيدٌ میں عمرًا مفعول بہ کو فاعل زید پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ "عمرًا" پر اعراب لفظی (نصب) ہونے کی وجہ سے التباس کا خوف نہیں ہے۔

وقد يحذف فعله الخ: یہاں سے مصنف مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کے مواقع بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر فعل کے حذف پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو تو مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے کسی نے آپ سے کہا: مَنْ أضرِبُ؟ (کس کو ماروں؟) آپ نے جواب میں کہا: زیدًا[1] (زید کو)، یہاں "زیدا" مفعول بہ ہے، اس سے پہلے اِضْرِبْ فعل امر محذوف ہے جس کو قرینہ مقالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینۂ مقالیہ یہاں سوال میں مذکور أضربُ فعل ہے جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے۔

اور چار مواقع ایسے ہیں جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، ان میں سے ایک موقع سماعی ہے: جیسے: اِمْرَءً او نفسَه[2] (چھوڑ تو انسان کو اور اس کے نفس کو)، یہ اُتْرُکْ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔

اصل عبارت یہ ہے: اترک امرءًا ونفسه، یہاں اترک فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنایا گیا ہے۔

---

[1] زیداً مفعول بہ اضرب فعل امر محذوف کا، فعل امر محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] إمرءً ا معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، نفس مضاف، ھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ اترک فعل امر محذوف کا، فعل امر محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ یہ اُس صورت میں ہے جب کہ واؤ کو عاطفہ مانا جائے، اور اگر واو کو بمعنی "مع" مانا جائے تو اس صورت میں "نفسه"، مفعول معہ ہوگا۔

والبواقي قياسية. الثاني: التحذير، وهو: معمول بتقدير "اتق" تحذيرا مما بعده؛ نحو: إياك والأسد، أصله: اتق نفسك والأسد، أو ذكر المحذر منه مكررا؛ نحو: الطريق الطريق.

ترجمہ: اور باقی مواقع قیاسی ہیں۔ دوسرا موقع "تحذیر" ہے، اور وہ (یعنی تحذیر) "اتَّقِ" فعل مقدر کا ایسا معمول یعنی مفعول بہ ہے جس کو ذکر کیا جائے اس چیز سے ڈرانے کے لئے جو اس کے بعد ہو؛ جیسے: إيَّاكَ وَ الأَسَدَ (بچا اپنے آپ کو شیر سے)، اس کی اصل: اتَّقِكَ وَالْاَسَدَ ہے، یا ذکر کیا جائے محذر منہ کو مکرر؛ جیسے: الطريقَ الطريقَ (راستے سے بچ راستے سے بچ)۔

انتهوا خيرا لكم[1] (باز آجاؤ تم اے نصاریٰ کی جماعت تین خداؤں کو ماننے سے اور ارادہ کرو اپنے لئے بھلائی کا)، اس مثال میں "خيرًا"، اقصدوا فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: اِنْتَهُوْا يَا مَعْشَرَ النَّصَارٰى عَنِ التَّثْلِيثِ وَاقصِدُوا خيرًا لكُمْ. یہاں اقصدوا فعل کو حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنایا گیا ہے۔

أهلاً وسهلاً[2] (آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے، آپ نے نرم زمین کو روندھا)، أهلاً، أتيت فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، اور سهلا، وَطِيْتَ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، اصل عبارت یہ ہے: أتيتَ أهلاً، وطيتَ سهلاً یہاں أتيت اور وطيت فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ اہل عرب سے فعل کے حذف کے ساتھ ہی سنے گئے ہیں۔

والبواقي قياسية: اور باقی تین مواقع جن میں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، قیاسی ہیں۔

الثاني: التحذير الخ: یہاں سے مصنف انہی مواقع کو شروع فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ دوسرا موقع تحذیر ہے۔

تحذیر کے لغوی معنی: تحذیر کے معنی لغت میں ڈرانے کے ہیں، جس کو ڈرایا جائے اس کو محذَّر اور جس

---

[1] انتـه فعل امر، واوَ ضمیر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واوَ حرف عطف، خيراً مفعول بہ اِقصِد فعل امر محذوف کا، واوَ ضمیر فاعل، لكم جار مجرور متعلق اقصد فعل امر کا، فعل امر محذوف اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ انشائیہ ہوا۔

[2] أهلاً مفعول بہ أتى فعل محذوف کا، أتى فعل محذوف، تَ ضمیر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح سهلاً کی ترکیب کر لی جائے۔

سے ڈرایا جائے اس کو محذر منہ کہتے ہیں۔

تحذیر کی اصطلاحی تعریف: تحذیر: **اتّقِ ، بَاعِدْ** اوران کے ہم معنی فعل مقدر کا ایسا معمول (یعنی مفعول بہ) ہے جس کو یا تو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو، یا خود اس سے دوسرے کو ڈرانے کے لئے اس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

اول کی مثال (یعنی جس کو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو): جیسے: **إیاک و الأسد**[1] یہ معطوف علیہ معطوف سے مل کر اتق فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ یہاں اتَّق فعل کو قیاسا بطور وجوب کے حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ تنگی کا مقام ہے، اندیشہ ہے کہ اگر فعل کو ذکر کیا جائے گا تو محذّر کو محذر منہ سے تکلیف پہنچ جائے گی، اصل عبارت یہ ہے: **اتق نفسک و الأسد.** اتّق فعل کو حذف کر دیا، پھر نفس کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے اس کو بھی حذف کر دیا، اس کے بعد ضمیر متصل کو ضمیر منفصل سے بدل دیا، **إیاک و الأسد** ہو گیا۔

قاعدہ: اگر غیر افعالِ قلوب میں فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیر ہوں اور دونوں سے ایک ذات مراد ہو تو ایسے موقع پر فاعل اور مفعول بہ کے درمیان نفس یا عین کے ذریعہ فصل کرنا واجب ہوتا ہے، چناں چہ **ضربتُنی** نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ **ضربتُ نفسی** کہیں گے، اسی قاعدے کی وجہ سے **اتق نفسک** میں فاعل اور مفعول بہ کے درمیان نفس کے ذریعہ فصل کیا گیا ہے، "اتّق" فعل کو حذف کرنے کے بعد چوں کہ صرف ایک ضمیر باقی رہ گئی ہے، اس لئے نفس کی ضرورت نہ رہی، لہٰذا اس کو بھی حذف کر دیا گیا۔

ثانی کی مثال: (یعنی جس کو خود اس سے دوسرے کو ڈرانے کے لئے مکرر ذکر کیا گیا ہو) جیسے: **الطریقَ الطریقَ**[2] یہ مؤکد تاکید سے مل کر اتّق فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جو مخاطب کو ڈرانے کے لئے مکرر ذکر کیا گیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: **اتق الطریق الطریق.** یہاں "اتّق" فعل کو قیاسا بطور وجوب حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ یہاں بھی تنگی کا مقام ہے۔

فائدہ: تحذیر کی پہلی صورت میں محذر اور محذر منہ دونوں مذکور ہوتے ہیں، اور دوسری صورت میں صرف محذور منہ مکرر مذکور ہوتا ہے، محذّر مذکور نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆

---

[1] ایاک ضمیر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف الأسد معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ ہوا اتق فعل محذوف کا، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] الطریق مؤکّد، الطریق تاکید، مؤکّد تاکید سے مل کر مفعول بہ ہوا اتق فعل محذوف کا، اتق فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

الثالث: ما أضمر عامله على شريطة التفسير. وهو: كل اسم بعده فعل أو شبهه يشتغل ذلك الفعل (أو شبهه) عن ذلك الاسم، بضميره أو متعلقه، بحيث لو سلط عليه هو أو مناسبه؛ لنصبه؛ نحو: زيدا ضربته، فإن "زيداً" منصوب بفعل محذوف مضمر، وهو: ضربت، يفسره الفعل المذكور بعده، وهو: ضربته، ولهذا الباب فروع كثيرة.

ترجمہ: اور تیسرا موقع: **ما أضمر عامله على شريطة التفسير** ہے (یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو پوشیدہ رکھا گیا ہو تفسیر کی شرط پر) اور وہ ہر ایسا اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو، اعراض کر رہا ہو وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل کرنے سے؛ اس کے متعلق یا اُس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے، اس طور پر کہ اگر مسلط کر دیا جائے اس اسم پر اس فعل کو یا اس کے مناسب کو تو وہ اس کو نصب دیدے، جیسے: زیدًا ضَرَبْتُهُ (زید میں نے اس کو مارا)، پس بلا شبہ زید منصوب ہے فعل محذوف مضمر کی وجہ سے، اور وہ ضربت ہے جس کی تفسیر کر رہا ہے وہ فعل جو اس کے بعد مذکور ہے، اور وہ ضربته ہے۔ اور اس باب کی بہت سی فروعات ہیں۔

الثالث ما أضمر عامله الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع میں سے جن میں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، تیسرے موقع کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تیسرا موقع: **ما اضمر عامله على شريطة التفسير** ہے۔

ما اضمر عاملہ کی تعریف: ما اضمر عامله على شريطة التفسير: وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل محض اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو، اس طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب بالترادف یا مناسب باللزوم کو اس پر مسلط کر دیا جائے (یعنی اس اسم سے پہلے رکھ دیا جائے) تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیدے، جیسے: زیدًا ضربتُه[1] (میں نے زید کو مارا) اس مثال میں "زیدا" ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے؛ اس لئے کہ اس کے بعد "ضرب" فعل ہے اور وہ فعل اس کی ضمیر ھاء میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے، اس طور پر کہ اگر اس کو اس سے پہلے رکھ دیا جائے تو وہ اس کو نصب دیدے گا۔

اس مثال میں زیدًا، ضربت فعل محذوف مضمر کا مفعول بہ ہے، یہاں سے ضربتُ کو وجوبی طور پر

---

[1] زیدا مفعول بہ ضرب فعل محذوف کا، ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفسَّر، ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مفسِر۔

حذف کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ اس کے بعد آنے والا فعل ضربته اس کی تفسیر کر رہا ہے، یہاں ضربتُ کو حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر اس کو حذف نہیں کیا جائے گا تو مفسَّر اور ایسے مفسِّر کا جمع ہونا لازم آئے گا جو اس ابہام کو دور کر رہا ہے جو فعل کو حذف کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

ہاں مفسَّر اور ایسے مفسِّر کا اجتماع جائز ہے جو اس ابہام کو دور کر رہا ہو جو فعل کو حذف کرنے کی وجہ سے پیدا نہ ہوا ہو؛ بلکہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، جیسے: جاء نی رجل أی زید میں رجل مفسَّر اور زید مفسِّر کا اجتماع ہو گیا ہے۔

مناسب بالترادف: سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو؛ جیسے: زیدا مررت به میں زیدا، جاوزت فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جس کو یہاں سے وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے، اور جاوزت مررت کا مناسب بالترادف ہے؛ کیوں کہ دونوں کے معنی: گذرنے کے ہیں۔

مناسب باللزوم: سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور کے معنی میں تو نہ ہو، لیکن فعل مذکور کے معنی کے لئے لازم ہو، جیسے: زیدا ضربت غلامه میں زیدا، أهنت فعل محذوف کا مفعول بہ ہے جس کو یہاں سے وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے، اور أهنت، ضربت کا مناسب باللزوم ہے؛ کیوں کہ زید کے غلام کو مارنے سے زید کی اہانت لازم آتی ہے۔

قوله: ولهذا الباب فروع كثيرة :

اس باب کی فروعات بہت ہیں جن کو فن کی بڑی کتابوں: شرح ابن عقیل، اوضح المسالک اور النحو الوافی وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے، یہاں ان میں سے چند اہم فروعات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ اگر مذکورہ بالا اسم[۱] حروفِ شرط: إنْ، لَوْ، اور حروفِ تحضیض: ألاَّ، هَلاَّ، لَوْلَا اور لَوْمَا کے بعد واقع ہو تو اس اسم پر نصب پڑھنا واجب ہے، جیسے: إنْ زَيدًا ضَرَبْتُه.

۲۔ سات مواقع ایسے ہیں کہ جہاں مذکورہ بالا اسم پر اگرچہ مبتدا مان کر رفع پڑھنا بھی جائز ہے؛ لیکن فعل مقدر کا مفعول بہ مان کر اُس پر نصب پڑھنا مختار اور پسندیدہ ہے:

(۱) وہ اسم کسی ایسے جملہ میں واقع ہو جس کا کسی جملہ فعلیہ پر عطف کیا گیا ہو؛ جیسے: ذهبت فزيدًا لقيته.

(۲) حروف نفی میں سے ما، لا یا إنْ کے بعد واقع ہو؛ جیسے: ما زيدًا ضربته.

(۳) حروف استفہام کے بعد واقع ہو؛ جیسے: أزيدًا ضربته؟

---

[۱] یعنی وہ اسم جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل محض اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو، اس طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب بالترادف یا مناسب باللزوم کو اس پر مسلط کر دیا جائے (یعنی اس اسم سے پہلے رکھ دیا جائے) تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیدے۔

الرابع: المنادى، وهو: اسم مدعو بحرف النداء لفظا؛ نحو: يا عبدالله؛ أي أدعو عبدالله. وحرف النداء قائم مقام "أدعو". وحروف النداء خمسة: يا، وأيا، وهيا، وأى، والهمزة المفتوحة. وقد يحذف حرف النداء لفظا؛ نحو: "يوسف أعرض عن هذا".

ترجمہ: چوتھا موقع منادیٰ ہے اور وہ یعنی منادیٰ وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعہ پکارا جائے، خواہ حرف نداء لفظاً ہو، جیسے: یا عبدَ الله؛ اس کی اصل: أدعو عبد الله ہے۔ اور حرف ندا قائم مقام ہوتا ہے أدعو فعل کے۔ اور حروف نداء پانچ ہیں: یا، أیا، هیا، أی اور همزۂ مفتوحة. اور کبھی حرف نداء کو لفظوں سے حذف کردیا جاتا ہے، جیسے: "یوسفُ أَعرِضْ عن هذا" (اے یوسف تم اس سے اعراض کرو)۔

---

(۴) إذا شرطیہ کے بعد واقع ہو؛ جیسے: إذا عبدَ الله تَلقاه فأكرِمْه.

(۵) حیث کے بعد واقع ہو؛ جیسے: حیث زیدا تجده فأكرمه.

(۶) امر اور نہی سے پہلے واقع ہو؛ جیسے: زیدًا اِضربه، زیدًا لا تضربْه.

(۷) مرفوع پڑھنے کی صورت میں مفسِّر کے صفت کے ساتھ التباس کا اندیشہ ہو، یعنی مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ جس فعل سے پہلے وہ اسم واقع ہے، وہ فعل ماقبل کے لئے مفسِّر ہے یا صفت، تو ایسے موقع پر بھی اس اسم پر نصب پڑھنا پسندیدہ ہے، جیسے: إنا كلَّ شئ خلقناه بقدر.

الرابع المنادیٰ الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع میں سے جن میں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، چوتھے موقع منادی کو بیان فرمار ہے ہیں:

منادیٰ کی تعریف: منادیٰ وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعہ پکارا جائے (یعنی ایسے حرف کے ذریعہ پکارا جائے جو أدعو اور أطلب فعل کے قائم مقام ہو)، خواہ حرف نداء لفظاً ہو، جیسے: یا عبدالله[۱] یا حرف نداء تقدیراً ہو (یعنی حرف نداء کو لفظوں سے حذف کردیا گیا ہو)، جیسے: یوسفُ أعرضْ عن هذا[۲] اس

---

[۱] یا حرف نداء، قائم مقام أدعو فعل، أدعو فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، عبد مضاف، الله مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] یوسف منادیٰ لفظاً مبنی بر علامت رفع محلاً منصوب مفعول بہ أدعو فعل محذوف کا، أدعو فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء، أعرض فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، عن حرف جر، هذا اسم اشارہ مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق، أعرض فعل امر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء۔

واعلم أن المنادى على أقسام: فإن كان مفردا معرفة؛ يبنى على علامة الرفع؛ كالضمة ونحوها؛ نحو: يا زيد، ويا رجل، ويا زيدان، ويا زيدون. و يخفض بـ "لام الاستغاثة"؛ نحو: يالزيد. ويفتح بإلحاق ألفها؛ نحو: يا زيداه.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ منادیٰ کی چند قسمیں ہیں: پس اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو مبنی ہوگا علامت رفع پر مثلاً ضمہ اور اس کے نظائر؛ جیسے: یا زیدُ، یا رَجُلُ، یَا زیدانِ اوریا زیدُونَ. اور منادیٰ مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے؛ جیسے: یالَزَیدٍ. اور منادیٰ مفتوح ہوتا ہے اس کے آخر میں الف استغاثہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے؛ جیسے: یازیدَاہ (اے زید مدد کر)۔

کی اصل: یا یوسفُ أعرض عن هذا ہے؛ اس لئے کہ اگر یہاں حرف نداء کو محذوف نہیں مانیں گے تو یوسف کا مبتدا اور "أعرض عن هذا" جملہ انشائیہ کا خبر ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔
حروف نداء پانچ ہیں: یا، أیا، هَیا، أی اور ہمزۂ مفتوحہ، یہ حروف أدعو فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ان کے بعد آنے والا اسم أدعو فعل محذوف کا مفعول بہ ہوتا ہے، کہیں تو لفظا اور محلا دونوں اعتبار سے، جیسے: یا عبد الله، اس کی اصل أدعوا عبدالله ہے؛ اور کہیں صرف محلًا، جیسے، یا زیدُ، اس کی اصل أدعو زیدُ ہے۔ منادیٰ کے فعل کو حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر فعل کو حذف نہیں کریں گے تو نائب (فرع) اور منوب عنہ (اصل) کا جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔
واعلم أن المنادىٰ على أقسام الخ: یہاں سے مصنف منادیٰ کے احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ منادیٰ کی چار صورتیں ہیں:
(۱) **مبنی بر علامت رفع:** یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ منادیٰ مفرد معرفہ ہو، مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، خواہ حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے معرفہ ہو؛ جیسے: یا زیدُ، یا حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہو، جیسے: یا رجل.
فائدہ: یہاں مفرد: مضاف اور مشابہ مضاف کے مقابلہ میں ہے، لہٰذا اگر تثنیہ اور جمع منادیٰ معرفہ ہوں اور مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہوں، تو وہ بھی علامت رفع پر مبنی ہوں گے، جیسے: یا زیدان، یازیدون.
علامت رفع تین ہیں: (۱) ضمہ: مفرد منصرف صحیح، مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح، جمع مکسر منصرف، جمع مؤنث سالم اور غیر منصرف میں (۲) الف: تثنیہ میں (۳) واوَ: جمع مذکر سالم اور اسمائے ستہ مکبرہ میں۔
(۲) **معرب مجرور:** یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ منادیٰ پر لام استغاثہ داخل ہو، جیسے: یالزیدٍ (اے زید مدد کر)

وينصب إن كان: مضافا؛ نحو: يا عبدَالله. أو مشابها للمضاف؛

ترجمہ: اور منادیٰ منصوب ہوتا ہے اگر مضاف ہو، جیسے: يا عبدَ الله. یا مشابہ مضاف ہو؛

لام استغاثہ: وہ لام (حرف جر) ہے جس کو فریاد طلب کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: (۱) مستغاث بہ یعنی جس سے فریاد طلب کی جائے (۲) مستغاث لہ یعنی جس کے لئے فریاد طلب کی جائے، مستغاث بہ پر لام مفتوحہ اور مستغاث لہ پر لام مکسورہ داخل ہوتی ہے، جیسے: **يا لَزَيْدٍ لِلْقَوْمِ** (اے زید قوم کی مدد کر) اس مثال میں زید مستغاث بہ اور قوم مستغاث لہ ہے۔

''لام استغاثہ'' کے مفتوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ: مستغاث بہ منادی ہونے کی وجہ سے کاف ضمیر کی جگہ واقع ہوتا ہے، اور لام حرف جر جب ضمیر پر داخل ہو تو وہ مفتوح ہوتا ہے؛ جیسے: **لَـه**۔ چوں کہ مستغاث بہ ضمیر کے قائم مقام ہوتا ہے، اس لئے اس پر داخل ہونے والا حرفِ جر بھی مفتوح ہوگا۔ (شرح ابن عقیل)

(۳) **مبنی بر فتحہ**، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ منادیٰ کے آخر میں الف استغاثہ لاحق کر دیا جائے، جیسے: **يَازَيْدَاه** میں زیدَ (اے زید مدد کر)۔

فائدہ: الف استغاثہ: وہ الف ہے جو فریاد طلب کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، الف استغاثہ کے بعد ہاء ساکنہ لانا ضروری ہے تاکہ الف استغاثہ اور اس الف کے درمیان جو یائے متکلم سے بدلا ہوا ہو، التباس نہ ہو، جیسے: **يا غلامَا** (اے میرے غلام)۔ یہ اصل میں یاغلامی تھا، یائے متکلم کو الف سے بدل دیا، یاغلاما ہوگیا۔

(۴) **معرب منصوب:** یہ تین صورتوں میں ہوتا ہے (۱) منادیٰ مضاف ہو، جیسے: **يـا عبـدَ اللّٰـه** (۲) منادیٰ مشابہ مضاف ہو، جیسے: **يا طالعا جبلاً**.[۱]

مشابہ مضاف: وہ اسم ہے جو مضاف تو نہ ہو؛ لیکن مضاف کی طرح دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر اس کے معنیٰ مکمل نہ ہوں، جیسے: **طالع جبلا** (پہاڑ پر چڑھنے والا)، اس مثال میں **طالع** کے معنیٰ **جبلا** کے بغیر مکمل نہیں ہو رہے ہیں، لہٰذا اس کو مشابہ مضاف کہیں گے۔ اسمائے عدد بھی مشابہ مضاف ہوتے ہیں۔

(۳) منادیٰ نکرہ غیر معین ہو، جیسا کہ اندھا کہے: **يا رَجُلاً خُذْ بِيَدِیْ**.[۲]

---

[۱] یا حرف نداء، قائم مقام أدعو فعل، طالعا اسم فاعل، جبلا مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ مضاف مفعول بہ أدعو فعل کا، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] یا حرف ندا، قائم مقام أدعو فعل، رجلا مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر نداء، خذ فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، باء حرف جر، یدی مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل امر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جواب نداء۔

نحو: يا طالعا جبلا. أو نكرة غير معينة؛ كقول الأعمى: يا رجلا خُذ بيدى. وإن كان معرفا باللام؛ قيل: يا أيها الرجل، ويا أيتها المرأة.

ويجوز ترخيم المنادى، وهو حذف فى آخره للتخفيف؛ كما تقول فى مالك: يا مال، وفى منصور: يا منص، وفى عثمان يا عثم.

ترجمہ: جیسے: **يا طالعًا جبلًا** (اے پہاڑ پر چڑھنے والے)۔ یا نکرہ غیر معین ہو؛ جیسے اندھے کا قول: **يا رجلًا خُذ بِيَدِىْ** (اے کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ لے)۔ اور اگر منادیٰ معرف باللام ہو تو کہا جائے گا: **يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ، يَا أَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ.**

اور جائز ہے منادیٰ میں ترخیم کرنا، اور وہ (یعنی ترخیم) منادیٰ کے آخر سے کسی حرف کو حذف کرنا ہے تخفیف کے لئے، جیسا کہ آپ کہیں گے: **يَامَالِكُ** میں **يامالُ** اور **يا مَنْصُورُ** میں **يامنصُ** اور **يا عُثْمَانُ** میں **يا عُثْمُ.**

فائدہ: حروف نداء کے داخل ہونے کے بعد صرف نکرۂ مقصودہ معرفہ ہوتی ہے، نکرۂ غیر معین حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ جس طرح حروف نداء کے داخل ہونے سے پہلے نکرہ تھی، ان کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہتی ہے۔ اور یہی حکم مشابہ مضاف کا ہے، اگر وہ مقصود اور معین ہو تو حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہوگا، اور اگر مقصود اور معین نہ ہو تو حرفِ ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہے گا۔

وإن كان معرفا باللام الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر منادیٰ معرفہ ہو تو حرف نداء اور منادیٰ کے درمیان مذکر میں "**أيها**" اور مؤنث میں "**أيتها**" کے ذریعہ فصل کرنا ضروری ہے، جیسے: **يا أيها الرجل** اور **يا أيتها المرأة**؛ اس لئے کہ اگر فصل نہیں کریں گے تو حرف نداء اور الف لام حرف تعریف دو آلۂ تعریف کا ایک ساتھ جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، اس لئے فصل کرنا ضروری ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی نحوی اور صرفی قواعد سے مستثنیٰ ہیں، نیز اللہ کے شروع میں جو الف لام ہے وہ حرف تعریف نہیں؛ بلکہ ہمزہ کے عوض میں ہے، اس لئے بغیر "**أيها**" کے **يا الله** کہا جاتا ہے۔

فائدہ: **أيها** اور **أيتها** کی ترکیب کے سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر معرف باللام اسم جامد ہو تو **أیٌّ** اور **أية** کو مبدل منہ اور معرف باللام کو بدل کہیں گے، اور اگر معرف باللام اسم مشتق ہو تو **أیّ** اور **أية** کو موصوف اور معرف باللام کو صفت کہیں گے، واضح رہے کہ "**أيها**" اور "**أيتها**" کے آخر میں جو ہاء ہے وہ ہائے تنبیہ ہے۔

ويجوز ترخيم المنادىٰ الخ: یہاں سے مصنف منادیٰ کے ایک مخصوص حکم ترخیم کو بیان فرما رہے ہیں:

ترخیم کی تعریف: ترخیم منادیٰ کے آخر سے کسی حرف کو بغیر کسی قاعدۂ صرفیہ کے محض تخفیف کے لئے

ویجوز فی آخر المنادی المرخم: الضم والحرکۃ الأصلیۃ؛ کما تقول فی یاحارث: یا حار ویاحار. واعلم أن "یا" من حروف ا لنداء قد تستعمل فی المندوب أیضا، وھو المتفجع علیہ بـ "یا" أو "وا"؛ کما یقال: یا زیداہ، وازیداہ. فـ "وا" مختصۃ بالمندوب، و "یا" مشترکۃ بین النداء والمندوب. وحکمہ – فی الإعراب والبناء – مثل حکم المنادی.

ترجمہ: اور جائز ہے منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ، جیسا کہ آپ کہیں گے: **یا حارثُ** میں **یا حارُ** اور **یا حارِ**. اور جان لیجئے کہ حروف نداء میں سے "یا" کبھی استعمال کیا جاتا ہے مندوب میں بھی اور ہ (یعنی مندوب) وہ اسم ہے جس پر "یا" یا "وا" کے ذریعہ اظہار رنج وغم کیا جائے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: **یا زیداہ، وازیداہ** (ہائے زید)، پس "وا" خاص ہے مندوب کے ساتھ اور "یا" مشترک ہے نداء اور مندوب کے درمیان۔ اور مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادیٰ کے حکم کی طرح ہے۔

حذف کرنے کو کہتے ہیں، جیسے: **یَامالکُ** میں **یا مالُ**، **یامنصورُ** میں **یا منصُ** اور **یاعثمانُ** میں **یا عثمُ**، اگر منادیٰ کے آخری حرف کو کسی قاعدۂ صرفیہ کی وجہ سے حذف کردیا جائے اور یہ حذف تخفیف کو مستلزم ہوتو اس کو ترخیم نہیں کہا جائے گا، جیسے: **یاقاضٍ** میں قاعدۂ صرفیہ کی وجہ سے آخر سے یاء کو حذف کردیا گیا ہے۔

ترخیم کے لئے پانچ شرطیں ہیں: (۱) منادیٰ مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو (۲) مستغاث نہ ہو (۳) جملہ نہ ہو (۴) مندوب نہ ہو (۵) دو باتوں میں سے ایک بات ہو: یا تو منادیٰ ایسا علم ہو جس میں تین حرف سے زائد ہوں، یا منادیٰ کے آخر میں تاء تانیث ہو، بشرطیکہ صیغہ صفت نہ ہو، خواہ علم ہو یا غیر علم۔ (کافیہ)

ویجوز فی آخر المنادیٰ الخ: یہاں سے مصنف منادیٰ مرخم کے اعراب کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ دونوں جائز ہیں (حرکت اصلیہ سے مراد یہ ہے کہ ترخیم سے پہلے اس حرف پر جو حرکت ہو اس کو باقی رکھا جائے)، جیسے: **یا حارثُ** کو ترخیم کے بعد **یا حارُ** اور **یا حارِ** دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، ضمہ تو اس لئے کہ منادیٰ مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے، اور کسرہ اس لئے کہ یہاں کسرہ ہی حرکت اصلیہ ہے۔

واعلم أنَّ یا الخ: چوں کہ حروف نداء میں سے یاء نداء اور مندوب دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس مناسبت سے یہاں سے مصنف مندوب کی تعریف اور اُس کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔

فصل: المفعول فيه: هو اسم ماوقع فعل الفاعل فيه من الزمان والمكان ويسمى ظرفا. وظروف الزمان على قسمين: مبهم؛ وهو مالا يكون له حد معين؛ ک: دهر، وحين. ومحدود؛ وهو مايكون له حد معين؛ ک: يوم وليلة،

ترجمہ: یہ تیسری فصل ہے: مفعول فیہ وہ اُس اسم زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ظرف۔ اور ظروف زمان کی دو قسمیں ہیں: (۱) مبہم اور وہ (یعنی مبہم) وہ ظرف زمان ہے جس کی کوئی حد متعین نہ ہو، جیسے: دھرٌ (زمانہ) اور حینٌ (وقت)۔ (۲) محدود، اور وہ (یعنی محدود) وہ ظرف زمان ہے جس کی کوئی حد متعین ہو، جیسے: یومٌ (ایک دن) اور لیلۃٌ (ایک رات)۔

مندوب کی تعریف: مندوب وہ اسم ہے جس پر "یـــا" یا "وا" کے ذریعہ اظہارِ رنج وغم کیا جائے، جیسے: یازیداہ، وازیداہ (ہائے زید)[1]۔

مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں وہی ہے جو منادیٰ کا ہے، یعنی جس طرح منادیٰ مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع اور مضاف ہونے کی صورت میں معرب منصوب ہوتا ہے، اسی طرح مندوب بھی مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع اور مضاف ہونے کی صورت میں معرب منصوب ہوتا ہے، جیسے: وازیدُ، واعبدَا للّٰہ.

فائدہ: مندوب کے لئے معرفہ ہونا شرط ہے، نکرہ مندوب نہیں ہوتا، اسی طرح مشابہ مضاف بھی مندوب نہیں ہوتا۔ (حاشیہ کافیہ ص ۳۳ بحوالہ "متوسط")

فصل: المفعول فيه الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی تیسری قسم مفعول فیہ کو بیان فرمارہے ہیں:

مفعول فیہ کی تعریف: مفعول فیہ: وہ اسم زمان یا مکان ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے: صمتُ دھرًا اور جلستُ خلفَک میں دھرًا اور خلفک مفعول فیہ ہیں؛ اس لئے کہ دھر اسم زمان ہے جس میں فاعل کا فعل صـــوم یعنی روزہ رکھنا واقع ہوا ہے، اور خـــلف اسم مکان ہے جس میں فاعل کا فعل جلوس (بیٹھنا) واقع ہوا ہے۔ مفعول فیہ کا دوسرا نام ظرف ہے۔

---

[1] یا زیداہ اور وازیداہ کی ترکیب یا زید کی طرح ہوگی۔

وشهر، وسنة. وكلها منصوب بتقدير "في"؛ تقول: صمت دهرا، وسافرت شهرا، أي في دهر، وشهر. وظروف المكان كذلك: مبهم؛ وهو منصوب أيضا بتقدير "في" ؛ نحو: جلست خلفك وأمامك.

ترجمہ: شهرٌ (ایک مہینہ) اور سنةٌ (ایک سال)، یہ تمام منصوب ہوتے ہیں "في" کے مقدر ہونے کے ساتھ؛ آپ کہیں گے: صُمْتُ دَهْرًا، سَافَرْتُ شَهْرًا، یہ في دھر و شھر کے معنی میں ہے۔

اور ظروف مکان کی بھی اسی طرح دو قسمیں ہیں: (۱) مبہم، اور وہ بھی منصوب ہوتا ہے "فـي" کے مقدر ہونے کے ساتھ؛ جیسے: جَلَسْتُ خَلْفَكَ وأَمَامَكَ (میں تمہارے پیچھے بیٹھا، میں تمہارے آگے بیٹھا)۔

ظرف کی دو قسمیں ہیں: ظرف زمان اور ظرف مکان۔

ظرف زمان: وہ اسم ہے جو کسی کام کے وقت پر دلالت کرے، جیسے: صمت دهرًا میں دھرًا.

ظرف مکان: وہ اسم ہے جو کسی کام کی جگہ پر دلالت کرے، جیسے: جلست خلفك میں خلفك.

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: ظرف زمان مبہم، ظرف زمان محدود، ظرف مکان مبہم، ظرف مکان محدود۔

ظرف زمان مبہم: وہ ظرفِ زمان ہے جس کی کوئی حد متعین نہ ہو، جیسے: دھر اور حین۔

ظرف زمان محدود: وہ ظرف زمان ہے جس کی کوئی حد متعین ہو، جیسے: يوم، ليلة، شهر، سنة.

ظرف مکان مبہم: وہ ظرف مکان ہے جس کی کوئی حد متعین نہ ہو، جیسے: خلف، أمام.

ظرف مکان محدود: وہ ظرف مکان ہے جس کی کوئی متعین حد ہو، جیسے: دار، سوق، مسجد.

ظرف کی ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسمیں (یعنی ظرف زمان مبہم، ظرف زمان محدود اور ظرف مکان مبہم) منصوب ہوتی ہیں، اور ان کے منصوب ہونے کے لئے "في" کا مقدر ہونا شرط ہے، یعنی اگر "في" مقدر ہوگا تو یہ منصوب ہوں گے، اور اگر "في" لفظوں میں موجود ہوگا تو یہ منصوب نہیں ہوں گے؛ جیسے: صمت دهرًا[1] سافرت شهرًا اور جلست خلفَكَ و أمامَكَ، ان کی اصل: صمت في دهر، سافرت في شهر، جلست في خلفك وفي أمامك ہے۔ اور آخری قسم (یعنی ظرف مکان محدود) منصوب نہیں ہوتی؛ بلکہ اس میں "في" کو ذکر کرنا ضروری ہے، جیسے: جلست في الدار وفي السوق وفي المسجد.

فائدہ: اگر کہیں ظرف مکان محدود منصوب ہو، تو وہ ظرف مکان مبہم پر محمول ہوگا؛ جیسے: جلستُ

---

[1] صام فعل، تُ ضمیر فاعل، دھرا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

ومحدود؛ وهو مالا يكون منصوبا بتقدير "في"؛ بل لابد من ذكر "في" فيه؛ نحو: جلست في الدار، وفي السوق؛ وفي المسجد.

فصل: المفعول له: هو اسم ما لأجله يقع الفعل المذكور قبله.

ترجمہ: (۲) محدود، اور وہ (یعنی ظرف مکان محدود) وہ ظرف مکان ہے جو منصوب نہیں ہوتا ہے "في" کے مقدر ہونے کے ساتھ؛ بلکہ ضروری ہوتا ہے اس میں "في" کو ذکر کرنا، جیسے: جَلَسْتُ فی الدَّارِ، وفِي السُّوقِ، وفِي المَسْجِدِ (میں گھر میں، بازار میں اور مسجد میں بیٹھا)۔

یہ چوتھی فصل ہے: مفعول لہ وہ اس چیز کا نام ہے جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

مكانك، دخلتُ الدارَ.

فائدہ: محذوف: وہ کلمہ ہے جو لفظاً مذکور نہ ہو، معنیً مذکور ہو (یعنی اُس کا اثر لفظوں میں تو موجود نہ ہو؛ لیکن معنی میں موجود ہو)؛ جیسے: واسئل القريةَ[1] (گاؤں والوں سے دریافت کرو)، یہاں القرية سے پہلے أهل مضاف محذوف ہے، اس کی اصل: واسئل أهلَ القريةِ ہے، یہاں أهل کا اثر لفظوں میں موجود نہیں ہے، ورنہ القرية مجرور ہوتا، البتہ معنی میں اس کا اثر موجود ہے، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

مقدر: وہ کلمہ ہے جو معنی مذکور نہ ہو لفظاً مذکور ہو (یعنی اس کا اثر معنی میں تو موجود نہ ہو، البتہ لفظوں میں موجود ہو) جیسے: غلامُ زيدٍ، یہاں لام مقدر ہے، اس کی اصل: غلامٌ لزيدٍ ہے، لام کا اثر (یعنی جر) لفظوں میں موجود ہے، معنی میں موجود نہیں ہے۔ کبھی محذوف کو مقدر کی جگہ اور مقدر کو محذوف کی جگہ استعمال کرلیا جاتا ہے، یہاں مفعول فیہ کی بحث میں مقدر کو محذوف کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

فائدہ: مصنف نے مفعول فیہ کی جو تعریف کی ہے اس کے اعتبار سے وہ اسم ظرف جو "في" حرف کی وجہ سے مجرور ہو مفعول فیہ میں داخل ہے؛ لیکن یہ جمہور کی اصطلاح کے خلاف ہے، جمہور کے نزدیک وہ اسم حرف جر کے واسطہ سے مفعول بہ ہوتا ہے، مفعول فیہ نہیں ہوتا۔

فصل: المفعول له الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی چوتھی قسم مفعول لہ کو بیان فرمارہے ہیں:

مفعول لہ کی تعریف: مفعول لہ: وہ اسم ہے جس کی وجہ سے وہ فعل واقع ہوا ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے، خواہ اس کو حاصل کرنے کے لئے فعل مذکور واقع ہوا ہو، جیسے: ضربته تاديبًا[2] (میں نے اس کو ادب

---

[1] اسئل فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، القرية مفعول بہ، فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، ها ضمیر مفعول بہ، تاديباً مفعول لہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وينصب بتقدير "اللام" ؛ نحو: ضربته تأديبا؛ أي: للتاديب– وقعدت عن الحرب جبنا؛ أي للجبن. وعند الزجاج: هو مصدر (إذ) تقديره: أدبته تأديبا، وجبنت جبنا.

فصل: المفعول معه: هو مايذكر بعد "الواو" بمعنى "مع" لمصاحبة

ترجمہ: اور وہ (یعنی مفعول لہ) منصوب ہوتا ہے لام کے مقدر ہونے کے ساتھ، جیسے: **ضَرَبْتُه تَادِيْبًا** اس کی اصل: **للتاديب** ہے (میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لئے) اور **قَعَدتُّ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا**، اس کی اصل: **للجبن** ہے (میں لڑائی سے بیٹھ گیا بزدلی کی وجہ سے)۔ اور امام زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہوتا ہے (اس لئے کہ) اس کی اصل: **أَدَّبْتُه تَادِيْبًا** اور **جَبَنْتُ جُبْنًا** ہے۔

یہ پانچویں فصل ہے: مفعول معہ وہ اسم ہے جو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو۔

سکھانے کے لئے مارا) اس مثال میں **تادیبًا** مفعول لہ ہے؛ اس لئے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے فعل مذکور ضرب (مارنا) واقع ہوا ہے۔ یا اس کی وجہ سے فعل مذکور واقع ہوا ہو، جیسے: **قعدتُ عن الحرب جبنًا**[1] (میں بزدلی کی وجہ سے لڑائی سے بیٹھ گیا)، اس مثال میں **جبنًا** مفعول لہ ہے؛ اس لئے کہ اس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور **قعود عن الحرب** (لڑائی سے بیٹھنا) واقع ہوا ہے۔

مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لئے لام حرفِ جر کا مقدر ہونا شرط ہے (یعنی مفعول لہ اُسی وقت منصوب ہوگا جب کہ لام حرفِ جر مقدر ہو)، چناں چہ **ضربته تادیبًا** کی اصل: **ضربته للتادیب** اور **قعدت عن الحرب جبنا** کی اصل: **قعدتُ عن الحرب للجبن** ہے۔ اور اگر لام مقدر نہ ہو؛ بلکہ مذکور ہو تو اس وقت بھی وہ مفعول لہ ہوگا؛ مگر منصوب نہیں ہوگا، جیسے: **ضربته للتادیبِ**.

وعند الزجاج الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفعول لہ کے بارے میں امام زجاج کا اختلاف ہے، وہ مفعول لہ کے قائل نہیں ہیں؛ بلکہ وہ اس کو مفعول مطلق کہتے ہیں، اور اس سے پہلے، مصدرِ مذکور سے مشتق ایک فعل محذوف مانتے ہیں، چناں چہ ان کے نزدیک **ضربته تادیبا** کی اصل: **أدبتُه تادیبًا** اور **قعدتُ عن الحرب جبنا** کی اصل: **جبنتُ جبنًا** ہے۔

فصل: المفعول معه الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی پانچویں قسم مفعول معہ کو بیان فرمارہے ہیں:

---

[1] **قعد** فعل، **تُ** ضمیر فاعل، **عن الحرب** جار مجرور متعلق، **جبنا** مفعول لہ، فعل اپنے فاعل، متعلق اور مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

معمول الفعل؛ نحو: جاء البرد والجبات، وجئت أنا وزيدا؛ أي مع الجبات، ومع زيدٍ. فإن كان الفعل لفظا: وجاز العطف؛ يجوز فيه الوجهان: النصب والرفع؛ نحو: جئت أنا وزيدا، وزيد.

ترجمہ: جیسے: جَاءَ البَرْدُ والْجُبَّاتِ (سردی آئی جبوں کے ساتھ)، جئتُ أَنا وزَيْدًا (میں آیا زید کے ساتھ)، اس کی اصل مع الجبات اور مع زید ہے۔ پس اگر فعل لفظاً ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) نصب (۲) رفع، جیسے: جِئتُ أنا وزَيْدًا وزَيْدٌ.

مفعول معہ کی تعریف: مفعول معہ: وہ اسم ہے جو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو، جیسے: جاء البردُ والجبات[۱] میں الجبات مفعول معہ ہے؛ اس لئے کہ یہ فعل کے معمول ''البرد'' کی مصاحبت کے لئے واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے۔

لمصاحبة معمول الفعل: فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر فعل کا معمول فاعل ہے تو مفعول معہ کو واؤ بمعنی مع کے بعد یہ بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ جس وقت فعل کے معمول فاعل سے فعل صادر ہوا ہے اسی وقت ساتھ ساتھ مفعول معہ سے بھی فعل صادر ہوا ہے، جیسے: مذکورہ مثال میں جس وقت ''البرد'' فاعل سے فعلِ مجیٔ (یعنی آنا) صادر ہوا ہے اسی وقت مفعول معہ ''الجبات'' سے بھی فعل مجیٔ صادر ہوا ہے۔

اور اگر فعل کا معمول مفعول بہ ہے تو مفعول معہ کو واؤ بمعنی مع کے بعد یہ بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ جس وقت فعل کے معمول مفعول بہ پر فعل واقع ہوا ہے اُسی وقت ساتھ ساتھ مفعول معہ پر بھی فعل واقع ہوا ہے، جیسے: كَفَاكَ وزيدًا دِرْهَمٌ (کافی ہے تجھ کو اور زید کو ایک درہم)، اس مثال میں جس وقت فعل کفایت (کافی ہونا) ''کاف''، ضمیر مفعول بہ پر واقع ہوا ہے اسی وقت مفعول معہ زید پر بھی واقع ہوا ہے۔

فان كا ن الفعل لفظا الخ: یہاں سے مصنف مفعول معہ کے احکام بیان فرما رہے ہیں:

فعل لفظی: وہ فعل ہے جو لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود ہو۔

فعل معنوی: وہ فعل ہے جو لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود نہ ہو؛ بلکہ کلام سے سمجھا جا رہا ہو؛ اہل عرب ''ما'' استفہامیہ کے بعد يحصل، يصنع اور ''كيف'' کے بعد تكون وغیرہ فعل سمجھتے ہیں۔

---

[۱] جاء فعل، البرد فاعل، واؤ بمعنی مع، الجبات مفعول معہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول معہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وإن لم يجز العطف، تعين النصب؛ نحو: جئت وزيدا. وإن كان الفعل معنى: وجاز العطف؛ تعين العطف؛ نحو: ما لزيد وعمرو.

ترجمہ: اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے، جیسے: جِئتُ وَزَيْدًا (میں آیا زید کے ساتھ)۔ اور اگر فعل معنیً ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے، جیسے: مَا لِزَيْدٍ وعَمْرٍو (کیا ہے زید اور عمرو کے لئے)۔

اگر مفعول معہ کا فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا واؤ کے ماقبل پر عطف جائز ہو تو وہاں مابعد واؤ میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واو پر مفعول معہ ہونے کی بناء پر نصب پڑھا جائے۔(۲) واؤ کو عاطفہ مان کر مابعد واؤ کو ماقبل واؤ کے اعراب میں تابع کر دیا جائے۔ جیسے: جئت أنا وزيداً وزيدٌ. یہاں جئت فعل لفظوں میں موجود ہے، اور مابعد واؤ کا ماقبل واو پر عطف جائز ہے؛ اس لئے کہ یہاں عطف سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لائی جا چکی ہے۔ لہٰذا واؤ کو بمعنی مع مان کر زید پر مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب پڑھنا بھی جائز ہے، اور واؤ کو عاطفہ مان کر اس کا ضمیر فاعل پر عطف کر کے رفع پڑھنا بھی جائز ہے۔

قاعدہ: ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے اولاً اس کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے، جیسے: جئت أنا وزيدٌ. اگر تاکید نہیں لائی گئی، تو عطف جائز نہ ہوگا، جیسے: جئتُ وزيداً.

اور اگر مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز نہ ہو تو وہاں ایک صورت متعین ہے، وہ یہ کہ واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھیں گے، جیسے: جئت وزيداً، یہاں مابعد واؤ زید کا ماقبل واؤ ''ت''، ضمیر پر عطف جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ عطف سے مانع موجود ہے؛ کیوں کہ ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہیں لائی گئی ہے، لہٰذا یہاں واؤ کو بمعنی مع مان کر زید پر، مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب پڑھنا متعین ہے۔

وإن كان الفعل معنى الخ: اور اگر فعل معنوی ہو اور مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز ہو تو وہاں عطف متعین ہوگا، یعنی واؤ کو عاطفہ مان کر مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف کیا جائے گا، واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب نہیں پڑھیں گے، جیسے: مالزيد و عمرو[1]، یہاں ما استفہامیہ

---

[1] ما بمعنی أي شيء مبتداء، لام حرف جر، زید معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا ثابت اسم فاعل محذوف کا، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

وإن لم يجز العطف؛ تعين النصب؛ نحو: مالك وزيدا، وماشأنك وعمروا؛ لأن المعنى: ماتصنع.

فصل: الحال: لفظ يدل على بيان هيئة الفاعل أو المفعول به أو كليهما؛

ترجمہ: اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے، جیسے: مَالَکَ وزَیْدًا (کیا کرے گا تو زید کے ساتھ)، اور ماشأنُکَ وعَمْرًا (کیا کرے گا تو عمرو کے ساتھ)؛ اس لئے کہ معنی "ما تصنع" ہیں۔

یہ چھٹی فصل ہے: حال ایسا لفظ ہے جو دلالت کرے فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت پر۔

کے بعد حصل فعل معنوی ہے اور مابعد واؤ عمرو کا ماقبل واؤ زید پر عطف جائز ہے، اس لئے کہ عطف سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں واؤ کو عاطفہ مان کر عمرو کا زید پر عطف متعین ہے؛ اس لئے کہ فعل معنوی کو ضرورت کی وجہ سے مفعول معہ کا عامل مانا گیا ہے، اور جہاں عطف جائز ہو، چوں کہ وہاں ضرورت نہیں، اس لئے وہاں فعل معنوی کو عامل نہیں مانا جائے گا۔

اور اگر مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز نہ ہو تو وہاں نصب متعین ہے یعنی واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے گا، عطف نہیں کیا جائے گا، جیسے: مَالَکَ وزیدًا[1]، وما شَانُکَ وعمرًا، یہاں مابعد واؤ کا ماقبل واؤ پر عطف جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا اس وقت جائز ہوتا ہے جب کہ معطوف پر عامل جار کا اعادہ کیا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا عطف جائز نہیں ہوگا؛ بلکہ واؤ کو بمعنی مع مان کر مابعد واؤ کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھنا متعین ہے۔

فصل: الحال الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی چھٹی قسم حال کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرما رہے ہیں:

حال کی تعریف: حال ایسا لفظ ہے جو بوقتِ صدورِ فعل فاعل کی حالت پر دلالت کرے، جیسے: جاء نی زیدٌ راکبًا[2] میں راکبا حال ہے، یا بوقتِ وقوعِ فعل مفعول بہ کی حالت پر دلالت کرے، جیسے: ضربتُ زیدا

---

[1] ما بمعنی أی شیٔ مبتدا، لک جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، واؤ بمعنی مع، زیدا مفعول معہ معنی فعل تصنع کا، مبتدا، خبر اور معنیٔ فعل کے مفعول معہ سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔ اسی طرح ما شانک و عمروا کی ترکیب کر لی جائے۔

[2] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، زید ذوالحال، راکبا شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نحو: جاء نی زید راکبا، وضربت زیدامشدودا، ولقیت عمروا راکبین. وقد یکون الفاعل معنویا؛ نحو: زید فی الدار قائما؛ لأن معناه: زید استقر فی الدار قائما.

ترجمہ: جیسے: جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا (میرے پاس زید آیا سوار ہونے کی حالت میں)، ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا (میں نے زید کو مارا بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں) اور لَقِیْتُ عَمْرًوا راکِبَیْنِ (میں نے عمرو سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے)، اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے، جیسے: زیدٌ فی الدَّارِ قَائِمًا (زید گھر میں ہے درآں حالیکہ وہ کھڑا ہے)؛ اس لئے کہ اس کے معنی: زید استقر فی الدار قائما ہیں۔

مشدوداً[1] میں مشدوداً، یا فاعل اور مفعول بہ دونوں کی حالت پر دلالت کرے، جیسے: لقیتُ عمروا راکبین میں راکبین[2]۔

ذوالحال: وہ فاعل یا مفعول بہ ہے جس کی حالت بیان کی جائے، خواہ فاعل حقیقۃً ہو، جیسے: جاء نی زیدا راکبا میں زید۔ یا حکماً، جیسے: جئت أنا وزید راکبین میں زید حکماً فاعل ہے۔ اسی طرح خواہ مفعول بہ حقیقۃً ہو، جیسے: ضربتُ زیدا مشدوداً میں زید۔ یا حکماً، جیسے: ضربتُ الضرب شدیداً میں الضرب حکماً مفعول بہ ہے؛ اس لئے کہ یہ أحدثت الضرب شدیدا کے معنی میں ہے۔

فائدہ: کبھی ذوالحال مضاف الیہ بھی ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف ایسا فاعل یا مفعول بہ ہو کہ اگر اس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ رکھ دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو، جیسے: بل اتبع ملة إبراهيم حنيفا، یہاں إبراهيم مضاف الیہ ذوالحال اور حنیفا حال ہے؛ اس لئے کہ یہاں مضاف ایسا مفعول بہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر کے إبراهيم کو اس کی جگہ رکھ دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی، لہٰذا یہ حکما مفعول بہ ہے۔ یا مضاف مضاف الیہ کا جز ہو اور مضاف کی طرف لوٹنے والی ضمیر فاعل یا نائب فاعل، یا مفعول بہ واقع ہو، جیسے: إن دابر هؤلاء مقطوع مصبحين، اس مثال میں مصبحین، هؤلاء مضاف الیہ سے حال ہے؛ اس لئے کہ یہاں مضاف مضاف الیہ کا جز ہے اور مضاف کی طرف لوٹنے والی ضمیر مقطوع اسم مفعول کا نائب فاعل واقع ہے، لہٰذا اس اعتبار سے هؤلاء حکما نائب فاعل ہے۔

وقد یکون الفاعل معنویا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ذوالحال کا فاعل یا مفعول بہ

---

[1] ضربت فعل با فاعل، زیدا ذوالحال، مشدودا شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] لقی فعل، تُ ضمیر ذوالحال اول، عمروا ذوالحال ثانی، راکبین شبہ جملہ دونوں سے حال، دونوں ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل اور مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وكذا المفعول به؛ نحو: هذا زيد قائما؛ فإن معناه: المشار إليه قائما هو زيد.
والعامل في الحال: فعل أو شبهه أو معنى فعل.

ترجمہ: اوراسی طرح کبھی مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے، جیسے: **هذا زيدٌ قائمًا** (یہ زید ہے درآں حالیکہ یہ کھڑا ہے)؛ اس لئے کہ اس کے معنی **المشار اليه قائما هو زيد** ہے۔اور عامل حال میں یا تو فعل ہوتا ہے، یا شبہ فعل، یا معنیٔ فعل۔

ہونا ضروری ہے، خواہ فاعل یا مفعول بہ لفظی ہوں (یعنی فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا عامل لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود ہو) جیسے: **جاء ني زيد راكباً** میں زید ذوالحال فاعل لفظی ہے اور **ضربت زيدا مشدوداً** میں زید ذوالحال مفعول بہ لفظی ہے۔

یا فاعل اور مفعول بہ معنوی ہوں (یعنی فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت پر دلالت کرنے والا عامل لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود نہ ہو؛ بلکہ کلام سے سمجھا جا رہا ہو) فاعل معنوی کی مثال، جیسے: **زيد في الدار قائماً**[1]. اس مثال میں زید ذوالحال اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے مبتدا ہے؛ لیکن معنی کے اعتبار سے فاعل ہے؛ اس لئے کہ یہ **زيد استقر في الدار قائما** کے معنی میں ہے، درحقیقت **استقر** میں **هو** ضمیر ذوالحال ہے جو زید کی طرف راجع ہے، لہٰذا اس اعتبار سے زید معنیً فاعل ہے۔

مفعول بہ معنوی کی مثال، جیسے: **هذا زيدٌ قائما**[2].

اس مثال میں زید ذوالحال اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے خبر ہے؛ لیکن معنی کے اعتبار سے مفعول بہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **اُشير و أنبه زيدا قائما** کے معنی میں ہے، لہٰذا اس اعتبار سے زید، أُشِيْرُ وَأُنَبِّهُ معنیٔ فعل کا مفعول بہ ہے۔

والعامل في الحال الخ: یہاں سے مصنف حال کے عامل کو بیان فرما رہے ہیں: حال میں عامل یا تو فعل ہوتا ہے، یا شبہ فعل، یا معنیٔ فعل۔ (فعل کی تعریف گذر چکی ہے)

شبہ فعل: وہ اسم ہے جو عمل میں فعل کے مشابہ ہو اور اس کا اور فعل کا مادہ ایک ہو، جیسے: **ضارب** شبہ فعل

---

[1] **زيد** مبتدا، **في الدار** جار مجرور متعلق **استقر** فعل محذوف کا، **استقر** فعل، **هو** ضمیر مستتر ذوالحال، **قائما** شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] **هذا** اسم اشارہ مبتدا، **زيد** ذوالحال، **قائما** شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ہے،اس لئے کہ یہ عمل میں یضرب فعل کے مشابہ ہے(جو عمل یضرب کرتا ہے وہی عمل یہ بھی کرتا ہے)اور اس کا اور یضرب کا مادہ ایک ہے۔شبہ فعل پانچ ہیں:(۱)اسم فاعل(۲)اسم مفعول(۳)صفت مشبہ(۴) اسم تفضیل(۵)مصدر۔

معنیٔ فعل: وہ کلمہ ہے جس سے فعل کے معنی سمجھے جائیں اور اس کا اور فعل کا مادہ ایک نہ ہو، جیسے: **ھا** حرف تنبیہ اور **ذا** اسم اشارہ معنیٔ فعل ہیں؛اس لئے کہ **ھا** سے **أنبہ** اور **ذا** سے **أشیر** فعل کے معنی سمجھے جاتے ہیں اور ان کا اور **أنبہ** اور **أشیر** کا مادہ ایک نہیں ہے۔

اسماء اشارہ، اسماء افعال، حروف نداء، تشبیہ، تمنی، ترجی وغیرہ سب معنیٔ فعل میں داخل ہیں؛اس لئے کہ ان سے فعل کے معنی سمجھے جاتے ہیں اور جن افعال کے معنی ان سے سمجھے جاتے ہیں اُن کا اور اِن کا مادہ ایک نہیں ہے۔

فائدہ: رضی شرح کافیہ(۵۴/۲)، غایۃ التحقیق (ص ۱۸۹)، درایۃ النحو (ص ۱۲۱) میں معنیٔ فعل کی یہی تعریف کی گئی ہے۔شرح ابن عقیل (ص ۹۳) اور النحو الوافی (۳۲۹/۲، ط: کراچی) میں بھی الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ یہی تعریف لکھی ہے؛ لیکن صاحب شرح جامی نے شرح جامی (ص ۱۵۵) میں معنیٔ فعل کی اس کے برخلاف ایک دوسری تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ معنیٔ فعل: فعل کے وہ معنی ہیں جو کلام کے فحوی (مضمون) سے سمجھے جارہے ہوں، صراحۃً یا تقدیراً کلام میں مذکور نہ ہوں؛ جیسے: **ھذا زید قائما** میں اشارہ اور تنبیہ، **یازید** میں نداء، **لیتک عندنا مقیما** میں تمنی، **لعلّہ فی الدار قائما** میں ترجی اور **کأنّہ أسدٌ صائلًا** میں تشبیہ معنیٔ فعل ہے؛اس لئے کہ یہ کلام کے مضمون سے سمجھے جارہے ہیں، صراحۃً یا تقدیراً کلام میں مذکور نہیں ہیں۔

پہلی تعریف کے اعتبار سے **ھا** حرف تنبیہ، **ذا** اسم اشارہ، حروفِ ندا، حروف تمنی وترجی، اسمائے افعال اور حروف تشبیہ خود معنیٔ فعل ہیں، اور شرح جامی کی اس تعریف کے اعتبار سے **ھا** حرف تنبیہ اور **ذا** اسم اشارہ وغیرہ معنیٔ فعل نہیں ہیں؛ بلکہ ان سے جو **أنبّہ** و **أشیر** وغیرہ افعال کے معنی سمجھے جاتے ہیں وہ معنیٔ فعل ہیں۔

فائدہ: ظرفِ مستقر (یعنی وہ ظرف اور جار مجرور جن کا **متعلَّق** محذوف ہو) صاحب کافیہ، صاحب ہدایۃ النحو اور عام نحویین کے نزدیک معنیٔ فعل ہیں، ظرفِ مستقر کے **متعلَّق** میں جو ضمیر ہوتی ہے ان کے نزدیک وہ فاعل معنوی ہے، فاعل لفظی نہیں۔اور صاحب شرح جامی کے نزدیک ظرف مستقر معنیٔ فعل نہیں ہے؛ بلکہ فعل لفظی کا معمول ہے؛ کیوں کہ اس کا متعلَّق تقدیراً کلام میں مذکور ہوتا ہے اور حسبِ قاعدہ: "**المحذوف کالملفوظ**" مقدر ملفوظ کے حکم میں ہوتا ہے، لہٰذا صاحب شرح جامی کے نزدیک ظرف مستقر کے متعلَّق میں جو ضمیر ہوتی ہے وہ فاعل لفظی حکمی ہے، فاعل معنوی نہیں؛ چناں چہ **زید فی الدار قائما** میں صاحب کافیہ اور صاحب ہدایۃ النحو

والحال نكرة أبدا، وذو الحال معرفة غالبا، كما رأيت في الأمثلة المذكورة

ترجمہ: اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر وبیش تر معرفہ ہوتا ہے، جیسا کہ آپ نے مذکورہ مثالوں میں دیکھا۔

وغیرہ کے نزدیک ذوالحال فاعل معنوی ہے اور **قائما** حال کا عامل معنیٰ فعل ہے۔ اور صاحب شرح جامی کے نزدیک اس میں ذوالحال فاعل لفظی حکمی ہے اور حال کا عامل فعل لفظی ہے، نہ کہ معنیٰ فعل۔

فعل کے عامل ہونے کی مثال: جیسے: **جاء ني زيد راكبًا** میں **راكبا** حال کا عامل **جاء** فعل ہے۔

شبہ فعل کے عامل ہونے کی مثال: جیسے: **زيد ضاربٌ أبوه عمروًا قائمًا** میں **قائما** حال کا عامل **ضارب** شبہ فعل ہے۔

معنیٰ فعل کے عامل ہونے کی مثال: جیسے: **هذا في الدار قائمًا** میں **قائما** حال کا عامل معنیٰ فعل ہے جو **هذا** سے سمجھا جا رہا ہے؛ اس لئے کہ یہ **أنبّه** اور **أشير** کے معنیٰ میں ہے۔

فائدہ: ہر معنیٰ فعل عامل نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا دارومدار سماع پر ہے، جس معنیٰ فعل کا حال کا عامل ہونا اہل عرب سے سنا یا گیا ہے، اسی معنیٰ فعل کو حال کا عامل قرار دیا جائے گا، ہر معنیٰ فعل کو حال کا عامل قرار نہیں دیا جائے گا۔

فائدہ: صاحب شرح جامی کی رائے کے مطابق (اور یہی صحیح بھی ہے) معنیٰ فعل لفظاً یا تقدیراً کلام میں موجود نہیں ہوتا؛ بلکہ صحت کلام کے لئے اس کو عامل مانا جاتا ہے؛ اس لئے کہ اگر اس کو عامل نہ مانا جائے تو حال کا بغیر عامل کے ہونا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے، چوں کہ ظرف مستقر میں فعل یا شبہ فعل (علی حسب اختلاف) تقدیراً کلام میں موجود ہوتا ہے، اس لئے وہاں معنیٰ فعل کو حال کا ماننا صحیح نہیں۔ چناں چہ صاحب ہدایۃ النحو نے جو فاعل معنوی کے ذوالحال ہونے کی مثال **زيد في الدار قائما** دی ہے یہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ فاعل لفظی حکمی کے ذوالحال ہونے کی مثال ہے۔ **في الدار** سے پہلے **استقر** فعل یا **ثابت** شبہ فعل محذوف ہے، اس میں جو **هو** ضمیر مستتر فاعل ہے وہ ذوالحال ہے، **زيد** مبتدا ذوالحال نہیں ہے۔

والحال نكرة أبدا الخ: یہاں سے مصنف حال اور ذوالحال کے احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے، یعنی حال کا نکرہ ہونا ضروری ہے، خواہ حقیقۃً نکرہ ہو، جیسے: مذکورہ مثالوں میں حال حقیقۃً نکرہ ہے۔ یا صورۃً نکرہ ہو، جیسے: **أخذتُ المالَ كُلًّا** میں **كُلًّا** حال صورۃً نکرہ ہے، حقیقۃً نکرہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ **كلَّ المالِ** کے معنیٰ میں ہے جو حقیقت میں معرفہ ہے۔ یا معنیً نکرہ ہو، جیسے: **مررتُ به وحدَه** میں **وحده** معنیً نکرہ ہے؛ اس لئے کہ یہ **منفردًا** نکرہ کے معنیٰ میں ہے۔

فإن كان ذو الحال نكرة، يجب تقديم الحال عليه، نحو: جاء ني راكبا رجل؛ لئلا تلتبس بالصفة في حالة النصب في مثل قولك: رأيت رجلا راكبا.

ترجمہ: پس اگر ذوالحال نکرہ ہوتو واجب ہے حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا، جیسے: جَاءَ نِي رَاكِبًا رَجُلٌ (میرے پاس ایک مرد آیا سوار ہونے کی حالت میں)، تاکہ التباس نہ ہو حال کا صفت کے ساتھ حالت نصبی میں آپ کے قول: رَأَيْتُ رَجُلاً رَاكِبًا جیسی مثالوں میں۔

اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے، اگر ذوالحال نکرۂ محضہ ہوتو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے، جیسے: جاء ني راكبًا رجلٌ[1]، اس مثال میں چوں کہ رجل نکرہ محضہ ہے، اس لئے راكبا حال کو اس پر مقدم کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ اگر ذوالحال نکرۂ محضہ ہو اور حالت نصبی میں ہو تو وہاں اگر حال کو ذوالحال پر مقدم نہیں کیا جائے گا تو حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا، یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ ماقبل سے حال ہے یا اس کی صفت ہے، جیسے: رأيتُ رجلًا راكبًا، یہاں اگر راكبا حال کو مقدم نہ کیا جائے تو التباس ہوگا، معلوم نہیں ہو سکے گا کہ راكبا حال ہے یا رجلا کی صفت ہے، اس کے برخلاف اگر راكبا کو مقدم کر دیا جائے اور اس طرح کہا جائے: رأيتُ راكبًا رجلًا تو اب التباس نہیں ہوگا؛ بلکہ راكبا کا حال ہونا متعین ہو جائے گا؛ اس لئے کہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوتی۔

ذوالحال کے حالت رفعی یا حالت جری میں ہونے کی صورت میں اگرچہ حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا (خواہ حال کو مقدم کیا جائے یا نہ کیا جائے)؛ لیکن باب کی موافقت کے لئے حالت رفعی اور حالت جری کو بھی حالت نصبی کے ساتھ لاحق کر دیا گیا، تاکہ تینوں حالتوں کا حکم یکساں ہو جائے، اب تینوں حالتوں میں ذوالحال کے نکرۂ محضہ ہونے کی صورت میں، حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے۔

البتہ دو صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں ذوالحال کے مجرور ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں:

۱- ذوالحال نکرۂ محضہ ہو اور اضافتِ معنویہ کی وجہ سے مجرور ہو؛ جیسے: **جاء ني غلامُ رجلٍ راكبًا** (میرے پاس ایک مرد کا غلام آیا درآں حالیکہ وہ سوار تھا)، یہاں "راكبا" حال کو مقدم کر کے جاء ني راكبًا غلامُ رجلٍ نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ ذوالحال: "رجل" نکرۂ محضہ ہے اور اضافتِ معنویہ کی وجہ سے مجرور ہے۔

---

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، راكبا شبہ جملہ حال مقدم، رجل ذوالحال مؤخر، ذوالحال مؤخر حال مقدم سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وقد تكون الحال جملة خبرية؛ نحو: جاء نی زيد وغلامه راكب – أو يركب غلامه.

ترجمہ: اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے، جیسے: **جاء نی زيدٌ وغلامُه راكبٌ – أو يَرْكَبُ غُلامُه** (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا، یا سوار ہے)۔

۲- ذوالحال نکرۂ محضہ ہو اور حرف جر اصلی کی وجہ سے یا ایسے حرف زائد کی وجہ سے مجرور ہو جس کو حذف کرنا یا تو جائز نہ ہو یا قلیل ہو؛ جیسے: **مررتُ برجلٍ راكبًا**، یہاں ''**راكبا**'' حال کو مقدم کر کے **مررت راكبًا برجل** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ ذوالحال ''**رجل**'' نکرۂ محضہ ہے اور باء حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہے۔ **كفى بالمرء مرشدًا**، یہاں ''**مرشدًا**'' حال کو مقدم کر کے **كفى مرشدًا بالمرء** نہیں کہہ سکتے: اس لئے کہ ذوالحال ''**المرء**'' باء حرف جر زائد کی وجہ سے مجرور ہے، جس کا حذف کرنا قلیل ہے۔

ان کے علاوہ باقی صورتوں میں ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حالت جری میں بھی حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز ہے؛ مثلاً: ذوالحال اضافت لفظیہ کی وجہ سے مجرور ہو؛ جیسے: **جاء نی راكبًا ضاربُ زيدٍ**. یا ایسے حرف جر زائد کی وجہ سے مجرور ہو جس کو حذف کرنا جائز ہے؛ جیسے: **ما جاء نی متأخِّرًا من أحد**. یا لفظ ''**غير**'' کی اضافت کی وجہ سے مجرور ہو؛ جیسے: **جاء نی قائمًا غيرُ زيدٍ**. (الہامیہ ص ۱۴۸، النحو الوافی ۲/۳۲۷)

فائدہ: اگر ذوالحال حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہو تو کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا جائز ہے۔ (النحو الوافی ۲/۳۲۶) میں لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اسی رائے کو اختیار کیا جائے؛ اس لئے کہ اس طرح کی قرآن کریم میں بہت سی مثالیں وارد ہوئی ہیں جن میں ذوالحال کے حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کیا گیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وما أرسلناك إلا كافةً للناس**، اس آیت میں **كافةً** حال اور **الناس** ذوالحال ہے جو لام حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہے، اور **كافةً** حال کو اس پر مقدم کیا گیا ہے۔

فائدہ: ذوالحال کے نکرۂ محضہ ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ حال مفرد ہو؛ اس لئے کہ اگر حال جملہ ہو اور ذوالحال مفرد ہو، تو وہاں جملے کے شروع میں واؤ کا لانا واجب ہوتا ہے، حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب نہیں ہوتا۔ (درایہ ص ۱۲۲)

وقد تكون الحال جملة الخ: یہاں سے مصنف حال کی دوسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے

ومثال ما كان عاملها معنى الفعل، نحو: هذا زيد قائما؛ لأن معناه: أنبه وأشير. وقد يحذف العامل لقيام قرينة؛ كما تقول للمسافر: سالما غانما؛ أي ترجع سالما غانما.

ترجمہ: اوراس حال کی مثال جس کا عامل معنیٰ فعل ہو، جیسے: هذا زيدٌ قائمًا (یہ زید ہے درآں حالیکہ کھڑا ہے)؛ اس لئے کہ اس کے معنیٰ أنبِّهُ اور اُشیر ہیں۔ اور کبھی حال کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، جیسا کہ آپ کہیں مسافر سے: سَالمًا غانمًا، اس کی اصل: تَرجِعُ سَالمًا غانمًا ہے (آپ اس حال میں لوٹیں کہ آپ صحیح سالم اور مال غنیمت کے ساتھ ہوں)۔

ہیں کہ: حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے، خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: جاء نی زیدٌ وغلامُه راکبٌ[1] میں غلامه راکب جملہ اسمیہ حال ہے، یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: جاء نی زیدٌ یَرکبُ غلامُه میں یرکب غلامه جملہ فعلیہ حال ہے۔ جملہ انشائیہ حال نہیں بن سکتا۔

فائدہ: اگر حال جملہ خبریہ ہو تو اس میں ماقبل سے ربط پیدا کرنے کے لئے کبھی ذوالحال کی طرف لوٹنے والی ضمیر، کبھی واؤ، اور کبھی واؤ اور ضمیر دونوں کو لانا ضروری ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

اگر حال جملہ اسمیہ یا ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے شروع میں مضارع منفی یا ماضی منفی ہو تو اس میں تین صورتیں جائز ہیں: (۱) ضمیر کو لانا (۲) واؤ کو لانا (۳) واؤ اور ضمیر دونوں کو لانا۔

اور اگر حال ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے شروع میں مضارع مثبت ہو، تو اس میں صرف ضمیر کو لانا ضروری ہے، واؤ کو لانا جائز نہیں۔ اور اگر حال ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے شروع میں ماضی مثبت ہو تو اس میں ''قد'' اور ضمیر کو لانا ضروری ہے۔

وقد يحذف العامل لقيام الخ: یہاں سے مصنف حال کے عامل کا حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی کسی قرینۂ حالیہ یا مقالیہ کے پائے جانے کے وقت حال کے عامل کو بطور جواز حذف کر دیا جاتا ہے، خواہ عامل فعل ہو، یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل، جیسے: آپ کسی مسافر سے کہیں (جب کہ وہ سفر پر جا رہا ہو): سالمًا

---

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، زید ذوالحال، واؤ حالیہ، غلامه مرکب اضافی مبتدا، راکب شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح جاء نی زید یرکب غلامه کی ترکیب ہوگی۔

فصل: التمييز: هو نكرة تذكر بعد مقدار من عدد، أو كيل، أو وزن، أو مساحة أو غير ذلك مما فيه إبهام، ترفع ذلك الإبهام؛ نحو: عندي عشرون درهما.

ترجمہ: یہ ساتویں فصل ہے: تمیز ایسا اسم نکرہ ہے جو مقدار یعنی عدد، یا کیل، یا وزن، یا مساحۃ یا اِن کے علاوہ کسی ایسی چیز کے بعد ذکر کیا جائے جس میں ابہام ہو، درآں حالیکہ وہ اسم نکرہ دور کر رہا ہو اس ابہام کو، جیسے: عِندِی عِشْرُونَ دِرْهمًا (میرے پاس بیس درہم ہیں)۔

غانماً[1] (آپ اس حال میں لوٹیں کہ آپ صحیح سالم اور مالِ غنیمت کے ساتھ ہوں)، اس مثال میں سالمًا غانمًا دونوں ترجع فعل محذوف کی ضمیر فاعل سے حال ہیں، یہاں ان کے عامل ترجع فعل کو قرینۂ حالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینۂ حالیہ مسافر کا رخصت ہونا ہے۔

فصل: التمييز الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی ساتویں قسم تمیز کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرما رہے ہیں:

تمیز کی تعریف: تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو مقدار یعنی عدد، کیل، وزن، مساحت اور مقیاس سے ابہام کو دور کرے، عدد سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **عندی عشرون درهمًا**[2] اس مثال میں درهمًا تمیز ہے؛ اس لئے کہ یہ اس مقدار سے ابہام کو دور کر رہی ہے جو عدد کے ضمن میں پائی جا رہی ہے۔ کیل (یعنی پیمانے) سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **عندي قفیزان بُرًّا** (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں)۔ وزن سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **عندي مَنَوان سَمْنًا** (میرے پاس دو من گھی ہے)۔ مساحت سے ابہام کو دور کرنے کی مثال؛ جیسے: **عندی جَرِیبَانِ قُطنًا** (میرے پاس دو جریب روئی ہے)، جس طرح ہمارے زمانے میں میٹر پیمائش کی ایک مقدار ہے اسی طرح جریب بھی پیمائش کی ایک مقدار کا نام ہے۔ مقیاس سے ابہام کو دور کرنے کی مثال، جیسے: **علی التَّمرةِ مثلُها زُبدًا** (کھجور پر اس کے برابر مکھن ہے)۔

فائدہ: مقدار اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اشیاء کا اندازہ کیا جائے، مقدار کی پانچ قسمیں ہیں: عدد، کیل، وزن، مساحت اور مقیاس، یہاں مقدار سے مقدّرات (یعنی وہ چیزیں جن کا اندازہ کیا جائے) مراد ہیں، چناں چہ عدد سے معدود، کیل سے مکیل، وزن سے موزون، مساحت سے ممسوح اور مقیاس سے مقیس

---

[1] سالما شبہ جملہ معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، غانما شبہ جملہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر حال، ترجع فعل محذوف، أنت ضمیر مستتر ذو الحال، ذو الحال حال سے مل کر فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] عندی مرکب اضافی ظرف مستقر، ثابت اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور ظرف مستقر سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، عشرون ممیّز، درهما تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وقفيزان برا، ومنوان سمنا، وجريبان قطنًا، وعلى التمرة مثلها زبدا. وقد يكون عن غير مقدار؛ نحو: هذا خاتم حديدا، وسوار ذهبا. وفيه الخفض أكثر. وقد يقع بعد الجملة

ترجمہ: عِندِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا، ومَنَوانِ سَمْنًا، وجَرِیْبَانِ قُطْنًا (میرے پاس دو قفیز گیہوں، دو من گھی اور دو جریب روئی ہے)،عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زَیْدًا (کھجور پر اسی کے برابر مکھن ہے)۔اور کبھی تمیز مقدار کے علاوہ سے بھی ہوتی ہے، جیسے:ھذا خاتمٌ حدیدًا، وسوارٌ ذَھبًا (یہ لوہے کی انگوٹھی اور سونے کا کنگن ہے)۔اور اس میں اکثر اضافت کی وجہ سے جرآتا ہے۔اور کبھی تمیز جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے

مراد ہے؛اس لئے کہ مقدار میں ابہام نہیں ہوتا؛ بلکہ مقدرات میں ابہام ہوتا ہے، چناں چہ **عشرون** میں کوئی ابہام نہیں ہے، انیس ۱۹، اور اکیس ۲۱ کے درمیان والے عدد کو عشرون کہتے ہیں؛ بلکہ ابہام معدود میں ہے کہ وہ درھم ہے یا کوئی اور چیز۔ جو تمیز مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے، اس کا عامل اسم تام ہوتا ہے۔

اسم تام کی تعریف:اسم تام وہ اسم ہے جس کے آخر میں ایسی چیز ہو جس کے ہوتے ہوئے اس کی اضافت دوسرے کی طرف جائز نہ ہو۔اسم چار چیزوں سے تام ہوتا ہے:(۱) تنوین سے خواہ تنوین لفظی ہو، جیسے:**عندی رطلٌ زیتاً** میں **رطلٌ**. یا تنوین تقدیری ہو، جیسے:**عندی أحد عشر درھماً** میں **أحد عشر** کا دوسرا جز (۲) نون تثنیہ سے، جیسے:**عندی قفیزان برًّا** میں **قفیزان** (۳) نون جمع یا مشابہ نون جمع سے، جیسے:**عندی عشرون درھماً** میں **عشرون** (۴) اضافت سے، جیسے:**علی التمرۃ مثلھا زبداً** میں **مثل**.

وقد یکون عن غیر مقدار الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ تمیز اکثر مقدار سے ابہام کو دور کرنے کے لئے آتی ہے؛ لیکن کبھی تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرنے کے لئے بھی آتی ہے، جیسے: **ھذا خاتم حدیدًا** (یہ لوہے کی انگوٹھی ہے)، اس مثال میں **حدیدًا** تمیز ہے جو **خاتم** غیر مقدار سے ابہام کو دور کررہی ہے۔اور جیسے:**ھذا سِوار ذھبًا** (یہ سونے کا کنگن ہے)، اس مثال میں **ذھبا** تمیز ہے جو **سوارٌ** غیر مقدار سے ابہام کو دور کررہی ہے۔ جو تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے وہ اکثر اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے، جیسے:**ھذا خاتمُ حدیدٍ ھذا سوارُ ذھبٍ**.

وقد یقع بعدالجملۃ الخ: یہاں سے مصنف تمیز کی دوسری قسم کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تمیز کبھی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لیے آتی ہے، خواہ نسبت جملہ میں پائی جائے، جیسے:**طاب زیدٌ نفسًا**[۱]

---

[۱] طاب فعل، زید فاعل، نسبت ممیّز، نفسا تمیز، طاب فعل اپنے فاعل اور نسبت کی تمیز سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

لرفع الإبهام عن نسبتها؛ نحو: طاب زيد نفسا أو علما، أو أبا.

فصل: المستثنى: لفظ يذكر بعد "إلا" وأخواتها؛ ليعلم أنه لاينسب إليه ما نسب إلى ما قبلها.

ترجمہ: جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرنے کے لئے، جیسے: **طَابَ زيدٌ نفسًا أو علمًا أو أبًا** (زید اچھا ہو گیا نفس یا علم یا باپ کے اعتبار سے)۔

یہ آٹھویں فصل ہے: مستثنیٰ: ایسا لفظ ہے جو "إلَّا" اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ نسبت نہیں کی گئی ہے اس کی طرف اس چیز کی جس کی نسبت کی گئی ہے اس کے ماقبل کی طرف۔

(زید اچھا ہو گیا نفس کے اعتبار سے)، اس مثال میں **نفساً** تمیز ہے جو اس نسبت سے ابہام کو دور کر رہی ہے جو جملہ میں **طاب** فعل کی زید کی طرف کی گئی ہے۔ یا نسبت شبہ جملہ میں پائی جائے، جیسے: **الحوضُ ممتلئٌ ماءً** (حوض پانی سے بھرا ہوا ہے)، اس مثال میں **ماءً** تمیز ہے، جو اس نسبت سے ابہام کو دور کر رہی ہے جو **ممتلئ** شبہ فعل کی اس کے فاعل کی طرف کی گئی ہے۔ جو تمیز نسبت سے ابہام کو دور کرے اس کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے۔

مصنف نے اس تمیز کی جو نسبت سے ابہام کو دور کرے، تین مثالیں دے کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ تمیز کبھی منتصب عنہ کا عین ہوتی ہے، جیسے: **طاب زيد نفسًا** میں **نفسًا** زید منتصب عنہ کا عین ہے۔ اور کبھی منتصب عنہ کا متعلق ہوتی ہے، جیسے: **طاب زيدٌ علمًا** میں **علمًا** زید منتصب عنہ کا متعلق ہے۔ اور کبھی اس میں دونوں احتمال ہوتے ہیں، منتصب عنہ کا عین بھی ہو سکتی ہے اور متعلق بھی؛ جیسے: **طاب زيدٌ أبًا** میں دونوں احتمال ہیں، اگر زید خود باپ ہو تو **أبًا** منتصب عنہ کا عین ہوگا، اور اگر زید خود باپ نہ ہو تو **أبًا** منتصب عنہ کا متعلق ہوگا۔ جو تمیز نسبت سے ابہام کو دور کرے وہ حقیقت میں فاعل یا مفعول بہ ہوتی ہے، فاعل یا مفعول بہ سے بدل کر اُسے تمیز بنایا جاتا ہے۔

منتصب عنہ: سے مراد وہ اسم ہے جس کی طرف تمیز کے عامل کی نسبت کی جائے، جیسے: **طاب زيدٌ نفساً** میں زید منتصب عنہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی طرف **نفسًا** تمیز کے عامل **طاب** فعل کی نسبت کی گئی ہے۔

فصل: المستثنیٰ الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی آٹھویں قسم مستثنیٰ کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرما رہے ہیں:

مستثنیٰ کی تعریف: مستثنیٰ ایسا لفظ ہے جو "إلا" اور اس کے نظائر **غير، سویٰ، سواء، حاشا، خلا،**

وهو على قسمين. متصل؛ وهو ما أخرج عن متعدد بـ "إلا" وأخواتها؛ نحو: جاء نی القوم إلا زيدا. ومنقطع؛ وهو المذكور بعد "إلا" وأخواتها، غير مخرج عن متعدد؛ لعدم دخوله في المستثنى منه؛ نحو: جاء نی القوم إلا حمارا

ترجمہ: اور مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصل، اور وہ یعنی مستثنیٰ متصل وہ مستثنیٰ ہے جس کو "إلاَّ" اور اس کے نظائر کے ذریعہ متعدد سے نکالا گیا ہو، جیسے: **جَاء نی القَوْمُ إلاّ زيدًا** (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے)۔ (۲) مستثنیٰ منقطع، اور وہ یعنی مستثنیٰ منقطع وہ مستثنیٰ ہے جو "إلاّ" اور اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو، درآں حالیکہ اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو، اس کے مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، جیسے: **جاء نی القومُ إلاَّ حمارًا.** (میرے پاس قوم آئی سوائے گدھے کے)۔

عدا، ماخلا، ماعدا، ليس اور **لايكون** کے بعد مذکور ہو، تا کہ معلوم ہو جائے کہ جس چیز کی نسبت مستثنیٰ کے ماقبل (یعنی مستثنیٰ منہ) کی طرف کی گئی ہے اس کی نسبت مستثنیٰ کی طرف نہیں کی گئی ہے۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مستثنیٰ متصل (۲) مستثنیٰ منقطع

مستثنیٰ متصل: وہ مستثنیٰ ہے جو مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور اس کو "إلاَّ" یا اس کے نظائر کے ذریعہ متعدد سے نکالا گیا ہو، خواہ وہ متعدد ذو جزئیات ہو، جیسے: **جاء نی القوم إلا زيدا**[۱] اس مثال میں **زيد** مستثنیٰ متصل ہے؛ اس لئے کہ اس کو "إلاَّ" کے ذریعہ متعدد ذو جزئیات **قوم** سے نکالا گیا ہے۔ یا وہ متعدد ذوا جزاء ہو، جیسے: **اشتريتُ العبدَ إلا نصفَه** (میں نے غلام خریدا سوائے اس کے آدھے حصہ کے)، اس مثال میں **نصفه** مستثنیٰ متصل ہے؛ اس لئے کہ اس کو "إلاَّ" کے ذریعہ متعدد ذوا جزاء **عبد** سے نکالا گیا ہے۔

مستثنیٰ منقطع: وہ مستثنیٰ ہے جو "إلاَّ" اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور اس کو مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے، متعدد سے نہ نکالا گیا ہو، خواہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں کی جنس الگ الگ ہو، جیسے: **جاء نی القوم الا حمارًا** میں **حمارًا** مستثنیٰ منقطع ہے اور مستثنیٰ منہ **قوم** اور اس کی جنس الگ الگ ہے۔ یا مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس ایک ہو، جیسے: **جاء نی القومُ إلا زيدًا** میں اگر **قوم** سے **زيد** کی برادری کے علاوہ کوئی دوسری مخصوص برادری مراد لے لی جائے تو **زيد** مستثنیٰ منقطع ہوگا، حالاں کہ مستثنیٰ منہ **قوم** اور **زيد** دونوں کی جنس ایک ہے۔

---

[۱] **جاء** فعل، **نون** وقایہ، **یا** ضمیر مفعول بہ، **القوم** مستثنیٰ منہ، **إلا** حرف استثناء، **زيدا** مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح **جاء نی القوم إلا حمارا** کی ترکیب کر لی جائے۔

وأعلم أن إعراب المستثنى على أربعة أقسام. فإن كان: متصلا وقع بعد ’’إلا‘‘ في كلام موجب. أو منقطعا كمامر. أو مقدما على المستثنى منه؛نحو ما جاء ني إلا زيدا أحد.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں: پس اگر مستثنیٰ متصل ’’إلّا‘‘ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو؛یا مستثنیٰ منقطع ہوجیسا کہ گزر چکا؛یا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، جیسے:ماجاء نی إلاّ زیدًا أحدٌ (میرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا)۔

فائدہ: ’’مستثنیٰ بہ إلّا‘‘ کے عامل کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے، اور جرجانی صاحب ’’مائۃ عامل‘‘ کی رائے یہ ہے کہ اس کا عامل خود ’’إلاّ‘‘ ہوتا ہے۔صاحب ’’النحو الوافی‘‘ نے لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ متصل ہوتو اس کا عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے، اور اگر مستثنیٰ منقطع ہوتو اس کا عامل خود ’’إلاّ‘‘ ہوتا ہے۔

واعلم أن اعراب المستثنٰی الخ: یہاں سے مصنف مستثنیٰ کے اعراب کو بیان فرمارہے ہیں: مستثنیٰ کے اعراب کی چار صورتیں ہیں: (۱) وجوب نصب (۲) دوصورتوں کا جواز،نصب استثناء کی بناء پر اور ماقبل سے بدل (۳) عوامل کے اعتبار سے اعراب، عامل اگر رافع ہوتو رفع، عامل ناصب ہوتو نصب اور عامل جار ہوتو جر (۴) جر۔

(۱) وجوبِ نصب، یہ چار صورتوں میں ہوتا ہے (۱) مستثنیٰ متصل ’’إلا‘‘ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو، جیسے: جاء نی القوم إلا زیداً (۲) مستثنیٰ منقطع ہو، خواہ کلامِ موجب میں ہو یا کلامِ غیر موجب میں، جیسے: جاء نی القوم إلاحمارًا (۳) مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، خواہ کلام موجب میں ہو یا کلام غیر موجب میں، جیسے:ماجاء نی إلازیداً أحد[۱] (۴) مستثنیٰ ماخلا، ماعدا، لیس، یالایکون کے بعد واقع ہو، جیسے:جاء نی القوم ماخلا زیدًا[۲] وماعدا زیدًا ولا یکون زیدًا. خلا اور عدا کے بعد بھی اکثر علماء کے

---

[۱] ما حرف نفی، جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، إلا حرف استثناء، زیدا مستثنیٰ مقدم، أحد مستثنیٰ منہ مؤخر، مستثنیٰ منہ مؤخر مستثنیٰ مقدم سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، القوم ذوالحال، ما حرف مصدر، خلا فعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، زیدا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، جاء فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔اسی طرح جاء نی القوم خلا زیدا کی ترکیب کرلی جائے۔

أو كـان بعد "خلا" و "عدا" – عند الأكثر – أو بعد "ما خلا" و "ما عدا" و "ليس" و "لا يكون" ؛ نحو: جاء نى القوم خلا زيدا، إلخ. كان منصوبا.

وإن كـان بـعد "إلا" في كلام غير موجب – وهو كل كلام يكون فيه نفى ونهي واستفهام – والمستثنى منه مذكور ؛ يجوز فيه الوجهان: النصب، و البدل عما قبلها ؛ نحو: ماجاء نى أحد إلا زيدا، وإلا زيد.

ترجمہ: یا مستثنیٰ خَلا اور عَدا کے بعد واقع ہو- اکثر نحویوں کے نزدیک- یا مَا خَلا، مَاعَدا، لَيْس اور لایکونُ کے بعد واقع ہو، جیسے: **جاء نی القومُ خَلا زیدًا،** (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے) آخر تک، تو مستثنیٰ منصوب ہوگا۔ اور اگر مستثنیٰ "إلّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو- اور وہ یعنی کلام غیر موجب ہر ایسا کلام ہے جس میں نفی، نہی یا استفہام انکاری ہو- اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) نصب (۲) ماقبل سے بدل، جیسے: **ماجاء نی أحدٌ إلا زیدًا، وإلا زیدٌ.** (میرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا)۔

مذہب کے مطابق مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے، جیسے: **جاء نی القوم خلا زیدًا وعدا زیدًا.**

کلامِ مُوجب: وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور ایسا استفہام انکاری نہ ہو جو نفی کے معنیٰ کو شامل ہو، جیسے **جـاء نی زیدٌ.**

کلامِ غیر موجب: وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام انکاری ہو، جیسے: **ما جاء نی إلا زیدٌ، لَا تَضرِبُ إلا زیدًا، هل جزاءُ الإحسانِ إلاّ الإحسان.**

(۲) دو صورتوں کا جواز: نصب استثناء کی بناء پر اور ماقبل سے بدل، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مستثنیٰ "إلّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو، جیسے: **ماجاء نی أحدٌ إلا زیدًا وإلا زیدٌ.**[1]

(۳) عوامل کے اعتبار سے اعراب: (یعنی اگر عامل رافع ہو تو رفع، عامل ناصب ہو تو نصب اور عامل جار ہو تو جر) یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مستثنیٰ مفرغ ہو، یعنی "إلّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع

---

[1] ما حرف نفی، جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، أحد مستثنیٰ منہ، إلا حرف استثناء، زیدا مستثنیٰ، مستثنیٰ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ زید کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں أحد مبدل منہ ہوگا اور زید بدل، پھر مبدل منہ بدل سے مل کر جاء فعل کا فاعل ہوگا۔

وإن كان مفرغا – بأن يكون بعد "إلا" في كلام غير موجب، والمستثنى منه غير مذكور – ؛ كان إعرابه بحسب العوامل؛ تقول: ما جاء ني إلا زيد، وما رأيت إلا زيدا، وما مررت إلا بزيد. وإن كان بعد "غير" و "سوى" و "سواء" و "حاشا" عند الأكثر؛ كان مجرورا؛ نحو: جاء ني القوم غير زيد، وسوى زيد، وسواء زيد، وحاشازيد.

وأعلم أن إعراب "غير" كإعراب المستثنى بـ "إلا" على التفصيل

ترجمہ: اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو بایں طور کہ مستثنیٰ "إلّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عوامل کے اعتبار سے ہوگا، آپ کہیں گے: ما جاء نی إلا زيدٌ (میرے پاس نہیں آیا مگر زید)، ما رأيتُ إلا زيدًا (میں نے نہیں دیکھا مگر زید کو)، ما مررتُ إلا بزيدٍ (میں نہیں گذرا مگر زید کے پاس سے)۔ اور اگر مستثنیٰ غَیرَ، سِوٰی، سَواء کے بعد، یا حَاشَا کے بعد واقع ہو اکثر نحویوں کے نزدیک تو مستثنیٰ مجرور ہوگا، جیسے: جاء نی القوم غيرَ زيدٍ، وسوى زيدٍ، وسواءَ زيدٍ، وحاشازيدٍ. (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے)۔

اور جان لیجئے کہ "غیر" کا اعراب مستثنیٰ بہ إلّا کے اعراب کی طرح ہوتا ہے مذکورہ تفصیل کے مطابق،

ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو، جیسے: ما جاء نی إلا زيدٌ، ما رأيتُ إلا زيدًا، مامررتُ إلا بزيدٍ[1]

(۴) جر، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مستثنیٰ غیر، سِوٰی، سَواء کے بعد واقع ہو، جیسے: جاء نی القوم غير زيدٍ وسوىٰ زيدٍ وسَواء زيدٍ[2] اور حاشا کے بعد بھی اکثر علماء کے مذہب کے مطابق مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے، جیسے: جاء نی القوم حاشا زيدٍ. البتہ امام مبرد نے "حاشا" کے بعد نصب کو جائز قرار دیا ہے۔

واعلم أن اعراب غير الخ: یہاں سے مصنف لفظ "غیر" کا اعراب بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "غیر" کا اعراب مستثنیٰ بہ إلّا کے اعراب کی طرح ہوتا ہے، یعنی اگر مستثنیٰ متصل کلام موجب میں واقع

---

[1] ما حرف نفی، جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، إلا حرف استثناء، زید مستثنیٰ مفرغ فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح باقی دونوں مثالوں کی ترکیب ہوگی، اتنا فرق ہے کہ دوسری مثال میں زید مستثنیٰ مفرغ ہو کر مفعول بہ اور تیسری مثال میں باء حرف جر کا مجرور ہو کر مرد فعل کا متعلق ہوگا۔

[2] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، القوم مستثنیٰ منہ، غیر مضاف، زید مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

المذكور؛ تقول: جاء نی القوم غير زيد، وغير حمار،وما جاء نی غير زيد القوم، وما جاء نی أحد غير زيد، وغير زيد، وما جاء نی غير زيد، وما رأيت غير زيد ومامررت بغير زيد. واعلم ان لفظة غير موضوعة للصفة.

ترجمہ: آپ کہیں گے: جاء نی القومُ غيرَ زيدٍ، وغيرَ حمار (میرے پاس قوم آئی سوائے زید اورسوائے گدھے کے)، ما جاء نی غيرَ زيدٍ القومُ (میرے پاس قوم نہیں آئی سوائے زید کے)، ما جاء نی أحدٌ غيرَ زيدٍ وغيرُ زيدٍ (میرے پاس کوئی نہیں آیا سوائے زید کے)، ما جاء نی غيرُ زيدٍ (میرے پاس نہیں آیا؛ مگر زید)، ما رأيتُ غيرَ زيدٍ (میں نے نہیں دیکھا؛ مگر زید کو) مامررتُ بغيرِ زيدٍ (میں نہیں گذرا؛ مگر زید کے پاس سے). جان لیجئے کہ لفظ ''غیر'' وضع کیا گیا ہے صفت کے لئے۔

ہو، یا مستثنیٰ منقطع ہو، یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، تو لفظ ''غیر'' استثناء کی بناء پر منصوب ہوگا، جیسے: جاء نی القومُ غيرَ زيدٍ، جاء نی القومُ غيرَ حمارٍ، ماجاء نی غيرَ زيدٍ القومُ.

اوراگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو لفظ ''غیر'' میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) نصب استثناء کی بناء پر (۲) ماقبل سے بدل، جیسے: ماجاء نی أحدٌ غيرَ زيدٍ وغيرُ زيدٍ.

اوراگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو لفظ ''غیر'' کا اعراب عوامل کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، جیسے: ماجاء نی غيرُ زيدٍ، ما رأيتُ غيرَ زيدٍ، مامررتُ بغيرِ زيدٍ.

فائدہ: جو اعراب مذکورہ صورتوں میں ''غیر'' کا بیان کیا گیا ہے، یہی اعراب دیگر ان کلمات استثناء کا بھی ہوتا ہے جو اسم صریح ہیں، مثلاً: سُوًی ، سِواء، سَواء، اس اعتبار سے ''غیر'' اور سُوًی، سَواء، سِواء وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، البتہ دوسرے اعتبار سے ان کے درمیان فرق ہے، وہ یہ کہ:

۱- کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، ''غیر'' کے مضاف الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے، جب کہ ''سِویٰ'' اور اس کے نظائر کے مضاف الیہ کو حذف کرنا کہیں بھی جائز نہیں۔

۲- ''غیر'' ظرف نہیں ہوتا، جب کہ ''سِوی'' وغیرہ بعض مواقع میں ظرف مکان واقع ہو جاتے ہیں۔

۳- ''غیر'' کا استعمال استثناء کے لئے کم اور صفت کے لئے زیادہ ہوتا ہے، جب کہ ''سِوی'' وغیرہ استثناء کے لئے زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور صفت کے لئے کم۔ (النحو الوافی ۲/۲۹۷-۲۹۹)

واعلم أنّ لفظة غير الخ : یہاں سے مصنف لفظ ''غیر'' کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لفظ ''غیر'' کو واضع نے صفت کے لئے وضع کیا ہے؛ لیکن کبھی یہ استثناء کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے،

وقد تستعمل للإستثناء، كما أن لفظة "إلا" موضوعة للاستثناء، وقد تستعمل للصفة؛ كمافي قوله تعالى: لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا؛ أي غير الله، و كذلك قولك: لا إله إلا الله.

ترجمہ: اور کبھی استعمال کرلیا جاتا ہے استثناء کے لئے، جیسا کہ لفظ "إلّا" وضع کیا گیا ہے استثناء کے لئے اور کبھی استعمال کرلیا جاتا ہے صفت کے لئے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: لو كَانَ فِيهِمَا آلهةٌ إلا اللهُ لَفَسَدَتَا میں (اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو ان دونوں میں فساد برپا ہوجاتا)، یہ "غیر الله" کے معنی میں ہے۔ اور اسی طرح آپ کا قول: لاَ إلهَ إلاَّ اللّٰهُ ہے (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے)۔

جیسے: جاء نی القومُ غیرَ حمارٍ. جیسا کہ لفظ "إلّا" استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی وہ صفت یعنی "غیــــر" کے معنی میں بھی استعمال ہوجاتا ہے، إلّا صفت کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب کہ إلّا کا استثناء کے لئے ہونا متعذر ہو، اور یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کہ إلّا سے پہلے ایسی جمع یا شبہ جمع ہو جو نکرہ ہو اور اس کے افراد متعین نہ ہوں، جیسے: لو كان فيهما آلهةٌ إلاّ الله لفسدتا[1] اور لا اِلٰهَ اِلاّ اللّٰه، ان دونوں مثالوں میں "إلّا" صفت کے لئے ہے؛ کیوں کہ یہاں إلّا کا استثناء کے لئے ہونا متعذر ہے؛ اس لئے کہ پہلی مثال میں إلّا سے پہلے "آلهة" جمع نکرہ ہے، اور دوسری مثال میں اس سے پہلے "إله" شبہ جمع نکرہ ہے؛ (کیوں کہ نکرہ نفی کے تحت آنے سے عموم میں جمع کے مشابہ ہوجاتی ہے)، اور ان کے افراد متعین نہیں ہیں، لہٰذا آلهة اور إلـــه میں نہ تو اللہ کا دخول یقینی ہے کہ اس کو مستثنیٰ متصل قرار دیا جاسکے، اور نہ خروج یقینی ہے کہ مستثنیٰ منقطع قرار دے سکیں، پس جب یہاں إلّا کا استثناء کے لئے ہونا متعذر ہوگیا تو لامحالہ إلّا یہاں صفت کے لئے ہوگا۔

نیز اگر یہاں "إلّا" کو استثناء کے لئے لیا جائے تو یا تو اللہ کو مستثنیٰ متصل مانیں گے یا مستثنیٰ منقطع، اور دونوں باطل ہیں؛ اس لئے کہ اگر اللہ کو مستثنیٰ متصل مانیں تو آلهةٌ اور إلـــه سے معبودان برحق مراد ہوں گے؛ کیوں کہ مستثنیٰ متصل کا مستثنیٰ منہ میں دخول یقینی ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ الهةٌ اور اِلٰهٌ سے

---

[1] لو حرف شرط، کان فعل ناقص، فیھما جار مجرور، ثابتة اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر خبر مقدم، آلهة موصوف، إلا بمعنی غیر مضاف، الله مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط، لام برائے جواب، فسد فعل، الف ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ اسی طرح لا الـه الا الـله کی ترکیب کرلی جائے۔ اس کی اصل: لا إله الا الله موجود ہے۔ إلّا بمعنی غیر کی ترکیب کے قاعدہ کے لئے دیکھئے: النحو الوافی (۳۰۳/۲)

فصل: خبر "كان" وأخواتها: هو المسند بعدخولها؛ نحو: كان زيد قائما. وحكمه كحكم خبر المبتدأ، إلا أنه يجوز تقديم خبرها على اسمها –

ترجمہ: یہ نویں فصل ہے: "کان" اوراس کے نظائر کی خبر: وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: كان زيدٌ قائمًا میں قائما (زید کھڑا تھا)۔ اوراس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے؛ مگر یہ کہ جائز ہے اِن کی خبر کو اِن کے اسم پر مقدم کرنا۔

معبودان برحق مراد ہوں۔ اور یہ باطل ہے؛ اس لئے کہ اس صورت میں اللہ کے علاوہ دیگر معبودانِ برحق کا ہونا لازم آئے گا۔

اوراگر مستثنیٰ منقطع مانیں تو الهة اور الـهٌ سے معبودان باطلہ مراد ہوں گے؛ کیوں کہ مستثنیٰ منقطع کا مستثنیٰ منہ سے خروج یقینی ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آلهةٌ اور إله سے معبودانِ باطلہ مراد ہوں، اور یہ بھی باطل ہے؛ اس لئے کہ اس صورت میں معبودانِ باطلہ کی نفی ہوگی، اور معبودانِ باطلہ کی نفی سے معبودانِ برحق کی نفی لازم نہیں آتی۔ الغرض اگر یہاں "إلّا" کو استثناء کے لئے مانا جائے تو توحید ثابت نہ ہو سکے گی، لہٰذا یہاں "إلّا" کا صفت کے لئے ہونا متعین ہے۔

فصل: خبر كان وأخواتها الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی نویں قسم کان اوراس کے نظائر کی خبر کو بیان فرمارہے ہیں:

کان اوراس کے نظائر کی خبر کی تعریف: کان اوراس کے نظائر کی خبر وہ اسم ہے جو کان اوراس کے نظائر میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: كان زيدٌ قائمًا میں قائمًا، کان کی خبر ہے؛ اس لئے کہ یہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

وحكمه كحكم خبر المبتدأ: کان اوراس کے نظائر کی خبر کا حکم: معرفہ، نکرہ، مفرد، جملہ، واحد اور متعدد ہونے میں، نیز اگر خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا اور اگر قرینہ پایا جائے تو عائد کو حذف کرنا وغیرہ تمام احکام میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے، البتہ دونوں میں ایک فرق ہے، وہ یہ ہے کہ مبتدا کی خبر اگر معرفہ ہو تو اس کو (بغیر قرینہ کے) مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں، جیسے: محمدٌ نبيُّنا. اس کے برخلاف اگر "کان" اوراس کے نظائر کی خبر معرفہ ہو تو اس کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے (خواہ کوئی قرینہ پایا جائے یا نہ پایا جائے)، جیسے: كان القائمَ زيدٌ میں القائم خبر کو اسم پر مقدم کیا گیا ہے؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ اسم اور خبر دونوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر اعراب لفظی ہو۔ اگر اعراب لفظی نہ ہو تو پھر مبتدا کی خبر کی طرح "کان" اوراس کے نظائر کی خبر کو

مع كونه معرفة – بخلاف خبر المبتدأ؛ نحو: كان القائم زيد.

فصل: إسم "إن" وأخواتها: هو المسند إليه بعد دخولها؛ نحو: إن زيدا قائم.

فصل: المنصوب بـ "لا" التي لنفي الجنس: هو المسند إليه بعد دخولها،

ترجمہ: اس کے معرفہ ہونے کے ساتھ، برخلاف مبتدا کی خبر کے، جیسے: كَانَ القائمَ زيدٌ۔

یہ دسویں فصل ہے: إنَّ اور اس کے نظائر کا اسم: وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: إنَّ زيدًا قائمٌ (بلا شبہ زید کھڑا ہے)۔

یہ گیارہویں فصل ہے: وہ اسم جو منصوب ہو اس لا کی وجہ سے جو جنس کی نفی کے لئے آتا ہے (یعنی لائے نفی جنس کا اسم)، اور وہ (یعنی لائے نفی جنس کا اسم) وہ اسم ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو،

بھی معرفہ ہونے کی صورت میں ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا۔

فائدہ: کان اور اس کے نظائر کی خبر اور مبتدا کی خبر کے درمیان ایک فرق اور ہے، وہ یہ ہے کہ فعل ماضی علی الاطلاق مبتدا کی خبر بن جاتا ہے، جیسے: زيدٌ قامَ. اس کے برخلاف فعل ماضی علی الاطلاق "کان" اور اس کے نظائر کی خبر نہیں بن سکتا؛ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ یا تو اس سے پہلے "قد" ہو، جیسے: كان زيدٌ قد قعد، یا "کان" اپنے اسم وخبر سے مل کر شرط واقع ہو، جیسے: اِنْ كانَ قميصُه قُدَّ مِنْ دُبُرٍ.

فصل: اسم إن وأخواتها الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی دسویں قسم اِنَّ اور اس کے نظائر کے اسم کو بیان فرما رہے ہیں:

اِنَّ اور اس کے نظائر کے اسم کی تعریف: اِنَّ اور اس کے نظائر کا اسم: ایسا اسم ہے جو اِنَّ اور اس کے نظائر میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: اِنَّ زيدًا قائمٌ میں زیدًا، اِنّ کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

فصل: المنصوب بلا الخ: یہاں سے مصنف منصوبات کی گیارہویں قسم لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف اور اس کی اقسام بیان فرما رہے ہیں:

چوں کہ لائے نفی جنس کا اسم ہر جگہ منصوب نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف بعض حالتوں میں منصوب ہوتا ہے، اس لئے مصنف نے "المنصوب بلا التي لنفي الجنس" (یعنی وہ اسم جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے) کہا، اسم لا التي لنفي الجنس نہیں کہا۔

لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف: لائے نفی جنس کا اسم: ایسا اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل

یلیھا، نکرۃ: مضافۃ؛ نحو: لا غلام رجل فی الدار. أو مشابھا لھا؛ نحو: لا عشرین درھمافی الکیس. فإن کان بعد "لا" نکرۃ مفردۃ؛ تبنی علی الفتح.

ترجمہ: درآں حالیکہ ملا ہوا ہو وہ اسم اس **لا** سے، نکرہ ہو، مضاف ہو، جیسے: **لا غلامَ رَجلٍ فی الدَّار** (مرد کا کوئی غلام گھر میں نہیں ہے)، یا مشابہ مضاف ہو، جیسے: **لا عِشرِینَ دِرهَمًافی الکیسِ** (بیس درہم تھیلی میں نہیں ہیں)۔ پس اگر **لا** کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا؛

ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: **لا غلام رجل فی الدار** میں **غلام رجل** لائے نفی جنس کا اسم ہے؛ اس لئے کہ یہ لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔

فائدہ: لائے نفی جنس کے اسم کی تعریف "**المسند الیه بعد دخولها**" پر مکمل ہوگئی ہے؛ لیکن چوں کہ مصنف کے پیش نظر یہاں لائے نفی جنس کے اُس اسم کو بیان کرنا ہے جو منصوب ہوتا ہے، اس لئے اس کے بعد مصنف نے "**یلیھا نکرۃً مضافۃً**" اور "**مشابھاً لھا**" فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ لائے نفی جنس کے اسم کے منصوب ہونے کے لئے تین شرائط ہیں: (۱) وہ اسم لائے نفی جنس کے متصلاً بعد واقع ہو، درمیان میں کسی چیز کا فصل نہ ہو۔ (۲) نکرہ ہو، معرفہ نہ ہو۔ (۳) مضاف یا مشابہ مضاف ہو۔

لائے نفی جنس کے اسم کی، لائے نفی جنس کے عمل کے اعتبار سے چار صورتیں ہیں: (۱) معرب منصوب (۲) مبنی برفتحہ (۳) معرب مرفوع (۴) پانچ صورتوں کا جواز۔

(۱) **معرب منصوب**: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ لائے نفی جنس کا اسم نکرہ بلا فصل، مضاف یا مشابہ مضاف ہو، مضاف کی مثال، جیسے: **لاغلام رجلٍ فی الدار**.[۱] مشابہ مضاف کی مثال، جیسے: **لا عشرین درهمًا فی الکیس**[۲] (تھیلی میں بیس درہم نہیں ہیں)۔

(۲) **مبنی برفتحہ**: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ لائے نفی جنس کا اسم نکرۂ مفردہ بلا فصل ہو، مضاف یا مشابہ مضاف نہ ہو، جیسے: **لارجلَ فی الدار**.[۳]

---

[۱] **لا** لائے نفی جنس، **غلام رجل** مرکب اضافی لائے نفی جنس کا اسم، **فی الدار** جار مجرور، **ثابت** اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۲] **لا** لائے نفی جنس، **عشرین** ممیّز، **درهما** تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مشابہ مضاف لائے نفی جنس کا اسم، **فی الکیس** جار مجرور، **ثابتة** اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۳] **لا** لائے نفی جنس، **رجل** نکرۂ مفردہ مبنی برفتحہ لائے نفی جنس کا اسم، **فی الدار** جار مجرور، **ثابت** اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نحو: لا رجل فی الدار. وإن کان معرفة، أو نکرة مفصولا بینه وبین "لا"؛ کان مرفوعا، ویجب حینئذ تکریر "لا" مع اسم آخر؛ تقول: لا زید فی الدار ولا عمرو؛ ولا فیها رجل ولا امرأة.

ترجمہ: جیسے: **لا رَجُلَ فی الدَّارِ** (کوئی مرد گھر میں نہیں ہے)۔ اور اگر وہ اسم جو لا کے بعد ہے معرفہ ہو یا ایسا نکرہ ہو جس کے اور "لا" کے درمیان فصل کر دیا گیا ہو، تو وہ مرفوع ہوگا اور واجب ہوگا اُس وقت "لا" کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ، آپ کہیں گے: **لا زیدٌ فی الدَّارِ ولا عمرٌو** (گھر میں نہ زید ہے اور نہ عمرو) **لا فیها رجلٌ ولا امرأةٌ** (گھر میں نہ مرد ہے اور نہ عورت)۔

---

(۳) **معرب مرفوع**: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ "لا" کے بعد معرفہ ہو، یا ایسا نکرہ ہو جس کے اور لا کے درمیان کسی چیز کا فصل ہو، اس صورت میں لا کا دوسرے معرفہ یا نکرہ کے ساتھ تکرار لازم ہوتا ہے اور لا ملغیٰ ہو جاتا ہے یعنی لفظا کوئی عمل نہیں کرتا، اور وہ معرفہ یا نکرہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے، اور دوسرا "لا" تاکیدِ نفی کے لئے زائد ہوتا ہے، معرفہ کی مثال، جیسے: **لا زیدٌ فی الدارِ ولا عمرٌو**[۱]. نکرہ مفصولہ کی مثال، جیسے: **لا فیها رجلٌ ولا إمرأةٌ**.

(۴) **پانچ صورتوں کا جواز**: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ "لا" کے بعد نکرۂ مفردہ بلا فصل ہو اور "لا" دوسرے نکرۂ مفردہ بلا فصل کے ساتھ مکرر ہو، اگر یہ صورت ہو تو اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں:

(۱) دونوں کا فتحہ دونوں کو لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے، جیسے: **لا حولَ ولا قوةَ إلاّ باللّٰه**[۲]

(۲) دونوں کا رفع دونوں جگہ "لا" کو زائد مانتے ہوئے، جیسے: **لا حولٌ ولا قوةٌ إلاّ باللّٰه.** [۳]

---

[۱] لا لائے نفی جنس ملغیٰ، زید معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، فی الدار جار مجرور ثابتان اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۲] لا لائے نفی جنس، حول نکرۂ مفردہ مبنی بر فتحہ، لائے نفی جنس کا اسم، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجود اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف، لا لائے نفی جنس، قوۃ نکرۂ مفردہ مبنی بر فتحہ، لائے نفی جنس کا اسم، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجود اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

[۳] لا ملغیٰ، حول معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لا زائدہ، قوۃ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجودان اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ویجوز فی مثل : "لا حول ولا قوۃ إلا باللہ" خمسۃ أوجہ: فتحھما، ورفعھما، وفتح الأول ونصب الثانی ، وفتح الأول و رفع الثانی، ورفع الأول وفتح الثانی. وقد یحذف اسم "لا" لقرینۃ؛ نحو: لا علیک؛ أي لا بأس علیک.

ترجمہ: اورجائز ہے **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** جیسی مثالوں میں پانچ صورتیں: دونوں کا فتحہ، دونوں کا رفع، پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا نصب، پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا رفع، پہلے کا رفع اور دوسرے کا فتحہ۔ اور کبھی حذف کردیا جاتا ہے "لا" کے اسم کو کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، جیسے: **لا علیک**؛ اس کی اصل **لا بأسَ علیک** ہے (تم پر کوئی حرج نہیں ہے)۔

---

(۳) پہلے کا فتحہ لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے اور دوسرے کا نصب پہلے کے لفظ پر عطف کرتے ہوئے، جیسے: **لاحولُ ولا قوۃً إلاّ باللہ**.[۱]

فائدہ: نکرۂ مفردہ ہونے کی صورت میں، "لائے نفی جنس" کے اسم پر جوفتحہ آتا ہے، اُس کو عروض وزوال میں، لفظاً معرب کے نصب کے ساتھ مشابہت ہے، جس طرح معرب کا نصب عامل ناصب کے آجانے سے آجاتا ہے، اور عامل ناصب کے باقی نہ رہنے سے ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ فتحہ بھی "لائے نفی جنس" کے آجانے سے آجاتا ہے، اور" لائے نفی جنس" کے باقی نہ رہنے سے ختم ہوجاتا ہے، گویا اس اعتبار سے "لائے نفی جنس" کا اسم لفظاً منصوب ہوتا ہے، اسی نصبِ لفظی پر عطف کرتے ہوئے، یہاں معطوف (**قوۃ**) پر نصب پڑھنا جائز ہے۔

(۴) پہلے کا فتحہ لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے اور دوسرے کا رفع پہلے کے محل پر عطف کرتے ہوئے، جیسے: **لاحولُ ولا قوۃٌ إلاّ باللہ**.[۲] چوں کہ لائے نفی جنس مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے، اس لئے اس کا اسم محلاً مرفوع ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کے محل پر عطف کرتے ہوئے یہاں دوسرے اسم پر رفع پڑھنا جائز ہے۔

---

[۱] **لا** لائے نفی جنس، **حول** معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **لا** زائدہ، **قوۃ** معطوف لفظ پر عطف کرتے ہوئے، معطوف علیہ معطوف سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم، **إلا** کلمۂ حصر، **باللہ** جار مجرور **موجودان** اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۲] **لا** لائے نفی جنس، **حول** معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **لا** زائدہ، **قوۃ** معطوف محل پر عطف کرتے ہوئے، معطوف علیہ معطوف سے مل کر لائے نفی جنس کا اسم، **إلا** کلمۂ حصر، **باللہ** جار مجرور **موجودان** اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فـصـل: خبـر "مـا و لا" المشبهتين بـ "ليس": هو المسند بعد دخولهما؛ نحو: مازيد قائما، ولا رجل حاضرا.

ترجمہ: یہ بارہویں فصل ہے: اس ما اور لا کی خبر جو لیس فعل ناقص کے مشابہ ہوں، اور وہ (یعنی ما اور لا کی خبر) وہ اسم ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: ما زیدٌ قائمًا (زید کھڑا نہیں ہے) اور لا رجلٌ حاضرًا (مرد حاضر نہیں ہے)۔

---

(۵) پہلے کا رفع "لا مشابہ بلیس" کا اسم مانتے ہوئے اور دوسرے کا فتحہ لائے نفی جنس کا اسم مانتے ہوئے، جیسے: لا حولٌ ولا قوةَ إلاّ باللّٰہ۔[۱]

وقـد يحذف اسم لا الخ: یہاں سے مصنف لائے نفی جنس کے اسم کا حکم بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت لائے نفی جنس کے اسم کو حذف کردیا جاتا ہے، جیسے: **لا عـلـيـك**[۲]، اس کی اصل: **لا بـاس عـلـيـك** ہے، اس مثال میں لائے نفی جنس کے اسم "بـاس" کو قرینۂ مقالیہ کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے، قرینہ "لا" کا "عـلـیٰ" حرف جر پر داخل ہونا ہے جو اس کے حذف پر دلالت کررہا ہے؛ اس لئے کہ "لا" اسم پر داخل ہوتا ہے حرف پر داخل نہیں ہوتا۔

فـصـل : خبر ماو لا الخ : یہاں سے مصنف منصوبات کی بارہویں قسم "ما و لا" مشابہ بلیس کی خبر کو بیان فرمارہے ہیں:

ما و لا مشابہ بلیس کی خبر کی تعریف: ما و لا مشابہ بلیس کی خبر وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: مازیدٌ قائما[۳] اور لا رجلٌ حاضرًا، پہلی مثال میں قائما ما مشابہ بلیس کی خبر ہے؛ اس لئے کہ وہ "ما" کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے، اور دوسری مثال میں حـاضـرًا لا مشابہ بلیس کی خبر ہے؛ اس لئے کہ وہ "لا" کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

---

۱ اس کی اصل ہے: لا حـول مـوجـود الاباللہ ولا قوة الا باللہ، لا مشابہ بلیس، قوة اس کا اسم، إلا کلمۂ حصر، باللہ جار مجرور موجـود اسم مفعول محذوف کا متعلق، اسم مفعول محذوف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لا مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لاقوة الا باللہ کی ترکیب مذکورہ طریقہ کے مطابق کرلی جائے۔

۲ لا لائے نفی جنس، بـأس نکرۂ مفردہ مبنی برفتحہ اس کا اسم محذوف، علیک جار مجرور ثـابـت اسم فاعل محذوف کا متعلق، اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم محذوف اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۳ ما مشابہ بلیس، زید اس کا اسم، قـائما شبہ جملہ خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح لا رجلٌ حاضرًا کی ترکیب ہوگی۔

وإن: وقع الخبر بعد "إلا" نحو: مازيد إلا قائم. أو تقدم الخبر على الإسم نحو: ماقائم زيد. أو زيدت "إن" بعد "ما"؛ نحو: ما إن زيد قائم. بطل العمل، كما رأيت في الأمثلة. وهذا لغة أهل الحجاز. أمابنو تميم، فلا يعملونهما أصلا؛ قال الشاعر عن لسان بني تميم:

ومهفهفٍ كالغصن قلتُ له انتسب ☆ فأجاب ماقتل المحبّ حرام

برفع حرام.

ترجمہ: اوراگرواقع ہوخبر "إلّا" کے بعد، جیسے: مَازيدٌ إلّا قائمٌ (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا)، یا مقدم ہوخبراسم پر، جیسے: مَا قَائمٌ زيدٌ (زید نہیں کھڑا ہے)۔ یا زیادہ کردیا جائے "إنْ"، "ما" کے بعد، جیسے: مَا إنْ زَيدٌ قائمٌ تو عمل باطل ہوجائے گا، جیسا کہ آپ نے مذکورہ مثالوں میں دیکھا۔ اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے۔ بہرحال بنوتمیم تو وہ عمل نہیں دلاتے ہیں ان دونوں کو بالکل، شاعر نے بنوتمیم کی زبان میں کہا ہے: شعر

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَه اِنْتَسِبْ☆☆ فَأجَابَ مَاقتلُ الْمُحِبِّ حَرامٌ

حرام کے رفع کے ساتھ (ٹہنی کی طرح نرم ونازک کمر والے محبوب سے میں نے کہا کہ نسب بیان کر، تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں ہے)۔

وإن وقع الخبر بعد إلاّ الخ: یہاں سے مصنف ماولامشابہ بلیس کے عمل کے باطل ہونے کی صورتوں کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تین صورتوں میں "ما" اور "لا" کاعمل باطل ہوجاتا ہے، یعنی ان صورتوں میں یہ لفظاً کوئی عمل نہیں کرتے:

(۱) خبر "إلّا" کے بعد واقع ہو، جیسے: مازيدٌ إلّا قائمٌ[1] اورلا رجلٌ إلّا أفضلُ منك.

(۲) خبراسم پر مقدم ہو، جیسے: ماقائمٌ زيدٌ اورلا أفضلُ منك رجلٌ.

(۳) "ما" کے بعد "إنْ" زیادہ کردیا گیا ہو، جیسے: ماإن زيدٌ قائمٌ[2] یہ "إن" بصریین کے نزدیک زائدہ ہے اور کوفیین کے نزدیک نفی کی تاکید کے لئے ہے، زائدہ نہیں ہے۔

فائدہ: چوں کہ تتبع اور استقراء سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ "لا" کے بعد "إن" کو زیادہ نہیں کیا جاتا، اس لئے تیسری صورت کو "ما" کے ساتھ خاص کردیا گیا ہے۔

---

[1] ما مشابہ بلیس ملغی، زید مبتدا، إلا کلمۂ حصر، قائم شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

[2] ما مشابہ بلیس ملغی، إن زائدہ، زید مبتدا، قائم شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

المقصد الثالث فی المجرورات

الأسماء المجرورة هی المضاف إلیه فقط. وهو کل اسم نسب إلیه شئ بواسطة حرف الجر: لفظا؛ نحو: مررت بزید.

تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں ہے

اسماء مجرورہ صرف مضاف الیہ ہے۔ اور وہ (یعنی مضاف الیہ) ہر ایسا اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو حرف جر کے واسطے سے: خواہ حرفِ جر لفظاً ہو؛ جیسے: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ (میں زید کے پاس سے گذرا)۔

وهذا لغة أهل الحجاز الخ: یہاں سے مصنف ما ولا مشابہ بلیس کے عامل ہونے اور عامل نہ ہونے میں اختلاف کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اہل حجاز "ما" اور "لا" کو عامل مانتے ہیں، اس کے برخلاف بنوتمیم ان کو عامل نہیں مانتے، چناں چہ بنوتمیم کے ایک شاعر کا شعر ہے:

ومهفهفٍ کالغصن قلتُ له انتسب ☆☆ فأجاب ماقتل المحبّ حرام [1]

(ٹہنی کی طرح نرم و نازک پتلی کمر والے محبوب سے میں نے کہا کہ نسب بیان کر، تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں ہے)۔

اس شعر میں **ماقتل المحب حرام** میں ما مشابہ بلیس ہے اور "حرام" اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے؛ لیکن شاعر نے اس کو رفع کے ساتھ **حرامٌ** پڑھا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بنوتمیم ما مشابہ بلیس کو عامل نہیں مانتے؛ اس لئے کہ اگر وہ اس کو عامل مانتے تو شاعر **حرامٌ** کو نصب کے ساتھ **حراماً** پڑھتا۔

قوله: المقصد الثالث: یہاں سے مصنف حسب وعدہ تیسرے مقصد کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں ہے۔ اسم مجرور صرف مضاف الیہ ہے۔

---

[1] واؤ بمعنی رب حرف جر، مهفهف صفت اول موصوف محذوف کی، کالغصن جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر صفت ثانی، موصوف محذوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر لفظاً مجرور محلاً مرفوع مبتدا، قلت فعل با فاعل، له جار مجرور متعلق قال فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول، انتسب فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ، قول مقولہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، فا حرف عطف، أجاب فعل هو ضمیر مستتر فاعل، ما قتل المحب حرام مراد اللفظ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ ما حرف نفی، قتل المحب مرکب اضافی مبتدا، حرام خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ویعبّر عن هذا التركيب في الاصطلاح بأنه جار ومجرور. أو تقديرا؛ نحو: غلام زيد؛ تقديره: غلام لزيد. ويعبر عنه في الاصطلاح بأنه مضاف ومضاف إليه. ويجب تجريد المضاف عن التنوين أو مايقوم مقامه.

ترجمہ: اور تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاحِ (نحاۃ) میں اس طور پر کہ وہ جار مجرور ہیں۔ یا حرفِ جر تقدیراً ہو؛ جیسے: **غُلامُ زَیْدٍ؛** اس کی اصل **غلامٌ لزیدٍ** ہے۔ اور تعبیر کیا جاتا ہے اس (ترکیب) کو اصطلاحِ (نحاۃ) میں اس طور پر کہ وہ مضاف اور مضاف الیہ ہیں۔ اور واجب ہے مضاف کو خالی کرنا تنوین سے یا اس چیز سے جو اس (تنوین) کے قائم مقام ہو۔

فائدہ: اگرچہ مجرور صرف ایک ہی ہے (یعنی مضاف الیہ)؛ لیکن چوں کہ اس کے افراد بہت ہیں، اس لئے افراد کا اعتبار کرتے ہوئے مصنف "**المجرورات**" اور "**الأسماء المجرورة**"، جمع کا صیغہ لائے۔

مضاف الیہ کی تعریف: مضاف الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی حرفِ جر کے واسطے سے نسبت کی گئی ہو؛ خواہ حرفِ جر لفظی ہو؛ جیسے: **مررت بزیدٍ** میں "**زید**" مضاف الیہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی طرف "**مَرَرَ**"، فعل کی "**باء**" حرفِ جر لفظی کے واسطے سے نسبت کی گئی ہے۔ اس کو نحویین ترکیب میں جار مجرور سے تعبیر کرتے ہیں۔

یا حرفِ جر تقدیری ہو، جیسے: **غلامُ زیدٍ؛** اس کی اصل: "**غُلامٌ لزیدٍ**" ہے؛ اس مثال میں "**زید**" مضاف الیہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی طرف "**غلام**" کی "**لام**" حرفِ جر تقدیری کے واسطے سے نسبت کی گئی ہے۔ اس کو نحویین ترکیب میں مضاف مضاف الیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

فائدہ: یہاں حرفِ جر تقدیری سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر معنی میں تو نہ ہو، البتہ لفظوں میں ہو، پس مفعول فیہ اور مفعول لہ، باوجودیکہ ان سے پہلے "**فی**" اور "**لام**" حرف جر مقدر ہوتے ہیں، مضاف الیہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ مفعول فیہ میں "**فی**" اور مفعول لہ میں "**لام**" حرف جر کا اثر معنی میں ہوتا ہے، لفظوں میں نہیں ہوتا۔

قوله: ويجب تجريد المضاف الخ: یہاں سے مصنف مضاف کے احکام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مضاف کو اضافت کی وجہ سے تنوین اور قائم مقام تنوین (یعنی نونِ تثنیہ اور نونِ جمع) سے خالی کرنا ضروری ہے؛ اس لئے کہ اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال پر دلالت کرتی ہے اور تنوین اور

وهو نون التثنية والجمع؛ نحو: جاء نی غلام زيد، وغلا مازيد، ومسلمو مصر. واعلم أن الاضافة على قسمين: معنوية ولفظية.

أما المعنوية: فهی أن يكون المضاف غير صفة مضافة إلى معمولها.

ترجمہ: اور وہ نونِ تثنیہ اور نونِ جمع ہے؛ جیسے: **جاء نی غلامُ زيدٍ، وغلاما زيدٍ، ومسلمُو مصرٍ** (میرے پاس زید کا غلام، زید کے دو غلام اور شہر کے بہت سے مسلمان آئے)۔ جان لیجئے کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اضافت معنویہ (۲) اضافت لفظیہ۔

بہر حال اضافتِ معنویہ: تو وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ ٔصفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

قائم مقام تنوین انفصال پر دلالت کرتے ہیں؛ اور ظاہر ہے کہ اتصال اور انفصال ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے؛ اس لئے مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے۔

تنوین سے خالی کرنے کی مثال: جیسے: **غلامُ زَيْدٍ؛** یہ اصل میں **غلامٌ لِزَيْدٍ** تھا، اضافت کی وجہ سے غلام مضاف کو تنوین سے خالی کر لیا گیا۔

قائم مقام تنوین سے خالی کرنے کی مثال: جیسے: **غُلامازيدٍ، مُسْلِمُوْ مِصْرٍ؛** یہ اصل میں **غُلامَانِ لِزَيْدٍ** اور **مُسْلِمُوْنَ لِمِصْرٍ** تھے، اضافت کی وجہ سے مضاف کو قائم مقام تنوین: نونِ تثنیہ اور نونِ جمع سے خالی کر لیا گیا۔

قوله: واعلم أن الإضافة الخ: یہاں سے مصنف اضافت کی قسمیں بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اضافت کی دو قسمیں ہیں: اضافتِ معنویہ اور اضافت لفظیہ۔

اضافت معنویہ: وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ ٔصفت نہ ہو جو اپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مضاف صیغہ صفت ہی نہ ہو؛ جیسے: **غلامُ رجلٍ** میں **غلام** مضاف صیغہ ٔصفت نہیں ہے۔

(۲) مضاف صیغہ صفت ہو؛ لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو؛ جیسے: **كَرِيْمُ الْبَلَدِ** (شہر کا سخی) اور **مُصَارِعُ الْبَلَدِ** (شہر کا پچھاڑنے والا)؛ ان دونوں مثالوں میں **كريم** اور **مصارع** مضاف صیغہ ٔصفت ہیں؛ لیکن وہ اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہیں؛ اس لئے کہ شہر میں سخی ہونے یا پچھاڑنے کی صلاحیت نہیں ہے؛ بلکہ سخی اور پچھاڑنے والے شہر والے ہوتے ہیں، لہٰذا **بلد: كريم** یا **مصارع** کا معمول نہیں ہو سکتا۔

وهـي: إمَّـا بـمـعـنـى "اللام" ؛ نحو: غلام زيد (أي غلام لزيد)، أو بمعنى "مِنْ"؛ نـحـو: خـاتـم فـضة (أي خاتم من فضة)، أو بمعنى "في"؛ نحو: صلاة الليل (أي صلاة في الليل).

وفائدة هذه الإضافة: تعريف المضاف إن أضيف إلى معرفة، كمامر.

ترجمہ:اور وہ (یعنی اضافت معنویہ) یا تو "لام" کے معنی میں ہوتی ہے؛ جیسے: غُـلامُ زَیـدٍ (زید کا غلام)، یہ غـلامٌ لـزیدٍ کے معنی میں ہے، یا "مِنْ" کے معنی میں ہوتی ہے؛ جیسے: خـاتَـمُ فِضَّةٍ (چاندی کی انگوٹھی)، یہ خاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ کے معنی میں ہے، یا "فی" کے معنی میں ہوتی ہے؛ جیسے: صلاۃُ اللَّیلِ (رات کی نماز)، یہ صلاۃٌ فی اللیل کے معنی میں ہے۔

اور اس اضافت کا فائدہ: مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اضافت کی جائے معرفہ کی طرف؛ جیسا کہ (اس کی مثال) گذر چکی۔

قوله: وهي إما بمعنى اللام الخ: یہاں سے مصنف اضافتِ معنویہ کے معنی بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: کہ اضافتِ معنویہ تین معنی کے لئے استعمال ہوتی ہے:

(۱) "لام" کے معنی میں، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کا ظرف ہو؛ جیسے: غلامُ زیدٍ، یہ غلام لزید کے معنی میں ہے۔ اس کو اضافتِ لامیہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) "مِنْ" کے معنی میں، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو (یعنی مضاف الیہ مضاف سے عام ہو)؛ جیسے: خاتَمُ فِضَّةٍ، یہ خـاتـمٌ مِنْ فضة کے معنی میں ہے۔ اس کو اضافتِ بیانیہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) "فـی" کے معنی میں، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو؛ جیسے: صـلاۃُ اللَّیلِ، یہ صلاۃٌ فی اللیل کے معنی میں ہے۔ اس کو اضافتِ ظرفیہ بھی کہتے ہیں۔

قـولـه: وفائدة هذه الإضافة الخ: یہاں سے مصنف اضافت معنویہ کا فائدہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: کہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں:

(۱) تعریفِ مضاف: یعنی مضاف کو معرفہ بنانا؛ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ نکرہ کی اضافت معرفہ کی طرف کی جائے؛ جیسے: غلامُ زیدٍ میں غلام مضاف زید معرفہ کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو گیا ہے۔

(۲) تخصیصِ مضاف: یعنی مضاف کے اشتراک کو کم کر دینا، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ نکرہ کی اضافت

وتخصيصه إن أضيف إلى نكرة؛ كـ : غلام رجل.

وأما اللفظية: فهي أن يكون المضاف صفة مضافة إلى معمولها ؛

ترجمہ: یا مضاف میں تخصیص پیدا کرنا ہے اگر اضافت کی جائے نکرہ کی طرف ؛ جیسے: غُلامُ رَجُلٍ (مرد کا غلام)۔

اور بہرحال اضافتِ لفظیہ: تو وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغۂ صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو،

نکرہ کی طرف کی جائے ؛ جیسے: غلامُ رجلٍ میں غلام مضاف رجل نکرہ کی طرف اضافت کی وجہ سے خاص ہو گیا ہے، اضافت سے پہلے یہ مرد اور عورت دونوں کے غلام کو شامل تھا، رجل کی طرف اضافت کے بعد مرد کے غلام کے ساتھ خاص ہو گیا۔

فائدہ: غَیر، مِثل، نَظِیر، شِبہ اور سِوی کی اگر معرفہ کی طرف اضافت کر دی جائے تو اگرچہ یہ اضافتِ معنویہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود یہ معرفہ نہیں ہوں گے ؛ بلکہ جس طرح اضافت سے پہلے نکرہ تھے، اسی طرح اضافت کے بعد بھی نکرہ ہی رہیں گے ؛ اس لئے کہ ان میں ابہام راسخ ہے، معرفہ کی طرف اضافت کرنے سے یہ ابہام ختم نہیں ہوگا۔ البتہ اگر "غیر" اور "سوی" کا مصداق مغایرت میں مشہور ہو اس طور پر کہ مضاف الیہ کی صرف ایک ہی ضد ہو، یا "مثل" اور "شبہ" کا مصداق مضاف الیہ سے مماثلت میں اور "نظیر" کا مصداق مضاف الیہ سے مشابہت میں مشہور ہو تو اس صورت میں یہ سب معرفہ کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو جائیں گے ؛ جیسے: عَلَیْکَ بِالْحَرَکَةِ غَیْرِ السُّکُوْن. اس مثال میں "غیر" اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو گیا ہے ؛ اس لئے کہ اس کا مصداق یہاں حرکت ہے اور حرکت مضاف الیہ: سکون سے مغایرت میں مشہور ہے؛ کیوں کہ سکون کی صرف یہی ایک ضد ہے۔

اسی طرح وہ اسماء جو افعال کے معنی میں ہوں اگر ان کی اضافت معرفہ کی طرف کر دی جائے تو وہ بھی معرفہ نہیں ہوں گے ؛ بلکہ حسبِ سابق نکرہ رہیں گے ؛ جیسے: حَسْبُکَ زَیْدٌ. اس مثال میں حَسْبُ کی "کاف" ضمیر کی طرف اضافت کی گئی ہے؛ لیکن اس کے باوجود یہ معرفہ نہیں ہوا؛ اس لئے کہ یہ "کفی" فعل کے معنی میں ہے۔ (غایۃ التحقیق ص ۲۳۲)

قوله: وأما اللفظية الخ: یہاں سے مصنف اضافتِ لفظیہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

اضافتِ لفظیہ: وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغۂ صفت ہو جو اپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو، جیسے: عَمْرٌو ضَارِبُ زَیْدٍ، زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ. ان دونوں مثالوں میں

وهي في تقدير الانفصال؛ نحو: ضارب زيد، وحسن الوجه. وفائدتها: تخفيف في اللفظ فقط.

ترجمہ:اوروہ (یعنی اضافت لفظیہ)انفصال کے حکم میں ہوتی ہے؛ جیسے: ضَارِبُ زَيْدٍ اور حَسَنُ الوَجْهِ. اوراس اضافت کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف پیدا کرنا ہے۔

اضافت لفظیہ ہے؛اس لئے کہ "ضاربُ زيدٍ" میں ضارب اسم فاعل اپنے مفعول بہ زید کی طرف،اور "حسنُ الوجهِ" میں حسن صفت مشبہ اپنے فاعل الوجہ کی طرف مضاف ہے۔

قوله: وهي في تقدير الانفصال: اضافت لفظیہ انفصال کے حکم میں ہوتی ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ اضافت سے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال پیدا ہوجاتا ہے؛ لیکن اضافتِ لفظیہ میں یہ اتصال انفصال کے حکم میں ہوتا ہے،یعنی اضافت لفظیہ میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان صرف لفظاً اتصال ہوتا ہے،معنیً اتصال نہیں ہوتا، چناں چہ مضاف اور مضاف الیہ کے جو معنی اضافت سے پہلے ہوتے ہیں وہی معنی اضافت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں، نیز جس طرح اضافت سے پہلے مضاف عامل اور مضاف الیہ معمول ہوتا ہے،اسی طرح اضافت کے بعد بھی مضاف عامل اور مضاف الیہ معمول باقی رہتا ہے۔اسی وجہ سے اضافت لفظیہ میں مضاف الیہ لفظاً مجرور ہوتا ہے،محلا مجرور نہیں ہوتا؛ بلکہ محلا مرفوع یا منصوب ہوتا ہے۔

قوله: وفائدتها تخفيف في اللفظ الخ: یہاں سے مصنف اضافتِ لفظیہ کا فائدہ بیان فرمارہے ہیں۔ چوں کہ اضافت لفظیہ انفصال کے حکم میں ہوتی ہے، اس لئے مصنف فرماتے ہیں کہ اضافتِ لفظیہ تخفیفِ لفظی کا فائدہ دیتی ہے،تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔اضافتِ لفظیہ سے جو تخفیفِ لفظی حاصل ہوتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) صرف مضاف میں تخفیف حاصل ہو،اس طرح کہ اضافتِ لفظیہ کی وجہ سے مضاف سے تنوین یا قائم مقام تنوین (یعنی نونِ تثنیہ اور نونِ جمع) حذف ہوجائیں،خواہ تنوین حقیقۃً حذف ہو؛ جیسے: ضاربُ زيدٍ میں "ضارب" مضاف سے اضافت کی وجہ سے حقیقۃً تنوین حذف ہوگئی ہے؛ کیوں کہ یہ اصل میں ضاربٌ زيدٍ تھا۔یا حکماً؛ جیسے: حَوَاجُّ بَيْتِ اللهِ، حواجّ چوں کہ جمع منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی، اس لئے اس سے حکما تنوین حذف ہوئی ہے۔قائم مقام تنوین کے حذف ہونے کی مثال: جیسے: ضاربا زيدٍ، اس کی اصل ضاربَانِ زيدٍ ہے،نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ ضَارِبُو زيدٍ. اس کی اصل ضَارِبُون زَيْدٍ ہے،نون جمع اضافت کی وجہ سے حذف ہوگیا۔

واعلم أنک إذا أضفت الإسم الصحیح أو الجاری مجری الصحیح إلی یاء

ترجمہ: جان لیجئے کہ جب آپ اضافت کریں اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی یاءِ متکلم کی طرف۔

---

(۲) صرف مضاف الیہ میں تخفیف حاصل ہو، اس طرح کہ مضاف الیہ کے آخر سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت (مضاف) میں اس کو مستتر کر دیا جائے؛ جیسے: **القائمُ الغلامِ**. یہ اصل میں **القائم غلامه** تھا، مضاف الیہ "**غلامه**" کے آخر سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت "**القائم**" میں اس کو مستتر کر دیا۔ یہاں صرف مضاف الیہ میں تخفیف پیدا ہوئی ہے، مضاف "**القائم**" میں کوئی تخفیف پیدا نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ معرف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر پہلے سے ہی تنوین نہیں تھی۔

(۳) مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف حاصل ہو، اس طرح کہ مضاف سے تنوین حذف ہو جائے اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت مضاف میں اس کو مستتر کر دیا جائے؛ جیسے: **زیدٌ قائمُ الغلامِ**، یہ اصل میں **زید قائمٌ غلامه** تھا، اضافت کی وجہ سے مضاف "**قائم**" سے تنوین حذف ہوگئی، اور مضاف الیہ "**غلامه**" کے آخر سے ضمیر کو حذف کر کے "**قائم**" صیغہ صفت میں اس کو مستتر کر دیا گیا۔

فائدہ (۱): اضافتِ لفظیہ میں مضاف پر "الف لام" آ جاتا ہے، اضافتِ معنویہ میں نہیں آتا، البتہ لفظ "**غیر**"، "**مثل**" وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں؛ اس لئے کہ ان کی اضافت مابعد کی طرف اضافت معنویہ ہوتی ہے؛ لیکن اس کے باوجود ان پر "الف لام" کو داخل کرنا جائز ہے۔

فائدہ (۲): اضافتِ لفظیہ اسی وقت درست ہوتی ہے جب کہ اس کی وجہ سے مضاف یا مضاف الیہ میں، یا دونوں میں تخفیف حاصل ہو، جہاں اضافت لفظیہ سے تخفیف حاصل نہ ہو وہاں اضافتِ لفظیہ جائز نہیں۔

فائدہ (۳): کچھ اضافتیں ایسی ہیں کہ جو حقیقت میں اضافتِ لفظیہ نہیں ہیں؛ بلکہ اضافتِ لفظیہ کے ساتھ ملحق ہیں:

(۱) موصوف کی اضافت صفت کی طرف؛ جیسے: **صلاةُ الأولی**. (۲) صفت کی اضافت موصوف کی طرف؛ جیسے: **حقُ الیقینِ**. (۳) مسمی کی اضافت اسم (نام) کی طرف؛ جیسے: **شهرُ رجبَ**. (۴) مؤکد کی اضافت تاکید کی طرف؛ جیسے: **حینئذٍ**. وغیرہ۔

قوله واعلم أنک الخ: یہاں سے مصنف تنوین اور قائم مقام تنوین کے حذف کے علاوہ، مضاف کے بعض دیگر احوال اور احکام کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

(۱) اگر مفرد منصرف صحیح، یا مفرد منصرف جاری مجری صحیح کی "یاءِ متکلم" کی طرف اضافت کی جائے تو

المتكلم، كسرت آخره، وأسكنت الياء أو فتحتها؛ كـ: غلامي، ودلوي وظبيي. وإن كان آخر الاسم ألفا تثبت؛ كـ: عصاي ورحاي، خلافا للهذيل؛ كعصَيَّ ورحَيَّ.

وإن كان آخر الاسم ياء مكسورا ماقبلها، أدغمت الياء في الياء وفتحت الياء الثانية، لئلا يلتقي الساكنان؛ تقول: في "قاضيُ" قاضِيَّ.

ترجمہ: تو آپ کسرہ دیدیں اس کے آخری حرف کو، اور ساکن کردیں یاء (متکلم) کو، یا اس کو فتحہ دیدیں؛ جیسے: غلامِيْ ، دَلْوِيْ اور ظَبْيِيْ. اور اگر اس اسم کے آخر میں (جس کی طرف یاءِ متکلم کی اضافت کی جائے) الف ہو تو اس کو (اپنی حالت پر) باقی رکھا جائے گا؛ جیسے: عَصَايَ اور رَحَايَ، برخلاف "قبیلۂ ہذیل" کے؛ جیسے: عَصَيَّ اور رَحَيَّ.

اور اگر اس اسم کے آخر میں ایسی یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو تو آپ ادغام کردیں یاء کا یاء میں اور فتحہ دیدیں دوسری یاء کو، تاکہ دو ساکن جمع نہ ہوں؛ آپ کہیں گے: "قَاضِيُ" میں قَاضِيَّ.

اضافت کرتے وقت، یاء کی مناسبت سے مضاف کے آخری حرف کو کسرہ دیا جائے گا، اور "یاءِ متکلم" میں دو صورتیں جائز ہیں: (۱) اس کو ساکن کردیا جائے؛ جیسے: غلامِيْ، دَلْوِيْ، ظَبْيِيْ. (۲) فتحہ دیدیا جائے، اور صحیح قول یہ ہے کہ فتحہ ہی یہاں اصل ہے؛ جیسے: غلامِيَ، دَلْوِيَ، ظَبْيِيَ.

(۲) اگر کسی ایسے اسم کی "یاءِ متکلم" کی طرف اضافت کی جائے جس کے آخر میں الف ہو، خواہ الف تثنیہ کا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا الف ہو، مثلاً: الف مقصورہ وغیرہ، تو وہاں اضافت کرتے وقت الف کو اپنی حالت پر باقی رکھا جائے گا، یاء سے بدل کر اُس کا "یاءِ متکلم" میں ادغام نہیں کیا جائے گا، اور "یاءِ متکلم" کو فتحہ دیدیں گے، تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ جیسے: عَصَايَ، رَحَايَ، غُلامَايَ. البتہ قبیلہ "ہذیل" کا اس میں اختلاف ہے، وہ اضافت کرتے وقت الف کو (بشرطیکہ الفِ تثنیہ نہ ہو) یاء سے بدل کر اس کا "یاءِ متکلم" میں ادغام کردیتے ہیں؛ جیسے: عَصَيَّ، رَحَيَّ. الف تثنیہ کو (جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے) وہ بھی یاء سے نہیں بدلتے؛ بلکہ اپنی حالت پر باقی رکھتے ہیں۔

فائدہ: یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ اس وقت دیا جاتا ہے جب کہ یاء کا ماقبل مضموم ہو، اگر ماقبل مفتوح ہو تو وہاں یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ نہیں دیا جاتا؛ بلکہ فتحہ کو اپنی حالت پر باقی رکھا جاتا ہے؛ اس لئے

وإن كان آخره واوًا مضموما ماقبلها، قلبتها ياء، وعملت كما عملت الآن؛ تقول: جاء ني مسلِميَّ.

وفي الأسماء الستة مضافة إلى ياء المتكلم تقول: أخي، وأبي، وحمي،

ترجمہ: اور اگر اس اسم کے آخر میں ایسا واؤ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو تو آپ بدل دیں اس (واؤ) کو یاء سے اور عمل کریں اسی طرح جس طرح ابھی آپ نے عمل کیا؛ آپ کہیں گے: جاء نی مُسلِميَّ.

اور اسماء ستہ میں درآں حالیکہ وہ ''یاء متکلم'' کی طرف مضاف ہوں آپ کہیں گے: أَخِيْ، أَبِيْ، حَمِيْ،

کہ اہل عرب یاء سے پہلے فتحہ کو دشوار نہیں سمجھتے۔ لہٰذا قبیلۂ ''ہذیل'' کے مذہب کے مطابق ''صاد'' اور ''حاء'' کے فتحہ کے ساتھ عَصَيَّ اور رَحَيَّ کہیں گے۔ دیکھئے (رضی ۲/۲۹۴)

(۳) اگر کسی ایسے اسم کی ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے جس کے آخر میں یاء ہو، خواہ یاء تثنیہ کی ہو یا جمع کی، یا کلمہ کا اصلی حرف ہو، تو اضافت کرتے وقت اس یاء کا ''یاء متکلم'' میں ادغام کر دیا جائے گا، اور ''یاء متکلم'' کو فتحہ دیدیا جائے گا تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ جیسے: قَاضِيْ میں قَاضِيَّ، رَجُلَيْنِ میں رَجُلَيَّ اور مُسْلِمِيْنَ میں مُسْلِمِيَّ.

تنبیہ: زیادہ مناسب اور بہتر یہ تھا کہ یہاں مصنف ''مکسورا ماقبلها'' کی قید نہ لگاتے، جیسا کہ صاحب ''کافیہ'' نے کیا ہے؛ اس لئے کہ جو حکم یہاں اس اسم کا ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو، وہی حکم اس اسم کا بھی ہے جس کے آخر میں یاء ہو، مگر اس کا ماقبل مکسور نہ ہو، بلکہ مفتوح ہو؛ جیسے: رَجُلَيَّ.

(۴) اگر ایسے اسم کی ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے جس کے آخر میں واو ماقبل مضموم ہو (خواہ وہ واؤ اصلی ہو یا غیر اصلی) تو اضافت کرتے وقت واؤ کو ''یاء'' سے بدل کر ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدلنے کے بعد، یاء کا ''یاء متکلم'' میں ادغام کر دیا جائے گا، اور ''یاء متکلم'' کو یہاں بھی فتحہ دیدیا جائے گا، تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ جیسے: مُسْلِمُوْنَ میں مُسْلِمِيَّ.

قوله: وفي الأسماء الستة الخ: یہاں سے مصنف ''یاء متکلم'' کی طرف مضاف ہونے کے تعلق سے ''اسماء ستہ'' کے کچھ احکام بیان فرما رہے ہیں۔

اسماء ستہ میں سے اگر أب، أخ، حم اور هن کی (جو کہ اصل میں أَبَوٌ، أَخَوٌ، حَمَوٌ، هَنَوٌ تھے) ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے تو اضافت کرتے وقت واؤ محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا؛ بلکہ ان کے عین کلمہ پر اعراب آئے گا، اور اس وقت تینوں حالتوں میں ان کا اعراب تقدیری ہوگا؛ جیسے: جاء نی أبيْ، وأخي

وهـنـى، وفـيَّ عند الأكثر، وفمى عند قوم. و"ذو" لا يضاف إلى مضمر أصلا، وقول القائل: إنما يعرف ذا الفضـ ☆☆ ل من الناس ذَوُوه.
شـاذ. وإذا قـطـعـت هـذه الأسـماء عن الإضافة، قلتَ: أخ، وأب، وحم، وهن، وفم. و"ذو" لا يقطع عن الإضافة البتة.

ترجمہ:هَـنِيُ، اورفِيَّ اکثرنحاۃ کےنزدیک،اورفَـمِيُ ایک قوم کےنزدیک۔اور"ذو"مضاف نہیں ہوتا ہےضمیر کی طرف بالکل۔اورشاعر کاقول: اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَا الْفَضـ ☆ لِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ
شاذ ہے (لوگوں میں سے صاحبِ فضل کوصرف صاحب فضل ہی پہچانتے ہیں)۔اورجب آپ الگ کردیں ان اسماءکواضافت سےتو آپ کہیں گے:أخٌ، أَبٌ، حَـمٌ، هَـنٌ اورفَـمٌ. اور"ذو"کواضافت سے الگ نہیں کیا جاسکتا یقینی طور پر۔

وحميُ وهنيُ. رأيت أبيُ، وأخيُ، وحميُ وهنيُ. مررت بأبيُ، وأخيُ، وحميُ وهنيُ.
اوراگرفَمٌ کی (جوکہ اصل میں فَوْهٌ تھا)"یاءِ متکلم" کی طرف اضافت کی جائےتو اضافت کرتے وقت اس کا عین کلمہ: واومحذوف لوٹ کرآئے گا یانہیں؟ اس میں اختلاف ہے:بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ واوَ محذوف لوٹ کرآ جائے گا، واوَ کو یاء سے بدل کر،اس کا"یاءِ متکلم"میں ادغام کردیا جائے گااور یاء کی مناسبت سے فاکلمہ کوکسرہ دیدیا جائے گا، چناں چہ فِيَّ کہیں گے۔یہی اہل عرب کا اکثر استعمال ہے۔
اور کچھ حضرات کہتے ہیں کہ واوَ محذوف لوٹ کرنہیں آئے گا؛ بلکہ واوَ سے بدلا ہوامیم بحالہ باقی رہے گا، چناں چہ فَمِيُ کہیں گے۔
جہاں تک"ذو"کاتعلق ہےتو"ذو" اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے،اسم ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا؛لہٰذااس کی"یاءِ متکلم" کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں،اور جوشاعر کےقول:"إنـمـا يعرف ذا الفضل مـن الـنـاس ذَوُوه[1]" میں"ذو"کی جمع ذَوُون کی اضافت"ھـا"ضمیر کی طرف کی گئی ہےتو یہ شاذ (خلافِ قیاس) ہے،اس پردوسری مثالوں کوقیاس نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] إن مکفوفہ عن العمل،ما مائےکافہ،یعرف فعل،ذا مضاف،الفضل مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سےمل کرمرکب اضافی ہوکرمفعول بہ،مـن الناس جارمجرورظرف مستقر،ثـابتين اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اورظرف مستقر سےمل کرشبہ جملہ ہوکرحال مقدم،ذو و مضاف،ھـا ضمیرمضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سےمل کرمرکب اضافی ہوکرذوالحال مؤخر، ذوالحال مؤخرحال مقدم سےمل کرفاعل،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سےمل کرجملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

هذا كله بتقد ير حرف الجر. وأما مايذكر فيه حرف الجر لفظا، فسيأ تيك في القسم الثالث إن شاء الله تعالىٰ.

الخاتمة في التوابع

اعلم أن التي مرت من الاسماء المعربة كان إعرابها بالأصالةِ، بأن دخلتها العوامل، من المرفوعات والمنصوبات والمجرورات. فقد يكون إعراب الاسم بتبعية ماقبله .

ترجمہ: یہ تمام تفصیل حرفِ جر کے مقدر ہونے کی صورت میں ہے، بہر حال وہ اضافت جس میں حرفِ جر لفظوں میں مذکور ہو تو عنقریب آئے گا آپ کے سامنے اس کا حکم تیسری قسم میں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خاتمہ توابع کے بیان میں ہے

جان لیجئے کہ وہ اسماء معربہ یعنی مرفوعات، منصوبات، مجرورات جو پیچھے گذرے، ان کا اعراب اصالۃ ہوتا ہے، بایں طور کہ ان پر عوامل داخل ہوتے ہیں؛ لیکن کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ تمام تفصیل اس وقت تھی جب کہ ''اسماء ستہ'' کی ''یاء متکلم'' کی طرف اضافت کی جائے، اور اگر اسماء ستہ کو اضافت سے الگ کر کے بغیر اضافت کے استعمال کیا جائے تو اس صورت میں واؤ محذوف لوٹ کر نہیں آئے گا؛ بلکہ ان کا عین کلمہ محل اعراب ہوگا، اسی پر اعراب آئے گا اور اس وقت ان کا اعراب وہی ہوگا جو مفرد منصرف صحیح کا ہوتا ہے؛ جیسے: جاء ني أبٌ، وأَخٌ، وحَمٌ، وهَنٌ وفمٌ. رأيتُ أبًا، وأخًا، وحَمًا، وهَنًا، وفَمًا. مررت بأبٍ، وأخٍ، وَحَم، وهنٍ وفمٍ.

''ذو'' ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے، اس کو اضافت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات پیچھے آچکی ہے کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اضافت بتقدیر حرف جر (۲) اضافت بذکر حرفِ جر۔ اب تک اضافت کے سلسلے میں جو کچھ بیان کیا گیا اس کا تعلق اضافت بتقدیر حرف جر سے ہے، اضافت بذکر حرفِ جر کے احکام تیسری قسم (یعنی حرف کی بحث) میں بیان کئے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الخاتمة في التوابع: یہاں سے مصنف حسب وعدہ خاتمہ کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ خاتمہ توابع کے بیان میں ہے۔

اس سے پہلے ان اسمائے معربہ کا بیان تھا جن کا اعراب اصالۃً ہوتا ہے، یعنی ان پر عامل رافع، ناصب اور جار

ویسمی (التابع) لأنه یتبع ماقبله فی الاعراب. وهو کل ثان معرب باعراب سابقه من جهة واحدة. والتوابع خمسة أقسام: النعت، والعطف بالحروف، والتاکید، والبدل، وعطف البیان.

فصل: النعت: تابع یدل علی معنی فی متبوعه؛ نحو: جاء نی رجل عالم.

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس کا تابع؛ اس لئے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے۔ اور وہ (یعنی تابع) ہر ایسا دوسرا اسم ہے جس کو اعراب دیا گیا ہو اپنے ماقبل اسم کا اعراب، ایک ہی جہت سے۔ اور تابع کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) نعت یعنی صفت (۲) عطف بحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان۔

یہ پہلی فصل ہے: نعت: ایسا تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہوں، جیسے: جَاءَ نی رَجُلٌ عَالِمٌ (میرے پاس ایک عالم مرد آیا)۔

داخل ہوتے ہیں اور وہ براہ راست بلا کسی واسطے کے ان عوامل کی وجہ سے مرفوع، منصوب اور مجرور ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کبھی اسماء معربہ کا اعراب اصالۃً نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوتے ہیں، جو اعراب ان کے ماقبل کا ہوتا ہے وہی اعراب ان کا بھی ہوتا ہے، اس طرح کے اسماء کو توابع کہتے ہیں۔

تابع کی تعریف: تابع ہر ایسا دوسرا لفظ ہے جو اپنے سے پہلے لفظ کے ایک ہی وجہ سے اعراب میں موافق ہو، جیسے: جاء نی زید العالم میں **العالم** تابع ہے؛ اس لئے کہ یہ اپنے سے پہلے لفظ زید کے ایک ہی وجہ سے اعراب میں موافق ہے، جس طرح زید پر فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے اسی طرح **العالم** پر بھی فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے، اول کو متبوع اور ثانی کو تابع کہتے ہیں۔

فوائد قیود: ''کل ثانٍ'' میں افعال ناقصہ، حروف مشبہ بالفعل اور لائے نفی جنس کی خبر وغیرہ سب داخل تھے، ''**معرب باعراب سابقه**'' کی قید سے یہ سب نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ اپنے سے پہلے اسم کے اعراب میں موافق نہیں ہوتے ہیں؛ لیکن ابھی مبتدا کی خبر اس میں داخل تھی، ''**من جهة واحدة**'' کی قید سے وہ بھی نکل گئی؛ اس لئے کہ مبتدا پر رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور خبر پر رفع خبر ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، دونوں کا رفع ایک وجہ سے نہیں ہوتا۔ تابع کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) صفت (۲) عطف بحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان۔

فصل النعت الخ: یہاں سے مصنف تابع کی پہلی قسم صفت کو بیان فرمارہے ہیں:

أوفی متعلق متبوعه؛ نحو: جاء نی رجل عالم أبوه . ویسمی(صفة)أیضًا.

والقسم الأول یتبع متبوعه فی عشرة أشیاء: فی الإعراب،والتعریف،

ترجمہ:یااس کے متبوع کے متعلق میں ہوں، جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ أَبُوهُ (میرے پاس ایسا شخص آیا جس کا باپ عالم ہے)۔اورنام رکھا جاتا ہےاس کا صفت بھی۔

اورپہلی قسم یعنی صفت بحال موصوف تابع ہوتی ہے اپنے متبوع کے دس چیزوں: یعنی اعراب،تعریف،

صفت کی تعریف:صفت ایسا تابع ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جواس کے متبوع میں یا متعلقِ متبوع میں ہوں۔صفت کی دو قسمیں ہیں:صفت بحال موصوف اورصفت بحال متعلق موصوف۔

صفت بحال موصوف:وہ صفت ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جومتبوع میں ہوں، جیسے: **جاء نی رجل عالم** میں عالم[1]۔

صفت بحال متعلق موصوف:وہ صفت ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جومتبوع کے متعلق میں ہوں، جیسے: **جاء نی رجل عالم أبوه** میں عالم[2] صفت بحال متعلق موصوف ہے؛اس لئے کہ یہ ایسے معنی پر دلالت کررہی ہے جومتبوع کے متعلق أبوہ میں ہیں۔

فائدہ:صفت کے متبوع کوترکیب میں موصوف کہتے ہیں۔

القسم الأول الخ: یہاں سے مصنف صفت کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ پہلی قسم یعنی صفت بحال موصوف دس چیزوں: تعریف، تنکیر، افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث، رفع، نصب اور جر میں متبوع کے موافق ہوتی ہے، جن میں سے بیک وقت چار چیزوں میں موافق ہونا ضروری ہے، جیسے: **جاء نی رجل عالم، ورجلان عالمان، ورجال عالمون، وزید العالم، وامراة عالمة.**

اوردوسری قسم یعنی صفت بحال متعلق موصوف پانچ چیزوں: تعریف، تنکیر، رفع، نصب اور جر میں متبوع کے موافق ہوتی ہے، جن میں سے بیک وقت دو چیزوں میں موافق ہونا ضروری ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، رجل موصوف، عالم شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، رجل موصوف، عالم اسم فاعل، أبوہ مرکب اضافی فاعل، عالم اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

والتنكير، والافراد، والتثنية، والجمع، والتذكير، والتانيث ؛نحو: جاء نی رجل عالم، ورجلان عالمان،ورجال عالمون،وزيد العالم، وامراة عالمة.

والقسم الثانی،إنما يتبع متبوعه فی الخسمة الأول،فقط، أعنی الإعراب، والتعريف،والتنكير، كقوله تعالی(ربناأخرجنا) من هذه القرية الظالم أهلها .

وفائدة النعتِ:تخصيص المنعوت،إ ن كانا نكرتين؛

ترجمہ:تنکیر،افراد،تثنیہ،جمع ،تذکیراورتانیث میں،جیسے: جَاءَ نِی رَجُلٌ عالمٌ، ورجُلاَنِ عَالِمَان، ورجالٌ عالِمُونَ،وزيدٌ العَالمُ، وامراةٌ عَالِمَةٌ (میرے پاس ایک عالم مرد،دوعالم مرد، بہت سے عالم مرد، عالم زیداورایک عالمہ عورت آئی)۔اوردوسری قسم (یعنی صفت بحال متعلق موصوف) تابع ہوتی ہے اپنے متبوع کےصرف پہلی پانچ چیزوں میں،مراد لیتاہوں میں اعراب ،تعریف اور تنکیرکو،جیسے:اللہ تعالیٰ کا اشاد ہے: (رَبَّنَا أَخْرِجْنَا) مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا (اے ہمارے رب،ہمیں نکال دیجئے اس گاؤں سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں)۔اورصفت کا فائدہ موصوف میں تخصیص پیدا کرنا ہے اگر دونوں نکرہ ہوں،

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هذهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا[1](اے ہمارے رب ہمیں نکال دیجئے اُس گاؤں سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں)،اس مثال میں الظالم صفت بحال متعلق موصوف ہے، جو اپنے موصوف: القرية کے ساتھ مذکورہ پانچ چیزوں میں سے جراور معرفہ ہونے میں موافق ہے۔

وفائدة النعت الخ: یہاں سے مصنف صفت کے فائدے بیان فرمارہے ہیں:

صفت عموماًدوفائدہ کے لئے آتی ہے:(۱) تخصیص موصوف کے لئے (۲) توضیح موصوف کے لئے ،اگر موصوف اورصفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے،یعنی موصوف کے اشتراک کوکم کردیتی ہے،جیسے:جاء نی رجل عالم میں عالم صفت نے رجل موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیاہے؛اس

---

[1] ربنا مرکب اضافی مفعول بہ أدعو فعل محذوف کا،أدعو فعل محذوف اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکرنداء،أخرج فعل امر،أنت ضمیر مستتر فاعل،نا ضمیر مفعول بہ،من حرف جر،هذه اسم اشارہ مبدل منہ،القرية موصوف الظالم اسم فاعل،أهلها مرکب اضافی فاعل،اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کرشبہ جملہ ہوکرصفت،موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر بدل،مبدل منہ بدل سے مل کر مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،فعل امر اپنے فاعل،مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جواب نداء۔

نحو جاء نی رجل عالم. وتوضیحه، إن کانامعرفتین. نحو: جاء نی زید الفاضل. وقدیکون لمجرد الثناءِ والمدح؛نحو: "بسم اللهِ الرحمن الرحیم". وقدیکون للذم؛ نحو: أعوذ بالله من الشیطان الرجیم. وقدیکونُ للتاکید؛نحو: نفخ فی الصور نخفةٌ واحدةٌ.

ترجمہ: جیسے: جَاءَ نِیْ رجلٌ عالمٌ. اور موصوف کی وضاحت کرنا ہے، اگر دونوں معرفہ ہوں؛ جیسے: جاء نی زیدٌ الفَاضِلُ (میرے پاس فاضل زید آیا)۔ اور کبھی صفت محض ثنا اور تعریف کے لئے ہوتی ہے، جیسے: بسم اللهِ الرحمن الرحیم (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)۔ اور کبھی صفت مذمت کے لئے ہوتی ہے، جیسے: أعوذ بالله من الشیطانِ الرجیم (پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے)۔ اور کبھی صفت تاکید کے لئے ہوتی ہے، جیسے: نُفِخَ فِی الصُّورِ نَفُخَةٌ واحِدَةٌ (صور پھونکا جائے گا ایک بار کا صور پھونکنا)۔

سے پہلے یہ عالم غیر عالم تمام افرادِ رجل کے درمیان مشترک تھا، عالم صفت نے آ کر اس اشتراک کو کم کر دیا۔

اور اگر موصوف اور صفت دونوں معرفہ ہوں تو صفت موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے، یعنی موصوف سے احتمالات کو ختم کر دیتی ہے، جیسے: جاء نی زید الفاضل میں الفاضل صفت نے زید موصوف کی توضیح کا فائدہ دیا ہے، اس سے پہلے زید میں فاضل اور غیر فاضل ہونے کے متعدد احتمالات تھے، اس طور پر کہ زید مختلف لوگوں کا نام ہوسکتا ہے، جن میں سے بعض فاضل ہوں اور بعض غیر فاضل، الفاضل صفت نے آ کر ان احتمالات کو ختم کر دیا۔

وقدیکون لمجرد الثناء الخ: اور کبھی صفت تخصیص اور توضیح کے علاوہ مصوف کی مدح یعنی تعریف کے لئے بھی آتی ہے، جیسے: "بسم اللهِ الرحمن الرحیم"[1] میں الرحمن اور الرحیم دونوں صفت ہیں، اور یہ اپنے موصوف اللہ کی مدح کے لئے ہیں، تخصیص یا توضیح کے لئے نہیں ہیں؛ کیوں کہ اللہ کی ذات معرفہ ہونے، نیز احتمالات سے بالاتر ہونے کی وجہ سے تخصیص اور توضیح کی محتاج نہیں ہے۔

---

[1] با حرف جر، اللہ موصوف، الرحمن شبہ جملہ صفت اول، الرحیم شبہ جملہ صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا أشرع فعل محذوف کا، أشرع فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

واعلم أن النكرة توصف بالجملةِ الخبرية؛ نحو: مررت برجل أبوه عالم؛أو قام أبوه. والمضمر لايوصف ولايوصف به.

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ نکرہ کی جملہ خبریہ کوصفت بنایا جاسکتا ہے، جیسے: **مررتُ برجلٍ أبوه عالمٌ ؛أو قامَ أبوهُ** (میں ایسے شخص کے پاس سے گذرا جس کا باپ عالم ہے)۔اور ضمیر نہ تو موصوف بن سکتی ہے اور نہ صفت۔

اور کبھی صفت مذمت کے لئے آتی ہے، جیسے: **أعوذ بالله من الشيطان الرجيم**[۱] میں **الرجيم** صفت ہے جو اپنے موصوف شیطان کی مذمت کے لئے ہے؛ اس لئے کہ شیطان بڑا مکار ہے، وہ مذمت ہی کا مستحق ہے۔
اور کبھی صفت تاکید کے لئے آتی ہے، جیسے: **نفخ في الصور نفخة واحدةٌ**[۲] اس مثال میں **واحدة** صفت ہے جو اس وحدت کے معنی کی تاکید کے لئے ہے جو موصوف **نفخة** میں تائے وحدت کی وجہ سے پائے جارہے ہیں۔
واعلم أن النكرة الخ : یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ نکرہ کی جملہ خبر کوصفت بنایا جاسکتا ہے، خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: **مررت برجل أبوه عالم**[۳] میں **أبوه عالم** جملہ اسمیہ صفت ہے۔ یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: **مررت برجل قام أبوه** میں **قام أبوه** جملہ فعلیہ صفت ہے، البتہ جب صفت جملہ خبریہ ہو تو اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔
فائدہ: معرفہ کی جملہ خبریہ کوصفت نہیں بنایا جاسکتا، نیز جملہ انشائیہ مطلقاً صفت نہیں بن سکتا، نہ معرفہ کی اور نہ نکرہ کی۔
نوٹ: جملہ انشائیہ کو جس طرح صفت نہیں بنایا جاسکتا ہے اسی طرح اس کو صلہ بھی نہیں بنایا جاسکتا۔
والمضمر لايوصف الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

---

[۱] **أعوذ** فعل، **أنا** ضمیر مستتر فاعل، **بالله** جار مجرور متعلق اول، **من** حرف جر، **الشيطان** موصوف، **الرجيم** شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔
[۲] **نفخ** فعل مجہول، **في الصور** جار مجرور متعلق، **نفخة** موصوف، **واحدة** شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔
[۳] **مررت** فعل با فاعل، **با** حرف جر، **رجل** موصوف، **أبوه** مرکب اضافی مبتدا، **عالم** شبہ جملہ خبر، متبدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فصل: العطف بالحروف: تابع ينسب إليه ما نسب إلى متبوعه، و كلاهما مقصودان بتلك النسبة، ويسمى "عطف النسق".

ترجمہ: یہ دوسری فصل ہے: عطف بحرف ایسا تابع ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جس کی نسبت کی گئی ہے اس کے متبوع کی طرف، اور وہ ددونوں اس نسبت سے مقصود ہوں، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا عطف نسق۔

ضمیر نہ تو موصوف بن سکتی ہے اور نہ صفت، ضمیر موصوف اس لئے نہیں بن سکتی کہ صفت موصوف کی تخصیص یا توضیح کا فائدہ دیتی ہے اور ضمیر اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے تخصیص اور توضیح کی محتاج نہیں ہوتی، اور اگر کہیں ضمیر بظاہر موصوف ہو تو وہ درحقیقت مبدل منہ یا بدل ہوگی، جیسے: **لا إله إلا هو العزيز الحكيم** میں هو مبدل منہ اور **العزيز الحكيم** بدل ہے، موصوف صفت نہیں ہے۔

اور ضمیر صفت اس لئے نہیں بن سکتی کہ صفت ایسے معنیٔ وصفی پر دلالت کرتی ہے جو متبوع یا متعلق متبوع میں ہوں اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے، معنیٔ وصفی پر دلالت نہیں کرتی۔

فصل: العطف بالحروف الخ: یہاں سے مصنف تابع کی دوسری قسم عطف بحرف کو بیان فرمارہے ہیں۔

عطف بحرف کی تعریف: عطف بحرف ایسا تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے اور اس نسبت سے تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوں، جیسے: **قام زيدٌ وعمرٌو**، اس مثال میں عمرو عطف بحرف ہے؛ اس لئے کہ جس طرح قیام یعنی کھڑے ہونے کی نسبت اس کے متبوع زید کی طرف کی گئی ہے اسی طرح اس کی طرف بھی کی گئی ہے اور اس نسبت سے یہ دونوں مقصود ہیں۔ عطف بحرف کا دوسرا نام عطف نسق ہے۔

عطف بحرف میں متبوع کو معطوف علیہ اور تابع کو معطوف کہتے ہیں۔

فوائد قیود: "**تابع ينسب اليه ما نسب الى متبوعه**": میں تمام توابع داخل تھے، "**و كلاهما مقصودان بتلك النسبة**" کی قید سے عطف بحرف کے علاوہ دیگر تمام توابع نکل گئے؛ اس لئے کہ صفت، تاکید اور عطف بیان تو نسبت سے مقصود ہی نہیں ہوتے، اور بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہے؛ لیکن وہ اپنے متبوع کے ساتھ مقصود نہیں ہوتا۔

فائدہ: متبوع کے نسبت سے مقصود ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو تابع کی تمہید کے لئے نہ لایا گیا ہو، جیسے مبدل منہ کو بدل کی تمہید کے لئے لایا جاتا ہے۔ اور تابع کے نسبت سے مقصود ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس

وشرطه،أن يكون بينه وبين متبوعه أحدحروف العطف. وسياتي ذكرها في القسم الثالث إن شاء الله تعالىٰ– نحو: قام زيدوعمرو.

وإذاعطف على الضمير المرفوع المتصل؛يجب تاكيده بالضمير المنفصل؛نحو: ضربت أناوزيد؛إلاإذافصل؛نحو: ضربت اليوم وزيد.

ترجمہ: اوراس کی شرط یہ ہے کہ اس کے اوراس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی حرف ہو۔اور عنقریب آئے گا حروفِ عطف کا بیان تیسری قسم میں انشاءاللہ تعالیٰ- جیسے: قـام زيـدٌوعمـرٌو (زیداورعمرو کھڑے ہوئے)۔

اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو واجب ہے اس کی تاکید لانا ضمیر منفصل کے ذریعہ، جیسے: ضَـرَبْـتُ الْيَوْمَ وزيدٌ (مارامیں نے اورزید نے)۔مگراس وقت جب کہ فصل کردیا جائے (تابع اورمتبوع کے درمیان)، جیسے: ضربتُ اليَوْمَ وزيدٌ (آج میں نے اورزید نے مارا)۔

کومتبوع کی فرع کے طور پر نہ لایا گیا ہو، بالفاظ دیگر وہ غیر مستقل نہ ہو، جیسے صفت موصوف کے لئے ہوتی ہے؛ بلکہ مستقل ہو۔

وشـرطـه أن يـكـون بينه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عطف بحرف میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، جیسے: قـام زيـدوعمرو میں زید معطوف علیہ اورعمرومعطوف کے درمیان واؤ حرف عطف ہے، حروف عطف دس ہیں: و اؤ، فـا، ثم، حتىٰ، أو، إمَّا، أم، لا، بل اور لكِنْ، جن کی پوری تفصیل انشاءاللہ تیسری قسم میں آئے گی۔

وإذاعـطـف عـلـى الـضـمـيـر الخ : یہاں سے مصنف عطف بحرف کے سلسلے میں دوضابطے بیان فرمارہے ہیں:

(۱)ضمیرمرفوع متصل پرعطف کرنے کے لئے (خواہ وہ ضمیر بارز ہو یا مستتر) اولاً اس کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لاناضروری ہے، جیسے: ضـربتُ أناوزيدٌ[۱] اس مثال میں ''تُ''،ضمیر مرفوع متصل پرعطف کرنے کے لئے ''أنـا''،ضمیر مرفوع منفصل سے اس کی تاکید لائی گئی ہے۔اگرتاکید نہیں لائی گئی تو عطف کرنا جائز نہیں ہوگا، جیسے: ضربتُ وزيدٌ میں زید کا ''تُ''،ضمیر مرفوع متصل پرعطف کرنا جائز نہیں ہے؛اس لئے کہ ''تُ''

---

[۱] ضرب فعل، تُ ضمیرمرفوع متصل مؤکد، أنا ضمیرمرفوع منفصل تاکید، مؤکدتاکید سے مل کرمعطوف علیہ، واؤ حرف عطف زید معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کرفاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وإذاعطف على الضميرِ المجرور؛يجب إعادة حرف الجر؛نحو:مررت بك وبزيد.

واعلم أن المعطوف في حكم المعطوف عليه ؛أعني :إذاكان الاول صفةً لشيءٍ أوخبرًاالأمر؛أوصلة،أوحالاً؛فالثاني كذلك أيضا.والضابطة فيه :أنه حيث

ترجمہ:اور جب عطف کیا جائے ضمیر مجرور پرتو واجب ہے حرف جر کالوٹانا، جیسے: مررتُ بکَ وبِزیدٍ (گذرا میں تیرے پاس سے اور زید کے پاس سے)۔اور جان لیجئے کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی جب پہلا کسی چیز کی صفت، یا کسی چیز کی خبر، یا صلہ یا حال ہوتو معطوف بھی اسی طرح ہوگا۔اور ضابطہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ جہاں

ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہیں لائی گئی ہے ۔البتہ اگر معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی چیز کا فصل ہوتو اس صورت میں ضمیر مرفوع متصل پر، بغیر تاکید لائے عطف کرنا جائز ہے؛ جیسے: ضربتُ الیومَ وزیدٌ[1] میں زید کا ''تُ'' ضمیر پر عطف کیا گیا ہے؛اس لئے کہ درمیان میں الیوم کا فصل ہے۔

(۲) ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے معطوف پر عامل جار کا اعادہ ضروری ہے، جیسے: مررتُ بِکَ وبزیدٍ میں کاف ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے ،معطوف زید پر باء حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہے۔اگر عامل جار کا اعادہ نہیں کیا گیا تو عطف کرنا جائز نہیں ہوگا، جیسے: مررتُ بک وزید میں زید کا ''کاف ضمیر'' پر عطف کرنا جائز نہیں؛اس لئے کہ زید پر عامل جار کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے۔

واعلم أن المعطوف الخ :یہاں سے مصنف معطوف کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی اگر معطوف علیہ کسی چیز کی صفت، یا خبر، یا صلہ، یا حال واقع ہوتو معطوف بھی اس چیز کی صفت، خبر، صلہ اور حال ہوگا،صفت کی مثال: جیسے: جَاءَنی زیدٌ العَالِمُ والفَاضِلُ۔خبر کی مثال: جیسے: زیدٌعاقِلٌ وشاعرٌ ۔صلہ کی مثال: جیسے: قام الَّذِی صلّٰی وصَامَ ۔حال کی مثال: جیسے: قعدزیدٌمشدودًاومضروبًا۔

والضابطة فيه الخ :ابھی پیچھے یہ بیان کیا تھا کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے، یہاں سے مصنف اس سلسلے میں ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ جہاں معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام

---

[1] ضرب فعل تَ ضمیر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، زید معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، الیوم مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

يجوز أن يقام المعطوف مقام المعطوف عليه ؛جاز العطف،وحيث لا،فلا.

والعطف على معمولي عاملين مختلفين جائز،إن كان المعطوف عليه مجرورًامقدما والمعطوف كذلك (أي مجرورٌمقدم)؛ نحو:في الدار زيد، والحجرة عمرو.

ترجمہ:معطوف کومعطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز ہووہاں عطف بھی جائز ہوگا،اور جہاں معطوف کومعطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز نہ ہووہاں عطف بھی جائز نہیں ہوگا۔

اور دومختلف عاملوں کے معمولوں پرعطف کرنا جائز ہے اگرمعطوف علیہ مجروراورمقدم ہو،اور معطوف بھی اسی طرح (یعنی مجروراورمقدم) ہو،جیسے:فِي الدَّارِ زيدٌ والحُجرَةِعمرٌو (گھرمیں زیداور کمرے میں عمروہے)۔

کرنا(یعنی معطوف علیہ کوہٹا کرمعطوف کواس کی جگہ رکھنا) جائز ہووہاں عطف کرنا بھی جائز ہوگا،جیسے:جاءنی رجل عاقل وفاضل میں عاقل کوہٹا کرفاضل کواس کی جگہ رکھنا جائز ہے،لہٰذا یہاں عطف کرنا جائز ہے اورجہاں معطوف کومعطوف علیہ کے قائم مقام کرنا جائز نہ ہووہاں عطف کرنا بھی جائز نہیں ہوگا،جیسے:ما زيد قائمًا ولاذاهبٌ عمرٌو،اس مثال میں قائمًاکوہٹا کرذاهب کواس کی جگہ رکھنا درست نہیں ہے؛اس لئے کہ اس صورت میں ذاهب عمرو ''مامشابہ بلیس'' کی خبرہوگا اور یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب خبرمشتق ہوتواس میں اسم کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیرکا ہونا ضروری ہے،جب کہ یہاں ذاهب میں زیدکی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیرنہیں ہے؛اس لئے کہ اس کا فاعل عمرو لفظوں میں موجودہے،لہٰذا یہاں ذاهب کاقائماً پرعطف کرنا جائزنہیں؛ بلکہ ''ذاهب'' ،عمرومبتدا کی خبرمقدم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

والعطف على معمولي عاملين الخ: اب سے پہلے ایک عامل کے معمولوں پرعطف کرنے کا بیان تھا،یہاں سے مصنف ایک حرف عطف کے ذریعے دومختلف عاملوں کے معمولوں پرعطف کرنے کاحکم بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ دومختلف عاملوں کے دومعمولوں پرعطف کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان دونوں معمولوں میں سے جن کومعطوف علیہ بنانا ہے ایک مجرورہواوردوسرامرفوع یامنصوب، اورجومجرورہووہ اس مرفوع یامنصوب پرمقدم ہو،اورایسا ہی اُن دونوں اسموں میں بھی ہوجن کومعطوف بنانا ہے،یعنی ایک مجرور ہواوردوسرامرفوع یامنصوب،اورمجروراس مرفوع یامنصوب پرمقدم ہو،جیسے: في الدارِ زيدٌوالحجرة

وفی هذه المسألةمذهبان آخران، وهما:أن يجوز مطلقاً عند الفراءِ ولايجوزمطلقاًعندسيبويهِ.

فصل:التأكيد: تابع يدل على تقرير المتبوع فی مانسب إليه ،أو على

ترجمہ:اوراس سلسلے میں دو مذہب اور ہیں:اوروہ یہ ہیں کہ دومختلف عاملوں کے دومعمولوں پرعطف کرنا مطلقاً جائز ہےامام فراء کےنزدیک،اور مطلقاً جائزنہیں ہےامام سیبویہ کےنزدیک۔

یہ تیسری فصل ہے: تاکیدایسا تابع ہے جومتبوع کواچھی طرح ثابت کرنے پردلالت کرے اس چیز میں جس کی نسبت کی گئی ہےاس کےمتبوع کی طرف،یادلالت کرے

عمرو[1]اس مثال میں دومختلف عاملوں کےمعمولوں پرعطف کیا گیا ہے،الدار:فی حرف جرکامعمول ہےجس پرالحجرة کاعطف کیا گیا ہے،اورزیدعامل معنوی ابتداءکامعمول ہےجس پرعمروکاعطف کیا گیا ہے؛اس لئےکہ شرط موجود ہے،معطوف علیہ میں الدارمجرور،زیدمرفوع پرمقدم ہےاوراسی طرح معطوف میں الحجرة مجرور،عمرومرفوع پرمقدم ہے،یہ عطف کرنا جمہور کےنزدیک جائز ہے؛اس لئے کہ اہل عرب سےاس طرح کی مثالوں کوعطف کےساتھ سنا گیا ہے۔

یہاں دومذہب اور ہیں:امام فراءکامذہب یہ ہےکہ اس طرح کےمواقع میں مطلقاً عطف کرنا جائز ہے، خواہ مذکورہ شرط پائی جائے یانہ پائی جائے۔اورامام سیبویہ کامذہب یہ ہےکہ اس طرح کےمواقع میں مطلقاً عطف کرنا جائزنہیں ہے،ثمرۂ اختلاف اِس مثال سےظاہرہوگا،جیسے:زیدٌفی الدار وعمرو الحجرةِ،اس مثال میں امام سیبویہ اورجمہور کےنزدیک عطف کرنا جائزنہیں ہے،جمہور کےنزدیک مذکورہ شرط کےنہ پائے جانے کی وجہ سے؛کیوں کہ مجرور،مرفوع پرمقدم نہیں ہے،نہ معطوف علیہ میں اورنہ معطوف میں؛اورامام سیبویہ کےنزدیک اس لئے،کہ ان کےنزدیک مطلقاًاس طرح کےمواقع میں عطف کرنا جائزنہیں ہے۔اورامام فراء کےنزدیک مذکورہ مثال میں عطف کرنا جائز ہے؛کیوں کہ ان کےنزدیک بغیرکسی شرط کےمطلقاً دومختلف عاملوں کےمعمولوں پرعطف کرنادرست ہے۔

فصل التاكيد الخ: یہاں سےمصنف تابع کی تیسری قسم:تاکیدکوبیان فرمارہے ہیں۔

---

[1] فی حرف جر،الدار معطوف علیہ،واؤ حرف عطف،الحجرة معطوف،معطوف علیہ معطوف سےمل کرمجرور،جارمجرور سےمل کرثابتان اسم فاعل محذوف کامتعلق ہوکرخبرمقدم،زید معطوف علیہ،واؤ حرف عطف،عمرو معطوف،معطوف علیہ معطوف سےمل کرمبتداءمؤخر،مبتداءمؤخرخبرمقدم سےمل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

شمول الحكم لكل فردٍ من أفرادِ المتبوع. والتاكيد على قسمين: لفظي؛ و هو تكرير اللفظ الأول؛ نحو: جاء ني زيدزيد، وجاء جاء زيد(وقام زيدقام زيد).

ترجمہ: متبوع کے افراد میں سے ہر فرد کو حکم کے شامل ہونے پر۔ تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) تاکید لفظی، اور وہ (یعنی تاکید لفظی): لفظ اول کو مکرر لانا ہے، جیسے: جَاء نِیْ زیدٌزیدٌ (میرے پاس زید ہی آیا)۔ اور جَاءَ جَاءَ زَیْدٌ (زید آیا ہی ہے)، قَامَ زیدٌقَام زیدٌ۔

تاکید کی تعریف: تاکید ایسا تابع ہے جو نسبت میں یا شمول حکم میں متبوع کے حال کے اچھی طرح ثابت ہونے پر دلالت کرے، نسبت کی مثال، جیسے: **جاء نی زیدنفسه**[۱]، اس مثال میں آنے کی نسبت جو زید کی طرف ہورہی ہے اس میں شک ہے کہ زید خود نہ آیا ہو؛ بلکہ اس کا قاصد آیا ہو، **نفسه** نے آکر اس شک کو ختم کردیا۔ شمول حکم کی مثال: جیسے: **جاء نی القوم كلهم**، اس مثال میں آنے کا حکم جو قوم پر لگایا گیا ہے اس میں شک ہے کہ آنے کا حکم قوم کے تمام افراد کو شامل ہے یا بعض افرد اکو، **كلهم** نے اس شک کو ختم کر دیا۔

فائدہ: یہاں اس تاکید کی تعریف کی گئی ہے جو اسم کے ذریعے لائی جائے، لہٰذا وہ تاکید جو فعل یا حرف کے ذریعے لائی جائے اس کو یہ تعریف شامل نہیں ہوگی۔

فوائد قیود: ''**تابع**'' بمنزلۂ جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے، ''**يدل علىٰ تقرير المتبوع**'' کی قید سے عطف بحرف اور بدل نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ دونوں متبوع کے ثابت ہونے پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ ''**فيمانسب إليه**'' کی قید سے صفت اور عطف بیان نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ دونوں اگر چہ متبوع کے ثابت ہونے پر دلالت کرتے ہیں؛ مگر نسبت یا شمول حکم میں متبوع کے ثابت ہونے پر دلالت نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ مطلقاً متبوع کے ثابت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

والتاكيدعلى قسمين الخ: تاکید کی دو قسمیں ہیں: تاکید لفظی اور تاکید معنوی۔

تاکید لفظی: وہ تاکید ہے جس میں لفظ اول یعنی مؤکد کو مکرر لایا جائے، خواہ لفظ اول اسم ہو، جیسے: **جاء نی زيدٌ زيدٌ** (میرے پاس زید ہی آیا)، یا فعل ہو، جیسے: **جَاء جَاء زيدٌ**، یا حرف ہو، جیسے: **إنَّ إنَّ زيداًقائمٌ** (بلاشبہ یقیناً زید کھڑا ہے)۔

---

[۱] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، زید مؤکد، نفسه مرکب اضافی تاکید، مؤکد تاکید سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح جاء نی القوم كلهم کی ترکیب کرلی جائے۔

ومعنوی وهو بألفاظ معدودةٍ ،وهی:"النفس"،و"العین" للواحد،والمثنی والمجموع،باختلاف الصیغة والضمیر؛نحو:جاء نی زیدنفسه، والزیدان أنفسهما، أو نفساهما والزیدون أنفسهم، وکذلک:عینه وأعینهما أوعینا هما وأعینهم. جاء تنی هندنفسها وجاء تنی الهندان أنفسهما أونفساهماو جاء تنی الهندات أنفسهن.وکلا و کلتا، للمثنی خاصة؛نحو: قام الرجلان کلاهما ، و قامت المرأتان کلتاهما.

ترجمہ: (۲) تاکیدِ معنوی ،اوروہ (یعنی تاکیدِ معنوی) : چند مخصوص الفاظ کے ذریعے ہوتی ہے،اوروہ (یعنی مخصوص الفاظ): نفسٌ اور عینٌ ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے ،صیغے اور ضمیر کی تبدیلی کے ساتھ، جیسے: **جاء نی زیدٌنفسُه** (میرے پاس زید خود آیا)، **جاء نی الزیدان أنفسهما أونفساهما** (میرے پاس دونوں زید خود آئے) اور **جاء نی الزیدون أنفسهم** (میرے پاس سب زید خود آئے)۔

اسی طرح **عینه ، أعینهما** یا **عَیْنَا هما** اور **أعینهم** ہیں۔ **جاء تنی هندنفسها** (میرے پاس ہندہ خود آئی)، **جاء تنی الهندَانِ أَنفُسُهُمَا أونفساهما** (میرے پاس دونوں ہندہ خود آئیں) اور **جاء تنی الهنْداتُ أَنْفُسُهُنَّ** (میرے پاس سب ہندہ خود آئیں)۔اور **کلا** اور **کلتا** خاص طور پر تثنیہ کی تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسے: **قام الرَجُلانِ کِلاهُمَا** (دونوں ہی مرد کھڑے ہوئے)، **قَامَتِ المَرْأتَانِ کِلْتَاهُما** (دونوں ہی عورتیں کھڑی ہوئیں)۔

تاکیدِ معنوی: وہ تاکید ہے جس میں نئے مخصوص الفاظ کے ساتھ تاکید لائی گئی ہو، وہ مخصوص الفاظ یہ ہیں: **نفسٌ ،عینٌ ،کِلا، کِلتا، کُلٌّ، أجمعُ، أکتعُ، أبتع** اور **أبصعُ**.ان میں سے **نفس** اور **عین** مؤکد کے مطابق صیغوں اور ضمیروں کی تبدیلی کے ساتھ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کی تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسے: **جاء نی زید نفسه ، والزیدان أنفسهما، أو نفساهما والزیدون أنفسهم** ، اوراسی طرح: **عینه ، أعینهما،عیناهما** اور **أعینهم** کوسمجھ لیا جائے۔ اور **جاء تنی هندنفسها، جاء تنی الهندان أنفسهما أونفساهما، جاء تنی الهندات أنفسهن.** اوراسی طرح **عینها، أعینهما، عیناهما** اور **أعینهن** کوسمجھ لیا جائے۔

اور "**کلا**" اور "**کلتا**": تثنیہ کی تاکید کے ساتھ خاص ہیں، غیر تثنیہ کی تاکید کے لئے استعمال نہیں ہوتے؛ جیسے: **قام الرجلان کلاهما، قامت المرأتان کلتاهما.**

و"كل "وأجمع، وأكتع، وأبتع، وأبصع، لغير المثنى،باختلاف الضمير فى "كل"،و(باختلاف)الصيغة فى البواقى ؛تقول:جاء نى القوم كلهم أجمعون أكتعون أبتعون أبصعون؛وقامت النساء كلهن جمع كتع بتع بصع.

وإذاأردت تاكيد الضمير المرفوع المتصل ،بـ"النفس" و"العين"؛يجب تاكيده بالضمير المنفصل؛نحو:ضربت أنت نفسک.

ترجمہ:اور كلٌّ ،أجمعُ، أكتعُ، أبتعُ اور أبصع تثنیہ کےعلاوہ کی تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں،لفظ کل میں ضمیر کی اور باقی میں صیغے کی تبدیلی کے ساتھ،آپ کہیں گے:جاء نی القومُ کُلُّهم أَجْمَعُونَ، أَكْتَعُونَ ، أَبْتَعُونَ أَبْصَعُونَ (میرے پاس پوری ہی قوم آئی)،اورقامتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جُمَعُ ،كُتَعُ ، بُتَعُ، بُصَعُ (تمام ہی عورتیں کھڑی ہوئیں)۔

اور جب ارادہ کریں آپ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانے کا "نفسٌ" اور "عینٌ "کے ذریعہ تو واجب ہے اس کی تاکید لانا ضمیر منفصل کے ذریعہ، جیسے:ضربتَ أَنتَ نَفْسُکَ (تو نے ہی مارا)۔

اور كل، أجمع، أكتع، أبتع اور أبصع: واحد اور جمع کی تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں،لفظ کل میں مؤکد کے مطابق ضمیر کی تبدیلی اور أجمع ،أکتع ،أبتع اور أبصع میں صیغے کی تبدیلی کے ساتھ،واحد مذکر کی مثال: جیسے: قرأتُ الكتابَ كلَّه أجمعَ ،أكتعَ ، أبتعَ، أبصعَ ۔جمع مذکر کی مثال: جیسے:جاء نی القومُ كلُّهُمْ أجمعونَ، أكتعونَ،أبتعونَ ، أبصعونَ ۔واحد مؤنث کی مثال: جیسے: قرأتُ الجريدةَ كلَّها جَمْعَاءَ، كَتْعَاءَ، بَتْعَاءَ، بَصْعَاءَ۔جمع مؤنث کی مثال: جیسے:قامت النساءُ كلُّهنَّ جُمَعُ ،كُتَعُ، بُتَعُ، بُصَعُ۔

وإذاأردت تاكيد الضمير الخ: یہاں سے مصنف دو ضابطے بیان فرمارہے ہیں:

۱- نفسٌ اور عینٌ کے ذریعہ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانے کے لئے اولاً اس کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہے، جیسے: ضربتَ أنت نفسُک (تو نے ہی مارا)۔اس مثال میں تَ ضمیر مرفوع متصل کی نفس کے ذریعہ تاکید لائی گئی ہے؛اس لئے کہ اس سے پہلے أنت ضمیر مرفوع منفصل سے اس کی تاکید لائی جاچکی ہے،اگر اولاً ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہیں لائی گئی تو ضمیر مرفوع متصل کی نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لانا جائز نہیں ہوگا، چناں چہ ضربتَ نفسُک کہنا صحیح نہیں؛شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

ولايؤكد بـ"كل"و"أجمع" إلا ماله أجزاء وأبعاض،يصح افتراقها حسا؛ كالقوم،أوحكما؛ كماتقول: اشتريت العبد كله،ولا تقول: أكرمت العبد كله.

واعلم أن"أكتع" و"أبتع" و"أبصع"أتباع لـ"أجمع"،وليس لهامعنى ههنا بدونه،فلايجوزتقديمها على"أجمع"ولا ذكرها بدونه.

ترجمہ: اورتاکیدنہیں لائی جاتی ہے"كل" اور"أجمع" کےذریعہ مگراس چیزکی جس کےاجزاءاور حصے ہوں،صحیح ہوان اجزاءاورحصوں کوالگ الگ کرنا،یاتوحسی طورپر،جیسے:قوم،یاحکماً،جیساکہ آپ کہیں گے: **اشتريتُ العَبدَ كُلَّهُ** (میں نے پوراغلام خریدا)اورآپ نہیں کہیں گے:**أكرمتُ العَبْدَ كُلَّه** (میں نے پورےغلام کااکرام کیا)۔

اورجان لیجئے کہ **أكتع، أبتع** اور**أبصع** :**أجمع** کےتابع ہیں اوران کے،یہاں کوئی معنی نہیں ہیں "**أجمع**"کےبغیر،لہٰذاجائزنہیں ہےان کو"**أجمع**"پرمقدم کرنااورنہ ان کوذکرکرنا"**أجمع**"کےبغیر۔

۲-**كلّ** اور**أجمع** کےذریعہ صرف انہی چیزوں کی تاکیدلائی جاسکتی ہےجن کےاجزاءاورحصے ہوں اوراُن اجزاءاورحصوں کویاتوحسی طورپرالگ الگ کرناصحیح ہو،جیسے:**القوم**،اس کےبہت سےاجزاءیعنی افراد ہیں،مثلاً زید،عمر،بکروغیرہ اوران کوحسی طورپرالگ الگ کرناصحیح ہے،لہٰذااس کی **كل** اور**أجمع** کےذریعہ تاکیدلانادرست ہے۔یاان اجزاءاورحصوں کوحکماًالگ الگ کرناصحیح ہو،جیسے:**اشتريتُ العبدَ كلَّه** (میں نے پوراغلام خریدا)،اس مثال میں **عبد** کی لفظ **كل** کےذریعہ تاکیدلائی گئی ہے؛اس لئے کہ خریدنے میں **عبد** کےحصوں کوالگ الگ کرناممکن ہےاس طورپرکہ غلام کاآدھاحصہ آپ خریدیں اورآدھاحصہ کوئی اورخریدے البتہ **أكرمت العبد كله** نہیں کہہ سکتے؛اس لئے کہ اکرام کرنے میں **عبد** کےحصوں کوالگ الگ کرناممکن نہیں ہے،ایسانہیں ہوسکتاکہ آپ غلام کےآدھےحصہ کااکرام کریں اورآدھےحصے کااکرام نہ کریں۔

واعلم أن أكتع الخ:یہاں سےمصنف ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ **أكتع** ،**أبتع** اور**أبصع** : **أجمع** کےتابع ہیں اورتاکیدکےباب میں **أجمع** کےبغیران کےکوئی معنی نہیں ہیں؛اسی لئے نہ یہ **أجمع** پرمقدم ہوتے ہیں اورنہ **أجمع** کےبغیرآتے ہیں،ورنہ تابع کامتبوع پرمقدم ہونااورتابع کوبغیر متبوع کےذکرکرنالازم آئےگااوریہ جائزنہیں ہے۔

فصل: البدل: تابع ينسب إليه مانسب إلى متبوعه، وهو المقصود بالنسبة، دون متبوعه. وأقسام البدل أربعة: بدل الكل من الكل؛ وهو مامدلوله مدلول المتبوع؛ نحو: جاء نی زيدأخوک. وبدل البعض من الكل؛ وهو مامدلوله جزءُ مدلول المتبوع؛ نحو: ضربتُ زيدًا رأسه.

ترجمہ: یہ چوتھی فصل ہے: بدل ایسا تابع ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جس کی نسبت کی گئی ہے اس کے متبوع کی طرف اور وہ نسبت سے مقصود ہو، نہ کہ اس کا متبوع۔ اور بدل کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل الکل من الکل، اور وہ (یعنی بدل الکل) وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو، جیسے: جاءَ نی زیدٌأخُوکَ (میرے پاس زید آیا یعنی تیرا بھائی)۔ (۲) بدل البعض من الکل، اور وہ (یعنی بدل البعض) وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جز ہو، جیسے: ضربتُ زیدًا رَأسَه (میں نے زید کو مارا یعنی اس کے سر کو)۔

فصل البدل تابع الخ: یہاں سے مصنف تابع کی چوتھی قسم: بدل کو بیان فرمارہے ہیں۔

بدل کی تعریف: بدل ایسا تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے، اور وہ نسبت سے خود مقصود ہو، اس کا متبوع مقصود نہ ہو، جیسے: جاءَ نِی زیدٌ أَخُوکَ[1] میں أخوک بدل ہے؛ اس لئے کہ آنے کی نسبت جو زید کی طرف ہو رہی ہے وہ أخوک کی طرف بھی ہو رہی ہے اور اس نسبت سے أخوک مقصود ہے، زید مقصود نہیں ہے۔

فائدہ: بدل میں متبوع کو مبدل منہ اور تابع کو بدل کہتے ہیں۔

فوائد قیود: "تابع" بمنزلہ جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے، "ھوالمقصود بالنسبۃ" کی قید سے صفت، تاکید اور عطف بیان نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ نسبت سے مقصود نہیں ہوتے، "دون متبوعه" کی قید سے عطف بحرف نکل گیا؛ اس لئے کہ وہ اپنے متبوع کے ساتھ نسبت سے مقصود ہوتا ہے۔

بدل کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

بدل الکل: وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو، یعنی دونوں سے ایک چیز مراد ہو، جیسے: جاء نی زیدأخوک۔ اس مثال میں أخوک بدل الکل ہے؛ اس لئے کہ اس کا مدلول وہی ہے جو مبدل منہ زید کا مدلول ہے۔

---

[1] جاءَ فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، زید مبدل منہ، أخوک مرکب اضافی بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح آگے آنے والی باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

وبدل الاشتمال ؛و هوما مدلوله متعلق المتبوع؛ کـ: سلب زيدثوبه . وبدل الغلط؛ وهومايذكربعدالغلط؛نحو: جاء نی زيد جعفر؛ ورأيت رجلا حِمارا. والبدل إن كان نكرة من معرفة؛ يجب نعته؛ كقوله تعالىٰ : بالناصية ناصية كاذبة .

ترجمہ:(۳)**بدل الاشتمال** ،اوروہ(یعنی بدل الاشتمال)وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو،جیسے:**سُلِبَ زيدٌثوبُه** (چھینا گیازید یعنی اس کا کپڑا)۔(۴) **بدل الغلط** ،اوروہ(یعنی بدل الغلط)وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے ،جیسے:**جاء نی زيدٌ جَعْفَر** (میرے پاس زید آیا،نہیں ؛ بلکہ جعفر)،اور **رَأَيْتُ رَجُلاً حِمَارًا** (میں نے مرد کو دیکھا،نہیں ؛ بلکہ گدھے کو)۔

اور بدل اگرنکرہ ہو معرفہ سے تو واجب ہے اس کی صفت لانا ،جیسے:اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ** (ضرور بالضرور گھسیٹیں گے ہم ان کو پیشانی کے بل،یعنی ایسی پیشانی کے بل جو کہ جھوٹی ہے)۔

بدل البعض :وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جز ہو،یعنی بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیّت کا تعلق ہو،مبدل منہ کل ہواور بدل اس کا جز،جیسے: **ضَربتُ زيدًا رأسَه** ۔اس مثال میں رأسه بدل البعض ہے؛اس لئے کہ اس کا مدلول مبدل منہ زید کے مدلول کا جز ہے۔

بدل الاشتمال :وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو(یعنی بدل اورمبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو)جیسے:**سُلِبَ زيدٌثوبُه** ۔اس مثال میں ثوبه بدل الاشتمال ہے؛اس لئے کہ یہ مبدل منہ زید کا متعلق ہے۔

بدل الغلط :وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد کسی دوسرے لفظ سے ذکر کیا جائے ،جیسے:**جاء نی زيدٌ جعفر** اور **رأيتُ رجلاً حِمارًا**۔پہلی مثال میں جعفراوردوسری مثال میں حمار بدل الغلط ہے؛اس لئے کہ یہ غلطی کے بعد ذکر کئے گئے ہیں۔

والبدل إن كان نكرة الخ : یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اگر بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہوتو بدل کی صفت لانا ضروری ہے،تاکہ مقصود کا غیر مقصود سے کم تر ہونالازم نہ آئے،جیسے: **بالناصيةِ ناصيةٍ كاذبةٍ**[1](گھسیٹیں گے ہم ان کو پیشانی کے بل،یعنی ایسی پیشانی کے بل جو کہ

---

[1] با حرف جر،الناصية مبدل منہ،ناصية موصوف،كاذبة شبہ جملہ صفت،موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر بدل،مبدل منہ بدل سے مل کر مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،لنسفعن فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ولایحب ذلک فی عکسه ، ولافی المتجانسین.

فصل عطف البیان : تابع غیر صفة، یوضح متبوعه، وهوأ شهراسمی شئ نحو: قام أبوحفص عمر، وقام عبدالله بن عمر.

ترجمہ: اور واجب نہیں ہے یہ (یعنی بدل کی صفت لانا) اس کے برعکس میں، اور نہ ہی اس صورت میں جب کہ بدل اور مبدل منہ دونوں ہم جنس ہوں۔

یہ پانچویں فصل ہے: عطف بیان ایسا تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کررہا ہو، اور وہ کسی چیز کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور ہوتا ہے، جیسے: قَامَ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ (ابو حفص عمر کھڑے ہوئے) اور قَامَ عَبْدُاللهِ اِبنُ عُمَرَ (عبداللہ ابن عمر کھڑے ہوئے)۔

جھوٹی ہے)، اس مثال میں الناصیة مبدل منہ معرفہ اور ناصیة بدل نکرہ ہے، اسی لئے اس کی صفت کاذبة لائی گئی ہے، اگر اس کا برعکس ہو، یعنی بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ ہو تو بدل کی صفت لانا ضروری نہیں، جیسے: جاء نی رجلٌ أخوک۔ اسی طرح اگر دونوں ہم جنس ہوں، یعنی بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ یا دونوں نکرہ ہوں تو اس صورت میں بھی بدل کی صفت لانا ضروری نہیں، اول کی مثال، جیسے: جاء نی زید أخوک . ثانی کی مثال، جیسے: جاء نی رجلٌ غلامٌ لک۔

عطف البیان الخ: یہاں سے مصنف تابع کی پانچویں قسم: عطف بیان کو بیان فرمارہے ہیں۔

عطف بیان کی تعریف: عطف بیان ایسا تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کررہا ہو، جیسے: قَامَ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ[1] میں عمر عطف بیان ہے؛ اس لئے کہ یہ صفت کے علاوہ ہے اور اپنے متبوع أبو حفص کی وضاحت کررہا ہے۔ کسی چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو اسی کو عطف بیان بنایا جاتا ہے، خواہ وہ اصلی نام ہو، جیسے: مذکورہ مثال میں عمر عطف بیان ہے اور یہ حضرت عمر کا اصلی نام ہے یا کنیت ہو، جیسے: قام عبدالله ابن عمر میں ابن عمر عطف بیان ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے۔

فائدہ: عطف بیان میں متبوع کو مبیَّن یا معطوف علیہ اور تابع کو عطف بیان کہتے ہیں۔

فوائد قیود: ''تابع'' بمنزلہ جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے، ''غیر صفة'' کی قید سے صفت نکل گئی ''یوضح متبوعه'' کی قید سے عطف بیان کے علاوہ باقی تمام توابع نکل گئے؛ اس لئے کہ وہ متبوع کی

---

[1] قام فعل، أبو حفص مبیَّن، عمر عطف بیان، مبیَّن عطف بیان سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا اسی طرح قام عبدالله بن عمر کی ترکیب ہوگی۔

ولایلتبس بالبدل لفظاً فی مثل قول الشاعر:

أناابن التارک البکری بشرٍ ☆علیہ الطیرترقبہ وقوعا

ترجمہ:اورالتباس نہیں ہوتا ہےعطف بیان کا بدل کے ساتھ لفظاً شاعر کےقول:أَنَــاابـنُ التَّـارِکِ البَـکْـرِیِّ بِشْرٍ ☆عَـلَـیْـهِ الـطَّـیْـرُتَـرْقُبُـهُ وُقُـوْعًـا جیسی مثالوں میں (میں بکری بشرکوقتل کر کے اس حال میں چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں کہ پرندے اس پر گرتے ہوئے اس کی موت کا انتظار کررہے ہیں)۔

وضاحت نہیں کرتے ہیں۔

ولایلتبس بالبدل لفظاً الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ:
عطف بیان کا بدل کے ساتھ معنی کے اعتبار سے تو التباس نہیں ہوتا؛اس لئے کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہےاورعطف بیان مقصود نہیں ہوتا؛ بلکہ اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے،البتہ لفظوں کے اعتبار سے (یعنی ترکیب میں) عطف بیان کا بدل کے ساتھ التباس ہوتا ہےاس طور پر کہ جہاں مبین اورعطف بیان کی ترکیب ہوتی ہے وہاں مبدل منہ اور بدل کی ترکیب بھی ہوسکتی ہے،یعنی ہرجگہ عطف بیان کوترکیب میں بدل بنایا جاسکتا ہے، چنانچہ قام أبو حفص عمرمیں أبو حفص کومبدل منہ اورعمرکو بدل کہنا صحیح ہے۔
لیکن اگرصیغہ صفت معرف باللام کسی دوسرے معرف باللام کی طرف مضاف ہواوراس مضاف الیہ سےکوئی عطف بیان واقع ہوتو وہاں لفظوں کے اعتبار سے بھی عطف بیان کا بدل کے ساتھ التباس نہیں ہوتا، یعنی وہاں عطف بیان کوترکیب میں بدل نہیں کہہ سکتے؛ جیسے شاعر کا قول ہے:شعر:

أَنَااِبْنُ التَّارِکِ الْبَکْرِیِّ بِشْرٍ ☆☆عَلَیْهِ الطَّیْرُتَرْقُبُه وُقُوْعًا[1]

---

[1] أنا ضمیرمبتدا التارک اسم فاعل مضاف، البکری مبین،بشر عطف بیان،مبین عطف بیان سے مل کرذوالحال اول، علی حرف جر،ھا ضمیرمجرور،جارمجرورسے مل کرمتعلق ثابتۃ محذوف کا،ھی ضمیرمستترذوالحال ثانی،ترقب فعل،ھی ضمیر مستترذوالحال ثالث،وقوعا حال،ذوالحال حال سے مل کرفاعل،ھا ضمیرمفعول بہ،ترقب فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کرحال ذوالحال ثانی کا،ذوالحال ثانی اپنے حال سے مل کرخبرمقدم، الطیر مبتداءمؤخر،مبتداءمؤخرخبرمقدم سے مل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوکرحال ذوالحال اول کا،ذوالحال اول اپنے حال سے مل کرمضاف الیہ التارک اسم فاعل مضاف کا،التارک مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کرمضاف الیہ ہواابن مضاف کا، ابن مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کرخبرأنا مبتدا کی، مبتداخبرسے مل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اگر''التارک''کوالمُصَیّر، یاالجَاعِل اسم فاعل کے معنی میں لیا جائےتواس صورت میں''البکری بشر'' اس کا مفعول بہ اول اور''علیہ الطیر الخ'' پوراجملہ مفعول بہ ثانی ہوگا۔

ترجمہ: میں بکری بشر کو قتل کر کے اس حال میں چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں کہ اس پر پرندے گرتے ہوئے اس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس شعر میں التارک اسم فاعل البکری معرف باللام کی طرف مضاف ہے اور البکری مبین اور بشر اس سے عطف بیان ہے، یہاں البکری کو مبدل منہ اور بشر کو بدل نہیں کہا جا سکتا؛ اس لئے کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی بدل کا بھی عامل ہوتا ہے، چناں چہ جاء نی زید أخوک ، جاء نی زید جاء نی أخوک کے معنی میں ہے، لہٰذا اس اعتبار سے اگر بشر کو بدل قرار دیا جائے تو اس صورت میں جس طرح التارک ، البکری کا عامل ہے اسی طرح وہ بشر کا بھی عامل ہوگا اور عبارت اس طرح ہوگی: التارکُ البکریِّ التارکُ بِشْرٍ اور یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت معرف باللام کی طرف تو جائز ہے؛ جیسے الحسنُ الوجہِ؛ لیکن اصح قول کے مطابق صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت غیر معرف باللام کی طرف جائز نہیں ہے، لہٰذا یہاں بشر، البکری سے عطف بیان ہی ہو سکتا ہے، بدل نہیں ہو سکتا۔

منادیٰ کے توابع کی بحث

منادیٰ کے توابع کی دو صورتیں ہیں:

(۱) تابع: بدل یا عطف بحرف غیر معرف باللام ہو۔ (۲) تابع: صفت، تاکید، عطف بیان یا عطف بحرف معرف باللام ہو۔

اگر پہلی صورت ہے یعنی منادیٰ کا تابع: بدل یا عطف بحرف غیر معرف باللام ہے تو اس صورت میں تابع، منادیٰ مستقل کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی جس طرح منادیٰ مستقل: مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی صورت میں معرب منصوب، مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مبنی بر علامت رفع، لام استغاثہ کے داخل ہونے کی صورت میں معرب مجرور اور آخر میں الف استغاثہ کے لاحق ہونے کی صورت میں مبنی بر فتحہ ہوتا ہے، اسی طرح منادیٰ کا تابع: اگر بدل یا عطف بحرف غیر معرف باللام ہے تو وہ بھی پہلی صورت میں معرب منصوب، دوسری صورت میں مبنی بر علامت رفع، تیسری صورت میں معرب مجرور اور چوتھی صورت میں مبنی بر فتحہ ہوگا، اعراب میں منادیٰ کے تابع نہیں ہوگا۔ عطف بحرف غیر معرف باللام کی مثال: جیسے: یا زیدُ و رجلاً (جب کہ رجل سے کوئی غیر متعین آدمی مراد ہو)، یا زیدُ و رجلُ (جب کہ رجل سے کوئی متعین آدمی مراد ہو)، یاعبدَاللہ و رجلًا ، یاعبدَاللہ و رجلُ۔ بدل کی مثال: جیسے: یازیدُ أخانا ، یاعبدَاللہ أخُ۔

بدل میں یہ بھی جائز ہے کہ وہ منادیٰ مستقل کے حکم میں نہ ہو، چناں چہ یاعالمُ زیدٌ (تنوین کے ساتھ) کہنا بھی جائز ہے؛ اگر اس کو منادیٰ مستقل کے حکم میں قرار دیا جائے تو یہ، زیدُ (مبنی بر ضمہ) ہوگا۔

اوراگر دوسری صورت ہے، یعنی منادیٰ کا تابع: صفت، تاکید یا عطف بحرف معرف باللام ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں: (۱) اگر منادیٰ معرب ہے خواہ معرفہ ہو یا نکرہ، تو تابع، اعراب میں منادیٰ کے تابع ہوگا، جیسے: **یاعبدَاللہ العالمَ**۔ (۲) اور اگر منادیٰ مبنی برعلامت رفع ہے (خواہ ضمہ لفظی ہو یا تقدیری) تو اس کے تابع کی تین صورتیں ہیں:

(۱) تابع مضاف ہو اضافت معنویہ کے ساتھ۔ (۲) تابع مضاف ہو اضافت لفظیہ کے ساتھ، یا مشابہ مضاف ہو۔ (۳) تابع مضاف نہ ہو؛ بلکہ مفرد ہو، پہلی صورت میں تابع پر نصب واجب ہے، جیسے: **یا زیدُ أباعمرٍ، یازیدُ ذالمالِ** . (عطف بحرف معرف باللام کی چوں کہ اضافت معنویہ نہیں کی جاسکتی اس لئے اس کی کوئی مثال نہیں دی گئی)۔

اور آخر کی دونوں صورتوں میں (یعنی جب کہ تابع: مضاف بہ اضافت لفظیہ یا مشابہ مضاف یا مفرد ہو) تابع میں دوصورتیں جائز ہیں: (۱) رفع (۲) نصب، صفت مضاف بہ اضافتِ لفظیہ کی مثال؛ جیسے: **یازیدُ حسنُ الوجہ وحسنَ الوجہ** . صفت مشابہ مضاف کی مثال؛ **یاھؤلاء العشرون رجلًا والعشرین رجلًا** . صفت مفرد کی مثال؛ جیسے: **یازیدُالظریفُ والظریفَ** . تاکید کی مثال؛ جیسے: **یاتمیمُ أجمعون واجمعین**. عطف بحرف معرف باللام کی مثال؛ جیسے: **یازیدوالحارثُ والحارثَ**، عطف بیان کی مثال؛ جیسے: **یاعالمُ زیدٌ وزیدًا**۔

فائدہ (۱): چوں کہ عطف بیان لفظوں کے اعتبار سے بدل ہی ہوتا ہے اس لئے ''رضی'' کی رائے یہ ہے کہ جو حکم بدل کا ہے وہی حکم عطف بیان کا ہے، یعنی وہ بھی منادیٰ مستقل کے حکم میں ہوگا۔

فائدہ (۲): تاکید لفظی میں تابع کا اعراب عموماً وہی ہوتا ہے جو متبوع کا ہوتا ہے، جیسے: **یازیدُ زیدُ**۔ (ملخص از رضی شرح کافیہ ۱/ ۳۲۶-۳۲۹)

توابع منادی کے توابع نحویوں کے نزدیک اپنے متبوع یعنی توابع منادی کے مانند ہیں، یعنی لفظوں کے اعتبار سے جو اعراب منادیٰ کے توابع کا ہوگا وہی اعراب توابع منادی کے توابع کا بھی ہوگا، خواہ منادیٰ أیّ اور ھذا ہو، یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو، جیسے: **یازیدُ الطویلُ ذوالحجۃ**، اس مثال میں **ذوالحجۃ** کو اگر **الطویل** کی صفت قرار دیا جائے تو رفع کے ساتھ **ذوالحجۃ** ہوگا؛ اس لئے کہ جو اعراب لفظوں کے اعتبار سے منادیٰ کے توابع کا ہوتا ہے وہی اعراب توابع منادی کے توابع کا بھی ہوتا ہے۔

(رضی شرح کافیہ ۱/۳۴۲)

☆☆

الباب الثانی فی الاسم المبنی

وهو اسم : وقع غیر مرکب مع غیره؛ مثل أ،ب،ت،ث:،ومثل واحدو اثنان وثلاثة ،وکلفظة "زید" وحده، فإنه مبنی بالفعل علی السکون ،ومعرب بالقوة. أوشابه مبنی الأصلِ ؛

ترجمہ:　　　　دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں ہے

اوروہ (یعنی مبنی) ایسا اسم ہے جو اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو، جیسے: ا لف، ب، ت، ث ،اور جیسے: واحد، اثنان اور ثلاثة ،اور جیسے: تنہا لفظ زید؛ پس بلا شبہ یہ قسم سکون پر مبنی ہوتی ہے بالفعل اور معرب ہوتی ہے بالقوۃ۔ یا مبنی الاصل کے مشابہ ہو؛

البا بُ الثانی فی الاسم المبنی : معرب کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام سے فارغ ہوکر یہاں سے مصنف اسم مبنی کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم مبنی کی تعریف: اسم مبنی وہ اسم ہے جو اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو، یا مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہو۔اس کا دوسرا نام اسم غیر متمکن ہے۔

اسم مبنی کی تعریف کے دو جز ہیں:

۱-"**اسمٌ وقع غیر مرکبٍ مع غیره** ": (اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو)، یہاں عدم ترکیب سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے علاوہ کے ساتھ اس طور پر مرکب نہ ہو کہ وہاں عامل موجود ہو، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو مرکب ہی نہ ہو، جیسے: الف ، با، تا، ثا، واحد، اثنان ، ثلاثة اور تنہا لفظ زید۔ (۲) یا مرکب تو ہو لیکن وہاں عامل موجود نہ ہو، جیسے: غلامُ زیدٍ میں غلام مبنی ہے؛ اس لئے کہ یہ اگر چہ اپنے علاوہ زید کے ساتھ مرکب ہے ؛ لیکن یہاں عامل موجود نہیں ہے ۔اسم مبنی کی یہ قسم بالفعل سکون پر مبنی ہوتی ہے اور بالقوۃ معرب ہوتی ہے، بالقوۃ معرب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں معرب ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، چناں چہ اگر اس پر کوئی عامل آجائے تو یہ معرب ہوجاتی ہے، جیسے: قرأتُ الباءَ ، رأیتُ زیدًا۔

۲-" **أوشابه مبنیّ الأصل** ": (یا وہ اسم مبنی الاصل سے مشابہت رکھتا ہو)، مشابہت یہاں مناسبت کے معنی میں ہے اور مناسبت سے وہ مناسبت مراد ہے جو نحویوں کے یہاں اسم کے مبنی ہونے میں مؤثر ہوتی ہے، مناسبتِ مؤثرہ کی سات شکلیں ہیں، جن میں سے مصنف نے یہاں تین شکلیں بیان فرمائی ہیں:

بأن: يكون في الدلالة على معناه محتاجاإلى قرينة كالإ شارة؛ نحو: هولاء ، ونحوها. أويكون على أقل من ثلاثة أحر ف. أويتضمن معنى الحرف ،نحو "ذا" و"من "، وأحد عشر" إلى " تسعة عشر". وهذا القسم لايصير معربًا أصلا.

وحكمه: أن لايختلف آخره باختلاف العوامل .وحركاته: تسمى ضما

ترجمہ:اس طور پر کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کامحتاج ہو،مثلاً: اسماءاشارہ، جیسے:هٰؤلاء اوراس کے نظائر۔یاوہ تین حرف سے کم پر مشتمل ہو،یاحرف کے معنی کو متضمن ہو،جیسے:ذَا،مَنْ اورأحـدَعشر (گیارہ) سے تسعةَعشر (انیس) تک۔اور یہ قسم معرب نہیں ہوتی ہے بالکل۔

اورمبنی کاحکم یہ ہے کہ اس کا آخرعوامل کے بدلنے سے نہ بدلے۔اوراس کی حرکات کانام رکھاجاتاہے ضم ،

ا-اسم اپنے معنی پردلالت کرنے میں حرف مبنی الاصل کی طرح دوسرے کلمہ کامحتاج ہو،جیسے : اسمائے اشارہ : ھو لا ء وغیرہ مبنی ہیں؛اس لئے کہ جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کامحتاج ہوتاہےاسی طرح اسمائے اشارہ بھی اپنے معنی کی تعیین میں مشارٌ الیہ کےمحتاج ہوتے ہیں۔

۲-اسم تعدادحروف میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہو،یعنی تین حروف سے کم پر مشتمل ہو،جیسے: مَنْ اور ذَا مبنی ہیں؛اس لئے کہ تعدادحروف میں ان کوحرف مبنی الاصل مِنْ اورعَنْ سے مشابہت ہے۔

۳-اسم حرف مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو،جیسے: أحدعشر (گیارہ) سےتسعة عشر (اُنیس) تک کی گنتیاں،ان کادوسراجزمبنی ہے؛اس لئے کہ وہ واؤحرف عطف کے معنی کو متضمن ہے،یہ اصل میں أحـدٌ وعشرٌ اورتسعةٌ وعشرٌ تھے،واؤکوحذف کرکے دونوں اسموں کوملاکرایک کردیاگیا۔اوراثناعشر کے علاوہ ان سب کا پہلا جز بھی مبنی ہے؛اس لئے کہ اس کا آخری حرف درمیان میں واقع ہے،اور جوحرف درمیان میں واقع ہووہ اعراب کامحل نہیں ہوتا۔(بقیہ شکلوں کوصفحہ ۳۸-۳۹ پرملاحظہ فرمائیں)۔اسم مبنی کی یہ قسم (یعنی جومبنی الاصل سے مشابہت رکھتی ہے) ہمیشہ مبنی ہوتی ہے،کبھی معرب نہیں ہوتی،خواہ اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب ہو،یامرکب نہ ہو۔

وحكمه أن لايختلف الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کاحکم بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اسم مبنی کاحکم یہ ہے کہ اس کا آخرعوامل کے بدلنے سےنہیں بدلتاہے،جیسے:جاء هولاء، رأيتُ هؤلاء، مررتُ بهولاء. "باختلاف العوامل" کہہ کرمصنف نے اس طرف اشارہ فرمایاہے کہ اسم مبنی کا آخربغیرعوامل کے

وفتحا وكسرا، وسكونه وقفا. وهو على ثمانية أنواع: المضمرات، وأسماء الإشارات، والموصولات، وأسماءُ الافعال، والأصوات، والمركبات، والكنايات وبعض الظروف.

فصل المضمر: اسم وضع ليدل على متكلم أو مخاطب أو غائب تقدم ذكره، لفظا أو معنى أو حكما، وهو على قسمين:

ترجمہ: فتح اور کسر، اوراس کے سکون کا وقف۔ اسم مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) مضمرات (۲) اسماء اشارہ (۳) اسماء موصولہ (۴) اسماء افعال (۵) اصوات (۶) مرکبات (۷) اسماء کنایہ (۸) بعض ظروف۔
یہ پہلی فصل ہے: ضمیر ایسا اسم ہے جو وضع کیا گیا ہوتا کہ دلالت کرے متکلم، یا مخاطب یا ایسے غائب پر جس کا ذکر لفظاً، یا معناً، یا حکماً پہلے ہو چکا ہو، اور ضمیر کی دو قسمیں ہیں:

اختلاف کے بدل سکتا ہے، جیسے: مَنِ الرَّجُلُ ، مَنُ امرُءٌ ، مَنُ زَيُدٌ.

وحركاته تسمى ضمًا الخ: اسم مبنی پر جو حرکات آتی ہیں ان کو ضمٌ، فتحٌ اور کسرٌ کہتے ہیں اور اسم مبنی کے سکون کو وقف کہتے ہیں۔ اسم مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) مضمرات (۲) اسمائے اشارہ (۳) اسمائے موصولہ (۴) اسمائے افعال (۵) اصوات (۶) اسمائے کنایہ (۷) بعض ظروف (۸) مرکب بنائی۔

فائدہ: اسم مبنی کی جو آٹھ قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے اسمائے موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات وغیرہ سے خاص اسماء موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات مراد نہیں ہیں؛ بلکہ ان میں سے ہر ایک، اسماء مبنیہ کے ایک خاص حصہ کا عنوان ہے، خواہ وہ حقیقت میں اسماء موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات ہوں، یا اسمائے موصولہ، اسماء افعال اور مرکبات کے علاوہ ہوں۔ لہٰذا ما استفہامیہ، ما موصولہ، مَن استفہامیہ، مَن شرطیہ، فَعالِ کا وزن جوامر کے معنی میں نہ ہو، خمسة عشر میں خمسة، بعلبک میں بعل وغیرہ سے یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ یہ سب مبنی ہیں، حالاں کہ یہ اسم مبنی کی مذکورہ آٹھ قسموں میں سے کسی قسم میں داخل نہیں؛ اس لئے کہ ما استفہامیہ اور من استفہامیہ وغیرہ باب اسماء موصولہ میں، ''فعالِ'' جوامر حاضر کے معنی میں نہ ہو باب اسماء افعال میں اور ''خمسة'' اور ''بعل'' باب مرکبات میں داخل ہیں۔

فصل: المضمر اسم الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی پہلی قسم: مضمرات کو بیان فرمارہے ہیں:

ضمیر کی تعریف: ضمیر وہ اسم مبنی ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا

متصل؛ وهو ما لا يستعمل وحده: إما مرفوع؛ نحو: "ضربت" إلى "ضربن" أو منصوب؛ نحو: "ضربني" إلى "ضربهن" و"إنني" إلى "إنهن"، أو مجرور؛ نحو: "غلامي" و"لي" إلى "غلامهن" و"لهن". ومنفصل؛ وهو ما يستعمل وحده: إما مرفوع؛ نحو: "أنا" إلى "هن"، أو منصوب نحو: "إياي" إلى "إياهن". فذلك ستون ضميرًا.

---

(۱) ضمیر متصل، اور وہ (یعنی ضمیر متصل) وہ ضمیر ہے جو تنہا استعمال نہ ہوتی ہو، وہ یا تو مرفوع ہوگی، جیسے: ضَرَبْتَ سے ضَرَبْنَ تک۔ یا منصوب ہوگی، جیسے: ضَرَبَنِیْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور إِنَّنِیْ سے إِنَّهُنَّ تک۔ یا مجرور ہوگی، جیسے: غُلامِیْ اور لِیْ سے غُلامهنَّ اور لهنَّ تک۔ (۲) ضمیر منفصل، اور وہ (یعنی ضمیر منفصل) وہ ضمیر ہے جو تنہا استعمال ہوسکتی ہو، وہ یا تو مرفوع ہوگی، جیسے: أَنا سے هُنَّ تک۔ یا منصوب ہوگی، جیسے: إِيَّای سے إِيَّاهُنَّ تک، تو یہ کل ساٹھ ضمیریں ہیں۔

ہو جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً ہو چکا ہو، جیسے: أَنَا (یہ متکلم پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے)، أَنْتَ (یہ مخاطب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے) اور هُوَ (یہ ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً ہو چکا ہو)۔

لفظاً مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ غائب جس کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے لفظوں میں مذکور ہو، خواہ حقیقۃً ماقبل میں اس کا ذکر ہو چکا ہو، جیسے: ضرب زیدٌ غُلامَه میں ھاء ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے جو یہاں لفظوں میں مذکور ہے اور ماقبل میں حقیقۃً اس کا ذکر ہو چکا ہے، یا تقدیراً ماقبل میں اس کا ذکر ہو چکا ہو؛ جیسے: ضرب غلامَه زیدٌ میں ھاء ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے اور زید کا ذکر ماقبل میں تقدیراً ہو چکا ہے؛ اس لئے کہ زید یہاں فاعل ہے اور فاعل رتبہ اور درجہ کے اعتبار سے مفعول بہ پر مقدم ہوتا ہے؛ لہٰذا اس اعتبار سے زید یہاں غلامَه پر مقدم ہے۔

معنیً مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ غائب ماقبل میں لفظوں میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ معنی کے اعتبار سے مذکور ہو، یعنی وہ ماقبل کے کسی لفظ یا کلام کے سیاق (مضمون) سے سمجھا جا رہا ہو، جیسے: إِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوىٰ (عدل یعنی انصاف کرو اور وہ یعنی عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے)، اس مثال میں ھو ضمیر عدل کی طرف لوٹ رہی ہے جو ماقبل میں لفظوں میں تو مذکور نہیں ہے، البتہ اعدلوا فعل سے سمجھا جا رہا ہے؛ اس لئے کہ ہر فعل مصدر پر دلالت کرتا ہے۔

حکماً مذکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع لفظاً یا معنیً ماقبل میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ متکلم کے ذہن میں موجود ہو؛ کیوں کہ جب وہ متکلم کے ذہن میں موجود ہے تو گویا وہ حکما ماقبل میں مذکور ہے، ایسا ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے، جیسے: **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** میں **هو** ضمیر شان کا مرجع "**اللّٰه أحد**" ہے، جو متکلم کے ذہن میں موجود ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔ اور جیسے: **إنَّها زينبُ قائمة** میں **ها** ضمیر قصہ کا مرجع "**زينب قائمةٌ**" ہے جو متکلم کے ذہن میں موجود ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔

فائدہ: ضمیر کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ احتیاج میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہوتی ہے، یعنی جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ضمیر بھی اپنے معنی کی تعیین میں ذات مدلول کی محتاج ہوتی ہے۔

وهو على قسمين الخ: یہاں سے مصنف ضمیر کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ضمیر کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل

ضمیر متصل: وہ ضمیر ہے جو تنہا استعمال نہ ہوتی ہو؛ بلکہ اپنے عامل کے ساتھ استعمال ہوتی ہو (یعنی اصطلاح نحاۃ میں عامل سے ملے بغیر تنہا اس کا تلفظ صحیح نہ ہو) جیسے: **ضربتُ** میں "**ت**"، ضمیر متصل ہے؛ اس لئے کہ یہ تنہا استعمال نہیں ہوتی؛ بلکہ اپنے عامل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

ضمیر متصل کی تین قسمیں ہیں: (۱) ضمیر مرفوع متصل (۲) ضمیر منصوب متصل (۳) ضمیر مجرور متصل۔

ضمیر مرفوع متصل: وہ ضمیر مرفوع ہے جو عامل رافع یعنی فعل سے ملی ہوئی ہو، یہ بارہ ہیں: **تُ، نـا، تَ، تُما، تُم، تِ، تُنَّ، هو، الف، واؤ، هِيَ، نَ.** یہ ضمیریں فعل کے آخر میں آتی ہیں اور ترکیب میں فاعل یا نائب فاعل واقع ہوتی ہیں، جیسے: **ضَرَبتُ، ضُرِبتُ** ....

فائدہ: ان کے علاوہ اور بھی ضمیر مرفوع متصل ہیں جن کو یہاں بیان نہیں کیا گیا:

(۱) **أنت**، یہ فعل مضارع، امر حاضر اور نہی حاضر کے واحد مذکر حاضر کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

(۲) **أنا**، یہ فعل مضارع کے واحد متکلم کے صیغے میں میں مستتر ہوتی ہے۔

(۳) **نحن**، یہ فعل مضارع کے جمع متکلم کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

(۴) **هما**، یہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے تثنیہ کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

(۵) **هم**، یہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے جمع مذکر کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

(۶) **هُنَّ**، یہ اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے جمع مؤنث کے صیغے میں مستتر ہوتی ہے۔

ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیر منصوب ہے جو عامل ناصب سے ملی ہوئی ہو، یہ بارہ ہیں: **ى، نـا، كَ، كما، كم، كِ، كنَّ، هُ، هما، هم، هَا، هنَّ.** یہ ضمیریں فعل سے مل کر ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتی ہیں

واعلم أن المرفوع المتصل خاصة يكون مستترًا: في الماضي للغائب

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے خاص طور پر ماضی میں، واحد مذکر غائب

یا اپنے اسم کو نصب دینے والے حروف (یعنی حروف مشبہ بالفعل) سے مل کر ان حروف کا اسم واقع ہوتی ہیں، جیسے: ضربني (اس نے مجھ کو مارا) اور إنّني میں ی۔

ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیر مجرور ہے جو عامل جار سے ملی ہوئی ہو، یہ بارہ ہیں: ی، نا، کَ، کما، کم، کِ، کنَّ، هُ، هما، هم، هَا، هنَّ. یہ ضمیریں اگر اسم کے بعد آئیں تو اس وقت ضمیر مجرور باضافت کہلاتی ہیں اور ترکیب میں مضاف الیہ واقع ہوتی ہیں، جیسے: غلامي، غلامنا .... اور یہ ضمیریں اگر حرف جر کے بعد آئیں تو اس وقت ضمیر مجرور بحرف جر کہلاتی ہیں اور ترکیب میں مجرور واقع ہوتی ہیں، جیسے: لي، لنا، لکَ، لکما، لکم، لکِ، لکنَّ، لهُ، لهما، لهم، لها، لهنَّ.

ضمیر منفصل: وہ ضمیر ہے جو عامل سے ملے بغیر تنہا استعمال ہو سکتی ہو (یعنی اصطلاح نحاۃ میں عامل سے ملے بغیر تنہا اس کا تلفظ کرنا صحیح ہو) جیسے: أنا، أنت وغیرہ ضمیر منفصل ہیں؛ اس لئے کہ یہ عامل سے ملے بغیر تنہا استعمال ہو سکتی ہیں۔ ضمیر منفصل کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضمیر مرفوع منفصل (۲) ضمیر منصوب منفصل۔

ضمیر مرفوع منفصل: وہ ضمیر مرفوع ہے جو عامل رافع سے ملی ہوئی نہ ہو، یہ بارہ ہیں: أنا، نحنُ، أنتَ، أنتُما، أنتم، أنتِ، أنتُنَّ، هُوَ، هُمَا، هُم، هِيَ، هُنَّ. یہ ضمیریں ترکیب میں مبتدا، خبر، فاعل یا نائب فاعل واقع ہوتی ہیں، جیسے: أنا مُسلمٌ (میں مسلمان ہوں)، کأنَّهُ هو (گویا کہ وہ وہ ہے)، مَاضَرَبَکَ إلّا أنَا (نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے)، ماضُرِبَ إلا أنا (نہیں مارا گیا مگر میں ہی)۔

ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیر منصوب ہے جو عامل ناصب فعل سے ملی ہوئی نہ ہو، یہ بارہ ہیں: إِیَّایَ، إِیَّانَا، إِیَّاکَ، إِیَّاکُمَا، إِیَّاکُمْ، إِیَّاکِ، إِیَّاکُنَّ، إِیَّاهُ، إِیَّاهُمَا، إِیَّاهُمْ، إِیَّاهَا، إِیَّاهُنَّ. یہ ضمیریں اکثر فعل سے پہلے آتی ہیں اور ترکیب میں مفعول بہ مقدم واقع ہوتی ہیں، جیسے: إِیَّاکَ ضَرَبْتُ (تجھ ہی کو میں نے مارا)۔

یہ کل ساٹھ ضمیریں ہیں: بارہ ضمیر مرفوع متصل، بارہ ضمیر منصوب متصل، بارہ ضمیر مجرور متصل، بارہ ضمیر مرفوع منفصل، بارہ ضمیر منصوب منفصل۔

فائدہ: ضمیر منفصل صرف مرفوع یا منصوب ہوتی ہے، مجرور نہیں ہوتی۔

واعلم أن المرفوع المتصل الخ: یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں

والغائبة؛ كـ : ضرب أي:هو،وضربت أي: هي.وفي المضارع المتكلم مطلقا؛نحو: "أضرب" ؛أي :أنا،و"نضرب"؛ أي :نحن،وللمخاطب؛كـ: "تضرب"، أي : أنت.وللغائب والغائبة؛كـ:"يضرب"؛أي :هو، و"تضرب"؛ أي هي: وفي الصفة–أعني:اسم الفاعل والمفعول وغيرهما–مطلقا.

ترجمہ:اورواحد مؤنث غائب کے لئے،جیسے: ضَرَبَ میں ھو اور ضَرَبَتْ میں ھی،اورمضارع میں متکلم کے لئے مطلقاً،جیسے: أَضْرِبُ میں أنا اور نَضْرِبُ میں نحن ، اورواحد مذکر حاضر کے لئے جیسے: تَضْرِبُ میں أنت،اورواحد مذکر غائب اورواحد مؤنث غائب کے لئے ،جیسے:یَضْرِبُ میں ھو اور تَضْرِبُ میں ھی۔اورصیغۂ صفت میں مطلقاً،مراد لیتا ہوں میں اسم فاعل،اسم مفعول اوران کے علاوہ کو۔

کہ ضمیر کی مذکورہ پانچوں قسموں (ضمیر مرفوع متصل،ضمیر منصوب متصل،ضمیر مجرور متصل،ضمیر مرفوع منفصل اور ضمیر منصوب منفصل) میں سے صرف ضمیر مرفوع متصل،مستتر(یعنی پوشیدہ) ہوتی ہے۔ضمیر کی بقیہ چاروں قسمیں مستتر نہیں ہوتیں؛ بلکہ وہ ہمیشہ بارز یعنی لفظوں میں موجود ہوتی ہیں۔

مندرجہ ذیل مواقع میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے:

۱-ماضی کے دوصیغوں:واحد مذکر غائب اورواحد مؤنث غائب میں؛ جیسے:زید ضرب میں ھو اور هندٌ ضربتْ میں ھی ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

۲-مضارع کے پانچ صیغوں:واحد مذکر غائب،واحد مؤنث غائب،واحد مذکر حاضر،واحد متکلم اورجمع متکلم میں؛ جیسے:زید یضرب میں ھو ، ھند تضرب میں ھی، أَنت تضرب میں أنت، أضرب میں أنا اورنضرب میں نحن ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

۳-امر حاضراورنہی حاضر کے ایک صیغہ واحد مذکر حاضر میں؛ جیسے:اضربْ اور لاتضربْ میں أنت ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

۴-صیغۂ صفت،یعنی اسم فاعل،اسم مفعول،صفت مشبہ اوراسم تفضیل کے مطلقاً (واحد،تثنیہ،جمع مذکر و مؤنث) تمام صیغوں میں؛ جیسے:زید ضاربٌ، عمرٌ مضروبٌ، بكرٌ حسنٌ اورزيدٌ أفضلُ من بكر میں ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے۔

نوٹ: ماضی کے دونوں صیغوں اور مضارع کے غائب کے صیغوں میں، نیز صیغۂ صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل کے مستتر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کا فاعل یا نائب فاعل اسم ظاہر نہ ہو۔

ولایجوز استعمال المنفصل إلاعند تعذر المتصل؛ کـ: إیاک نعبد، وما ضربک إلا أنا، وأنازید، وماأنت قائما.

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے ضمیر منفصل کو استعمال کرنا مگر ضمیر متصل کے استعمال کے متعذر ہونے کے وقت، جیسے: ''إِیَّاکَ نَعْبُدُ'' (ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں)، مَاضَرَبَکَ إلاَّأنا (نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے)، أنازیدٌ (میں زید ہوں) اور مَاأَنْتَ قائما (تو کھڑا نہیں ہے)۔

ولا یجوز استعمال المنفصل الخ: عام حالات میں ضمیر منفصل کو استعمال کرنا جائز نہیں؛ بلکہ جہاں تک ہو سکے ضمیر متصل کو استعمال کرنا ضروری ہے، البتہ جہاں ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر ہو، وہاں ضمیر منفصل کو استعمال کیا جاسکتا ہے، یہاں سے مصنف انھیں مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جن میں ضمیر متصل کے استعمال کے متعذر ہونے کی وجہ سے ضمیر منفصل کو استعمال کیا جاسکتا ہے، اس طرح کے کل چھ مواقع ہیں جن میں سے مصنف نے یہاں چار مواقع کی مثالیں ذکر فرمائی ہیں:

(۱) حصر کی غرض سے ضمیر منصوب کو اس کے عامل پر مقدم کردیا جائے، جیسے: **إِیَّاکَ نَعْبُدُ**[۱] اس مثال میں **إیاک** ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں حصر کی غرض سے ضمیر منصوب کو اس کے عامل پر مقدم کردئے جانے کی وجہ سے ضمیر متصل کا استعمال متعذر رہے؛ کیوں کہ اگر یہاں ضمیر متصل کو استعمال کریں اور **نعبدک** کہیں تو کلام میں جو حصر مقصود ہے وہ فوت ہوجائے گا۔

(۲) کسی غرض سے ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی چیز کا فصل کردیا جائے؛ جیسے: **ما ضربک إلاَّ أنا**[۲] اس مثال میں **أنا** ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں حصر کی غرض سے ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان **إلاَّ** کے ذریعہ فصل کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛ کیوں کہ اگر یہاں ضمیر متصل کو استعمال کریں اور **ما ضربتُکَ** کہیں تو مقصود کلام (یعنی فاعل کے لئے فعل کو حصر کے ساتھ ثابت کرنا) فوت ہوجائے گا۔

(۳) ضمیر کا عامل معنوی ہو اور ضمیر مرفوع کی ہو، جیسے: **أنا زیدٌ**[۳] اس مثال میں **أنَا** ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہاں ضمیر مرفوع کا عامل: ابتداء معنوی ہے جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا

---

۱ إِیَّاکَ ضمیر مفعول بہ مقدم، نعبد فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۲ ماضَرَبَ فعل، کَ ضمیر مفعول بہ، إلاَّ کلمۂ حصر، أنا ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۳ أنَا ضمیر مبتداء، زیدٌ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

متعذر رہے؛اس لئے کہ ضمیر متصل عامل لفظی سے ملی ہوئی ہوتی ہے،عامل معنوی سے نہیں۔

(۴)ضمیر کا عامل حرف ہواور ضمیر مرفوع کی ہو،جیسے:**ما أنتَ قائما**[۱] اس مثال میں أنتَ ضمیر منفصل کو استعمال کیا گیا ہے؛اس لئے کہ یہاں أنت ضمیر مرفوع کا عامل ''ما'' حرف ہے جس کی وجہ سے ضمیر متصل کو استعمال کرنا متعذر رہے؛اس لئے کہ ضمیر متصل فعل سے ملی ہوئی ہوتی ہے،نہ کہ حرف سے۔

فائدہ: بقیہ دو مواقع یہ ہیں:

(۵)ضمیر کا عامل محذوف ہو،جیسے:**إیَّاکَ والاسدَ** اس مثال میں إیّاک ضمیر منفصل کواستعمال کیا گیا ہے؛اس لئے کہ یہاں ضمیر کا عامل **اتَّقِ** فعل محذوف ہے جس کی وجہ سے ضمیر متصل کواستعمال کرنا متعذر رہے؛ کیوں کہ ضمیر متصل اس عامل سے ملی ہوئی ہوتی ہے جو لفظوں میں مذکور ہو،جو عامل لفظوں میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ محذوف ہواس سے ضمیر متصل ملی ہوئی نہیں ہوتی۔

(٦)ضمیر کی طرف کسی صیغۂ صفت کی اسناد کی گئی ہواور وہ صیغۂ صفت کسی ایسے اسم کی خبر یا صلہ واقع ہو رہا ہو جو اس ضمیر کا مرجع نہ ہو،جیسے:**زیدٌ عمرٌو ضَارِبُه هُوَ** (زید وہ عمرو کو مارنے والا ہے)،اس مثال میں **ھو** ضمیر منفصل کواستعمال کیا گیا ہے؛اس لئے کہ یہاں ''**ھو**''ضمیر کی طرف صیغۂ صفت ''**ضاربٌ**'' کی اسناد کی گئی ہے اور ضاربٌ عمرو کی خبر ہے،اور عمرو اُس ضمیر کا مرجع نہیں ہے،اس کی وجہ سے یہاں ضمیر متصل کواستعمال کرنا متعذر رہے؛اس لئے کہ اگر یہاں **ھو** ضمیر منفصل کو نہ لایا جائے تو اس صورت میں التباس لازم آئے گا،یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ مارنے والا زید ہے یا عمرو؛ بلکہ اول وہلہ میں ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ ضمیر کا مرجع عمرو ہے؛اس لئے کہ عموماً جو اسم ضمیر کے زیادہ قریب ہو وہی ضمیر کا مرجع ہوتا ہے،حالاں کہ یہ خلاف مقصد ہے؛ اس لئے کہ اس صورت میں مارنے والا عمرو ہوگا،جب کہ مقصد یہ بتانا ہے کہ زید عمرو کو مارنے والا ہے۔

اس کے برخلاف اگر یہاں ضمیر منفصل کواستعمال کیا جائے گا تو اس صورت میں کوئی التباس لازم نہیں آئے گا؛اس لئے کہ ضمیر منفصل خلاف ظاہر ہوتی ہے،لہٰذا اس کا مرجع بھی خلاف ظاہر (یعنی اَبْعد) ہوگا،اقرب نہیں ہوگا۔اگرچہ اس کی بعض صورتوں مثلاً:**ھند زید ضاربته ھی** میں ضمیر متصل کواستعمال کرنے کی صورت میں التباس لازم نہیں آتا؛لیکن باب کی موافقت کے لئے اس طرح کی صورتوں کو بھی اُس صورت کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے جس میں التباس لازم آتا ہے۔

☆☆☆

---

[۱] مَا مشابہ بلیس،أنتَ ضمیر مرفوع منفصل اس کا اسم،قائما شبہ جملہ خبر،مَا مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واعلم أن لهم ضميرا يقع قبل جملة تفسره،ويسمى:ضمير الشان في المذكر. وضمير القصة في المؤنث؛نحو:﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ وإنها زينب قائمة .

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ نحویوں کے یہاں ایک ایسی ضمیر ہے، جو ایسے جملے سے پہلے واقع ہوتی ہے جو اس کی تفسیر کرتا ہے، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مؤنث میں، جیسے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے) اور إنّها زَينبُ قَائِمَةٌ (بلاشبہ زینب کھڑی ہے)۔

واعلم أنَّ لهم ضميرًا يقع الخ: یہاں سے مصنف ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو بیان فرمارہے ہیں:

ضمیر شان کی تعریف: ضمیر شان وہ ضمیر مذکر ہے جس کا ماقبل میں لفظاً یا معنًی کوئی مرجع مذکور نہ ہو اور اس کے بعد جملہ خبریہ ہو جو اس کی تفسیر کررہا ہو، جیسے: قل هو الله أحد[1] میں هو ضمیر شان ہے؛ اس لئے کہ اس کا، ماقبل میں لفظاً یا معنًی کوئی مرجع مذکور نہیں ہے اور اس کے بعد "الله أحد" جملہ خبریہ ہے جو اس کی تفسیر کررہا ہے۔

ضمیر قصہ کی تعریف: ضمیر قصہ وہ ضمیر مؤنث ہے جس کا ماقبل میں لفظاً یا معنًی کوئی مرجع مذکور نہ ہو اور اس کے بعد جملہ خبریہ ہو جو اس کی تفسیر کررہا ہو، جیسے: إنها زينب قائمة[2] میں ها ضمیر قصہ ہے؛ اس لئے کہ اس کا ماقبل میں لفظاً یا معنًی کوئی مرجع مذکور نہیں ہے اور اس کے بعد "زينبُ قائمة" جملہ خبریہ ہے جو اس کی تفسیر کررہا ہے۔

فائدہ (۱): ضمیر شان اور ضمیر قصہ صرف مفرد غائب کی ضمیر ہوتی ہے، متکلم، مخاطب اور تثنیہ وجمع غائب کی ضمیر، ضمیر شان اور ضمیر قصہ نہیں ہوتی، نیز ضمیر شان اور ضمیر قصہ جملہ خبریہ سے پہلے ہوتی ہے، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، مفرد یا جملہ انشائیہ سے پہلے نہیں ہوتی۔

فائدہ (۲): چوں کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ اس شان اور قصہ کی طرف لوٹتی ہے جو متکلم کے ذہن میں ہوتا ہے اور بعد میں آنے والا جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے، اس لئے ان کو ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

---

[1] قل فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قول، هو ضمیر شان مبتداء اول، الله مبتداء ثانی، أحد خبر، مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر مبتداء اول کی، مبتداء اول اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ۔

[2] إنَّ حرف مشبہ بالفعل، ها ضمیر قصہ اس کا اسم، زينب مبتدا، قائمة شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر إنَّ حرف مشبہ بالفعل کی، إنَّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ویدخل بین المبتدأ والخبر صیغة مرفوع منفصل مطابق للمبتدأ إذا کان الخبر: معرفة: أو أفعل من کذا.

ترجمہ: اور داخل ہوتا ہے مبتدا اور خبر کے درمیان ایسی ضمیر مرفوع منفصل کا صیغہ جو مبتدا کے مطابق ہو، جب کہ خبر معرفہ یا أفعل من کذا (یعنی اسم تفضیل مِن کے ساتھ) ہو۔

ویدخل بین المبتدا الخ: یہاں سے مصنف ضمیر فصل کو بیان فرما رہے ہیں:

ضمیر فصل کی تعریف: ضمیر فصل وہ ضمیر مرفوع منفصل کا صیغہ ہے جو (عامل لفظی کے داخل ہونے سے پہلے یا عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد) مبتدا اور خبر کے درمیان لایا جائے اور وہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، متکلم، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدا کے مطابق ہو، بشرطیکہ خبر معرفہ یا اسم تفضیل 'مِـن'' کے ساتھ ہو، خبر کے معرفہ ہونے کی مثال، جیسے: زید هو القائم[1] میں هو ضمیر فصل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کنت أنت الرقیب علیهم[2] (آپ ان کے اوپر نگہبان ہیں) میں أنت ضمیر فصل ہے؛ اس لئے کہ پہلی مثال میں (عامل لفظی کے داخل ہونے سے پہلے) هو ضمیر مرفوع منفصل کا صیغہ ''زید'' مبتدا اور ''القائم'' خبر معرفہ کے درمیان لایا گیا ہے اور هو: واحد، مذکر اور غائب ہونے میں زید مبتدا کے مطابق ہے، اور دوسری مثال میں (''کَانَ'' عامل لفظی کے داخل ہونے کے بعد) ''أنت''، ضمیر مرفوع منفصل کے صیغہ کو ''ت''، ضمیر مبتدا (اس لئے کہ کان کا اسم اصل کے اعتبار سے مبتدا ہوتا ہے) اور ''الرقیب''، خبر معرفہ کے درمیان لایا گیا ہے اور أنت: واحد، مذکر اور مخاطب ہونے میں ''ت''، ضمیر مبتدا کے مطابق ہے۔

اسم تفضیل کی مثال، جیسے: کان زید هو أفضلَ من عمرو[3] اس مثال میں هو ضمیر فصل ہے؛ اس لئے کہ اس کو (عامل لفظی کان کے داخل ہونے کے بعد) زید مبتدا اور أفضل من عمرو خبر (جو کہ اسم تفضیل من کے ساتھ ہے) کے درمیان لایا گیا ہے اور یہ واحد، مذکر اور غائب ہونے میں زید مبتدا کے مطابق ہے۔

---

[1] زید مبتدا، هو ضمیر فصل لا محل له من الاعراب، القائم شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] کان فعل ناقص، ت ضمیر اس کا اسم، انت ضمیر فصل لا محل له من الاعراب، الرقیب صفت مشبہ، هو ضمیر مستتر اس کا فاعل، علیهم جار مجرور متعلق، صفت مشبہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[3] کان فعل ناقص، زید اس کا اسم، هو ضمیر فصل لا محل له من الاعراب، أفضل من عمرو شبہ جملہ خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویسمی فصلا؛لأنه یفصل بین الخبر والصفة؛نحو: زیدهو القائم، وکان زید هو أفضل من عمرو،وقال الله تعالی: ﴿كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾

فصل أسماء الإشارة:ماوضع لیدل علی مشار إلیه،وهی خمسة ألفاظ،

ترجمہ: اورنام رکھا جاتا ہے اس کا ضمیرفصل؛ اس لئے کہ وہ فصل کردیتی ہے خبراورصفت کے درمیان، جیسے:زیدٌھو قائمٌ (زید کھڑا ہے)، کان زیدٌھُو أفضلَ من عمرٍو (زید عمرو سے افضل ہے)،اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (آپ ان کےاوپر نگہبان ہیں)۔

یہ دوسری فصل ہے: اسماءاشارہ: وہ اسماء ہیں جومشارالیہ پردلالت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں، اوروہ پانچ الفاظ ہیں،

ویسمی فصلاً الخ: ضمیرفصل کوضمیرفصل اس لئے کہتے ہیں؛ کیوں کہ وہ ان صورتوں میں جن میں خبر کاصفت کےساتھ التباس ہوتا ہے،خبراورصفت کے درمیان فرق کرنے کے لئے آتی ہے،یعنی خبرکوصفت کے ساتھ ملتبس ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔اورجن صورتوں میں خبرکاصفت کےساتھ التباس نہیں ہوتا، باب کی موافقت کے لئے ان کوبھی ان صورتوں پرمحمول کردیا گیاہے جن میں التباس ہوتا ہے، چناں چہ ”کنت أنت الرقیب علیهم“ میں اگرضمیرفصل نہ لاتے اور”کنت الرقیب علیهم“ کہتے توخبرکاصفت کےساتھ کوئی التباس نہ ہوتا؛ اس لئے کہ یہاں مبتدا ضمیر ہے اورضمیر موصوف نہیں بن سکتی؛ لیکن اس کے باوجود باب کی موافقت کے لئے یہاں أنت ضمیرفصل کولایا گیاہے۔

فائدہ: ضمیرفصل کاترکیب میں اعتبار ہوگایانہیں؟اس میں اختلاف ہے، کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ضمیرفصل حرف ہوتی ہے،اسم نہیں ہوتی،لہٰذااس کاترکیب میں کوئی اعتبارنہیں ہوگا،ترکیب کرتے وقت اس کو ضمیرفصل لا محل له من الاعراب کہیں گے۔اوردوسرےلوگوں کی رائے یہ ہے کہ دیگرضمائرکی طرح ضمیر فصل بھی اسم ہوتی ہے؛لہٰذاترکیب میں اس کا اعتبار ہوگا،ترکیب میں اس کومبتداء ثانی اور مابعدکواس کی خبر بناکرپورے جملےکوماقبل مبتدائے اول کی خبربنائیں گے،اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف نے ”صیغة مرفوع منفصل“ فرمایا،”ضمیر مرفوع منفصل“نہیں فرمایا؛اس لئے کہ صیغہ کالفظ حرف اور اسم دونوں کوشامل ہے۔

فصل أسماء الاشارة الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی دوسری قسم اسمائے اشارہ کوبیان فرمارہے ہیں:

لستة معان ،وذلك: ”ذا“ للمذكر،و”ذان“ و”ذين“ لمثناه، و”تا“ و”تي“ و”ذي“ و”ته“ و”ذه“ و”تهي“و”ذهي“للمؤنث. و”تان“و”تين“ لمثناه. و”أولاء“ بالمدوالقصر لجمعهما.وقد يلحق بأوائلها ”هاء“ التنبيه ؛ نحو: هذا،وهذان وهؤلاء.

ترجمہ: جو چھ معنی کے لئے آتے ہیں،اوروہ ذا ہےواحد مذکر کے لئے،اورذَانِ اور ذَيْنِ ہیں تثنیہ مذکر کے لئے۔اورتا،تِی،ذِی، تِهُ، ذِهُ، تِهِی اور ذِهِیُ ہیں واحد مؤنث کے لئے،اورتانِ اورتَيْنِ ہیں تثنیہ مؤنث کے لئے ،اورأولاء ہے مداورقصر کے ساتھ جمع مذکرومؤنث کے لئے۔اورکبھی لاحق ہوتا ہےان کے شروع میں ہائے تنبیہ،جیسے: هذا، هذان اورهؤلاء.

اسم اشارہ کی تعریف: اسم اشارہ وہ اسم مبنی ہے جومشارالیہ پردلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیاہو۔

مشارالیہ: وہ اسم ہےجس کی طرف اشارۂ حسیہ کیا جائے،جیسے: **هذا القلم** میں **هذا** اسم اشارہ اور **القلم** مشارالیہ ہے؛اس لئے کہ **هذا** کے ذریعہ قلم کی طرف اشارۂ حسیہ کیا جارہا ہے۔

اسمائے اشارہ پانچ طرح کے الفاظ ہیں جو چھ معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:(۱)**ذَا** واحد مذکر کے لئے (۲)**ذان** اور**ذين** تثنیہ مذکر کے لئے (۳)**تا، تي، ته، ذي، ذه، ذهي** اور**تهي** واحد مؤنث کے لئے (۴)**تان** اور**تين** تثنیہ مؤنث کے لئے (۵)**أولاء** مد کے ساتھ اور**أولىٰ** قصر کے ساتھ (یعنی بغیر مد کے) جمع مذکرومؤنث کے لئے۔

وقد يلحق بأوائلها الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی اسمائے اشارہ کے شروع میں مخاطب کومتنبہ کرنے کے لئے ہائے تنبیہ داخل کردی جاتی ہے،جیسے:**هذا، هذان** اور**هؤلاء** وغیرہ۔اورکبھی اسمائے اشارہ کے آخر میں مخاطب کے احوال یعنی افراد،تثنیہ،جمع اورتذکیروتانیث پردلالت کرنے کے لئے حرف خطاب زیادہ کردیا جاتا ہے،جیسے:**ذاكَ** (جب کہ مخاطب واحد مذکر ہو)،**ذاكِ** (جب کہ مخاطب واحد مؤنث ہو)**ذاكما** (جب کہ مخاطب تثنیہ مذکر یا مؤنث ہو)،**ذاكم** (جب کہ مخاطب جمع مذکر ہو)اور**ذاكنّ** (جب کہ مخاطب جمع مؤنث ہو)وغیرہ۔اسمائے اشارہ کی طرح حرف خطاب بھی پانچ ہیں جو چھ معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:(۱)**كَ** واحد مذکر کے لئے (۲)**كما** تثنیہ مذکرومؤنث کے لئے (۳)**كم** جمع مذکر کے لئے (۴)**كِ** واحد مؤنث کے لئے (۵)**كنَّ** جمع مؤنث کے لئے،جب ان پانچ کومذکورہ پانچ اسماء اشارہ

ویتصل بأواخرها حرف الخطاب؛ لیدل علی حال المخاطب فی الإفراد والتثنیة والجمع والتذکیر والتانیث. وهو أیضا خمسة ألفاظٍ،لستة معان،نحو: کَ، کما، کم، کِ، کن. فذلک خمسة وعشرون،الحاصل من ضرب خمسة فی خمسة، وهی :"ذاک"إلی "ذاکن"، و"ذانک" إلی "ذانکن" وکذلک البواقی. واعلم أن "ذا" للقریب، و"ذلک"للبعید،و" ذاک" للمتوسط.

ترجمہ: اور متصل ہوتا ہے ان کے آخر میں حرف خطاب تاکہ دلالت کرے افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اورتانیث میں مخاطب کے حال پر،اوروہ بھی پانچ الفاظ ہیں جو چھ معانی کے لئے آتے ہیں، جیسے:کَ، کُماَ، کُمْ، کِ، کُنَّ ،تو یہ پچیس الفاظ ہوجائیں گے جو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ہوتے ہیں،اوروہ ذاک ہےذَاکُنَّ تک،اورذَانِکَ ہے ذَانِکُنَّ تک،اوراسی طرح باقی ہیں۔اورجان لیجئے کہ ذا قریب کے لئے ہے،ذٰلِکَ بعید کے لئے ہےاورذاک متوسط کے لئے ہے۔

میں ضرب دیا جائے گا تو کل پچیس الفاظ نکلیں گے:ذاک، ذاکما، ذاکم، ذاکِ، ذاکنّ، ذانک، ذانکما، ذانکم، ذانکِ، ذانکنّ، تاک، تاکما، تاکم، تاکِ، تاکنّ، تانک، تانکما، تانکم، تانکِ، تانکنّ، أولائک، أولائکما، أولائکم، أولائکِ، أولائکنّ.

فائدہ(۱): ذِیْ ، تِــهٗ اور ذِهٗ کےعلاوہ مذکورہ تمام اسمائے اشارہ کےآخرمیں حرف خطاب زیادہ کیا جاسکتا ہے،ذی ،ته اور ذه کے آخرمیں حرف خطاب زیادہ کرنا صحیح نہیں۔

فائدہ(۲): کبھی ہائے تنبیہ کے عوض اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب سے پہلے "لام" زیادہ کردیتے ہیں،جیسے:ذالک وغیرہ۔

واعلم أن ذا للقریب الخ: یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ ذامشار الیہ قریب کے لئے ،ذلک مشارالیہ بعید کے لئے اور ذاک مشارالیہ متوسط (یعنی جونہ زیادہ قریب ہواورنہ زیادہ دور) کے لئے آتاہے،نیزتلک، ذانّک، تانّک،اورأولائک،ذٰلک کی طرح مشارالیہ بعید کے لئے اورتانک، ذانک اورأولاک (بغیرلام کے)،ذاک کی طرح مشارالیہ متوسط کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ(۱): هُنـا، هٰهـنـا، هُـنالِکَ، هُنَاکَ، هِنَّا، هَنَّا اورثَمَّ بھی اسمائے اشارہ ہیں؛لیکن یہ صرف مکان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں(یعنی ان کا مشارالیہ ہمیشہ مکان ہوتا ہے)،

فصل: الموصول: اسم لایَصْلُحُ أن یکون جزءً اتاما من جملة، إلا بصلة بعده. والصلة: جملة خبرية، ولابد من عائد فيها، يعود إلى الموصول؛ مثاله: "الذی" فی قولنا: جاء الذی أبوه قائم، أو قام أبوه.

ترجمہ: یہ تیسری فصل ہے: اسم موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جز تام بننے کے صلاحیت نہ رکھتا ہو؛ مگر ایسے صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہو۔ اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور اس میں ایک عائد کا ہونا ضروری ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹے، اس کی مثال الذی ہے ہمارے قول: **جَاءَ الَّذِی أبوهُ قَائِمٌ أوقَام أبُوهُ** میں (میرے پاس وہ شخص آیا جس کا باپ کھڑا ہے)۔

اور اگر کہیں یہ غیر مکان کے لئے استعمال ہوں تو اس کو مجاز پر محمول کیا جائے گا، هُنَا مکان قریب کے لئے هٰهُنَا اور هُنَاکَ مکان متوسط کے لئے، هُنَالِکَ، هِنَّا هَنَّا اور ثَمَّ مکان بعید کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ (۲): مشار الیہ کے مذکور اور جامد ہونے کی صورت میں اسم اشارہ کو مبدل منہ اور مشار الیہ کو بدل کہیں گے، جیسے: **هذا القلمُ نفيسٌ** (یہ قلم عمدہ ہے) اور مشتق ہونے کی صورت میں اسم اشارہ کو موصوف اور مشار الیہ کو صفت کہیں گے، جیسے: **هذا العالمُ جيّدٌ** (یہ عالم اچھا ہے)، اور مشار الیہ کے مذکور نہ ہونے کی صورت میں اسم اشارہ کو مبتدا اور مابعد کو خبر کہیں گے، جیسے: **هذا رجلٌ**.

فائدہ (۳): مشار الیہ ہمیشہ اسم جنس معرف باللام ہوتا ہے اگر کہیں اسم اشارہ کے بعد معرف باللام نہ ہو تو وہاں مشار الیہ معرف باللام کو محذوف مانیں گے، جیسے: **هذا رجل**، اس کی اصل: **هذا الانسانُ رجلٌ** ہے۔

فائدہ (۴): اسمائے اشارہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسمائے اشارہ احتیاج میں حرف مبنی الاصل کے مشابہ ہوتے ہیں، یعنی جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسمائے اشارہ بھی اپنے معنی کی تعیین میں مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

فصل: الموصول الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی تیسری قسم: اسمائے موصولہ کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم موصول کی تعریف: اسم موصول وہ اسم مبنی ہے جو بغیر صلہ کے جملہ کا جزء تام نہ بن سکے۔

صلہ: وہ جملہ خبریہ ہے جو اسم موصول کے بعد اس کے معنی پورا کرنے کے لئے لایا جائے، صلہ میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے، جیسے: **جاء الذی أبوه قائم**[۱] میں الذی اسم موصول

---

[۱] جاءَ فعل، الذی اسم موصول، أبوه مرکب اضافی مبتداء، قائم شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر فاعل، جاءَ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وهي: "الذی" للمذكر،و"اللذان" و"اللذين" لمثناه ، و"التی" للمؤنث و"اللتان" و"اللتين" لمثنا ها' و"الذين" و"الأُلی" لجمع المذكر، و"اللاتی" و "اللواتی" ، واللاء" و"اللائی" لجمع المونث، و"ما" و"من" و"أی" و"أية"، و"ذو"بمعنی "الذی" فی لغة بنی طی؛

ترجمہ:اوروہ(یعنی اسماءموصولہ)یہ ہیں:الذی واحد مذکر کے لئے ،الَّذَانِ اورالَّذَيْنِ تثنیہ مذکر کے لئے ،الَّتِيْ واحد مؤنث کے لئے ،اللَّتَانِ اور اللَّتَيْنِ تثنیہ مؤنث کے لئے ،الَّذِيْن اور الأُلٰی جمع مذکر کے لئے ، اور الّلاتی،اللَّوَاتِي ،اللَّاءِ اور اللائی جمع مؤنث کے لئے ،اورمَا،مَن،أَيٌّ اورأَيَّةٌ اور ذو بمعنی الذی بنی طے کی لغت میں۔

ہے؛اس لئے کہ یہ بغیر صلہ کے جملہ کا جزءتام نہیں بن سکتا،اورأبوہ قائم جملہ خبریہ صلہ ہے؛اس لئے کہ یہ الذی اسم موصول کے بعداس کے معنی پورا کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

فائدہ:صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے خواہ جملہ خبریہ حقیقۃً ہو،جیسے:مذکورہ مثال میں أبوہ قائم اورجاء الذی قام أبوہ میں قام أبوہ[1] صلہ ہے جوحقیقۃً جملہ خبریہ ہے، پہلا جملہ اسمیہ خبریہ ہے اوردوسرا جملہ فعلیہ خبریہ،یاجملہ خبریہ حکماً ہو(یعنی جملہ خبریہ کے معنی میں ہو) جیسے:جاء نی الضارب زیدا میں ضاربٌ زیدا الف لام بمعنی الذی اسم موصول کا صلہ ہے جوحکماً جملہ خبریہ ہے؛اس لئے کہ یہ یضرب زیدا کے معنی میں ہے۔جملہ انشائیہ صلہ نہیں بن سکتا۔

اسمائے موصولہ یہ ہیں:الذی واحد مذکر کے لئے،الّذان اورالّذین تثنیہ مذکر کے لئے،التی واحد مؤنث کے لئے،اللتان اوراللتَین تثنیہ مؤنث کے لئے،الذین اورالأُلیٰ جمع مذکر کے لئے،اللاتی، اللواتی، اللاءِ اوراللائی جمع مؤنث کے لئے،ما اورمَن بمعنی الذی، یہ دونوں واحد تثنیہ،جمع،مذکرو مؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں،البتہ "مَن" اکثر ذوی العقول کے لئے اور"ما" اکثر غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے،جیسے: جاء نی مَن ضربک اورعرفت مَا عَرَفْتَه اورکبھی یہ مجازاًایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں،جیسے:" یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ" میں مَن، ما کی جگہ غیرذوی العقول کے لئے اور"والسَّمَاءِ وَمَابَنَاهَا "میں ما، من کی جگہ ذوی العقول کے لئے استعمال ہوا ہے۔

---

[1] جاءَ فعل،الذی اسم موصول،قَامَ فعل،أبوہ مرکب اضافی فاعل،فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکرصلہ،اسم موصول صلہ سے مل کرفاعل،جاءَ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

كقول الشاعر: فإن الماء ماء أبي وجدي☆ وبيري ذو حفرت وذو طويت أي: التي حفرتها، والتي طويتها .

والألف واللام بمعنى : "الذي". صلته :اسم الفاعل واسم المفعول؛ نحو :

ترجمہ: جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر :**فَإِنَّ الْمَاءَ مَاءُ أَبِي وَجَدِّيْ☆ وَبِيرِي ذُوحَفَرْتُ وَذُوطَوَيْتُ** (پانی میرے باپ اور دادا کا پانی ہے اور کنواں میرا کنواں ہے جس کو میں نے کھودا اور جس کی میں نے مینڈھ باندھی ہے) یہ **التي حفرتها** و **التي طويتها** کے معنی میں ہے۔

(اور اسماء موصولہ میں سے) الف ولام بمعنی **الذی** ہے، اِن کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے۔

" **أيٌّ** " واحد، تثنیہ اور جمع مذکر کے لئے آتا ہے، جیسے: **ضربتُ أَيُّهم في الدار** (مارا میں نے ان میں کے اس شخص کو جو گھر میں ہے)۔ اور " **أيَّةٌ** " واحد، تثنیہ اور جمع مؤنث کے لئے آتا ہے، جیسے: **ضربت أيتهنَّ في الدار** (مارا میں نے ان میں کی اس عورت کو جو گھر میں ہے)۔ اور **ذُو** بمعنی **الذی** بنی طے کی لغت میں، جیسے: شاعر کا قول ہے۔ شعر:

فإن الماء ماء أبي وجدي ☆ وبيري ذو حفرت وذو طويت[1]

ترجمہ: (بلاشبہ پانی میرے باپ اور دادا کا پانی ہے☆ اور کنواں میرا کنواں ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور جس کی میں نے مینڈھ باندھی ہے)، اس شعر میں دونوں جگہ "**ذو**"، بمعنی **التي** اسم موصول ہے، چناں چہ **ذو حفرت**، **التي حفرتها** اور **ذو طويت**، **التي طويتها** کے معنی میں ہے۔

والألف واللام الخ: یہاں سے مصنف اسمائے موصولہ میں سے "الف لام" بمعنی **الذی** کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ الف لام بمعنی **الذی** بھی اسم موصول ہوتا ہے اور دیگر اسمائے موصولہ کی طرح اس کا صلہ بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ دیگر اسمائے موصولہ کا صلہ جملہ خبریہ حقیقۃً ہوتا ہے اور الف

---

[1] **إنَّ** حرف مشبہ بالفعل، **الماء** اس کا اسم، **ماءَ** مضاف، **أبي** مرکب اضافی معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **جدی** مرکب اضافی معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر خبر، **إنَّ** حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ **واؤ** حرف عطف، **بيری** مرکب اضافی موصوف، **ذو** بمعنی **التي** اسم موصول، **حفرت** فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ، **واؤ** حرف عطف، **ذو** بمعنی **التي** اسم موصول، **طويت** فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر خبر **البير** مبتدا محذوف کی، مبتدا محذوف خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

جاء نی الضارب زيدا،أی :الذی يضرب زيدا، أو: جاء نی المضروب غلامه.

ويجوز حذف العائد من اللفظ إن كان مفعولا ؛نحو:قام الذی ضربت ؛ أی الذی ضربته .

ترجمہ: جیسے: جَاءَ نِی الضَّارِبُ زیدًا، یہ الذی یَضْرِبُ زیدًا کے معنی میں ہے (میرے پاس وہ شخص آیا جس نے زید کو مارا ہے)، جاء نی المَضْرُوبُ غُلَامُه (میرے پاس وہ شخص آیا جس کے غلام کو مارا گیا ہے)۔ اور جائز ہے عائد کو حذف کرنا لفظوں سے اگر وہ مفعول ہو، جیسے: قَامَ الذی ضَرَبْتُ، اس کی اصل: الذی ضربتُه ہے (کھڑا ہوا وہ شخص جس کو میں نے مارا)۔

لام بمعنی الذی کا صلہ ہمیشہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جو حقیقۃً جملہ خبریہ نہیں ہوتا؛ بلکہ حکماً جملہ خبریہ ہوتا ہے؛ اس لئے کہ جو اسم فاعل اور اسم مفعول الف لام بمعنی الذی کا صلہ بنتے ہیں وہ فعل مضارع کے معنی میں ہوتے ہیں اور فعل مضارع اپنے معمول کے ساتھ جملہ فعلیہ خبریہ ہوتا ہے، جیسے: جاء نی الضارب زیدًا[1] اور جاء نی المضروب غلامه[2] ان دونوں مثالوں میں ''الف لام'' بمعنی الذی اسم موصول ہے، پہلی مثال میں اس کا صلہ ضارب زیدًا اسم فاعل ہے جو یضرب زیدا جملہ فعلیہ خبریہ کے معنی میں ہے، اور دوسری مثال میں اس کا صلہ مضروبٌ غلامه اسم مفعول ہے جو یُضرَبُ غُلامُه جملہ فعلیہ خبریہ کے معنی میں ہے، ''أی الذی یضرب زیدا'' کہہ کر مصنف نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الف لام بمعنی الذی کا صلہ لفظوں کے اعتبار سے شبہ جملہ اور معنی کے اعتبار سے جملہ خبریہ ہوتا ہے۔

ویجوز حذف العائد الخ: یہاں سے مصنف صلہ سے عائد (یعنی ضمیر) کو حذف کرنے کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر صلہ میں عائد مفعول بہ ہو تو لفظوں سے اس کو حذف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ ایسی ضمیر منصوب منفصل نہ ہو جو إلّا کے بعد واقع ہو، نیز صلہ میں دو عائد نہ ہوں، جیسے: قام الَّذِی ضَرَبتُ[3]

---

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، الف لام بمعنی الذی اسم موصول، ضارب زیدا شبہ جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، الف لام بمعنی الذی اسم موصول، مضروب غلامه شبہ جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[3] قام فعل، الذی اسم موصول، ضرب فعل، تُ ضمیر فاعل، ھا ضمیر محذوف مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واعلم أن "أيا" و "أية" معربة ، إلا إذا حذف صدر صلتها؛ كقوله تعالى:

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ أيّ اور أيّة معرب ہوتے ہیں؛ مگر اس وقت جب کہ حذف کر دیا جائے ان کے صدر صلہ کو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اس کی اصل قَام الّذِی ضَربتُه ہے، یہاں سے ھاء ضمیر عائد کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا؛ اس لئے کہ مفعول بہ کلام میں فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کو حذف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس کے علاوہ پانچ مواقع اور ہیں جہاں صلہ کے عائد کو حذف کرنا جائز ہے:

(۱) عائد مبتدا ہو، بشرطیکہ اس کی خبر جملہ، ظرف اور جار مجرور نہ ہو، جیسے: رَأَیتُ الَّذِی أَحسَنُ، أی هُوَ أَحسَنُ.

(۲) عائد مبتدا ہو اور ایٌّ یا ایَّةٌ کے بعد واقع ہو، جیسے: أيهم أشد على الرحمن عتيًّا، أي هو أشد.

(۳) عائد مبتدا ہو اور صلہ طویل ہو، جیسے: وهو الذي في السماء إلهٌ الخ ،أي هو في السما إله .

(۴) عائد کسی متعین حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو، جیسے: أَنَسجُدُ لِمَا تأمُرُنا، أي لما تأمرنا به (یہاں عائد ایک متعینہ حرف جر یعنی "باء" کی وجہ سے مجرور ہے؛ اس لئے کہ اَمَرَ کا صلہ "باء" آتا ہے)۔

(۵) عائد کسی ایسے صیغۂ صفت کی وجہ سے مجرور ہو جو تقدیراً اس کو نصب دے رہا ہو، جیسے: جاءَ الذی أنا ضَارِبٌ، أي أنا ضاربُه.

فائدہ: صلہ سے عائد کو حذف کرنا الف لام بمعنی الــذی کے علاوہ دیگر اسمائے موصولہ کے ساتھ خاص ہے۔ الف لام بمعنی الذی کے صلہ سے عائد کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

واعلم أنَّ أيًّا وأيَّةً الخ: یہاں سے مصنف أيٌّ اور أيَّةٌ کا حکم بیان فرما رہے ہیں:

اسمائے موصولہ تمام حالات میں مبنی ہوتے ہیں، البتہ أيٌّ اور أيَّةٌ تمام حالات میں مبنی نہیں ہوتے؛ بلکہ یہ صرف اسی وقت مبنی ہوتے ہیں جب کہ یہ لفظاً یا تقدیراً کسی معرفہ کی طرف مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ مبتدا ضمیر محذوف منوی (لفظوں سے حذف دل میں موجود) ہو تو اس صورت میں یہ اسم موصول مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِنۡ کُلِّ شِیۡعَةٍ اَیُّھُمۡ اَشَدُّ عَلَی الرَّحۡمٰنِ عِتِیًّا[1] (پھر ہم

---

[1] ثُمَّ حرف عطف، لَنَنزِعَنَّ فعل بافاعل، مِنۡ حرف جر، کُلِّ شِیۡعَةٍ مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، اَیُّ اسم موصول مضاف، ھم ضمیر مضاف الیہ، أشدُّ اسم تفضیل بافاعل، عَلَی الرَّحۡمٰنِ جار مجرور متعلق، نسبت ممیّز، عِتِیًّا تمیز، اسم تفضیل اپنے فاعل، متعلق اور نسبت کی تمیز سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ھو مبتدا محذوف کی، مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر =

﴿ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴾ أي : هو أشد...

فصل: أسماءُ الافعال: هو كل اسم : بمعنى "الأمر" و"الماضى" ؛ نحو:

ترجمہ:﴿ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴾ (پھر ضرور جدا کریں گے ہم ہر جماعت میں سے اُن لوگوں کو جو زیادہ سخت ہیں رحمان پر نافرمانی کے اعتبار سے)، اس کی اصل هو أشدّ ہے۔

یہ چوتھی فصل ہے: اسماء افعال، وہ (یعنی اسم فعل) ہر ایسا اسم ہے جو امر حاضر اور ماضی کے معنی میں ہو،

الگ کردیں گے ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جو زیادہ سخت ہیں رحمٰن پر نافرمانی کے اعتبار سے)، اس مثال میں أيٌّ مبنی برضمہ ہے؛ اس لئے کہ یہ ضمیر کی طرف مضاف ہے، اور اس کا صدر صلہ هو ضمیر مبتدا یہاں محذوف منوی ہے؛ کیوں کہ اس کی اصل: اَيُّهُمْ هُوَ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ہے۔

فائدہ: أيٌّ اور أيَّةٌ کی چار حالتیں ہیں، تین حالتوں میں یہ اسم موصول معرب ہوتے ہیں اور ایک حالت میں اسم موصول مبنی برضمہ ہوتے ہیں، وہ چار حالتیں یہ ہیں:

(۱) أيٌّ اور أيَّةٌ مضاف ہوں اور صدر صلہ مذکور ہو، جیسے: سَيَزُوْرُنِی اَيُّهُمْ هُوَ مُخْلِصٌ (عنقریب میری زیارت کرے گا ان میں کا وہ شخص جو مخلص ہے)۔

(۲) نہ مضاف ہوں اور نہ صدر صلہ مذکور ہو، جیسے: سَيَسْبِقُ أيٌّ خَبِيْرٌ (عنقریب سبقت لے جائے گا وہ شخص جو ماہر ہے)۔

(۳) مضاف نہ ہوں اور صدر صلہ مذکور ہو، جیسے: سَيَحْضُرُنِیْ أَيٌّ هُوَ أَشْجَعُ (عنقریب حاضر ہوگا میرے پاس وہ شخص جو بہادر ہے)۔

مذکورتینوں صورتوں میں أيٌّ اور أيَّةٌ معرب ہوتے ہیں، چناں چہ مذکورہ مثالوں میں " أيٌّ "، معرب ہے اور فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

(۴) مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ مبتدا ضمیر محذوف منوی ہو، اس صورت میں یہ مبنی برضمہ ہوتے ہیں، جیسے: اَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا .

صدر صلہ: وہ اسم یا فعل ہے جو صلہ کے شروع میں ہو، خواہ مسند ہو یا مسند الیہ، جیسے: جَاءَ الَّذِیْ اَبُوْهُ قَائِمٌ میں أبوه صدر صلہ ہے۔

فصل: اسماء الافعال الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی چوتھی قسم: اسمائے افعال کو بیان فرما رہے ہیں:

= صلہ، اسم موصول اپنے مضاف الیہ اور صلہ سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

رويد زيدًا؛أی : أمهله. وهيهات زيد؛ أی: بعد. أو كان علی وزن "فعال" بمعنی الأمر. وهو من الثلاثی قياس ؛كـ : نزال بمعنی: انزل وتراک بمعنی: اترک .

ترجمہ: جیسے: رُوَیْدَ زیدًا، یہ أَمْهِلْهُ کے معنی میں ہے (زید کو چھوڑ)، اور هَيْهَاتَ زَيْدٌ، یہ بَعُدَ زَيْدٌ کے معنی میں ہے (زید دور ہوا)، یا اس "فَعَالِ" کے وزن پر ہو جو امر حاضر کے معنی میں ہوتا ہے، اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے، جیسے: نَزَالِ، یہ اِنْزِلْ امر حاضر کے معنی میں ہے (تو اُتر) اور تَرَاكِ، یہ اُتْرُكْ امر حاضر کے معنی میں ہے (تو چھوڑ)۔

اسم فعل کی تعریف: اسم فعل وہ اسم مبنی ہے جو (وضع کے اعتبار سے) فعل کے معنی میں ہو اور فعل کی علامتوں کو قبول نہ کرتا ہو، جیسے: رُوَيْدَ زيدًا[1] میں رويد اسم فعل ہے؛ اس لئے کہ یہ أَمْهِلْ امر حاضر کے معنی میں ہے اور فعل کی علامتوں کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اسم فعل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اسم فعل بمعنی امر حاضر (یعنی وہ اسم فعل جو امر حاضر کے معنی میں ہو اور اس کا کوئی مخصوص وزن نہ ہو)، جیسے: رُوَيْدَ بمعنی أَمْهِلْ امر حاضر، (چھوڑ)، بَلْهَ بمعنی اُتْرُكْ امر حاضر (چھوڑ)، حَيَّهَلْ بمعنی اَقْبِلْ امر حاضر (متوجہ ہو)، عَلَيْكَ بمعنی أَلْزِمْ امر حاضر (لازم پکڑ)، دُونَكَ بمعنی خُذْ امر حاضر (پکڑ)، ها بمعنی خُذْ امر حاضر (پکڑ)۔ ان کے بعد آنے والا اسم مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے، جیسے: رويد زيدا (زید کو چھوڑ) یہ أمهل زيدا کے معنی میں ہے، اور زیدًا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(۲) اسم فعل بمعنی فعل ماضی (یعنی وہ اسم فعل جو فعل ماضی کے معنی میں ہو اور اس کا کوئی مخصوص وزن نہ ہو)، جیسے: هَيْهَاتَ بمعنی بَعُدَ فعل ماضی (وہ دور ہوا)، شَتَّانَ بمعنی اِفْتَرَقَ فعل ماضی (وہ جدا ہوا)، سَرْعَانَ بمعنی سَرِعَ فعل ماضی (اس نے جلدی کی) وغیرہ، ان کے بعد آنے والا اسم فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے، جیسے: هيهات زيدٌ[2] (زید دور ہوا) یہ بَعُدَ زيدٌ کے معنی میں ہے، اور زید فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

(۳) وہ اسم فعل جو فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے وزن پر ہو، یہ ثلاثی مجرد سے قیاس کے مطابق آتا ہے، یعنی اکثر افعالِ ثلاثی مجرد سے اس وزن پر اسم فعل بمعنی امر حاضر بنایا جا سکتا ہے، جیسے: نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ امر حاضر

---

[1] رويد اسم فعل بمعنی أمهل امر حاضر، أنت ضمیر مستتر فاعل، زيدا مفعول بہ، اسم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] هيهات اسم فعل بمعنی بعد فعل ماضی، زيد فاعل، اسم فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویلحق به "فعال" : مصدرًا معرفة ؛ کـ فجار ،بمعنی : الفجور. أو صفة للمونث ؛ نحو : یافساق، بمعنی:فاسقة ، ویالکاع ، بمعنی لاکعة. أو علما للأعیان المؤنثة ؛ کـ: قطام،وغلاب ، وحضار. وهذه الثلاثة لیست من أسماء الافعال ، وإنما ذکرت ههنا؛ للمناسبة.

ترجمہ:اور لاحق کیا جاتا ہے اس کے ساتھ وہ "فَعَالِ" جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو، جیسے: فَجَارِ ،یہ الفجور مصدر کے معنی میں ہے، یا مؤنث کی صفت ہو، جیسے: یَافَسَاقِ، یہ فاسقة کے معنی میں ہے(اے فاسق عورت)،اوریَا لَکَاعِ، یہ لاکعة کے معنی میں ہے (اے کمینی عورت)،یا مؤنث ذاتوں کا علم ہو، جیسے: قَطَامِ (ایک عورت کا نام)،غَلَابِ (ایک عورت کا نام)،اور حَضَارِ (ایک ستارے کا علم)،اور یہ تینوں:اسماء افعال میں سے نہیں ہیں،ان کو یہاں صرف مناسبت کی وجہ سے ذکر کر دیا گیا ہے۔

(اُتْرُ)،تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ امر حاضر (چھوڑ)،ضَرَابِ بمعنی اِضْرِبْ امر حاضر (مار)،کَتَابِ بمعنی اُکْتُبْ امر حاضر (لکھ) وغیرہ۔

فائدہ (۱): ثلاثی مجرد کے بعض افعال مثلاً: قَامَ اور دَخَلَ وغیرہ سے فَعَالِ کے وزن پر اسم فعل بمعنی امر حاضر نہیں آتا، چناں چہ قَوَامِ اور دَخَالِ نہیں کہہ سکتے۔

فائدہ (۲): اسم فعل کی پہلی دونوں قسموں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مبنی الاصل فعل ماضی اور امر حاضر سے مشابہت ہے اس طور پر کہ یہ فعل ماضی اور امر حاضر کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں اور جو مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی مبنی ہوں گے؛ اور تیسری قسم یعنی فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو مبنی الاصل امر حاضر سے مناسبت ہے اس طور پر کہ وہ امر حاضر کی جگہ واقع اور مستعمل ہوتا ہے اور جو مبنی الاصل کی جگہ واقع اور مستعمل ہو وہ مبنی ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی مبنی ہوگا۔

ویلحق به فعال الخ: یہاں سے مصنف فَعَالِ کے اس وزن کو بیان فرما رہے ہیں جو فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے ہم وزن اور ہم شکل ہونے کی وجہ سے مبنی ہونے میں فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے ساتھ ملحق ہے، اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ فَعَالِ جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو، جیسے: فَجَارِ یہ الفُجورُ مصدر معرفہ کے معنی میں ہے۔

(۲) وہ فَعَالِ جو کسی مؤنث کی صفت ہو، جیسے: یافَسَاقِ (اے خدا کی نافرمان عورت) یہ فَاسِقَةٌ

فصل: الأصوات: كل لفظ: حكى به صوت؛ كـ: غاق لصوت الغراب. أو صوت به البهائم؛ كـ: نخ، لإناخة البعير.

ترجمہ: یہ پانچویں فصل ہے: اصوات ہر ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی آواز نقل کی جائے، جیسے: غَاقِ، کوے کی آواز کے لئے، یا اس کے ذریعہ چوپاؤں کو آواز دی جائے، جیسے: نَخْ، اونٹ کو بٹھانے کے لئے۔

کے معنی میں ہے اور یَالَکَاعِ (اے کمینی عورت)، یہ لا کِعَةُ کے معنی میں ہے۔

(۳) وہ فَعَالِ جو اعیانِ مؤنثہ (یعنی مؤنث ذاتوں) کا علم ہو، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جس کے آخر میں "را" نہ ہو، جیسے: قَطَامِ اور غَلَابِ (دو عورتوں کے علم)، (۲) جس کے آخر میں "را" ہو، جیسے: حَضَارِ (ایک ستارے کا علم)۔

فَعَالِ کے یہ تینوں اوزان اگرچہ اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں؛ لیکن چوں کہ ان کو فَعَالِ بمعنی امر حاضر کے ہم وزن اور ہم شکل ہونے کی وجہ سے "فَعَالِ بمعنی امر حاضر" کے ساتھ مناسبت ہے، اس لئے ان کو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

فصل: الأصوات الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی پانچویں قسم: اسمائے اصوات کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم صوت کی تعریف: اسم صوت ہر ایسا لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی آواز نقل کی جائے یا کسی چوپائے وغیرہ کو آواز دی جائے، اول کی مثال، جیسے: غَاقِ غَاقِ (کوے کی آواز)، اُحْ اُحْ (کھانسی کی آواز)، اُفْ اُفْ (درد کی آواز)، بَخْ بَخْ (خوشی کی آواز)، ثانی کی مثال، جیسے: نَخْ نَخْ (اونٹ بٹھانے کے لئے)۔

اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے ہیں اور جو ترکیب میں واقع نہ ہو وہ مبنی ہوتا ہے۔

نوٹ: ترکیب میں واقع ہونے کے وقت اسمائے اصوات اکثر صورتوں میں معرب ہوتے ہیں اور کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں ان کا معرب اور مبنی ہونا دونوں جائز ہے۔

فائدہ: اصوات اسم ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، کچھ نحویین کی رائے یہ ہے کہ دیگر اسمائے مبینہ کی طرح اصوات بھی اسم ہیں۔ اور بعض نحویین کی رائے یہ ہے کہ یہ اسم نہیں ہیں؛ بلکہ ان کو اسماء کے ساتھ لاحق کر کے اسمائے مبینہ میں شمار کیا گیا ہے۔ مصنف نے اصوات کی تعریف میں "کل اسم" کے بجائے "کل

فصل: المركبات: كل اسم ركب من كلمتين ليست بينهما نسبة ، فإن تضمن الثاني حرفا،يجب بناؤ هما على الفتح؛ كـ : "أحد عشر" إلى "تسعة عشر" إلا إثنى عشر" ؛ فإنها معربة كالمثنى . وإن لم يتضمن ذلك ،ففيهالغات ؛ أفصحها:بناء الأول على الفتح وإعراب الثاني، كإعراب غير منصرف؛كـ : بعلبك؛ نحو:جاء ني بعلبك، ورأيت بعلبك ومررت ببعلبك.

ترجمہ:یہ چھٹی فصل ہے: مرکبات ہرایسااسم ہے جوایسے دوکلموں سے مرکب ہوجن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو،پس اگر دوسرا کلمہ کسی حرف کو متضمن ہوتو واجب ہے دونوں کلموں کومبنی برفتحہ پڑھنا، جیسے:أَحَدَ عَشَرَ (گیارہ) سےتِسْعَةَ عَشَرَ (اُنیس) تک،سوائےإِثْنَاعَشَرَ کے؛اس لئے کہ وہ معرب ہےتثنیہ کی طرح۔اوراگر دوسراکلمہ کسی حرف کومتضمن نہ ہو،تواس میں چندلغات ہیں،جن میں سے سب سے زیادہ فصیح لغت پہلے جزکومبنی برفتحہ پڑھنااوردوسرے جزکومعرب غیرمنصرف پڑھناہے،مثلاً:بعلبکّ ،جیسے:جاء نی بَعْلَبَکٌّ، رأیتُ بَعْلَبَکَّ، مررتُ بِبَعْلَبَکَّ۔

لفظ" کہہ کران لوگوں کی رائے کواختیارکیاہے جواصوات کواسم نہیں مانتے؛ بلکہ ان کوالفاظ مہملہ قرار دیتے ہیں اس لئے کہ لفظ: موضوع اورمہمل تمام الفاظ کوشامل ہے، جب کہ ''النحو الوافی'' میں ان لوگوں کے مذہب کو راجح قراردیاہے جواصوات کودیگراسمائے مبنیہ کی طرح اسم مانتے ہیں،اورجولوگ ان کواسم نہیں مانتے ان کی تردیدکی ہے۔

فصل: المركبات الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی چھٹی قسم:مرکبات کوبیان فرمارہے ہیں،چوں کہ ہرمرکب مبنی نہیں ہوتا؛ بلکہ مرکب کی صرف بعض اقسام مبنی ہوتی ہیں،اس لئے مصنف نے یہاں اس مرکب کوبیان فرمایاہے جوترکیب کی وجہ سے مبنی ہوتاہے۔

مرکب کی تعریف: مرکب ہرایسالفظ ہے جوایسے دوکلموں سے مرکب ہوجن کے درمیان نسبت اور اسنادنہ ہو،نیزاس کے دونوں جزؤں میں سے کوئی جزءحرف نہ ہو۔

فإن تضمن الثاني الخ: مرکب کی دوقسمیں ہیں:(۱)مرکب بنائی (۲)مرکب منع صرف۔

مرکب بنائی: وہ مرکب ہےجس میں بلااضافت واسناددوکلموں کوملاکرایک کردیاگیاہواوردوسراکلمہ کسی حرف کوشامل ہو،اس کےدونوں جزمبنی برفتحہ ہوتے ہیں،جیسے:اَحَدَ عَشَرَ سے لےکرتِسْعَةَ عَشَرَ تک تمام اعدادمرکب بنائی ہیں اوران کےدونوں جزمبنی برفتحہ ہیں،دوسراجزمبنی ہےواؤحرف عطف کومتضمن ہونے

کی وجہ سے؛ اس لئے کہ ان کی اصل اَحَدٌ وَّعَشَرٌ ، تِسْعَةٌ وَّعَشَرٌ تھی، واؤ کو حذف کر کے دونوں کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا۔ اور پہلا جز مبنی ہے اس لئے کہ اس کا آخری حرف درمیان کلمہ میں واقع ہے؛ کیوں کہ یہ شدت اتصال کی وجہ سے کلمۂ واحدہ کے حکم میں ہو گئے ہیں، اور جو درمیان کلمہ میں واقع ہو وہ اعراب کا محل نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ اگر اس کو اعراب دیں گے تو درمیان کلمہ میں اعراب دینا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، اس لئے ان کا پہلا جزء بھی مبنی ہوتا ہے، جیسے: جَاءَ نِيْ أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً، رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً، مَرَرْتُ بِأَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً، البتہ اثنا عشر کا پہلا جز معرب ہوتا ہے اس تثنیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے جو کسی اسم کی طرف مضاف ہو، یعنی جس طرح تثنیہ کے آخر سے اضافت کے وقت نون تثنیہ گر جاتا ہے، چوں کہ اسی طرح ترکیب کے وقت اثنان کا نون بھی گر گیا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے گویا اثنان کی ترکیب عشر کے ساتھ ترکیب اضافی ہے، اور ترکیب اضافی اسم کے مبنی ہونے کے لئے مانع ہے۔ لہٰذا اثنا عشر کا پہلا جز معرب ہوگا مبنی نہیں ہوگا، جیسے: جَاءَ نِيْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً، رَأَيْتُ اِثْنَي عَشَرَ رَجُلاً، مَرَرْتُ بِاِثْنَي عَشَرَ رَجُلاً.

مرکب منع صرف کی تعریف: مرکب منع صرف وہ مرکب ہے جس میں بلا اضافت و اسناد دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل نہ ہو، جیسے: بَعْلَبَكُّ، حَضَرَمَوْتُ اور بُخْتَ نَصَّرُ وغیرہ۔ مرکب منع صرف میں چار لغات ہیں:

(۱) پہلا جز مبنی بر فتحہ ہوگا اور دوسرا جز معرب غیر منصرف ہوگا، جیسے: جاء نی بعلبكُّ رأيت بعلبكَّ مررت ببعلبكَّ، یہ لغت سب سے زیادہ فصیح ہے۔

(۲) دونوں جز معرب منصرف ہوں گے، پہلا جز مضاف ہوگا، دوسرا مضاف الیہ، جیسے: جاء نی بعلُبَكٍّ، رأيتُ بعلَبكٍّ، مررتُ ببعلِبَكٍّ.

(۳) دونوں جز معرب ہوں گے، پہلا جز معرب منصرف اور دوسرا جز معرب غیر منصرف، جیسے: جاء نی بعلُبَكَّ، رأيت بعلَبَكَّ، مررت ببعلِبَكَّ.

(۴) دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوں گے، جیسے: جاء نی بَعْلَبَكَّ، رأيتُ بعلَبَكَّ، مررتُ بِبَعْلَبَكَّ.

خلاصہ یہ کہ مرکب کی اقسام میں سے ترکیب کی وجہ سے صرف مرکب بنائی اور مرکب منع صرف مبنی ہوتے ہیں، مرکب کی بقیہ اقسام: مرکب اضافی، مرکب توصیفی اور مرکب امتزاجی وغیرہ تو مبنی ہی نہیں ہوتے، اور مرکب مفید مبنی ہوتا ہے؛ لیکن وہ ترکیب کی وجہ سے مبنی نہیں ہوتا؛ بلکہ اسناد کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

☆☆

فصل الكنايات : هي أسماء تدل على : عددٍ مبهم ،وهي : كم ،وكذا. أو حديث مبهم ،وهو: كيت ، وذيت. واعلم أن " كم " على قسمين :استفهامية ؛

ترجمہ: یہ ساتویں فصل ہے: کنایات وہ ایسے اسماء ہیں جو دلالت کریں عدد مبہم پر، اور وہ: کم اور کذا ہیں، یا مبہم بات پر، اور وہ کَیْتَ اور ذَیْتَ ہیں۔ اور جان لیجئے کہ "کم" کی دو قسمیں ہیں: (۱) کم استفہامیہ،

فصل: الکنایات الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی ساتویں قسم: کنایات کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم کنایہ کی تعریف: اسم کنایہ وہ اسم مبنی ہے جو مبہم عدد یا مبہم بات پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اسم کنایہ چار ہیں: کم، کذا، کَیْتَ، ذَیْتَ. کم اور کذا مبہم عدد پر دلالت کرتے ہیں، جیسے: کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَکَ[۱] (کتنے درہم ہیں تیرے پاس)، کذا درھما عندی[۲] (اتنے درہم ہیں میرے پاس)، کیت اور ذیت: مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں، جیسے: قَالَ زیدٌ ذَیْتَ وذَیْتَ (زید نے ایسا ویسا کہا)۔

فائدہ: کیت اور ذیت کے استعمال کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کو واؤ عاطفہ کے ساتھ مکرر لایا جائے، چناں چہ کیت و کیت، یا ذیت و ذیت استعمال ہوگا، تنہا کیت، یا تنہا ذیت، یا کیت و ذیت استعمال نہیں ہوگا، کیت اور ذیت ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتے ہیں۔ چناں چہ قال زید ذیت و ذیت کی ترکیب ہوگی: قال فعل، زید فاعل، ذیت و ذیت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واعلم أن کم علی قسمین الخ: یہاں سے مصنف اسمائے کنایہ میں سے "کم" کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں، کہ کَمْ کی دو قسمیں ہیں: (۱) کم استفہامیہ (یعنی جو استفہام کے معنی کو شامل ہو)، (۲) کم خبریہ (یعنی جو استفہام کے معنی کو شامل نہ ہو)۔

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے، جیسے: کم رجلاً عندَک (کتنے مرد ہیں تیرے پاس)۔ اور کم خبریہ کی تمیز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے، کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے، جیسے: کم مالٍ أَنْفَقْتُه[۳]

---

[۱] کم استفہامیہ ممیّز، درھما تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا، عندک مرکب اضافی ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] کذا ممیّز، درھما تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا، عندی مرکب اضافی ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۳] کم خبریہ ممیّز مضاف، مالٍ تمیز مضاف الیہ، ممیّز مضاف تمیز مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، أنفقتہ فعل با فاعل و مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اسی طرح کم رجال لقیتھم کی ترکیب ہوگی۔

ومابعدها منصوب مفرد علی التمییز ؛ نحو : کم رجلاً عندک . وخبریة وما بعدها مجرور: مفرد؛ نحو: کم مال أنفقته. أو مجموع ؛نحو: کم رجال لقیتهم ، ومعناه : التکثیر .وتدخل ”من“ فیهما؛ تقول: کم من رجل لقیته ؟ وکم من مال أنفقته .

ترجمہ:اوراس کے بعدآنے والااسم مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز کی بناپر، جیسے: **کَمْ رَجُلاً عِنْدَکَ** (کتنے مرد ہیں تیرے پاس)۔(۲) کم خبریہ،اوراس کے بعد آنے والااسم مفرد مجرور ہوتا ہے، جیسے: **کَمْ مَالٍ أَنْفَقْتُه** (کتنا ہی مال ہے جس کو میں نے خرچ کیا)۔ یا جمع مجرور ہوتا ہے، جیسے: **کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُهُمْ** (کتنے ہی لوگ ہیں جن سے میں نے ملاقات کی)،اوراس کے معنی تکثیر کے ہیں۔اورداخل ہوتا ہے ان دونوں (کی تمیز) پر مِنْ بیانیہ،آپ کہیں گے: **کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتَه** (کتنے مردوں سے تو نے ملاقات کی؟)،اور **کَمْ مِنْ مَّالٍ أَنْفَقْتُه** (کتنا ہی مال ہے جس کو میں نے خرچ کیا)۔

(میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا)۔اور کبھی جمع مجرور ہوتی ہے جیسے: **کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُهُمْ** (میں نے کتنے ہی مردوں سے ملاقات کی)۔

فائدہ: کم خبریہ کی تمیز اس وقت مجرور ہوتی ہے جب کہ کم خبریہ اوراس کی تمیز کے درمیان کسی چیز کا فصل نہ ہو، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں کم خبریہ کی تمیز مجرور ہے؛ اس لئے کہ درمیان میں کسی چیز کا فصل نہیں ہے،اور اگر کم خبریہ اوراس کی تمیز کے درمیان کسی چیز کا فصل ہوتو وہاں کم خبریہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے، مجرور نہیں ہوتی (پسندیدہ قول یہی ہے)، جیسے: **کَمْ عِنْدِی رَجُلًا** (میرے پاس کتنے ہی مرد ہیں)۔

ومعناه التکثیر الخ: کم خبریہ کے معنی تکثیر کے ہیں،یعنی کم خبریہ زیادتی کی انشاء پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے کم خبریہ کا ترجمہ ”بہت سے“ اور ”کتنے ہی“ سے کیا جاتا ہے۔

وتدخل من فیها الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی کم استفہامیہ اورکم خبریہ کی تمیز پر ”من“ بیانیہ داخل کردیا جاتا ہے،کم استفہامیہ کی مثال جیسے: **کم مِنْ رجلٍ لقیتَه**[1] (تو نے کتنے مردوں سے ملاقات کی)،کم خبریہ کی مثال، جیسے: **کم مِنْ مال أنفقتُه** (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا)،من بیانیہ کے داخل ہونے کی صورت میں کم استفہامیہ اورکم خبریہ دونوں کی تمیز مجرور ہوتی ہے۔

---

[1] کم استفہامیہ ممیّز،من بیانیہ،رجل تمیز،ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا،لقیته جملہ فعلیہ خبریہ خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا،اسی طرح کم من مال أنفقته کی ترکیب ہوگی،بس اتنا فرق ہے کہ اس میں کم خبریہ ہے۔

وقد يحذف التمييز؛ لقيام قرينة ؛نحو : كم مالك ؟ أي : كم دينارًا مالك ؟ وكم ضربت ؛ أي كم ضربة ضربت .

ترجمہ:اور کبھی حذف کردیا جاتا ہے تمیز کو کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت، جیسے: کم مالُک، اس کی اصل کَمْ دِیْنَارًا مَالُکَ ہے (کتنے دینار ہیں تیرا مال)، اور کم ضَرْبَةٍ، اس کی اصل: کم ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ ہے (کتنی ہی مرتبہ میں نے مارا)۔

فائدہ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر "من" بیانیہ داخل کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) کبھی من بیانیہ کا داخل کرنا جائز ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ممیّز اور تمیز کے درمیان کسی فعل متعدی کا فصل نہ ہو، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز پر بطور جواز کے من بیانیہ کو داخل کیا گیا ہے۔

(۲) اور کبھی "من" بیانیہ کو اخل کرنا واجب ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ممیّز اور تمیز کے درمیان فعل متعدی کا فصل ہو، اس صورت میں "مِنْ بیانیه" کو داخل کرنا اس لئے واجب ہے، تا کہ تمیز کا مفعول بہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے، جیسے: کم أهلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ[۱] (ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کیا)، اس مثال میں قرية کم خبریہ کی تمیز ہے جس پر بطور وجوب من بیانیہ کو داخل کیا گیا ہے؛ کیوں کہ ممیّز اور تمیز کے درمیان أهلكنا فعل متعدی کا فصل ہے۔

نوٹ: یہ "من" معنی کے اعتبار سے زائد ہوتا ہے، ترکیب میں کسی فعل یا شبہ فعل کا متعلق نہیں ہوتا۔

وقد يحذف التمييز الخ: یہاں سے مصنف کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: کم مالُک[۲] یہاں دینارًا تمیز محذوف ہے، اس کی اصل: کم دینارا مالُک ہے (تمہارا مال کتنے دینار ہیں)، دینارًا تمیز کو یہاں سے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ یہاں مرکب پر داخل ہے، جب کہ کم استفہامیہ ہمیشہ مفرد پر داخل ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں کوئی مفرد محذوف ہے اور وہ دینارًا ہے جس پر مال دلالت کر رہا ہے، کم خبریہ کی مثال،

---

[۱] کم خبریہ ممیّز، مِن بیانیہ، قرية تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول بہ أهلک فعل کا، أهلک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] کم استفہامیہ ممیّز، دینارا تمیز محذوف، ممیّز اپنی محذوف تمیز سے مل کر مبتدا، مالک مرکب اضافی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

واعلم أن " كم " في الوجهين يقع: منصوبا إذا كان بعده فعل غير مشتغل عنه بضميره ؛نحو: كم رجلا ضربت ؟ وكم غلام ملكت –مفعولا به – و نحو: كم ضربة ضربتَ ؟ وكم ضربة ضربتُ – مصدرًا

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جب کہ اس کے بعد کوئی فعل ہو جو اس سے اعراض نہ کرر ہا ہو اس کی ضمیر (یا اس کے متعلق) میں عمل کرنے کی وجہ سے، جیسے: کم رَجُلًا ضَرَبْتَ (تو نے کتنے مردوں کو مارا) اور کم غُلامٍ مَلَکْتُ (کتنے ہی غلاموں کا میں مالک ہوا)۔مفعول بہ ہونے کی بناء پر، اور جیسے: کم ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ (کتنی مرتبہ تو نے مارا)، اور کم ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ (کتنی ہی مرتبہ میں نے مارا)۔مصدر (یعنی مفعول مطلق) ہونے کی بناء پر۔

جیسے: کم ضربتُ[۱]، یہاں ضربةٍ تمیز محذوف ہے، اس کی اصل کم ضربةٍ ضربتُ ہے (میں نے کتنا ہی مارا)، ضربةٍ تمیز کو یہاں سے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، قرینہ یہ ہے کہ کم خبریہ یہاں فعل پر داخل ہے جب کہ کم خبریہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے، فعل پر داخل نہیں ہوتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اسم محذوف ہے اور وہ ضربة ہے جس پر "ضربت" دلالت کر رہا ہے۔

واعلم أَنَّ كم الخ: یہاں سے مصنف کم استفہامیہ اور کم خبریہ کے محل اعراب کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں سے ہر ایک محلاًّ منصوب، مجرور اور مرفوع ہوتا ہے۔

اگر کَمْ کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو کَم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض نہ کرر ہا ہو تو وہاں "کم" محلا منصوب ہوتا ہے اور منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مفعول بہ ہونے کی وجہ سے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کم کی تمیز ظرف نہ ہو اور نہ ایسا مصدر ہو جو اس فعل کے معنی میں ہو جو "کم" کے بعد ہے، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: کم رجلا ضربتَ[۲]، کم خبریہ کی مثال، جیسے: کم غلامٍ ملکتُ.

---

[۱] کم خبریہ ممیّز مضاف، ضربة تمیز مضاف الیہ محذوف، ممیّز مضاف اپنی محذوف تمیز مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول مطلق مقدم، ضرب فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] کم استفہامیہ ممیّز، رجل تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول بہ مقدم، ضرب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔اسی طرح کم غلام ملکت کی ترکیب ہوگی بس اتنا فرق ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہے؛ اس لئے کہ اس میں کم خبریہ ہے۔

وكم يوما سرت ؟ وكم يومٍ صمت - مفعولا فيه . ومجرورا؛ إذا كان قبله حرف جرأو مضاف ؛ نحو: بكم رجلا مررت ،وعلى كم رجل حكمت، وغلام كم رجلاضربت ؟ ومال كم رجل سلبت. ومرفوعا إذا لم يكن شيئا من الأمرين: مبتدأً إن لم يكن ظرفا؛ نحو: كم رجلاً أخوك ، وكم رجل ضربته وخبرا إن كان ظرفا؛نحو: كم يوم سفرك ؟ وكم شهر صومي.

ترجمہ: اور كَمْ يَوْماً سِرْتَ (تو کتنے دن چلا)، كَمْ يَوْمٍ صمتُ (کتنے ہی دن میں نے روزے رکھے) مفعول فیہ ہونے کی بناء پر۔ اور مجرور ہوتا ہے اگر اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو، جیسے: بِكَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ (کتنے لوگوں کے پاس سے تو گذرا)، اور عَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ (کتنے ہی لوگوں پر میں نے حکومت کی)، اور غُلَامَ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ (کتنے لوگوں کے غلاموں کو تو نے مارا)، اور مَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ (کتنے ہی لوگوں کا مال میں نے چھینا)۔ اور مرفوع ہوتا ہے جب کہ مذکورہ دونوں باتوں سے کوئی بات نہ ہو، مبتدا ہونے کی بناء پر اگر ظرف نہ ہو، جیسے: كَمْ رَجُلاً أَخُوْكَ (کتنے مرد ہیں تیرے بھائی)، اور كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُه (کتنے ہی مرد ہیں جن کو میں نے مارا)۔ اور خبر ہونے کی بناء پر اگر ظرف ہو، جیسے: كَمْ يَوْماً سَفَرُكَ (کتنے دن رہا تیرا سفر)، اور كَمْ شَهْرٍ صَوْمِيْ (کتنے ہی مہینے رہا میرا روزہ)۔

---

(۲) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کَم کی تمیز ایسا مصدر ہو جو اس فعل کے معنی میں ہو جو "کم" کے بعد ہے، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: كم ضربةً ضربت[۱]، کم خبریہ کی مثال، جیسے: كم ضربةٍ ضربتُ.

(۳) مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کم کی تمیز ظرف ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: كم يوماً سرتُ[۲]، کم خبریہ کی مثال، جیسے: كم يومٍ صمتُ.

اور اگر کم سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو وہاں "کم" محلاً مجرور ہوتا ہے، مجرور ہونے کی دو صورتیں ہیں:

---

[۱] کم استفہامیہ ممیّز، ضربة تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول مطلق مقدم، ضرب فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] کم استفہامیہ ممیّز، یوما تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مفعول فیہ مقدم، سار فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۱) حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ اس سے پہلے حرف جر ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: بکم رجلا مررتَ[۱]، کم خبریہ کی مثال، جیسے: علی کم رجل حکمتُ۔

(۲) اضافت کی وجہ سے مجرور ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ کم سے پہلے مضاف ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: غلامَ کم رجلا ضربتَ،[۲] کم خبریہ کی مثال، جیسے: مالَ کم رجلٍ سَلَبْتُ.

اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو، یعنی نہ ''کم'' کے بعد کوئی عامل ناصب یعنی فعل یا شبہ فعل ہو، اور نہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو اس صورت میں ''کم'' محلا مرفوع ہوتا ہے، مرفوع ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمیز ظرف نہ ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: کم رجلاً أخوکَ[۳] کم خبریہ کی مثال، جیسے: کم رَجُلٍ ضربته.

(۲) خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمیز ظرف ہو، کم استفہامیہ کی مثال، جیسے: کم یوما سفرُکَ[۴]، کم خبریہ کی مثال، جیسے: کم شهر صومی۔

فائدہ (۱): کم خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ، خود محلاً منصوب، مجرور اور مرفوع نہیں ہوتا؛ بلکہ اپنی تمیز کے اعتبار سے منصوب مجرور اور مرفوع ہوتا ہے۔

فائدہ (۲): کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہمزۂ استفہام مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ اگر چہ ہمزۂ استفہامیہ کے معنی کو تو متضمن نہیں ہوتا؛ لیکن چوں کہ لفظاً کم استفہامیہ کے ہم وزن اور ہم شکل ہے، اس لئے مبنی ہونے میں اس کو کم استفہامیہ پر محمول کر لیا گیا ہے۔

کذا کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ''ک'' حرف تشبیہ اور ''ذا'' اسم اشارہ سے مرکب ہے، دونوں کو ملا کر واحد کے درجہ میں کر کے کَمْ کے معنی میں کر لیا گیا ہے، اور کاف حرف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ دونوں مبنی ہیں؛ لہٰذا جو ان سے مرکب ہے وہ بھی مبنی ہوگا۔

---

[۱] با حرف جر، کم استفہامیہ ممیّز، رجلا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر متعلق مقدم، مرر فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] غلام مضاف، کم استفہامیہ ممیّز، رجلا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ مقدم، ضرب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[۳] کم استفہامیہ ممیّز، رجلا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا، أخوک مرکب اضافی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

[۴] کم استفہامیہ ممیّز، یوما تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر خبر مقدم، سفرک مرکب اضافی مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

فصل : الظروف المبنيةعلى أقسام : منها: ماقطع عن الإضافةبأن حذف المضاف إليه ؛ كـ : قبل، وبعد، وفوق، وتحت؛قال اللّٰه تعالى: ﴿ لله الأمر ، من قبل ومن بعد ﴾أى: من قبل كل شئ ، ومن بعد كل شئ .

ترجمہ: یہ آٹھویں فصل ہے: ظروفِ مبنیہ کی چند قسمیں ہیں: ان میں سے ایک قسم وہ ظروف ہیں جو مقطوع الاضافت ہوں اس طور پر کہ مضاف الیہ کوحذف کردیا جائے، جیسے: **قبل ، بعد، فوق اورتحت**، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ **لِلّٰهِ الأَمرُ ، مِنْ قَبْلُ ومِنْ بَعْدُ** ﴾اس کی اصل: **من قبل كل شئ ومن بعد كل شئ** ہے، (اللہ ہی کے لئے ہےحکومت ہر چیز سے پہلےاور ہر چیز کے بعد)۔

كيت اور **ذيت** کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دو جہتیں ہیں: ایک جہت تو ان کے ترکیب میں واقع ہونے کی ہے جو ان کے معرب ہونے کا تقاضا کرتی ہے، اور دوسری جہت ان کے جملہ کی جگہ واقع ہونے کی ہے جو ان کے معرب نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے؛ اس لئے کہ جملہ، جملہ ہونے کی حیثیت سے نہ معرب ہوتا ہے نہ مبنی، لہٰذا جو اس کی جگہ واقع ہوگا وہ بھی نہ معرب ہوگا نہ مبنی؛ لیکن چوں کہ حقیقت کے اعتبار سے **كيت** اور **ذيت** مفرد ہیں اور مفرد یا تو معرب ہوتا ہے یا مبنی، ان کے علاوہ نہیں ہوتا، اس لئے لامحالہ یہ بھی معرب اور مبنی میں سے کوئی ایک ہوں گے، چوں کہ مفردات میں اصل مبنی ہونا ہے، اس لئے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے مبنی ہونے کی جہت کو راجح قرار دے کر، ان کو مبنی قرار دیدیا گیا ہے۔

فصل: الظروف المبنية الخ: یہاں سے مصنف اسم مبنی کی آٹھویں قسم: ظروف مبنیہ کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم ظرف کی تعریف: اسم ظرف وہ اسم ہے جو کسی کام کے وقت یا جگہ پر دلالت کرے، ظروف مبنیہ کی چند قسمیں ہیں:

ان میں سے ایک قسم وہ ظروف ہیں جو مقطوع الاضافت ہوں اس طور پر کہ ان کے مضاف الیہ کو لفظوں سے حذف کردیا گیا ہو؛ لیکن وہ متکلم کے دل میں موجود ہو، جیسے: **قبل، بعد، فوق اورتحت**، ان کو غایات بھی کہا جاتا ہے؛ اس لئے کہ غایت کے معنی انتہا کے آتے ہیں اور مضاف الیہ پر کلام کی انتہاء ہوجاتی ہے؛ لیکن جب ان کے مضاف الیہ کو حذف کردیا گیا تو اب خود انہی پر کلام کی انتہا ہوجائے گی، اس لئے ان کو غایات کہتے ہیں۔

استعمال کے اعتبار سے ان کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ان کا مضاف الیہ محذوف منوی (یعنی لفظوں سے حذف اور متکلم کے دل میں موجود ہو) اس صورت

هذاإذا كان المحذوف منويا للمتكلم و إلا لكانت معربة،وعلى هذا قرئ لله الأمر من قبل ومن بعد. وتسمى الغايات.

ترجمہ: یہ (یعنی اِس قسم کا مبنی ہونا) اس وقت ہے جب کہ مضاف الیہ محذوف، متکلم کے ذہن میں ہو، ورنہ تو یہ معرب ہوں گے، اور اسی بناء پر پڑھا گیا ہے ایک قرأت میں: ﴿لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ﴾، اور نام رکھا جاتا ہے ان کا غایات۔

میں یہ مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لِلّٰه الأمرُ من قبلُ و من بعدُ**[1] (اللہ ہی کے لئے ہے حکومت ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد)، اس مثال میں **قبل** اور **بعد** مبنی بر ضمہ ہیں؛ اس لئے کہ یہاں ان کا مضاف الیہ **کل شئ** محذوف منوی ہے؛ کیوں کہ اس کی اصل: **لله الامر من قبل کل شئ و من بعد کل شئ** ہے۔

(۲) ان کا مضاف الیہ محذوف تو ہو؛ لیکن منوی نہ ہو، یعنی متکلم کے دل میں موجود نہ ہو؛ بلکہ نیسًّا منسیّا ہو گیا ہو، اس صورت میں یہ معرب ہوتے ہیں، چناں چہ اسی بناء پر ایک قراءت میں "**لِلّٰه الْأَمْرُ من قَبْلٍ و من بَعْدٍ**" آیا ہے۔

(۳) ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو، اس صورت میں بھی یہ معرب ہوتے ہیں، جیسے: **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسلُ** (گذر چکے ہیں محمدؐ سے پہلے بہت سے رسول)، اس مثال میں **قبل** معرب ہے؛ اس لئے کہ اس کا مضاف الیہ ہاء ضمیر یہاں لفظوں میں مذکور ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ **قبل**، **بعد** وغیرہ ایک صورت میں مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں اور دو صورتوں میں معرب ہوتے ہیں۔

فائدہ: **قبل** اور **بعد** کی طرح: **أمامُ**، **قدّام**، **خلفُ**، **وراءُ**، **أسفل**، **دُون**، **عوضُ** اور **أوّلُ** بمعنی قبل بھی مضاف الیہ محذوف منوی ہونے کے وقت مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں، اسی طرح "**غیر**" (جب کہ "**لیس**" یا لائے نفی کے بعد ہو) اور "**حَسْبُ**" اگر چہ اسمائے ظروف میں سے نہیں ہے؛ لیکن مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کے وقت یہ بھی **قبل**، **بعد** وغیرہ کے معنی میں ہو کر مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں۔

فائدہ: مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کے وقت، **قبلُ** **بعدُ** اور دیگر غایات کے مبنی بر ضمہ ہونے

---

[1] لِلّٰه جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق اول، من قبل جار مجرور معطوف علیہ، واوَ حرف عطف، من بعد جار مجرور معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر متعلق ثانی، ثابت اسم فاعل محذوف اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، الأمر مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ومنها: ''حيث''، بنيت تشبيها لها بالغايات ؛ لملازمتها الإضافة إلى الجملة في الأكثر؛قال الله تعالى: ﴿سنستدرجهم من حيث لا يعلمون﴾ وقديضاف إلى المفرد ؛كقول الشاعر: أما ترى حيث سهيل طالعا ☆نجما يضيئُ كالشهاب ساطعا، أي: مكان سهيل، فـ '' حيث '' هذا بمعنى :''مكان''.

ترجمہ:اوران میں سے ایک ''حیث'' ہے،اس کومبنی قرار دیا گیا ہےاس کے غایات کےساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے؛ اکثر استعمال میں اس کے جملہ کی طرف اضافت کو لازم ہونے کی وجہ سے ، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (ہم ان کوڈھیل دیں گےایسی جگہ سےجس کووہ جانتے بھی نہیں ہیں)۔اورکبھی یہ مضاف ہوتا ہےمفرد کی طرف،جیسے شاعر کا قول ہے:شعر:أَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا ☆نَجْمًا يُضِيْءُ كَالشِّهَابِ سَاطِعًا (کیاتوسہیل نامی ستارے کی جگہ کونہیں دیکھتا درآں حالیکہ وہ نکلا ہوا ہے، میں مراد لیتا ہوں اس ستارے کوجوشہاب نامی ستارے کی طرح چمک رہا ہے، درآں حالیکہ اس کی روشنی پھیلی ہوئی ہے)،یہ''مکان سہیلٍ'' کے معنی میں ہے،پس یہ''حیث'' مکان کے معنی میں ہے۔

کی وجہ یہ ہے کہ ان کواحتیاج میں حرف مبنی الاصل سے مشابہت ہے،جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہوتا ہے ،اسی طرح یہ بھی صورت مذکورہ میں اپنے پورے معنی بتانے میں مضاف الیہ محذوف کےمحتاج ہوتے ہیں۔

ومنها حيث الخ: یہاں سےمصنف ظروف مبنیہ میں سے حیث کو بیان فرمارہے ہیں۔حیثُ (تینوں حرکتوں کےساتھ) مکان کے لئے استعمال ہوتا ہے،اس کےمبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو غایات یعنی قبل، بعد وغیرہ کےساتھ مشابہت ہے،جس طرح غایات ہمیشہ مضاف ہوکراستعمال ہوتے ہیں اسی طرح حیث بھی لازم الاضافت ہے،یہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوکراستعمال ہوتا ہے،جیسے:اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ[1] (عنقریب ڈھیل دیں گےہم ان کوایسی جگہ سےجس کو وہ جانتےنہیں ہیں)،اس مثال میں حیث، ''لایعلمون'' جملہ کی طرف مضاف ہےاورمبنی برضمہ ہے۔

---

[1] سین علامت فعل،نستدرج فعل بافاعل،هم ضمیرمفعول بہ،من حرف جر،حیث مضاف،لا یعلمون جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سےمل کرمرکب اضافی ہوکر مجرور، جارمجرور سےمل کرمتعلق،فعل اپنے فاعل،مفعول بہ اور متعلق سےمل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وشرطه :أن يضاف إلى الجملة ؛ نحو : اجلس حيث يجلس زيد.

ترجمہ:اوراس کی شرط یہ ہے کہ اس کی اضافت کی جائے جملہ کی طرف، جیسے:**اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زيدٌ** (تو بیٹھ جہاں زید بیٹھا ہے)۔

اور کبھی حیث مفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے: شاعر کا قول ہے:شعر

أما ترى حيث سهيل طالعا ☆ نجما يضئُ كالشهاب ساطعا[1]

(کیا تم سہیل نامی ستارے کی جگہ کو نہیں دیکھتے درآں حالیکہ وہ نکلا ہوا ہے، میں مراد لیتا ہوں اس ستارے کو جو شہاب نامی ستارے کی طرح چمک رہا ہے، درآں حالیکہ اس کی روشنی پھیلی ہوئی ہے)،اس مثال میں حیث، **سهيل** مفرد کی طرف مضاف ہے اور مبنی برضمہ ہے۔

وشرطه أن يضاف الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ **حيث** کے مبنی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو،خواہ جملہ فعلیہ کی طرف مضاف ہو، جیسے:**اِجْلِسْ حيثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ**[2]۔ یا جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہو، جیسے:**اِجْلِسْ حَيْثُ زيدٌ جَالِسٌ.**

فائدہ: **حيثُ** کے مفرد کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں آیا **حيث** معرب ہوگا یا مبنی؟اس میں اختلاف ہے،بعض نحویین کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں **حيث** معرب ہوگا؛اس لئے کہ اس کے مبنی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو اور یہ شرط یہاں موجود نہیں ہے۔اور دیگر بعض نحویین کی رائے یہ ہے کہ جس طرح **حيثُ** جملہ کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں مبنی ہوتا ہے اسی طرح مفرد کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں بھی مبنی ہوگا؛اس لئے کہ **حيثُ** کا مفرد کی طرف مضاف ہونا شاذ ونادر ہے،لہٰذا اس کا

---

[1] أ حرف استفہام،**ماترى** فعل،أنت ضمیر مستتر فاعل،**حيث** مضاف،**سهيل** ذوالحال،**طالعا** شبہ جملہ حال،ذوالحال حال سے مل کر مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔**نجما** موصوف،**يضئ** فعل بافاعل،**كاف** حرف جر،**الشهاب** ذوالحال،**ساطعا** شبہ جملہ حال،ذوالحال سے مل کر مجرور،جار مجرور سے مل کر ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر صفت إضاءۃ موصوف محذوف کی،إضاءۃ موصوف محذوف اپنی صفت سے مل کر مفعول مطلق،**يضئ** فعل اپنے فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر صفت،موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مفعول بہ أعني فعل محذوف کا،فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] **اِجْلِسْ** فعل امر،أنت ضمیر مستتر فاعل،**حيث** مضاف،**يجلس** فعل،**زيد** فاعل،فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ،فعل امر اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ومنها: "إذا"، وهي للمستقبل، وإذا دخلت على الماضي؛ صار مستقبلا؛ نحو: ﴿إذا جاء نصر الله﴾، وفيها معنى الشرط، ويجوز أن تقع بعدها الجملة الاسمية؛ نحو: آتيک إذا الشمس طالعة، والمختار الفعلية؛ نحو: آتيک إذا طلعت الشمس.

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے "إذا" ہے، اور وہ یعنی "إذا" مستقبل کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور جب وہ داخل ہو فعل ماضی پر تو فعل ماضی مستقبل کے معنی میں ہو جاتا ہے، جیسے: إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ (جب آ جائے گی اللہ کی مدد)۔ اور اس میں شرط کے معنی ہوتے ہیں، اور جائز ہے کہ واقع ہو اس کے بعد جملہ اسمیہ، جیسے: آتِيْکَ إِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ (میں تمہارے پاس اس وقت آؤں گا جب سورج نکلا ہوا ہوگا)، اور پسندیدہ جملہ فعلیہ ہے، جیسے: آتِيْکَ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تمہارے پاس اس وقت آؤں گا جب سورج نکلے گا)۔

اعتبار نہیں ہوگا اور یہ ہر حال میں مبنی ہوگا، خواہ جملہ کی طرف مضاف ہو، یا مفرد کی طرف۔

فائدہ: حیث اکثر مبنی بر ضمہ ہوتا ہے اور بعض مثالوں میں یہ اہل عرب سے مبنی بر فتحہ اور مبنی بر کسرہ بھی سنا گیا ہے۔ دیکھئے: شرح شذور الذهب (ص: ۶۶-۶۷)

ومنها إذا الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "إذا" کو بیان فرما رہے ہیں: إذا کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

(۱) کبھی "إذا" کا استعمال شرط کے لئے ہوتا ہے، اس وقت "إذا" زمانۂ مستقبل کے لئے ہوتا ہے اگرچہ فعل ماضی پر داخل ہو، اس صورت میں اس کے بعد جملہ فعلیہ آتا ہے، جملہ اسمیہ نہیں آتا، اور یہ ترکیب میں اپنے مابعد جملہ کی طرف مضاف ہو کر جزاء میں مذکور فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ واقع ہوتا ہے، جیسے: إذا جاء نصر الله[1] (جب آ جائے گی اللہ کی مدد)...... فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ الخ اس مثال میں "إذا" شرط کے لئے ہے، چناں چہ اس کے بعد "جاء نصر الله" جملہ فعلیہ آیا ہے، اور جاء فعل ماضی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے مستقبل کے معنی میں ہو گیا ہے۔

---

[1] إذا اسم ظرف برائے شرط مضاف، جاء فعل، نصر الله مرکب اضافی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مقدم سَبِّحْ فعل امر کا، فعل امر اپنے فاعل، بحمد ربک متعلق اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا۔

وقدتکون للمفاجأة فیختار بعدها المبتدأ؛نحو: خرجت فإ ذا السبع واقف .

ترجمہ:اور کبھی إذا مفاجاۃ کے لئے آتا ہے،اس صورت میں پسند کیا جاتا ہے اس کے بعد مبتدا یعنی جملہ اسمیہ کو، جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ (میں نکلا تو اچانک درندہ کھڑا تھا)۔

---

(۲) کبھی ''إذا'' صرف ظرفیت کے لئے استعمال ہوتا ہے،اس وقت اس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آسکتے ہیں،البتہ چوں کہ عموماً ''إذا'' میں شرط کے معنی ہوتے ہیں اور شرط کو فعل کے ساتھ مناسبت ہے،اس لئے اس کے بعد جملہ فعلیہ کو لانا پسندیدہ ہے،اس صورت میں یہ ترکیب میں اپنے مابعد جملہ کی طرف مضاف ہوکر ماقبل فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ واقع ہوتا ہے،جملہ اسمیہ کی مثال، جیسے: آتِیْکَ إذا الشَّمْسُ طالِعَة[۱] (میں تیرے پاس اس وقت آؤں گا جب سورج نکلا ہوگا)،اس مثال میں ''إذا'' محض ظرفیت کے لئے ہے اور اس کے بعد ''الشمس طالعة'' جملہ اسمیہ ہے،جملہ فعلیہ کی مثال، جیسے :آتیکَ إذا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اس مثال میں بھی ''إذا'' محض ظرفیت کے لئے ہے؛لیکن یہاں اس کے بعد طلعت الشمس جملہ فعلیہ ہے۔

(۳) کبھی ''إذا'' مفاجاۃ (یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آنے کو بتلانے) کے لئے آتا ہے،اس وقت اس کے بعد مبتدا یعنی جملہ اسمیہ کو لانا پسندیدہ ہے، جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ واقِفٌ[۲] (میں نکلا تو اچانک درندہ کھڑا تھا)،اس مثال میں ''إذا'' مفاجاۃ کے لئے ہے۔

فائدہ: إذا مفاجاتیہ اسم ہے یا حرف؟اس میں اختلاف ہے۔اخفش کی رائے یہ ہے کہ یہ حرف ہے،ترکیب میں اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ اسم ہے، یہ ترکیب میں، اپنے مابعد جملہ میں مذکور خبر کا ظرف ہوتا ہے۔

فائدہ: ''إذا'' کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو حیث کی طرح غایات کے ساتھ مشابہت ہے،جس طرح غایات ہمیشہ مضاف ہوکر استعمال ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے، نیز یہ مبنی الاصل ''إن'' حرف شرط کے معنی کو بھی متضمن ہے۔

---

[۱] آتی فعل،أنا ضمیر مستتر فاعل، کاف ضمیر مفعول بہ،إذا اسم ظرف مضاف،الشمس مبتدا،طالعة شبہ جملہ خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ،فعل اپنے فاعل،مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔اسی طرح ''آتیک إذا طلعت الشمس'' کی ترکیب کرلی جائے۔

[۲] خرجتُ فعل بافاعل، جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ ،فاء حرف عطف،إذا مفاجاتیہ مفعول فیہ مقدم واقف اسم فاعل کا، السبع مبتدا،واقف اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف،معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

ومنها: "إذ"، وهي للماضي، وتقع بعدها الجملتان: الاسمية والفعلية؛ نحو: جئتك إذا طلعت الشمس، وإذ الشمس طالعة. ومنها "أين" و"أنى" للمكان: بمعنى الإستفهام؛ نحو: أين تمشي؟ وأنى تقعد؟ —وبمعنى الشرط؛

ترجمہ: اور ظروف مبنیہ میں سے "إذْ" ہے، اور وہ یعنی "إذْ" ماضی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور واقع ہوتے ہیں اس کے بعد دونوں جملے، یعنی جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ، جیسے: **جِئْتُكَ إِذْطَلَعَتِ الشَّمْسُ** یا **إِذَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ** (میں تمہارے پاس اس وقت آیا جب کہ سورج نکل چکا تھا)۔ اور ظروف مبنیہ میں سے "أين" اور "أنّى" ہیں، یہ دونوں مکان کے لئے استعمال ہوتے ہیں، درآں حالیکہ یہ استفہام کے معنی میں ہوں، جیسے: **أَيْنَ تَمْشِي** (تو کہاں چلے گا)، اور **أَنّٰى تَقْعُدُ** (تو کہاں بیٹھے گا)۔ یا شرط کے معنی میں ہوں،

ومنها إذ الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "إذْ" کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: "إذ" زمانۂ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ فعل مضارع پر داخل ہو اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں آسکتے ہیں، جملہ فعلیہ کی مثال، جیسے: **جئتك إِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ** (میں تیرے پاس اس وقت آیا جب سورج نکل چکا تھا)۔ جملہ اسمیہ کی مثال، جیسے: **جِئْتُكَ إِذِالشَّمْسُ طَالِعَةٌ.**

فائدہ: "إذا" کی طرح "إذ" بھی کبھی مفاجاۃ کے لئے آجاتا ہے، اس صورت میں اس کے بعد جملہ فعلیہ آتا ہے، جملہ اسمیہ نہیں آتا، اور یہ اکثر **بَيْنَمَا** اور **بَيْنَا** کے جواب میں آتا ہے، جیسے: **بينما كنتُ واقفًا إذجاء زيدٌ**، چوں کہ "إذ" مفاجاتیہ قلیل الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

"إذ" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو تعداد حروف میں حرف مبنی الاصل "مِن" کے ساتھ مشابہت ہے، جس طرح "مِن" تین حروف سے کم پر مشتمل ہے اسی طرح یہ بھی تین حروف سے کم پر مشتمل ہے، نیز "حيث" اور "إذا" کی طرح اس کو غایات کے ساتھ بھی مشابہت ہے؛ کیوں کہ یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔

ومنها أين وأنى الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "أين" اور "أنّى" کو بیان فرما رہے ہیں، أين اور أنّى مکان یعنی جگہ کے لئے آتے ہیں، ان کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے:

(۱) استفہام کے لئے، جیسے: **أين تمشي**[1] (تو کہاں چلے گا) اور **أنى تقعُد** (تو کہاں بیٹھے گا)۔

(۲) شرط کے لئے، اس صورت میں ان کے بعد دو جملے آتے ہیں، ترکیب میں پہلے جملہ کو شرط اور

---

[1] أين اسم ظرف برائے استفہام مفعول فیہ مقدم، تمشي فعل، أنت ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اسی طرح "أنّى تقعد" کی ترکیب کر لی جائے۔

نحو: أين تجلس أجلس. و أنى تقم أقم.

و منها "متى" للزمان شرطاً أو استفهاما ؛نحو: متى تصم أصم ، ومتى تسافر ؟ومنها "كيف" للاستفهام حالاً ؛ نحو: كيف أنت ؟ أي: في أي حال أنت ؟

ترجمہ: جیسے: أَيْنَ تَجلِسْ أَجلِسْ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)، اور أَنّٰى تَقُمْ أَقُمْ (جہاں تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا)۔

اور ظروف مبنیہ میں سے "متٰی" ہے، اور وہ زمانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، درآں حالیکہ وہ شرط یا استفہام کے معنی میں ہو، جیسے: مَتٰى تَصُمْ أَصُمْ (جب تو روزہ رکھے گا میں بھی روزہ رکھوں گا)، اور مَتٰى تُسَافِرُ ؟ (تو کب سفر کرے گا)۔ اور ظروف مبنیہ میں سے "کیف" ہے، یہ حالت معلوم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسے: كَيْفَ أَنْتَ ، یہ فِيْ أَيِّ حَالٍ أنتَ کے معنی میں ہے (تو کس حال میں ہے)۔

دوسرے جملہ کو جزاء کہتے ہیں، جیسے: أين تَجلِسْ أَجْلِسْ[1] (جہاں تو بیٹھے گا وہاں میں بھی بیٹھوں گا)، أَنّٰى تقُمْ اَقُمْ (جہاں تو کھڑا ہوگا وہاں میں بھی کھڑا ہوں گا)۔ أين اور أنى خواہ استفہام کے لئے ہوں، یا شرط کے لئے، دونوں صورتوں میں اپنے مابعد فعل کا مفعول فیہ واقع ہوتے ہیں۔

فائدہ: أين اور أنى کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بعض صورتوں میں حرف مبنی الاصل: ہمزۂ استفہام کے معنی کو اور بعض صورتوں میں "إن" حرف شرط کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔

ومنها متى الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "متی" کو بیان فرمارہے ہیں۔ متی زمان یعنی وقت کے لئے آتا ہے، اس کا استعمال بھی دو طرح سے ہوتا ہے:

(۱) کبھی شرط کے لئے، جیسے: متی تَصُمْ أَصُمْ (جب تو روزہ رکھے گا میں بھی روزہ رکھوں گا)۔

(۲) کبھی استفہام کے لئے، جیسے: متی تُسَافِرُ (تو کب سفر کرے گا)۔

فائدہ: متٰی بھی- خواہ استفہام کے لئے ہو یا شرط کے لئے- اپنے مابعد فعل کا مفعول فیہ ہوتا ہے۔

فائدہ: جو وجہ "أين" اور "أنى" کے مبنی ہونے کی ہے بعینہ وہی وجہ "متی" کے مبنی ہونے کی ہے۔

ومنها كيف الخ: یہاں سے مصنف "کیف" کو بیان فرمارہے ہیں۔ "کیف" کسی چیز کی حالت

---

[1] أين اسم ظرف برائے شرط مفعول فیہ مقدم، تجلس فعل، أنت ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر شرط، أجلس فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔ اسی طرح "أنى تقم أقم" کی ترکیب کرلی جائے۔

ومنها "أيان" للزمان استفها ما؛ نحو: ﴿أيان يوم الدين﴾.

ومنها: "مذ" و"مُنْذُ": بمعنى أول المدة ،إن صلح جوابا لـ "متی"

ترجمہ: اورظروف مبنیہ میں سے "أَیَّـان" ہے، یہ زمانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، درآں حالیکہ استفہام کے معنی میں ہو، جیسے: أَیَّـانَ یَوْمُ الدِّیْـنِ (کب ہوگا بدلے کا دن)۔اورظروف مبنیہ میں سے مُذ اور مُنْذُ ہیں، یہ دونوں اولِ مدت کے معنی میں ہوتے ہیں اگر متیٰ کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں،

دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے: کیف أنت ، یہ فی أی حال أنت کے معنی میں ہے(تو کس حال میں ہے)۔

فائدہ: کیف حقیقۃ ظرف نہیں ہے؛ بلکہ قائم مقام ظرف ہے، اسی لئے یہ ترکیب میں مفعول فیہ نہیں ہوتا؛ بلکہ حال، خبر مقدم، مفعول بہ، مفعول مطلق وغیرہ ہوتا ہے، حال کی مثال، جیسے: کیف یَکونُ زیدٌ، اس مثال میں کیف بأیِّ صِفَۃٍ موْصُوفا کے معنی میں ہوکر زید فاعل سے حال ہے۔خبر کی مثال، جیسے: کیف أنت، اس مثال میں کیف خبر مقدم ہے۔مفعول بہ کی مثال، جیسے: کیف تَعْلَمُ زَیْدًا، اس مثال میں کیف، تعلم فعل کا مفعول بہ مقدم ہے۔مفعول مطلق کی مثال، جیسے: اَلَمْ تَـرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ، اس مثال میں کیف، فعلا حاصلا من أی صفۃ کے معنی میں ہوکر فَعلَ کا مفعول مطلق مقدم ہے۔

چوں کہ کیف، علی أی حال جارمجرور کے معنی میں ہوتا ہے، اور جارمجرور کو ظروف کے ساتھ مشابہت ہے، اس لئے مصنف نے "کیف" کو ظروف میں بیان کردیا ہے۔

ومنها أیَّان الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے أیَّان کو بیان فرمارہے ہیں۔أیَّان کسی چیز کے وقت کو دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے: أیَّان یومُ الدین[۱] (بدلے کا دن کب ہے)۔

فائدہ: "کیف" اور "أیّـان" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔

ومنها مذ و منذ الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "مذ" اور "منذ" کو بیان فرمارہے ہیں۔مذ اور منذ دو معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) اولِ مدت کے معنی میں۔

(۲) جمیع مدت کے معنی میں۔

---

[۱] أیّان، ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہوکر خبر مقدم، یوم الدین مرکب اضافی مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

نحو: مارأيته مذ أو منذيوم الجمعة ، في جواب من قال : متىٰ مارأيت زيداً؟ أي : أول مدة انقطاع رؤيتي إياه يوم الجمعة . وبمعنى : جميع المدة ، إن صلح جواباً لـ " كم" نحو: "ما رأيته مذ / أومنذيومان " ، في جواب من قال: كم مدة مارأيت زيدا ؟ أي : جميع مدة مارأ يته يومان .

ترجمہ: جیسے:مَارَأَيْتُه مُذْأومُنْذُ يَوم الجُمُعَةِ (میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا)،اس شخص کے جواب میں جو کہے: مَتٰى مَارَأَيْتَ زَيْدًا (تو نے زید کو کب سے نہیں دیکھا)،یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتدائی مدت جمعہ کا دن ہے۔اور یہ تمام مدت کے معنی میں ہوتے ہیں،اگر یہ "کَمْ" کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں،جیسے:مَارَأَيْتُه مُذْ أومُنْذُ يَوْمَانِ (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا)،اس شخص کے جواب میں جو کہے: كَمْ مُدَّةً مَارَأَيْتَ زَيْدًا (تو نے زید کو کتنی مدت سے نہیں دیکھا)،یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہے۔

اگر "مذ" اور "منذ" کا مابعد "متی" کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ اول مدت کے معنی میں ہوتے ہیں،یعنی کام کی ابتدائے مدت کو بتلاتے ہیں،پوری مدت کو نہیں بتلاتے ؛ بلکہ اس کو سننے والے کے فہم پر چھوڑ دیتے ہیں،جیسے آپ سے کوئی کہے:متى ما رأيت زيدًا[1] (تو نے زید کو کب سے نہیں دیکھا)،اور اس کے جواب میں آپ کہیں:ما رأيتُه مُذْ يا منذ يومُ الجمعةِ[2] (میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتدائی مدت جمعہ کا دن ہے۔

اور اگر مذ اور منذ کا مابعد کم استفہامیہ کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ جمیع مدت کے معنی میں ہوتے ہیں،یعنی کام کی پوری مدت کو بتلاتے ہیں،جیسے کوئی کہے:كم مدةً مارأيت زيدًا[3] (تو نے زید کو کتنی مدت سے نہیں دیکھا)،اور اس کے جواب میں آپ کہیں:ما رأيته مذ يا منذ يومان (میں نے اس کو دو دنوں سے

---

[1] متی اسم ظرف برائے استفہام مفعول فیہ مقدم،ما رأيت فعل بافاعل،زيدا مفعول بہ،فعل اپنے فاعل،مفعول فیہ مقدم اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] ما رأيت فعل بافاعل،ھاء ضمیر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفسَّر ۔منذ مبتدا یوم الجمعة مرکب اضافی خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفسِّر۔اسی طرح مارأيته مذ أو منذ يومان کی ترکیب کر لی جائے۔

[3] کم استفہامیہ ممیّز،مدة تمیز،ممیّز تمیز سے مل کر مفعول فیہ مقدم،ما رأيت فعل بافاعل،زيدا مفعول بہ،فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ومنها : "لدى" و"لدن"، بمعنى : "عند"؛نحو:المال لديک . والفرق بينهما أن " عند " لايشترط فيه الحضور، ويشترط ذالک في "لدى" و "لدن". وجاء فيه لغات أخر؛ "وهي " لدن ،ولدن،ولدن ،ولد ،ولد،ولد،

ترجمہ:اورظروف مبنیہ میں سے لدیٰ اورلدُنْ ہیں،اور یہ عند کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں،جیسے: الـمَالُ لَدَیْکَ (مال تیرے پاس ہے)۔اورفرق ان دونوں میں یہ ہے کہ "عند" میں شرط نہیں لگائی جاتی ہے شئی کے حاضر ہونے کی اور یہ شرط لگائی جاتی ہے لدیٰ اور لدُن میں۔اوراس میں دوسری لغتیں بھی آئی ہیں: لَدْنِ ، لُدْنَ، لَدَنْ ، لَدْ ، لُدْ، لِدْ .

نہیں دیکھا)یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہیں،تو یہاں مذ اور منذ جمیع مدت کے معنی میں ہوں گے۔

فائدہ:"مذ" اور"منذ" کے بعد اگر فعل ماضی یا جملہ اسمیہ ہو تو یہ ترکیب میں مابعد جملہ کی طرف مضاف ہوکر اپنے سے پہلے فعل کا مفعول فیہ ہوتے ہیں،جیسے:ما رأيته مذ أو منذ قام زيدٌ اورما رأيته مذ أو منذ زيد قائم. اوراگران کے بعد اسم مفرد یا مرکب غیر مفید ہو تو یہ مبتدا ہوتے ہیں اور جو اسم مفرد یا مرکب غیر مفید ان کے بعد ہے وہ ان کی خبر ہوتا ہے،اور یہ مبتدا خبر سے مل کر مستقل جملہ ہوتے ہیں اور یہ جملہ اپنے سے پہلے جملہ کی تفسیر کرتا ہے،جیسے:ما رأيته مذ أو منذ يوم الجمعة، ما رأيته مذ أو منذ يومان.

فائدہ: "مذ" کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو تعداد حروف میں "مِن" حرف جر کے ساتھ مشابہت ہے؛اور منذ کو مبنی ہونے میں مذ پر محمول کرلیا گیا ہے۔

ومنها لدیٰ ولدن الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے "لدیٰ" اور"لَدُنْ" کو بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ لدیٰ اور لدن، "عند" کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں،جیسے:المال لديک[1] (مال تیرے پاس ہے)،البتہ استعمال کے اعتبار سے ان میں اور"عند" میں فرق یہ ہے کہ: "عند" کے استعمال کے لئے اس چیز کا جو اس سے پہلے مذکور ہو "عند" کے مدخول کے پاس حاضر اور موجود ہونا شرط نہیں ہے،خواہ وہ چیز" عند" کے مدخول کے پاس حاضر اور موجود ہو یا کسی اور جگہ ہو،دونوں صورتوں میں"عند" کو استعمال کرسکتے ہیں،اس کے برخلاف لدی اورلدن کے استعمال کے لئے اُس چیز کا جو اِن

---

[1] المال مبتدا،لدی مضاف، کاف ضمیر مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی،ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہوکر خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ومنها: ''قط'' للماضی المنفی ؛نحو:مارأیته قط . ومنها: ''عوض'' ، للمستقبل المنفی ؛نحو: لاأضربه عوض.

ترجمہ:اورظروف مبنیہ میں سے ''قَطُّ'' ہے،اوروہ ماضی منفی کے لئے استعمال ہوتا ہے،جیسے:مَارَأیْتُه قَطُّ (میں نے اس کوکبھی نہیں دیکھا)۔اورظروف مبنیہ میں سے''عوضُ'' ہے،اوروہ مستقبل منفی کے لئے استعمال ہوتا ہے،جیسے:لَاأَضْرِبُه عَوْضُ (میں اس کوکبھی نہیں ماروں گا)۔

سے پہلے مذکورہو،ان کے مدخول کے پاس حاضراورموجودہوناشرط ہے،چناں چہ اگر مال مخاطب کے پاس حاضر نہ ہو؛ بلکہ اس کے خزانے میں یابینک میں ہوتووہاں **المال لدیک** نہیں کہہ سکتے،البتہ **المال عندک** کہہ سکتے ہیں۔

وجاء فیه لغات الخ: یہاں سے مصنف یہ بتاناچاہتے ہیں کہ لدی اورلدن میں ان کےعلاوہ چند لغتیں اورآئی ہیں،وہ یہ ہیں:لَدِنِ، لُدْنَ، لُدْنِ، لَدَنُ، لَدُ، لُدُ اورلِدُ، ان میں سے بعض لغتوں مثلا:لَد، لُد اورلِد کوچوں کہ تعدادحروف میں حرف مبنی الاصل:''مِنْ'' کےساتھ مشابہت ہے،اس لئے یہ مبنی ہیں،اور دوسری لغات کومبنی ہونے میں ان پرمحمول کرلیاگیاہے۔

ومنها قطُّ الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے''قطُّ'' کوبیان فرمارہے ہیں،قطّ ماضی منفی کے لئے استعمال ہوتا ہے،یعنی پورے زمانہ ماضی میں کسی کام کی نفی کوبتلانے کے لئے آتا ہے،جیسے:مَا رأیتُه قطُّ[1] (میں نے اس کوکبھی نہیں دیکھا)یعنی پورے زمانہ ماضی میں میں نے اس کوکبھی نہیں دیکھا۔

فائدہ: قطُّ میں اس کےعلاوہ چندلغتیں اورہیں جن میں سے ایک''قطُ''ہے۔ قَطُ کےمبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کوتعدادحروف میں حرف مبنی الاصل''من'' وغیرہ سے مشابہت ہے،اس لئے وہ مبنی ہے،اور قَطُّ مشددہ کومبنی ہونے میں اسی پرمحمول کرلیاگیاہے،نیز قطّ مشددہ کےمبنی ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ''فی''حرف جراور''لام''حرف تعریف کےمعنی کومتضمن ہے؛اس لئے کہ''فی''حرف جراپنےمدخول کی ظرفیت پردلالت کرتا ہےاور''لام''حرف تعریف اپنےمدخول کی تعیین پردلالت کرتا ہے،اسی طرح''قط'' بھی متعینہ زمانے پردلالت کرتا ہے۔

ومنها عوض الخ: یہاں سے مصنف ظروف مبنیہ میں سے ''عوضُ'' کوبیان فرمارہے ہیں، ''عوضُ'' مستقبل منفی کے لئے استعمال ہوتا ہےیعنی پورے زمانہ مستقبل میں کسی کام کی نفی کوبتلانے کے لئے

---

[1] مارأیت فعل بافاعل،ہاء ضمیرمفعول بہ،قطّ اسم ظرف مفعول فیہ،فعل اپنے فاعل اورمفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واعلم أنه إذا أضيف الظروف إلى الجملة أوإلى ''إذ'' ؛ جاز بناؤها على الفتح ؛كقوله تعالى: ﴿ هذايوم ينفع الصادقين صدقهم ﴾ وكـ: يومئذوحينئذٍ.

ترجمہ:اورجان لیجئے کہ جب اضافت کردی جائے ظروف کی جملے یا''إذ'' کی طرف تو جائز ہے اُن کو مبنی برفتحہ پڑھنا؛جیسے:اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: هٰذَايَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (یہ وہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کوان کا سچ بولنا)،اورجیسے: حينَئذٍ اوريَومَئذٍ۔

آ تا ہے،جیسے:لا أضْـرِبُــه عوضُ (میں اس کوکبھی نہیں ماروں گا)،یعنی پورے زمانہ مستقبل میں،میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا۔

فائدہ:عـوضُ بھی قبـلُ، بـعـدُ کی طرح مبنی برضمہ ہوتا ہے،اوراس کےمبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غایات:قبل بعدوغیرہ کے مشابہ ہے،یعنی جس طرح غایات مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مبنی برضمہ اورمضاف الیہ کے مذکوریامحذوف نسیّـا منسیّـا ہونے کی صورت میں معرب ہوتے ہیں اسی طرح عــوضُ بھی مضاف الیہ کے محذوف منوی ہونے کی صورت میں مبنی برضمہ اورمضاف الیہ کے مذکوریامحذوف نسیّـا مـنسیّا ہونے کی صورت میں معرب ہوتا ہے،چناں چہ مذکورہ مثال میں''عَوضُ'' مبنی برضمہ ہے؛اس لئے کہ اس کامضاف الیہ العائضين محذوف منوی ہے،اس کی اصل :لاأضربه عوض العائضين ہے۔

اعلم أنه اذا اُضيف الخ: یہاں سے مصنف ظروف غیرمبنیہ: يَومٌ، حِيْنٌ اورلَيْلٌ وغیرہ کاحکم بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ وہ ظروف جومبنی نہ ہوں اگران کی اضافت جملہ کی طرف یا''إذ'' کی طرف کردی جائے توان کومبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے،جملہ کی طرف مضاف ہونے کی مثال،جیسے:هـذا يومَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ [1] (یہ ایسادن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کوان کا سچ بولنا)،اس مثال میں يومَ کوخبرہونے کے باوجود جملہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے بطورجوازمبنی برفتحہ پڑھایا گیا ہے۔''إذ'' کی طرف مضاف ہونے کی مثال ،جیسے:يَومَئِذٍ اورحينَئذ،ان کی اصل:يوم إذ كان كذا اورحين إذ كان كذا ہے۔

فائدہ:ظروف غیرمبنیہ کے،جملے یا''إذ'' کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ پہلی صورت میں بلاواسطہ اوردوسری صورت میں ''إذ'' کے واسطہ سے جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں اورجملہ بعض نحویوں کے نزدیک مبنی الاصل ہے،اوریہ قاعدہ ہے کہ مضاف مضاف الیہ سے بناء یعنی مبنی

---

[1] هذا اسم اشارہ مبتدا،يوم مضاف،ينفع فعل،الصادقين مفعول بہ،صدقهم مرکب اضافی فاعل،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کرمرکب اضافی ہوکرخبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وكذلك "مثل "و" غير" مع "ما" و "أنْ " و" أَنَّ" تقول: ضربته مثل ما ضرب زيد /وغيرأن ضرب زيد. ومنها: "أمس" بالكسر عند أهل الحجاز.

ترجمہ: اوراسی طرح مثل اور غیر ہیں جب کہ یہ ما، أَنْ ، یاأَنَّ کے ساتھ ہوں، آپ کہیں گے: **ضَرَبْتُه مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ** (میں نے اس کو مارا زید کے مارنے کی طرح) **وغَيْرَأنْ ضَرَبَ زَيْدٌ** (میں نے اس کو مارا؛ لیکن زید کے مارنے کی طرح نہیں مارا)۔اورظروف مبنیہ میں سے "أمْــسِ" ہے کسرہ کے ساتھ اہل حجاز کے نزدیک۔

ہونے کا وصف حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا یہ بھی جملہ سے بناء حاصل کرلیں گے اور ان کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہوگا؛ لیکن چوں کہ یہ اصالۃً مفرد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور ان کی اضافت جملہ کی طرف عارضی ہے، اس لئے اس اضافت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ان کو معرب پڑھنا بھی جائز ہے، چناں چہ ایک قراءت میں **هـذا يـومُ ينفع الصادقين صدقُهم**، یوم کے رفع کے ساتھ بھی آیا ہے۔

وكذالک مثل وغير الخ: یہاں سے مصنف لفظ مثل اور غیر کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ جس طرح ظروف غیرمبنیہ: یوم اور حین وغیرہ کو جملہ یا "إذ" کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے، اسی طرح لفظ مثل اور غیر، اگر مَــا، أَنْ یاأَنَّ کے ساتھ ہوں تو ان کو بھی مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے، جیسے: **ضـربتُه مثلَ مَاضَرَبَ زيدٌ**[1] (میں نے اس کو مارا زید کے مارنے کی طرح)، اور جیسے **ضربتُه غَيْرَ أَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ** (میں نے اس کو مارا؛ لیکن زید کے مارنے کی طرح نہیں مارا)۔

اس صورت میں ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابہام میں اور ابہام کو دور کرنے کے لئے مضاف الیہ کے محتاج ہونے میں ظروف مبنیہ کے مشابہ ہیں؛ لیکن چوں کہ یہ مشابہت محض صورۃً ہے اور حقیقت میں یہ ایسے اسم ہیں جو اعراب کے مستحق ہوتے ہیں، اس لئے ان کو معرب پڑھنا بھی جائز ہے۔

تنبیہ: لفظ مثــل اور غیـــر: اگر چہ ظروف میں سے نہیں ہیں؛ لیکن چوں کہ ان کو ظروف کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے ان کو یہاں ذکر کردیا گیا ہے۔

ومنها أمس الخ: یہاں سے مصنف ظروف میں سے "أمس" کو بیان فرمارہے ہیں۔"أَمْسِ" سے

---

[1] ضربتُ فعل بافاعل، ھاء ضمیر مفعول بہ، مثل مضاف، مَا مصدریہ، ضرب فعل، زید فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہوکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر قائم مقام مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور قائم مقام مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔اسی طرح ضربته غير أن ضرب زيدٌ کی ترکیب کرلی جائے۔

الخاتمة :في سائر أحكام الاسم ولواحقه غير الإعراب والبناءِ، وفيها فصول : فصل:اعلم أ ن الاسم على قسمين : معرفةونكرة .المعرفة : اسم وضع لشيءٍ معين .

ترجمہ: خاتمہ اسم کے ان باقی احکام اوراس کے ان لواحقات کے بیان میں ہے جومعرب اورمبنی ہونے کے علاوہ ہیں۔اوراس میں چند فصلیں ہیں: یہ پہلی فصل ہے: جان لیجئے کہ اسم کی دوقسمیں ہیں: معرفہ اورنکرہ، معرفہ: وہ اسم ہے جووضع کیا گیا ہو کسی متعین چیز کے لئے۔

اگرکوئی متعین دن یعنی گذشتہ کل مراد ہواور یہ معرف باللام یا مضاف نہ ہوتواس صورت میں ''أمس'' اہل حجاز کے نزدیک مبنی برکسرہ ہوتا ہے، جیسے: **ضَرَبَ زيدٌ أَمْسِ** (زید نے گذشتہ کل مارا)، اوروجہ اس کے مبنی ہونے کی یہ ہے کہ اس صورت میں یہ لام حرف تعریف کے معنی کومتضمن ہوتا ہے، جس طرح لام حرف تعریف اپنے مدخول کی تعیین پر دلالت کرتا ہے اسی طرح ''أمس'' بھی صورت مذکورہ میں متعین زمانہ پر دلالت کرتا ہے اور جومبنی الاصل کے معنی کومتضمن ہووہ مبنی ہوتا ہے، لہٰذا ''أمس'' بھی صورت مذکورہ میں مبنی ہوگا۔

اوراگر ''أمسِ'' معرف باللام یا مضاف ہو، یا اس سے گذشتہ ایام میں سے کوئی غیر متعین دن مراد ہو تواس صورت میں ''أمس'' بالاتفاق معرب ہوتا ہے مبنی نہیں ہوتا، جیسے: **مضى أمسُنا، مضى الأمسُ المبارکُ** اور **کل غدٍ صائرٌ أَمسًا**.

فصل : اعلم أن الاسم الخ: یہاں سے مصنف عموم وخصوص کے اعتبار سے اسم کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ عموم وخصوص کے اعتبار سے اسم کی دوقسمیں ہیں: (۱) معرفہ (۲) نکرہ۔

معرفہ: وہ اسم ہے جوکسی متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے: **زید، عمر** وغیرہ۔معرفہ کی چھ قسمیں ہیں: (۱) مضمرات، (۲) اعلام، (۳) مبہمات: یعنی اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ، چوں کہ اسمائے اشارہ مشارالیہ کی طرف اشارۂ حسیہ کے بغیر اور اسمائے موصولہ صلہ کے بغیر مبہم ہوتے ہیں، اس لئے ان کو مبہمات کہا جاتا ہے (۴) معرف باللام (۵) وہ اسم جوان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے طور پر مضاف ہو (۶) معرفہ بنداء۔مضمرات، اسمائے اشارہ اوراسمائے موصولہ کی تعریف گذر چکی ہے۔

علَم کی تعریف: علم وہ اسم ہے جوکسی متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہواوراس وضع میں وہ کسی دوسرے کوشامل نہ ہو، جیسے: **زید، عمر، بکر** اور **مکة المکرمة** وغیرہ۔

وهي ستة أقسام : المضمرات ، والأعلام ، والمبهمات ، أعني : أسماء الإشارات والموصولات ،والمعرف باللام ، والمضاف إلى أحدها إضافة معنوية ، والمعرف بالنداء . والعلم : ماوضع لشيءٍ معين لا يتناول غيره بوضع واحد.

ترجمہ: اوراس کی چھ قسمیں ہیں: مضمرات، اعلام، مبہمات، یعنی اسماء اشارہ اوراسماء موصولہ، معرف باللام، وہ اسم جواِن میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہواضافت معنویہ کےطور پراورمعرفہ بنداء۔ علم: وہ اسم ہے جووضع کیا گیا ہوکسی متعین چیز کے لئے، درآں حالیکہ وہ شامل نہ ہواس کےعلاوہ کوایک ہی وضع میں۔

فوائدقیود: ''**ماوُضِعَ لشيءٍ**'' معرفہ،نکرہ سب کوشامل ہے،''**معين**'' کی قید سےنکرہ کونکال دیا؛اس لئے کہ نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جوغیرمعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو،''**لا يتناول غيره**'' کی قید سے علم کے علاوہ معرفہ کی دیگراقسام: مضمرات وغیرہ کونکال دیا؛اس لئے کہ وہ استعمال کے وقت دوسری چیزوں کوشامل ہوتی ہیں،''**لا يتناول غيره**'' کی قید سےعلم مشترک (مثلاً زید جب کہ کئی آدمیوں کا نام ہو) بھی علم کی تعریف سےنکل گیا تھا؛اس لئے کہ وہ اپنے علاوہ کوشامل ہوتا ہے۔''**بوضع واحد**'' کی قیدلگا کراس کوعلم کی تعریف میں داخل کیا ہے؛اس لئے کہ وہ غیرکوایک وضع میں شامل نہیں ہوتا؛ بلکہ متعدد اوضاع میں شامل ہوتا ہے۔

فائدہ: علم شخصی مثلاً: **زید**، علم جنسی مثلاً: **أسامه** شیر کا علم، کنیت، القاب وغیرہ سب اعلام میں داخل ہیں، یہ سب علم ہونے کی وجہ سے معرفہ ہوتے ہیں۔

معرف باللام کی تعریف: معرف باللام وہ اسم ہےجس کوالف لام داخل کر کے معرفہ بنالیا گیا ہو، جیسے: **رَجُلٌ** (کوئی مرد) سے **الرجل** (مرد)۔

فائدہ: الف لام کی دوقسمیں ہیں: (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی۔

الف لام اسمی: الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول کو کہتے ہیں، یہ صرف اسم فاعل اوراسم مفعول کے شروع میں آتا ہے۔الف لام حرفی کی دوقسمیں ہیں: (۱) الف لام زائد (۲) الف لام غیرزائد۔

الف لام زائد: وہ الف لام ہے جومحض لفظ میں حسن اورخوب صورتی پیدا کرنے کے لئے لایا جائے اوراس سے کوئی مخصوص معنی معلوم نہ ہوں، جیسے: **الحسن والحسين**.

الف لام غیر زائد: وہ الف لام ہے جس کو کسی مخصوص معنی پر دلالت کرنے کے لئے لایا جائے، الف لام غیر زائد کی چار قسمیں ہیں: (۱) الف لام جنسی (۲) الف لام استغراقی (۳) الف لام عہد ذہنی (۴) الف لام عہد خارجی۔

الف لام جنسی: اس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ افراد سے قطع نظر شئ کی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہو، جیسے: اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِنَ الْمَرْأة (جنس رجل جنس مرأۃ سے بہتر ہے)، اس مثال میں ''رجل'' اور ''امرأۃ'' پر الف لام جنسی ہے۔

الف لام استغراقی: اس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شئ کی حقیقت کے ساتھ اس کے تمام افراد کی طرف اشارہ مقصود ہو، جیسے: اِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (بلاشبہ تمام انسان خسارے میں ہیں)، اس مثال میں ''انسان'' پر الف لام استغراقی ہے۔

الف لام عہد ذہنی: اس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شئ کی حقیقت کے ساتھ اس کے ایک ایسے غیر متعین فرد کی طرف اشارہ مقصود ہو، جو متکلم اور مخاطب کے ذہن میں معلوم ہو، جیسے: اُدْخُلِ السُّوْقَ (تو بازار چلا جا)، اس مثال میں ''سوق'' پر الف لام عہد ذہنی ہے۔

الف لام عہد خارجی: اس الف لام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شئ کی حقیقت کے ساتھ اس کے ایک ایسے متعین فرد کی طرف اشارہ مقصود ہو جو متکلم اور مخاطب کے درمیان خارج میں معلوم ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول، پس نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی) اس مثال میں ''رسول'' پر الف لام عہد خارجی ہے۔

الف لام غیر زائد کی یہ چاروں قسمیں اپنے مدخول کی تعریف کا فائدہ دیتی ہیں، یعنی جس اسم پر ان چاروں قسموں میں سے کوئی الف لام داخل ہوگا وہ معرفہ ہوگا، البتہ الف لام عہد ذہنی کے سلسلہ میں کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتا؛ بلکہ اس کا مدخول نکرہ ہوتا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ جملہ خبریہ کو اس کے مدخول کی صفت بنایا جاسکتا ہے۔ اگر اس کا مدخول معرفہ ہوتا تو جملہ خبریہ کو اس کی صفت بنانا درست نہ ہوتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ الف لام عہد ذہنی کا مدخول نکرہ ہوتا ہے، معرفہ نہیں ہوتا۔

معرفہ بنداء کی تعریف: معرفہ بنداء وہ اسم ہے جو حرف نداء کے ذریعہ پکارے جانے کی وجہ سے معرفہ ہو گیا ہو، جیسے: یَا رَجُلُ. واضح رہے کہ حرف نداء کے ذریعہ پکارے جانے کی وجہ سے صرف نکرۂ مقصودہ معرفہ ہوتا ہے، نکرۂ غیر مقصودہ معرفہ نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆

وأعرف المعارف: المضمر المتكلم ؛ نحو: أنا ،ونحن– ثم المخاطب ؛ نحو: أنت– ثم الغائب ؛ نحو: هو–ثم العلم ،ثم المبهمات ،ثم المعرف باللام ثم المعرف بالنداء . والمضاف في قوة المضاف إليه.والنكرة :ماوضع لشيءٍ غيرمعين ؛ كـ : رجل وفرس .

فصل: أسماء العدد: ماوضع ليدل على كمية آحاد الأ شياءِ. وأصول العدد ،

ترجمہ: اورمعرفہ کی اقسام میں سب سے بڑا معرفہ: متکلم کی ضمیر ہے، جیسے:أنا اور نحن، پھر مخاطب کی ضمیر، جیسے:أنت، پھر غائب کی ضمیر، جیسے:هو، پھر علم، پھر مبہمات، پھر معرف باللام، پھر معرفہ بنداء۔اور مضاف مضاف الیہ کے درجہ میں ہوتا ہے۔اورنکرہ: وہ اسم ہے جووضع کیا گیا ہوکسی غیر متعین چیز کے لئے ، جیسے:رجلٌ (ایک مرد)اورفَرَسٌ (ایک گھوڑا)۔

یہ دوسری فصل ہے: اسماءعدد: وہ اسماء ہیں جو(اس لئے) وضع کئے گئے ہوں تا کہ دلالت کریں اشیاء کے افراد کی مقدار پر۔اورتمام اعداد کےاصول بارہ کلمہ ہیں:

وأعرف المعارف الخ: یہاں سے مصنف اسمائے معرفہ کی درجہ بندی فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اسمائے معرفہ میں **أعرف المعارف:** (یعنی معرفہ ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل) متکلم کی ضمیر ہے، جیسے:أنا اور نحن. پھر مخاطب کی ضمیر ہے، جیسے:أنت. پھر غائب کی ضمیر ہے، جیسے:هو. پھر علم ہے، پھر مبہمات (یعنی اسمائے اشارہ اوراسمائے موصولہ) ہیں، پھر معرف باللام ہے،اورسب سے آخر میں معرفہ بنداء ہے،اور جواسم معرفہ کی طرف مضاف ہووہ مضاف الیہ کے درجہ میں ہوتا ہے،یعنی جودرجہ معرفہ کے مراتب کے اعتبار سے مضاف الیہ کا ہوگا وہی درجہ مضاف کا بھی ہوگا،مثلاً اگرکوئی اسم **أعرف المعارف** (یعنی متکلم کی ضمیر) کی طرف مضاف ہوتو وہ اسم بھی مضاف الیہ کی طرح **أعرف المعارف** ہوگا، جیسے:غلامی، اور باقی کواسی پر قیاس کرلو۔

والنكرة ماوُضع الخ : یہاں سے مصنف نکرہ کی تعریف ذکرفرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ:نکرہ وہ اسم ہے جوکسی غیر متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے:رجل (کوئی مرد)اورفرسٌ(کوئی گھوڑا)۔

فصل: أسماء العدد الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عدد کی تعریف اوران کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

اثنتا عشرۃ کلمۃ: "واحدۃ" إلی "عشرۃ"، و"مائۃ"، و"ألف" واستعمالہ: من "واحد" إلی "اثنین" علی القیاس، أعنی: للمذکر بدون التاء، وللمؤنث بالتاءِ. تقول: فی رجل: "واحد"، وفی رجلین: "اثنان" وفی امرأۃٍ: "واحدۃ"، وفی امرأتین: "اثنتان"، و"ثنتان. ومن "ثلاثۃ" إلی "عشرۃ" علی خلاف القیاس؛ أعنی للمذکر بالتاءِ، تقول:

ترجمہ: واحدۃٌ (ایک) سے عشرۃٌ (دس) تک، اور مائۃ اور ألفٌ۔ اور اسم عدد کا استعمال ایک سے دو تک قیاس کے مطابق ہوتا ہے، یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء کے اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ، آپ کہیں گے ایک مرد کے لئے: واحد، اور دو مردوں کے لئے: اثنان، اور ایک عورت کے لئے: واحدۃٌ، اور دو عورتوں کے لئے اثنتان و ثنتان. اور تین سے لے کر دس تک (کا استعمال) خلاف قیاس ہوتا ہے، یعنی مذکر کے لئے تاء کے ساتھ، آپ کہیں گے:

اسم عدد کی تعریف: اسم عدد وہ اسم ہے جو اشیاء کے افراد کی مقدار (یعنی تعداد) پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ معدود: وہ اسم ہے جس کی تعداد بیان کی جائے اس کو تمیز بھی کہتے ہیں، جیسے: عندی ثلاثۃُ دراھم میں ثلاثۃُ اسم عدد اور دراھم معدود ہے۔

تمام اسمائے عدد کی اصل بارہ کلمیں ہیں: واحدۃٌ (ایک) سے لے کر عَشرۃٌ دس تک اور مئۃ (ایک سو) اور ألفٌ (ایک ہزار)۔

واستعمالہ الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عدد کا طریقۂ استعمال بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اسمائے عدد کا استعمال ایک سے دو تک قیاس کے مطابق ہوگا، یعنی معدود مذکر کے لئے اسم عدد مذکر اور معدود مؤنث کے لئے اسم عدد مؤنث لایا جائے گا، جیسے: واحد (ایک مرد کے لئے)، اثنان (دو مردوں کے لئے)، واحدۃ (ایک عورت کے لئے)، اثنتان اور ثنتان (دو عورتوں کے لئے)۔

ومن ثلثۃ الخ: تین سے لے کر دس تک کا استعمال خلاف قیاس ہوگا، معدود مذکر کے لئے اسم عدد مؤنث، اور معدود مؤنث کے لئے اسم عدد مذکر لایا جائے گا، جیسے: ثلاثۃُ رجالٍ سے عَشرۃُ رجالٍ تک اور ثلاثُ نِسوۃٍ سے عشر نسوۃ تک۔

البتہ اگر معدود (یعنی تمیز) مذکور نہ ہو، یا مذکور ہو؛ لیکن عدد پر مقدم ہو تو ان دونوں صورتوں میں اسم عدد کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے، جیسے: صافحتُ أربعۃً یا أربعًا، کتبتُ صُحُفًا ثلاثۃً یا ثلاثًا۔

"ثلاثة رجالٍ "إلى "عشرة رجال "، وللمؤنث بدونها،تقول : "ثلاث نسوةٍ " إلى عشر نسوة. و بعد "العشرة" تقول : أحدعشررجلا،واثنا عشررجلاً، وثلاثة عشر رجلا إلى تسعة عشر رجلا، وإحدى عشرة امرأة، واثنتا عشرة امرأةً، وثلاث عشرة امرأة إلى تسع عشرة امرأة.

ترجمہ:ثلاثةُ رِجالٍ (تین مرد) سے عَشَرَةُ رجالٍ (دس مرد) تک،اورمؤنث کے لئے بغیرتاء کے، آپ کہیں گے: ثلاثُ نسوةٍ (تین عورتیں) سے عَشْرُنِسْوَةٍ (دس عورتیں) تک۔اوراس کے بعدآپ کہیں گے:أَحَدَعَشَرَرَجُلاً(گیارہ مرد)،اثناعَشَرَرجلاً (بارہ مرد)اورثلاثة عشررجلاً (تیرہ مرد) سے تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً (اُنیس مرد) تک،اورإحدیٰ عشْرَةَ اِمْرأَةً (گیارہ عورتیں)،اثنتا عَشْرَةَ امرأةً(بارہ عورتیں)اورثَلاثَ عَشْرَةَ امرأةً (تیرہ عورتیں) سےتسع عَشْرَة امرأةً (اُنیس عورتیں) تک۔

وبعد العشرة الخ: دس کے بعداسم عددمرکب ہوجائے گا،گیارہ اور بارہ کااستعمال قیاس کےمطابق ہوگا،یعنی مذکر کے لئے دونوں جز مذکر اورمؤنث کے لئے دونوں جز مؤنث لائے جائیں گے، جیسے: أحدعَشَرَ رجلا، اثنا عَشَرَ رجلا، إحدیٰ عَشْرَةَ امرأةً اور اثنتا عَشْرَةَ امرأةً.

اورتیرہ سے لےکرانیس تک کےاستعمال میں پہلا جزخلاف قیاس(یعنی مذکر کے لئےمؤنث اورمؤنث کے لئے مذکر)اوردوسرا جز قیاس کےمطابق (یعنی مذکر کے لئے مذکراورمؤنث کے لئے مؤنث)لایاجائے گا، جیسے:ثلاثَةَ عَشَر رجلاً سےتسعة عَشَر رجلاتک،ثلاثَ عَشْرَةَ امرأة سےتسعَ عَشْرَةَ امرأةتک۔

وبعد ذالک الخ اس کے بعدتمام دہایوں (یعنی۲۰،۳۰،۴۰،۵۰،۶۰،۷۰،۸۰،۹۰) کااستعمال مذکر اورمؤنث کے لئے یکساں ہوگا،یعنی جس طرح عشرون اورثلاثون وغیرہ مذکر کے لئے استعمال ہوں گے اسی طرح بغیرکسی فرق کےمؤنث کے لئےبھی استعمال ہوں گے،جیسے:عشرون رجلا، عشرون امرأةً سےتِسعون رجلاًاورتِسعون امرأةتک۔

أَحَدٌ وعشرون رجلاً الخ: ۲۰ کے بعدتمام دہایوں کے بعدوالے دوعدد(یعنی۲۱،۲۲،۳۱،۳۲،۴۱، ۴۲،۵۱،۵۲،۶۱،۶۲،۷۱،۷۲،۸۱،۸۲،۹۱،۹۲) کااستعمال قیاس کےمطابق ہوگا،یعنی پہلا جزمذکر کے لئے مذکر اورمؤنث کے لئےمؤنث لایاجائے گا،اوردوسرا جزمذکرومؤنث دونوں کے لئے یکساں رہےگا،جیسے:أحدو عشرون رجلا،إحدی وعشرون امرأة، اثنان وعشرون رجلاً اور اثنتان وعشرون امرأةً ......

وبعد ذالک تقول: عشرون رجلاً ،وعشرون امرأة --بلافرق بين المذكروالمونث – إلى تسعين رجلا و تسعين امرأة . وأحد وعشرون رجلا، وإحدى وعشرون امرأة ،واثنان وعشرون رجلاً، واثنتان وعشرون امرأة، وثلاثة وعشرون رجلا، وثلاث وعشرون امرأة ،إلى تسعةٍ وتسعين رجلاً ، وتسع وتسعين امرأة .

ثم تقول : مائة رجل، ومائة امرأة ، وألف رجل ؛ وألف امرأةٍ ؛ ومائتا رجل

ترجمہ:اوراس کے بعدآپ کہیں گے:عشرون رجلاً (بیس مرد)، عشرون امرأةً (بیس عورتیں) مذکراورمؤنث کے درمیان فرق کئے بغیر، تسعون رجلًا (نوے مرد)اورتسعون امرأةً (نوے عورتیں) تک؛اور أحد وعشرون رجلا (اکیس مرد)،إحدى وعشرون امرأة(اکیس عورتیں) ،اثنان و عشرون رجلاً (بائیس مرد)، اثنتان وعشرون امرأة (بائیس عورتیں) ، ثلاثة وعشرون رجلا (تئیس مرد)، ثلاث وعشرون امرأة (تئیس عورتیں) سے تسعة وتسعون رجلًا (ننانوے مرد)، تسع وتسعون امرأة (ننانوے عورتیں)تک۔پھرآپ کہیں گے: مائةُ رجلٍ (سومرد)،مائةُ إمرأةٍ (سوعورتیں)،مِائتَا رَجُلٍ (دوسومرد)۔

اور۲۳ سے لےکر۲۹ تک کےاستعمال میں پہلا جز خلاف قیاس،یعنی مذکر کے لئے مؤنث اورمؤنث کے لئے مذکرلایا جائے گا،اوردوسرا جز مذکرومؤنث دونوں کے لئے یکساں رہے گا،جیسے:ثلاثة وعشرون رجلاً اورثلاث وعشرون امرأة سے تسعة وعشرون رجلاً اورتسع وعشرون امرأةتک،اور یہی طریقہ۳۳ سے ۳۹،۴۳ سے ۴۹،۵۳ سے ۵۹،۶۳ سے ۶۹،۷۳ سے ۷۹،۸۳ سے ۸۹اور۹۳ سے ۹۹ تک کےاستعمال کا ہے،یعنی ان میں بھی پہلا جز خلاف قیاس مذکر کے لئے مؤنث اورمؤنث کے لئے مذکرلایا جائے گا،اوردوسرا جز مذکرومؤنث دونوں کے لئے یکساں رہے گا،جیسے:ثلاثة وثلاثون رجلا اورثلاث وثلاثون امرأةً سےتسعة وتسعون رجلاًاورتسع وتسعون امرأةتک۔

ثم تقول مائة الخ : یہاں سےمصنف مائة، ألف اوران کےتثنیہ:مائتان اور ألفان کےاستعمال کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ مائة، ألف اوران کےتثنیہ مائتان اورألفان مذکراورمؤنث کے لئے یکساں طورپراستعمال ہوتے ہیں،یعنی جس طرح یہ مذکر کے لئے استعمال ہوں گےاسی طرح بغیرکسی فرق

ومائتا امرأة ،والفا رجل ، وألفا امرأة، بلافرقٍ بين المذكر والمؤنث.

فإذا زادعلى " المائة"و "الألف " يستعمل على قياس ماعرفت.ويقدم "الألف على "المائة "، و" المائة "على الآحاد، والآحاد على العشرات، تقول عندى ألف ومائة وأحد وعشرون رجلا؛ وألفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا، وأربعة آلاف وتسع مائة وخمس وأربعون امرأة.وعليك بالقياس .

ترجمہ:مِائَتَا إمْرَأةٍ (دوسوعورتیں)،ألفُ رجلٍ (ایک ہزارمرد)،ألفُ امرأةٍ (ایک ہزارعورتیں)، ألفارجلٍ (دوہزارمرد)، ألفَا امرأةٍ(دوہزارعورتیں)مذکراورمؤنث کےدرمیان فرق کئے بغیر۔پس جب زیادہوجائیں عدد مائة اورألف پرتواستعمال کیا جائے گا اسم عدد اُس قاعدے کےمطابق جس کوآپ جان چکے ہیں،اورمقدم کیا جائے گاألف کومائةٌ پر،اورمائة کواکائیوں پر،اوراکائیوں کودہائیوں پر،آپ کہیں گے : عِنْدِی أَلْفٌ ومِائَةٌ وأَحَدٌ وعِشْرُوْن رجلًا (میرے پاس ایک ہزار،ایک سوا کیس مرد ہیں) ، ألفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا (میرے پاس دوہزار،دوسوبائیس مرد ہیں)، أربعة آلاف وتسع مائة وخمس وأربعون امرأة(میرے پاس چار ہزار،نوسو پینتالیس عورتیں ہیں)اورلازم پکڑ لیجئے قیاس کو۔

کےمؤنث کے لئے بھی استعمال ہوں گے،جیسے:مائة رجلٍ، مائة امرأة، ألف رجل، ألف امرأة، مائتارجلٍ، مائتا امرأة، ألفا رجلٍ اورألفا امرأة.

فإذازادعلی الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر عدد مائة (۱۰۰)اورألف(ایک ہزار) سے آگے بڑھ جائے توایک سے لےکر۹۹تک کے استعمال کا جوطریقہ اوپر بیان کیا گیا ہےمائة اورألف کے بعداسی کے مطابق بطورعطف کے اسمائے عددکواستعمال کیا جائے گا،البتہ ألف کومائة پراورمائة کواکائیوں پر اوراکائیوں کودہائیوں پرمقدم کیا جائے گا،چناں چہ اس طرح کہیں گے:عِنْدِيْ اَلْفٌ وَّمِائَةٌ وَّ أَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً[1](میرے پاس ایک ہزار،ایک سوا کیس مرد ہیں)، عِنْدِيْ أَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَإِثْنَانِ

---

[1] عندی مرکب اضافی ثابتة اسم فاعل محذوف کامفعول فیہ ہوکرخبر مقدم،ألف معطوف علیہ،واؤ حرف عطف،مائة معطوف علیہ معطوف،واؤ حرف عطف،أحد معطوف علیہ،واؤ حرف عطف،عشرون معطوف،معطوف علیہ معطوف سے مل کرممیّز،رجلاً تمیز،ممیّز تمیز سے مل کرمعطوف،پہلا معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفات سے مل کرمبتداء مؤخر،مبتداء مؤخرخبر مقدم سے مل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔اسی طرح اگلی دونوں مثالوں کی ترکیب کرلی جائے۔

واعلم أن ’’الواحد ‘‘ و ’’الاثنين‘‘ لامميز لهما ؛ لأن لفظ المميزيغنى عن ذكر العددفيهما، تقول: عندى رجل ورجلان .وأماسائرالأعداد ،فلابدلهامن مميز ؛ فنقول مميز ’’الثلاثة ‘‘ إلى ’’العشرة‘‘ مخفوض مجموع ؛ تقول : ثلاثة رجالٍ ،وثلاث نسوة.إلا إذاكان المميزلفظ ’’المائة ‘‘ فحينئذٍ يكون مخفوضا مفرداً،تقول : ثلاث مائة وتسع مائةٍ. والقياس :ثلاث مآت أو مئين.

ترجمہ:اورجان لیجئے کہ واحد اوراثنان کا کوئی ممیِّزنہیں ہوتا؛اس لئے کہ لفظِ ممیّز بے نیاز کردیتاہےان دونوں میں عدد کے ذکر سے،آپ کہیں گے: عندى رجُلٌ ورَجُلاَنِ ۔بہرحال باقی اعداد:توضروری ہے ان کے لئے ممیّز (یعنی تمیز) کا ہونا،پس ہم کہتے ہیں کہ: ثلاثة سے عشرة تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے،آپ کہیں گے:ثلاثُ رجالٍ (تین مرد)، ثلاثُ نسوةٍ (تین عورتیں)۔مگر جب کہ تمیز لفظ’’مائة‘‘ ہو،تواس وقت تمیزمفرد مجرور ہوتی ہے؛آپ کہیں گے:ثلاثُ مائةٍ(تین سو)اورتسعُ مائة (نوسو)۔اورقیاس(کا تقاضا) ثلاثُ مئاتٍ یا(ثلاث)مِئِیْنَ ہے۔

وَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً (میرے پاس دوہزاردوسوبائیس مرد ہیں)، عِنْدِيْ أَرْبَعَةُ ألافٍ وَّ تِسْعُ مِائَةٍ وَّخَمْسٌ وَّأَرْبَعُوْنَ إِمْرَأَةً (میرے پاس چارہزار،نوسو، پینتالیس عورتیں ہیں)وقس على هٰذا.

واعلم أن الواحد الخ:یہاں سے مصنف اسمائے عدد کی تمیز کے احکام بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ واحد، اثنان اوراسی طرح واحدة اوراثنتان کی کوئی تمیزنہیں آتی؛اس لئے کہ جس اسم کوان کی تمیز بنائیں گے وہ خوداپنی ہیئت اورصیغہ کے اعتبار سے عدد یعنی ایک اوردو پردلالت کرے گا،عدد یعنی واحد اور اثنان وغیرہ کے ذکر کامحتاج نہیں ہوگا،لہٰذاوہ ان کی تمیزنہیں بن سکتا؛اس لئے کہ تمیزممیّز کی محتاج ہوتی ہے،ممیّز سے بے نیازنہیں ہوتی،چناں چہ ایک مرد کے لئے عندى رجل، اوردومردوں کے لئے عندى رجلان کہیں گے،عندى واحدُ رجل اورعندى اثنان رجلان نہیں کہیں گے،اورجواہلِ عرب رجل واحد اوررجلان اثنان بولتے ہیں وہ مؤکدتاکید کے قبیل سے ہے،ممیّزتمیز کے قبیل سے نہیں۔

وأماسائر الأعدادالخ:البتہ واحداوراثنان کے علاوہ بقیہ تمام اعداد کوتمیز کی ضرورت ہوتی ہے،اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ تین سے لے کے دس تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے،جیسے:ثلاثةُ رجالٍ اورثلاثُ نسوةٍ ، البتہ اگرتین سے لےکردس تک کی تمیزلفظ مائة ہوتواس صورت میں ان کی تمیزخلاف قیاس مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے ثلاثُ مائةٍ اورتسع مائةٍ؛ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ان کی تمیز جمع مجرور ہواور مثلاً:ثلاثُ مئاتٍ یا ثلاث مئین کہیں۔

ومميز "أحد عشر" إلى " تسعة وتسعين " منصوب مفرد ؛ تقول : أحد عشر رجلاً ، وإحدى عشرة امرأة،وتسعة وتسعون رجلا،وتسع وتسعون امرأة ومميز "مائة"، و"ألف "، وتثنيتهما وجمع "الألف " مخفوض مفرد ؛ تقول: مائة رجل ، ومائة امرأة ، وألف رجل، وألف امرأة ،ومائتا رجل ،ومائتا امرأة ، وألفارجل،وألفاامرأةٍ ، وثلاثة آلاف رجل ، وثلاثة آلاف امرأة. وقس على هذا.

ترجمہ:اور گیارہ سے لے کرنناوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے؛ آپ کہیں گے: أَحَـدَ عَشَـرَ رَجُلاً (گیارہ مرد)،إِحْـدٰی عَشْـرَةَ اِمْرَأَةً (گیارہ عورتیں)، تِسْـعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رجلاً (نناوے مرد)، اورتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَأَةً (نناوے عورتیں)۔اور" مائة " ،ألفٌ اوران دونوں کے تثنیہ اور ألفٌ کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے؛ آپ کہیں گے: مائةُ رجلٍ (سومرد)،مائةُ امرأةٍ (سوعورتیں)،ألفُ رجلٍ(ایک ہزارمرد)،ألفُ امرأةٍ (ایک ہزارعورتیں) مائتَا رجلٍ (دوسومرد)، مائتا امرأةٍ (دوسوعورتیں)، ألفارجلٍ (دوہزارمرد)،ألفا امرأةٍ (دوہزارعورتیں)، ثلاثةُ آلافِ رجلٍ (تین ہزارمرد)، ثلاثةُ آلافِ امرأةٍ (تین ہزارعورتیں)،اور(باقی کو)اسی پر قیاس کرلیجئے۔

ومميز أحد عشر الخ : گیارہ سے لے کرننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے، جیسے:أحد عشر رجلًا ،إحدٰی عشرة امرأةً، تسعة وتسعون رجلًا اورتسع وتسعون امرأةً.

ومميز مائةالخ:مائة، ألف اوران کے تثنیہ:مائتان اورألفان، اسی طرح ألف کی جمع:آلاف اور أُلوف کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے، جیسے:مائة رجلٍ، مائةُ امرأةٍ، ألفُ رجلٍ ،ألف امرأةٍ،مائتا رجلٍ، مائتا امرأةٍ، ألفا رجلٍ، ألفا امرأةٍ، ثلاثة آلاف رجلٍ اور ثلاثُ آلاف امرأةٍ.

فائدہ:عشرة کا شین متحرک پڑھا جائے گا یا ساکن؟اس میں اختلاف ہے،مشہور لغت یہ ہے کہ عشرة خواہ مفرد ہو یا کسی دوسرے عدد کے ساتھ مرکب ہو،اگر معدود مذکر پر دلالت کرتا ہے تو اس کو عَشَرَةٌ اور عَشَرٌ شین کے فتحہ کے ساتھ پڑھیں گے،اور اگر وہ معدود مؤنث پر دلالت کرتا ہے تو اس کو عشْرةٌ اور عشْرٌ شین کے سکون کے ساتھ پڑھیں گے،مثال: جیسے:عَشَـرَةُ رِجالٍ، أَحَدَ عَشَرَ رجلًا، عَشْرُ نِسْوَةٍ، إحدٰی عَشْرَةَ امرأَةً.

فائدہ:فاعل کا وزن اعداد میں مرتبہ کے لئے آتا ہے،مثلا:اگر گیارھواں یا بارھواں کہنا ہو تو حادی عشر

فصل :الاسم: إما مذكر ، وإما مؤنث. فالمؤنث: مافيه علامة التانيث لفظاأوتقديرًا. والمذكر: مابخلافه ، وعلامة التانيث ثلاثة: التاء ؛كـ: طلحة . والألف المقصورة؛كـ: حبلىٰ. والألف المدودة ؛كـ : حمراء.

ترجمہ: یہ تیسری فصل ہے: اسم یا تو مذکر ہوتا ہے یا مؤنث، پس مؤنث: وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً علامت تانیث ہو۔ اور مذکر: وہ اسم ہے جو اس کے برخلاف ہو۔ علامت تانیث تین ہیں: (۱) تاء؛ جیسے: طلحةُ (۲) الف مقصورہ ؛ جیسے: حُبلیٰ (حاملہ عورت)، (۳) الف ممدودہ، جیسے: حَمْرَاء (لال عورت)۔

اور ثانی عشر کہیں گے، جس طرح أحد عشر سے تسعة عشر تک تمام اعداد کے دونوں جز مبنی برفتحہ ہوتے ہیں اسی طرح حادی عشر سے تاسع عشر تک تمام اعداد کے دونوں جز بھی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں، البتہ اتنا فرق ہے کہ اثنا عشر اور اثنتا عشرة کا پہلا جز معرب ہوتا ہے؛ جب کہ ثانی عشر اور ثانیة عشرة کا پہلا جز معرب نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ اپنے دیگر نظائر کی طرح مبنی برفتحہ ہوتا ہے، جیسے: الدرسُ الحادیَ عشرَ، الدرسُ الثانیَ عشرَ، اللیلةُ الحادیةَ عشرةَ اللیلةُالثانیةَ عشرةَ.

فصل: الاسم إمَّا مذكَّر الخ : یہاں سے مصنف جنس کے اعتبار سے اسم کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) مذکر (۲) مؤنث۔

مؤنث کی تعریف: مؤنث وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً علامت تانیث موجود ہو، جیسے: طلحة اور امرأة.

مذکر کی تعریف: مذکر وہ اسم ہے جس میں لفظاً یا تقدیراً کسی بھی اعتبار سے علامت تانیث موجود نہ ہو، جیسے: رَجُلٌ اور فرسٌ.

وعلامته الخ: یہاں سے مصنف علامتِ تانیث کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ علامت تانیث تین ہیں:

(۱) وہ تاء جو حالت وقفی میں ہاء ہو جاتی ہے، خواہ لفظوں میں موجود ہو، یا تو حقیقةً، جیسے: امرأة، طلحة . یا حکماً، جیسے: عقربٌ، اس میں چوتھا حرف تائے تانیث کے حکم میں ہے۔ یا تاء لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ مقدر ہو، جیسے: أرض اور دارٌ، ان کے آخر میں تاء مقدر ہے؛ اس لئے کہ ان کی اصل: أرضة اور دارة ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ان کی تصغیر أُرَیضَةٌ اور دُوَیرَةٌ آتی ہے اور تصغیر سے اسماء کی اصل معلوم ہو جاتی ہے۔

(۲) الف مقصورہ: الف مقصورہ: وہ الف لازمہ ہے جس میں قصر (یعنی ایک الف کے برابر کھینچ کر

والمقدرة إنما هو التاء فقط ؛ كـ: أرض ودارٍ؛ بدليل "أريضة"، و "دويرة". ثم المؤنث على قسمين: حقيقي ،وهومابإزائه ذكر من الحيوان ؛ كـ: امرأة ، وناقة ، ولفظي، وهومابخلافه؛ كـ: ظلمة وعين .وقدعرفت أحكام الفعل إذاأسند إلى المؤنث ، فلانعيدها.

ترجمہ:اورعلامت تانیث مقدرہ صرف تاء ہے؛ جیسے:أرضٌ اوردارٌ ؛ أُرَیضةٌ اوردُوَیرَۃٌ کی دلیل سے۔ پھرمؤنث کی دوقسمیں ہیں: (۱) مؤنث حقیقی ،اوروہ (یعنی مؤنث حقیقی) وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی جان دار مذکر ہو؛ جیسے:امرأةٌ (عورت) اورناقةٌ (اونٹنی)۔ (۲) مؤنث لفظی،اوروہ (یعنی مؤنث لفظی) وہ مؤنث ہے جواس کے برخلاف ہو؛ جیسے:ظلمة (تاریکی) اورعینٌ (آنکھ)۔اورآپ جان چکے ہیں فعل کے ان احکام کو (جوفعل کواس وقت لاحق ہوتے ہیں) جب کہ فعل کی اسناد کی جائے مؤنث کی طرف، پس ہم ان کونہیں لوٹائیں گے۔

پڑھنا) کیا جائے، جیسے:حبلیٰ. الف مقصورہ تانیث کے لئے اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں: (۱) تین حرفوں کے بعد ہو (۲) الحاق کے لئے نہ ہو (۳) محض زیادتی کے لئے نہ ہو۔

(۳) الف ممدودہ: الف ممدودہ: وہ ہمزہ ہے جس سے پہلے الف زائدہ ہو، جیسے: حمراءُ.

تنبیہ: الف مقصورہ اورالف ممدودہ ہرجگہ تانیث کے لئے نہیں ہوتے ؛ بلکہ تانیث کے علاوہ دوسرے معانی مثلا: الحاق وغیرہ کے لئے بھی آتے ہیں، جس کی تفصیل بڑی کتابوں سے معلوم ہوگی۔

والمقدرة إنما هي الخ: چوں کہ اوپر کے بیان سے بظاہر یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ تانیث کی تینوں علامتیں کبھی لفظوں میں موجود ہوتی ہیں اورکبھی مقدر ہوتی ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، اس لئے مصنف یہاں اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ: علامات تانیث میں سے صرف تاء مقدر ہوتی ہے، الف مقصورہ اور الف ممدودہ مقدر نہیں ہوتے ؛ بلکہ یہ ہمیشہ لفظوں میں موجود ہوتے ہیں۔

ثم المؤنث على قسمين الخ: یہاں سے مصنف ذات کے اعتبار سے مؤنث کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ذات کے اعتبار سے مؤنث کی دوقسمیں ہیں: (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی۔

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر ہو، جیسے: امرأة اورناقة مؤنث حقیقی ہیں؛ اس لئے کہ امرأة کے مقابلہ میں رجل اورناقة کے مقابلہ میں جمل جان دار مذکر ہیں۔

فصل: المثنى: اسم ألحق بآخره ألف أو ياءٌ مفتوح ماقبلها، ونون مكسورة ليدل على أن معه آخر مثله ، نحو: رجلان ورجلين.

ترجمہ: یہ چوتھی فصل ہے، تثنیہ: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف، یا ایسی یاء جس کا ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسور لاحق کر دیا گیا ہو؛ تاکہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اسی کے مانند دوسرا (بھی) ہے؛ جیسے: رَجُلانِ اور رَجُلَیْنِ (دو مرد)۔

مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر نہ ہو، جیسے: ظلمة اور عین مؤنث لفظی ہیں؛ اس لئے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی جان دار مذکر نہیں ہے۔

فائدہ: علامت کے اعتبار سے مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مؤنث قیاسی (۲) مؤنث سماعی۔

مؤنث قیاسی: وہ مؤنث ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو، جیسے: إمرأة.

مؤنث سماعی: وہ مؤنث ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود نہ ہو؛ بلکہ محض اہل عرب سے سننے کی وجہ سے اس کو مؤنث مان لیا گیا ہو، جیسے: عینٌ (آنکھ) اور بیرٌ (کنواں)۔

فائدہ: اسمائے مؤنثہ تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱) بعض اسماء لفظاً اور معنی دونوں اعتبار سے مؤنث ہوتے ہیں، جیسے: امرأة. (۲) بعض اسماء صرف معنیً مؤنث ہوتے ہیں، لفظاً مؤنث نہیں ہوتے، جیسے: **سُعاد** (ایک عورت کا نام)۔ (۳) بعض اسماء صرف لفظاً مؤنث ہوتے ہیں معنیً مؤنث نہیں ہوتے، جیسے: **طلحة.**

ان میں سے پہلی دونوں قسموں کا اعتبار اسم کے غیر منصرف ہونے میں بھی ہوتا ہے اور فعل کے مؤنث لانے میں بھی، چناں چہ ان کے بعد فعل مؤنث ہی لایا جائے گا اور تیسری قسم کا اعتبار صرف اسم کے غیر منصرف ہونے میں ہوتا ہے، فعل کے مؤنث لانے میں نہیں ہوتا، چناں چہ اس کے بعد فعل مذکر ہی لایا جائے گا۔

تعدد کے اعتبار سے اسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) واحد (۲) تثنیہ (۳) جمع

واحد: وہ اسم ہے جو ایک پر دلالت کرے، جیسے: رجلٌ (ایک مرد)۔ تثنیہ اور جمع کی تعریف آگے آرہی ہے۔

فصل: المثنى اسمٌ الخ: یہاں سے مصنف تثنیہ کی تعریف اور اس کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

تثنیہ کی تعریف: تثنیہ: وہ اسم ہے جس کے مفرد (واحد) کے آخر میں الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کر دیا گیا ہو، تاکہ یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کے ساتھ اسی جیسا (یعنی اسی کی جنس کا) ایک دوسرا بھی ہے، جیسے: رجلان اور رجلین.

هذا في الصحيح .أما المقصور:فإن كانت ألفه منقلبة عن واو -- وكان ثلاثيا ، -- رد إلى أصله؛ كـ: عصوان في "عصا". وإن كانت عن ياء ، أوواو--وهوأكثرمن الثلاثي ، أوليست منقلبة عن شيء، تقلب ياء ؛كـ: "رحيان "في" رحى " ،و"ملهيان "في "ملهى "، و"حباريان " في" حبارى "، و"حبليان " في "حبلى".

ترجمہ: یہ اسم صحیح کے بارے میں ہے۔بہر حال اسم مقصور: تو اگر اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ (اسم) ثلاثی ہو تو لوٹا دیا جائے گا اس کو اس کی اصل کی طرف ؛ جیسے:عَصَوَانِ "عَصَا" میں۔اور اگر الف یاء سے بدلا ہوا ہو، یا واؤ سے بدلا ہوا ہو- اور وہ اسم ثلاثی سے زائد ہو، یا کسی حرف سے بدلا ہوا نہ ہو تو بدل دیا جائے گا الف کو یاء سے؛ جیسے:رَحَیَانِ "رَحیٰ" میں (دو چکیاں)،مَلْهَیَانِ "مَلْهیٰ" میں (دو تفریح گاہ)، حُبَارَیَانِ "حُبَارٰی" میں (دو سرخاب) اور حُبْلَیَانِ "حُبْلٰی" میں (دو حاملہ عورتیں)۔

هذا في الصحيح الخ: مصنف فرماتے ہیں کہ تثنیہ بنانے کا یہ طریقہ یعنی مفرد کے آخر میں بغیر کسی دوسری تبدیلی کے الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسور زیادہ کرنا، اسم صحیح کے ساتھ خاص ہے؛ لیکن مصنف کی یہ رائے درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ جاری مجریٰ صحیح کا تثنیہ بنانے کا بھی یہی طریقہ ہے، جیسے: **دَلْــوَان** اور **ظَبْیَان، دلوَیْنِ** اور **ظبیَیْنِ**.

أما المقصور الخ: یہاں سے مصنف اسم مقصور کا تثنیہ بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسم جس کا آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں: اسم مقصور ہو تو اس کا تثنیہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ الف کو دیکھیں گے، اگر الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ اسم ثلاثی (یعنی تین حرفی) ہو تو تثنیہ بناتے وقت الف کو اس کی اصل: یعنی واؤ کی طرف لوٹانے کے بعد، آخر میں علامت تثنیہ (یعنی الف اور نون) کو زیادہ کیا جائے گا، جیسے: **عصًا** (جو کہ اصل میں عصوٌ تھا) سے **عَصَوَانِ**.

اور اگر الف یاء سے بدلا ہوا ہو، یا واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ اسم تین حرفی سے زائد، یعنی چار حرفی یا اس سے زائد ہو، یا الف کسی دوسرے حرف سے بدلا ہوا نہ ہو، تو ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف کو یاء سے بدلنے کے بعد آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے گا، جیسے: رحیٰ سے رَحَیَــانِ (یہ اس اسم کی مثال ہے جس کا الف یا سے بدلا ہوا ہو؛ اس لئے کہ یہ اصل میں رَحَیٌ تھا، بقاعدۂ قال یاء کو الف سے بدل دیا، رحیٰ

وأما الممدود: فإن كانت همزته أصلية ،تثبت؛ كـ: قراآن في " قراءٍ ". وإن كانت للتانيث ،تقلب واوا؛ كـ: حمراوان في "حمراء " وإن كانت بدلاً من أصل -واوا، أوياءً ا -جازفيه الوجهان ؛ كـ: كساوان ،وكساآن، "ورداآن ورداوان"

ترجمہ:اور بہرحال اسم ممدود: تو اگراس کا ہمزہ اصلی ہوتو وہ (اپنی حالت پر) باقی رہے گا؛ جیسے:قُرَّاءَ انِ "قُـرَّاءٌ" میں (دوعبادت کرنے والے)۔اوراگراس کا ہمزہ تانیث کے لئے ہوتوبدل دیا جائے گااس کوواؤ سے؛ جیسے:حَمْرَاوَانِ "حَمْرَاءُ" میں (دولال عورتیں)۔اوراگرہمزہ واؤیایاء اصلی سے بدلا ہوا ہوتو جائز ہیں اس میں دوصورتیں: جیسے:کِسَاوَانِ اور کِسَاءَ آنِ (دوچادر)،رِدَاآنِ اور رِدَاوَانِ (دوچادر)۔

ہوگیا)،مَلْهٰی سے مَلْهَيَانِ (یہ اس اسم کی مثال ہے جس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہواور وہ تین حرفی سے زائد ہو؛اس لئے کہ یہ اصل میں مَلْهَوٌ تھا،بقاعدۂ قال واؤ کوالف سے بدل دیا ملهٰی ہوگیا)،حُبَارٰی سے حُبَارَيَانِ اور حُبْلٰی سے حُبْلَيَانِ (یہ دونوں اس اسم کی مثالیں ہیں جس کا الف کسی دوسرے حرف سے بدلا ہوا نہ ہو)۔

وأما الممدود الخ: یہاں سے مصنف اسم ممدود کا تثنیہ بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ اگروہ اسم جس کا آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں:اسم ممدود ہوتو اس کا تثنیہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے ہمزہ کو دیکھیں گے،اگرہمزۂ اصلی ہو(یعنی زائدنہ ہواور کسی دوسرے اصلی حرف سے بدلا ہوا نہ ہو) تو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو باقی رکھتے ہوئے،آخر میں علامت تثنیہ کوزیادہ کیا جائے گا،جیسے:قُرَّاءٌ سے قُرَّاءَ ان .

اوراگرہمزۂ تانیث کے لئے ہوتو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو واؤ سے بدلنے کے بعد،آخر میں علامت تثنیہ کوزیادہ کیا جائے گا،جیسے:حَمْرَاءُ سے حَمْرَاوان.

اوراگرہمزہ کسی اصلی حرف: یعنی واؤیا یاء اصلی سے بدلا ہوا ہوتو اس میں دوصورتیں جائز ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ ہمزہ کوواؤ سے بدلنے کے بعد،آخر میں علامت تثنیہ کوزیادہ کیا جائے،جیسے:کساء سے کساوان اور رداء سے رداوان. اوردوسری صورت یہ ہے کہ ہمزہ کواپنی حالت پرباقی رکھتے ہوئے آخر میں علامت تثنیہ کوزیادہ کیا جائے،جیسے:کساء ان اور رداء ان .

☆☆☆☆

ویجب حذف نونه عندالإضافة؛ تقول :جاء نی غلامازید، ومسلمامصر. وکذالک تحذف تاء التانیث فی تثنیة "الخصیة" و"الألیة" خاصة؛ تقول :خصیان وألیان؛ لأنهما متلا زمان ،فکأ نهماشیء واحد.

ترجمہ:اور واجب ہے نون تثنیہ کو حذف کرنا اضافت کے وقت؛ آپ کہیں گے: **جَاءَ نِی غُلَامَا زَیْدٍ و مُسْلِمَا مِصْرٍ** (میرے پاس زید کے دو غلام اور شہر کے دو مسلمان آئے)۔اور اسی طرح حذف کر دیا جاتا ہے تاء تانیث کو "**خُصْیَۃٌ**" اور **أَلْیَۃٌ** کے تثنیہ میں خاص طور پر؛ آپ کہیں گے: **خُصْیَانِ** (دو خصیے) اور **أَلْیَانِ** (دنبہ کی دو چکتی)؛اس لئے کہ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کو لازم ہیں، پس گویا کہ دونوں ایک چیز ہیں۔

ویجب حذفُ نونه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا واجب ہے، جیسے: **جاء نی غلاما زیدٍ ومسلما مصرٍ**؛اس لئے کہ نون تثنیہ اسم کے تام ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس بات کو بتلاتا ہے کہ یہ اسم دوسرے اسم سے منفصل ہے، یعنی ان میں انفصال ہے؛ اور اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان اتصال پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کو بتلاتی ہے کہ مضاف تام ہونے میں مضاف الیہ کا محتاج ہے، بذات خود نون تثنیہ وغیرہ کی وجہ سے تام نہیں ہے، پس اگر اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف نہیں کیا جائے گا تو ایک ساتھ اتصال اور انفصال کا جمع ہونا لازم آئے گا، اور یہ محال ہے، اس لئے اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا واجب ہے۔

وکذٰلک تحذف تاء التانیث الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس اسم مفرد کا آپ تثنیہ بنانا چاہتے ہیں: اگر اس کے آخر میں تاء تانیث ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث کو حذف کئے بغیر، اس کے آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جائے گا، جیسے: **مُسْلِمَۃٌ** سے **مُسْلِمَتَانِ** اور **تَمْرَۃٌ** سے **تَمْرَتَانِ**، البتہ دو کلمے **خُصْیَۃٌ** اور **أَلْیَۃٌ** اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؛اس لئے کہ ان کی تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث کو حذف کرنے کے بعد، ان کے آخر میں علامت تثنیہ کو زیادہ کیا جاتا ہے، جیسے: **خُصْیَانِ** اور **أَلْیَانِ**، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شدت اتصال کی وجہ سے "**خصیتین**" اور اسی طرح "**ألیتین**" باہم متلازم ہیں (یعنی ان کے درمیان لزوم کا تعلق ہے)، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ایک خصیہ سے دوسرے خصیہ کے بغیر اور ایک الیہ سے دوسرے الیہ کے بغیر فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے، تو گویا اس لزوم کے تعلق اور شدت اتصال کی وجہ سے **خصیتین** اور **ألیتین** شئ واحد: یعنی مفرد کے درجہ میں ہیں، پس اگر تثنیہ بناتے وقت ان کے آخر سے تائے تانیث کو

واعلم أنه إذاأريدإضافة مثنى إلى "مثنى"؛ يعبر عن الاول بلفظ الجمع كقوله تعالى: ﴿ فقد صغت قلوبكما ﴾وقوله تعالى: ﴿ فاقطعوا أيديهما ﴾، وذلك لكراهة اجتماع تثنيتين فيماتأكدالإتصال بينهمالفظًا ومعنى .

ترجمہ: جان لیجئے کہ جب ارادہ کیا جائے ایک تثنیہ کی اضافت کرنے کا دوسرے تثنیہ کی طرف تو تعبیر کیا جائے گا پہلے تثنیہ کو جمع کے لفظ سے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"**فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا**" (پس مائل ہو گئے ہیں تم دونوں کے دل) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"**فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا**" (پس کاٹ دو تم ان دونوں کے ہاتھوں کو)، اور یہ دو تثنیاؤں کے اجتماع کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے ہے اس صورت میں جب کہ دو تثنیاؤں کے درمیان لفظاً اور معنیً اتصال مؤکد ہو۔

حذف نہ کیا جائے تو تائے تانیث کا درمیان کلمہ میں ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ تائے تانیث کلمہ کے آخر میں آتی ہے، درمیان کلمہ میں نہیں آتی، اس لئے ان کے آخر سے تاء تانیث کو حذف کرنا جائز ہے۔

واعلم أنّه الخ: یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: جب آپ ایک تثنیہ کی اضافت دوسرے تثنیہ کی طرف کرنا چاہیں تو اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر پہلا تثنیہ جس کو آپ مضاف بنانا چاہتے ہیں معنیً دوسرے تثنیہ کا جز ہو تو وہاں اضافت کرتے وقت پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا؛ اس لئے کہ جس جگہ دو اسموں میں لفظاً اور معنیً تصال مؤکد ہو، (لفظاً اتصال ہو اس طور پر کہ دونوں کے درمیان اضافت کا تعلق ہو، پہلا مضاف ہو، دوسرا مضاف الیہ، اور معنیً اتصال ہو اس طور پر کہ پہلا معنیً دوسرے اسم کا جز ہو)، تو وہاں ایک ساتھ دو تثنیاؤں کا اجتماع کلام عرب میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"**فقد صغت قلوبكما**"[1] (پس مائل ہو گئے ہیں تم دونوں کے دل) اور "**فاقطعوا أيديهما**"[2] (پس کاٹ دو تم اُن دونوں کے ہاتھوں کو)، یہ اصل میں "**قلبا كما**" اور "**يديهما**" تھے، چوں کہ دونوں مثالوں میں مضاف اور مضاف الیہ میں لفظاً اور معنیً اتصال مؤکد ہے، لفظاً اتصال ہے اضافت کی وجہ سے، اور معنیً اتصال

---

[1] فاء جزائیہ، قد علامت فعل، صغی فعل، تاء تانیث ساکنہ علامت فعل: قلوبكما مرکب اضافی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] فاء جزائیہ، اقطع فعل امر، واوٌ ضمیر فاعل، أيديهما مرکب اضافی مفعول بہ، فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

فصل: المجموع: اسم دل علی آحاد مقصودة بحروف مفرده، بتغیر ما، إما لفظی: کـ: "رجال" فی "رجل"، أو تقدیری؛ کـ: "فلک" علی وزن "أسد"

ترجمہ: یہ پانچویں فصل ہے: جمع: وہ اسم ہے جو دلالت کرے ایسے افراد پر جو اس کے مفرد کے حروف سے مقصود ہوں، درآں حالیکہ ان حروف میں کوئی تغیر کیا گیا ہو، یا تو تغیر لفظی؛ جیسے: رِجَالٌ "رَجُلٌ" میں، یا تغیر تقدیری؛ جیسے: فُلْکٌ (کشتیاں) أُسُدٌ کے وزن پر؛

ہے مضاف کے مضاف الیہ کا جز ہونے کی وجہ سے، اس لئے دونوں مثالوں میں پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور اگر پہلا تثنیہ دوسرے تثنیہ کا جز نہ ہو تو وہاں پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اس کو تثنیہ رکھتے ہوئے اس کی دوسرے تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے گی، جیسے: أخذتُ قلمَیْکُمَا (میں نے تم دونوں کے قلم لئے)۔

فائدہ: پہلی صورت میں تثنیہ اول کو جمع سے تعبیر کرنا محض اولیٰ اور بہتر ہے، واجب نہیں، چناں چہ "قلبا کما" اور "یداھما" کہنا بھی درست ہے۔

فصل: المجموع الخ: یہاں سے مصنف جمع کی تعریف اور اس کے اقسام واحکام بیان فرمارہے ہیں:

جمع کی تعریف: جمع وہ اسم ہے جو اپنے واحد میں لفظی یا تقدیری تغیر کی وجہ سے ایسے دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے جو اس کے واحد کے حروف سے مقصود ہوں، جیسے: رجال، مسلمون، مسلمات، فُلْکٌ.

تغیر دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) تغیر لفظی (۲) تغیر تقدیری۔

تغیر لفظی: اس تغیر کو کہتے ہیں جو واحد میں لفظاً کیا جائے، جیسے: رجال، رجلٌ کی جمع ہے، رجل کے حروف اور حرکات میں لفظاً تغیر کرکے اس کو بنایا گیا ہے اور یہی حال مسلمون اور مسلمات کا ہے، مسلم کے آخر میں لفظاً واؤ اور نون اور مسلمة کے آخر میں لفظاً الف اور تاء زیادہ کرکے مسلمون اور مسلمات کو بنایا گیا ہے۔

تغیر تقدیری: اس تغیر کو کہتے ہیں جو واحد میں لفظاً نہ کیا جائے، بلکہ معنیً کیا جائے، جیسے: فُلک، أُسُدٌ کے وزن پر جمع ہے، اس کے واحد فُلکٌ میں تقدیراً تغیر کرکے اس کو جمع بنایا گیا ہے؛ اس لئے کہ اس کا واحد بھی فُلْکٌ ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ جمع أُسُدٌ کے وزن پر ہے اور واحد قُفْلٌ کے وزن پر ہے۔

فقوم ورھط الخ: یہاں سے مصنف جمع کی تعریف کے فوائد قیود کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جس

فإن مفرده أيضا"فلک" ؛لكنه على وزن "قفل". فـ"قوم"، و"رهط" ونحوه وإن دل على آحاد، لكنه ليس بجمع ؛إذلامفرد له. ثم الجمع على قسمين: مصحح ؛وهومالم يتغيربناء واحده؛ "كـ: مسلمون. ومكسّر؛ وهوما يتغيرفيه بناء واحده ؛" كـ: رجال. والمصحح على قسمين: مذكر؛ وهو ما ألحق بآخره: واو مضموم ماقبلها، ونون مفتوحة؛ كـ: مسلمون، أوياءٌ مكسور ماقبلها، ونون كذلك ؛نحو: مسلمين: ليدل على أن معه أكثرمنه. و هذا في الصحيح .

ترجمہ: اس لئے کہ اس کا واحد بھی فُلْکٌ ہے؛ لیکن وہ قُفْلٌ" کے وزن پر ہے۔ پس قوم، رَهْط اوران کے نظائر، اگرچہ افراد پر دلالت کرتے ہیں؛ لیکن جمع نہیں ہیں؛ اس لئے کہ ان کا کوئی واحد نہیں ہے۔ پھر جمع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع تصحیح، اور وہ (یعنی جمع تصحیح) وہ جمع ہے (جس میں) اس کے واحد کا وزن نہ بدلے، جیسے: مُسْلِمُوْنَ. (۲) جمع مکسر، اور وہ (یعنی جمع مکسر) وہ جمع ہے جس میں اس کے واحد کا وزن بدل جائے، جیسے: رجالٌ.

اور جمع تصحیح کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع مذکر، اور وہ (یعنی جمع مذکر) وہ جمع ہے جس کے (واحد کے) آخر میں ایسا واؤ جس کا ماقبل مضموم ہو اور نون مفتوح لاحق کر دیا گیا ہو، جیسے: مُسْلِمُوْنَ، یا ایسی یاء جس کا ماقبل مکسور ہو اور نون مفتوح (لاحق کر دیا گیا ہو)؛ جیسے: مُسْلِمِيْنَ، تا کہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس سے زیادہ ہیں، اور یہ اسم صحیح کے بارے میں ہے۔

کا حاصل یہ ہے کہ "اسم دل على الآحاد" بمنزلۂ جنس ہے، یہ جمع، اسم جمع مثلا: قومٌ اور رهطٌ وغیرہ، اسم جنس مثلا: بقرٌ اور تمر وغیرہ اور بعض اسمائے اعداد مثلا: ثلاثة اور عشرة سب کو شامل ہے، "مقصودة بحروف مفرده" کی قید سے جمع کے علاوہ اسم جمع، اسم جنس اور اسمائے اعداد سب نکل گئے؛ اس لئے کہ یہ اگرچہ افراد پر دلالت کرتے ہیں؛ لیکن یہ جمع نہیں ہیں؛ اس لئے کہ یہ جن افراد پر دلالت کرتے ہیں وہ ان کے واحد کے حروف سے مقصود نہیں ہوتے؛ کیوں کہ اسم جمع اور اسمائے اعداد کا تو واحد ہی نہیں ہوتا، اور اسم جنس کا اگرچہ واحد ہوتا ہے؛ لیکن اسم جنس دو سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا ہے؛ بلکہ اس کا اطلاق قلیل وکثیر: یعنی ایک، دو، دو سے زیادہ، سب پر ہوتا ہے۔

فائدہ: جمع کی تعریف میں مفرد سے مراد عام ہے، خواہ مفرد حقیقۃً ہو، جیسے: رجل، رجال کا حقیقۃً مفرد یعنی واحد ہے۔ یا مفرد تقدیراً ہو، جیسے: نساء، نسوۃ کا تقدیراً مفرد ہے، حقیقۃً نہیں۔

فائدہ: اسم جمع: وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کا اس کے لفظ اور معنی کے اعتبار سے کوئی واحد نہ ہو، جیسے: قوم، رھط اور ناس.

اسم جنس: وہ اسم ہے جو قلیل و کثیر: یعنی ایک اور ایک سے زیادہ سب پر بولا جائے، اس کا عموماً واحد ہوتا ہے جس کے آخر میں تاء یا یائے نسبتی ہوتی ہے، جیسے: تمر اس کا واحد تمرۃ ہے، بقر اس کا واحد بقرۃ ہے، شجر اس کا واحد شجرۃ ہے۔ اور الروم اس کا واحد الرومیٌّ ہے وغیرہ۔ جمع اور اسم جنس میں فرق یہ ہے کہ جمع دو سے زیادہ پر دلالت کرتا ہے، ایک اور دو پر دلالت نہیں کرتا، اور اسم جنس قلیل و کثیر: یعنی ایک، دو اور دو سے زیادہ سب پر دلالت کرتا ہے، صاحب شرح جامی اور رضی نے اسم جنس کی یہی تعریف کی ہے۔

اسم جنس جمعی کی تعریف: اسم جنس جمعی وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے، اور اس کا اس کے لفظ اور معنی کے اعتبار سے کوئی واحد ہو، اور اس واحد کے آخر میں تاء یا یائے نسبتی ہو، جیسے: تمر اس کا واحد تمرۃ ہے، کلم اس کا واحد کلمۃ ہے، قریش اس کا واحد قریشیٌّ ہے اور عَرَبٌ اس کا واحد عربیٌّ ہے وغیرہ۔ یہ تعریف صاحب ''النحو الوافی'' نے کی ہے، اس تعریف کے اعتبار سے جمع اور اسم جنس میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، جمع کا اطلاق بھی دو سے زیادہ پر ہوتا ہے، اور اس تعریف کے اعتبار سے اسم جنس کا اطلاق بھی دو سے زیادہ پر ہوتا ہے، البتہ لفظوں کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ جو اوزان جمع تکسیر کے ساتھ خاص یا اس میں مشہور ہیں، اسم جنس ان اوزان میں سے کسی وزن پر نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا وزن ان کے علاوہ ہوتا ہے، اس کے برخلاف جمع کا، اُن اوزان میں سے کسی وزن پر ہونا ضروری ہے۔

ثم الجمع علی قسمین الخ: یہاں سے مصنف جمع کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لفظ کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع تصحیح (۲) جمع مکسر۔

جمع تصحیح: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت رہے، یعنی اس کے واحد کے حروف کی ترتیب یا حرکات و سکنات میں کوئی لفظی یا تقدیری تغیر نہ ہوا ہو، جیسے: مسلمون اور مسلمات، اس کا دوسرا نام جمع سالم ہے۔

جمع مکسر: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے، یعنی اس کے واحد کے حروف کی ترتیب یا حرکات و سکنات میں کوئی لفظی یا تقدیری تغیر ہوا ہو، جیسے: رجال اور فُلْکٌ، اس کا دوسرا نام جمع تکسیر ہے۔

والمصحح علی قسمین الخ: یہاں سے مصنف جمع سالم کی اقسام بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جمع سالم کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم۔

أما المنقوص ،فتحذف ياؤه ، عندالجمع ؛ مثل : قاضون وداعون. و أما المقصور فيحذف ألفه، ويبقى ماقبلها مفتوحا ليدل على ألف محذوفة؛ مثل : مصطفون. ويختص بأولى العلم .

ترجمہ: بہرحال اسم منقوص: تو حذف کردیا جائے گا اس کی یاء کو جمع بناتے وقت؛ جیسے: قَاضُوْنَ اور دَاعُوْنَ. اور بہرحال اسم مقصور: تو حذف کردیا جائے گا اس کے الف کو اور باقی رہے گا اس کا ماقبل مفتوح، تاکہ دلالت کرے اس الف پر جس کو حذف کیا گیا ہے؛ جیسے: مُصْطَفَوْنَ ۔اور خاص کی جاتی ہے جمع مذکر سالم ذوی العقول کے ساتھ۔

جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جس کے واحد کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح زیادہ کردیا گیا ہو، تاکہ یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس کی جنس کے اس سے زیادہ افراد اور بھی ہیں (یعنی دو سے زیادہ پر دلالت کرے) جیسے: مُسْلِمُون اور مسلِمِیْنَ۔

هذافي الصحيح الخ: جمع مذکر سالم بنانے کا یہ قاعدہ، یعنی بغیر کسی دوسری تبدیلی کے واحد کے آخر میں صرف واؤ ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور اور نون مفتوح کو زیادہ کرنا اسم صحیح کے ساتھ خاص ہے۔

أما المنقوص الخ: اور اگر وہ اسم جس کی آپ جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں: اسم منقوص ہو تو اس کی جمع بنانے کا قاعدہ یہ ہے: کہ جمع بناتے وقت (یعنی اس کے آخر میں علامت جمع: واؤ اور نون زیادہ کرتے وقت) یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، یاء اور واؤ کے درمیان اجتماع ساکنین کی وجہ سے، یاء کو حذف کردیا جائے گا، جیسے: قاضی سے قاضُون اور داعی سے داعُون.

والمقصور الخ: اور اگر وہ اسم جس کی آپ جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں: اسم مقصور ہو تو اس کی جمع بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ: جمع بناتے وقت اس کے آخر سے الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا جائے گا، اور الف کو حذف کرنے کے بعد الف کے ماقبل کو پہلے کی طرح مفتوح باقی رکھا جائے گا، تاکہ وہ الف کے محذوف ہونے پر دلالت کرے، جیسے: مصطفیٰ سے مُصْطَفَون.

ويختص بأولى العلم الخ: یہاں سے مصنف واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانے کی شرائط بیان فرمارہے ہیں۔ جس اسم کی آپ واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانا چاہیں: وہ یا تو اسم ذات ہوگا یا اسم صفت، اگر وہ اسم ذات ہو تو اس کی واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانے کی تین شرطیں ہیں: (۱) علم ہو (۲) عاقل ہو (۳) ایسا مذکر

وأما قولهم : سنون، وأرضون، وثبون ، وقلون،فشاذ . ويجب أن لايكون "أفعل " مؤنثه "فعلاء " ؛كـ: أحمروحمراء .

ترجمہ:اور بہرحال اہل عرب کا قول:سِنُوْنَ (سال)،أرْضُوْنَ (بہت سی زمینیں)،ثِبُوْنَ (جماعت، گروہ)اورقِلُوْنَ (گلی ڈنڈا) تو یہ شاذ ہے۔اور واجب ہے کہ وہ اسم ایسے "أَفْعَلُ" کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث "فَعلاءُ" کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے:أَحْمَرُ اور حَمْرَاءُ.

ہو جس کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو، اگر اسم ذات میں بیک وقت یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو اس کی واؤ اور نون کے ساتھ جمع لا سکتے ہیں، جیسے:زید کی جمع زیدون اوربکر کی جمع بکرون؛ اور اگر اسم ذات میں ان تینوں شرطوں میں سے کوئی بھی شرط نہ پائی جائے، جیسے:عَیْــنٌ. یا بعض شرط پائی جائیں اور بعض شرط نہ پائی جائیں، مثلا:علم تو ہو؛لیکن عاقل نہ ہو، جیسے:شَمَّر (حجاج بن یوسف کے گھوڑ کا علم)، یا علم بھی ہو اور عاقل بھی ہو؛لیکن مذکر نہ ہو، جیسے:فـاطمة تو اس صورت میں اسم ذات کی واؤ اور نون کے ساتھ جمع نہیں لا سکتے، چناں چہ:عَیْنُونَ، شَمَّرُوْنَ اورفَاطِمَتُوْنَ نہیں کہہ سکتے،مصنف نے "ويـختـص بأولی العلم" کہہ کر انہیں شرائط کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وأمـا قولهم الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جن اسمائے ذات کی، ان تمام شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود، واؤ اور نون کے ساتھ جمع لائی گئی ہے، مثلا:سِنُونَ، سَنَة کی جمع بمعنی سال،أرْضُون أرْضٌ کی جمع بمعنی زمین،ثبُونَ ثبةٌ کی جمع بمعنی جماعت، گروہ،اورقِلُوْنَ، قُلةٌ کی جمع بمعنی گلی ڈنڈا، یہ سب شاذ (یعنی خلاف قیاس) ہیں، ان پر دوسرے اسماء کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ويـجب أن لا يكون الخ: یہاں سے مصنف اسم صفت کی واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانے کی شرائط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر وہ اسم مفرد جس کی آپ واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانا چاہتے ہیں: اسم صفت ہو تو اس کی واؤ اور نون کے ساتھ جمع لانے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) وہ ایسا مذکر عاقل ہو جس کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو۔

(۲) اس "أَفْعَلُ" کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث "فَعْلاءُ" کے وزن پر آتی ہے، جیسے:أحمر، اس کی مؤنث حَـمْـرَاءُ آتی ہے، لہٰذا اس کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ نہیں لا سکتے؛ اس لئے کہ اگر اس کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ لائی جائے گی تو اس کا اس "أَفْعَلُ" کے ساتھ التباس لازم آئے گا جس کی مؤنث "فُعْلٰی"

ولا "فعلان" مؤنثه "فعلى" كـ: سكران وسكرى. ولا "فعيلا" بمعنى "مفعول"؛ كـ: جريح بمعنى :مجروح . ولا "فعولا" بمعنى "فاعل"؛ كـ: صبور بمعنى : صابر.

ترجمہ: اورنہ ایسے "فَعْلَان" کے وزن پر ہو جس کی مؤنث "فَعْلٰی" کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے: سَکْرَان اور سَکْرٰی (مدہوش)۔ اورنہ ایسے "فَعِیْلٌ" کے وزن پر ہو جو "مَفْعُول" کے معنی میں ہو؛ جیسے: جَرِیْحٌ: مَجْرُوْح کے معنی میں (زخمی)۔ اورنہ ایسے "فَعُوْلٌ" کے وزن پر ہو جو "فَاعِلٌ" کے معنی میں ہو؛ جیسے: صَبُوْر: صَابِر کے معنی میں۔

کے وزن پر آتی ہے، جیسے أَضْرَبُ ضُرْبٰی ؛اس لئے کہ وہ "أَفْعَلُ"، جس کی مؤنث "فُعْلٰی" کے وزن پر آتی ہے، اس کی جمع واؤاورنون کے ساتھ آتی ہے، جیسے :أضرب کی جمع أضربون.

(۳) اس "فَعْلان" کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث "فَعْلٰی" کے وزن پر آتی ہے، جیسے :سکران، اس کی مؤنث سکرٰی آتی ہے، لہٰذا اس کی جمع واؤ اورنون کے ساتھ سکرانون نہیں لا سکتے ؛اس لئے کہ اگراس کی جمع واؤاورنون کے ساتھ لائی جائے گی تو اس کا اس "فَعْلانٌ" کے ساتھ التباس لازم آئے گا جس کی مؤنث "فَعْلانَة" کے وزن پر آتی ہے، جیسے :ندمان ، ندمانة؛ اس لئے کہ وہ "فَعْلان" جس کی مؤنث "فَعْلانَة" کے وزن پر آتی ہے اس کی جمع واؤاورنون کے ساتھ آتی ہے، جیسے :ندمان کی جمع ندمانون.

(۴) اس "فَعِیْل" کے وزن پر نہ ہو جو "مَفْعُوْلٌ" کے معنی میں ہو، جیسے :جَرِیْح، یہ مَجْرُوحٌ کے معنی میں ہے، لہٰذا اس کی جمع واؤاورنون کے ساتھ جریحون نہیں لا سکتے۔

(۵) اس فَعُولٌ کے وزن پر نہ ہو جو "فَاعِل" کے معنی میں ہو، جیسے :صَبُور، یہ صابرٌ کے معنی میں ہے، لہٰذا اس کی جمع واؤاورنون کے ساتھ صبورون نہیں لا سکتے۔

نوٹ : آخر کی دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم صفت کسی ایسے وزن پر نہ ہو جس کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں طور پر ہوتا ہو، جیسے :جریح اور صبور، اِن کا استعمال مذکر ومؤنث دونوں کے لئے یکساں طور پر ہوتا ہے، چناں چہ کہا جاتا ہے :هذا رجلٌ جريحٌ، هذه امرأةٌ جريحٌ، هذا رجلٌ صبورٌ، هذه امرأةٌ صبورٌ.

☆☆☆☆

ویجب حذف نونه بالإضافة ؛ نحو : مسلمو مصرٍ. ومونث ؛ وهو ماألحق بآخره ألف وتاء؛ نحو : مسلمات. وشرطه -إن كان صفة ،وله مذكر -:أن يكون مذكره قدجمع بالواو والنون ؛نحو : مسلمون . وإن لم يكن له مذكر،فشرطه : أن لايكون مؤنثا مجردا عن التاء ؛ كـ : الحائض والحامل . وإن كان اسما غير صفة جُمع بالألف والتاءِ بلاشرط؛ كـ:هندات.

ترجمہ: اورواجب ہےنون جمع مذکرکوحذف کرنا اضافت کےوقت؛ جیسے:مُسْلِمُوْ مِصْرٍ. (۲)جمع مؤنث،اوروہ (یعنی جمع مؤنث)وہ جمع ہےجس کےآخرمیں الف اورتاء لاحق کردیا گیاہو؛ جیسے:مُسْلِمَاتٌ. اوراس کی شرط-اگروہ صیغۂ صفت ہواوراس کاکوئی مذکرہو-یہ ہے کہ:اس کےمذکرکی جمع لائی گئی ہوواؤاورنون کےساتھ؛ جیسے:مُسْلِمُوْنَ. اوراگراس کاکوئی مذکرنہ ہوتواس کی شرط یہ ہے: کہ وہ ایسی مؤنث نہ ہو، جوتاءسے خالی ہو، جیسے:الحَائِضُ (حائضہ عورت)اورالحامِلُ (حاملہ عورت)۔اوراگروہ اسم محض ہو، جوصیغۂ صفت کےعلاوہ ہوتوجمع لائی جائےگی اس کی الف اورتاءکےساتھ بغیرکسی شرط کے؛ جیسے: هِنْدَاتٌ.

ومؤنث الخ: یہاں سےمصنف جمع مؤنث سالم کوبیان فرمارہے ہیں:

جمع مؤنث سالم کی تعریف: جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہےجس کےواحدکےآخرمیں الف اورلمبی تاءزیادہ کردی گئی ہو،جیسے:**مسلمة** سے**مسلمات**.

وشــرطــه الـخ: یہاں سےمصنف الف اورتاءکےساتھ جمع لانےکی شرائط بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ اسم مفردجس کی آپ الف تاءکےساتھ جمع لاناچاہتے ہیں: یاتواسم ذات ہوگایااسم صفت، اگروہ اسم صفت ہوتواس کی دوصورتیں ہیں: یاتواس کاکوئی مذکرہوگایانہیں،اگراسم صفت کاکوئی مذکرہوتواس کی الف اورتاءکےساتھ جمع لانےکی شرط یہ ہےکہ اس کےمذکرکی واؤاورنون کےساتھ جمع لائی جاتی ہو، جیسے: **مسلمة** کی جمع **مسلمات**؛ **مسلمة** ایسااسم صفت ہےجس کامذکر:**مسلم** موجودہے،اوراس کےمذکر **مسلم** کی جمع،الف اورنون کےساتھ:**مسلمون** لائی جاتی ہے۔

اوراگراسم صفت کاکوئی مذکرنہ ہوتواس کی الف اورتاءکےساتھ جمع لانےکی شرط یہ ہےکہ وہ تاءسے خالی نہ ہو(یعنی اس کےآخرمیں تاہو)، جیسے:**حائضة** کی جمع **حائضات** اور**حاملة** کی جمع **حاملات**، اگر اس طرح کااسم صفت تائےتانیث سےخالی ہوگاتواس کی جمع الف اورتاکےساتھ نہیں لائی جائےگی، جیسے:

والمكسر صيغته: في الثلاثي كثيرة ،تعرف بالسماع ؛ك : رجال ، وأفراس ، وفلوس. وفي غير الثلاثي على وزن " فعالل "،و" فعاليل " ؛ ك: دراهم ، ودنانير قياسا ،كما عرفت في التصريف .

ثم الجمع أيضا على قسمين . "جمع قلة " وهومايطلق على العشرة فمادونها، وأبنيته : أفعل ، وأفعال ،وأفعلة ،وفعلة ،

ترجمہ: اور جمع مکسر کے اوزان ثلاثی مجرد میں بہت ہیں جو سماع سے پہچانے جاتے ہیں؛ جیسے: رِجَالٌ (مرد)، أَفْرَاسٌ (گھوڑے) اور فُلُوسٌ (پیسے)۔اور غیر ثلاثی مجرد میں (جمع مکسر) قیاس کے مطابق "فَعَالِلُ" اور "فَعَالِيْلُ" کے وزن پر آتی ہے؛ جیسے: دَرَاهِمُ اور دَنَانِيْرُ، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں "علم صرف" میں۔

پھر جمع کی نیز دو قسمیں ہیں: (۱) جمع قلت، اور وہ (یعنی جمع قلت) وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم پر بولی جائے، اور اس کے اوزان: أَفْعُلٌ، أَفْعَالٌ، أَفْعِلَةٌ اور فِعْلَةٌ ہیں۔

حائض اور حامل، ان کی جمع حوائضُ اور حواملُ آتی ہے، حائضات اور حاملات نہیں آتی۔

اور اگر وہ اسم مفرد جس کی آپ الف اور تاء کے ساتھ جمع لانا چاہتے ہیں: اسم صفت نہ ہو، یعنی اسم ذات ہو تو اس کی بغیر کسی شرط کے الف اور تاء کے ساتھ جمع لائی جاسکتی ہے، جیسے: ھند کی جمع ھندات.

والمکسَّر صیغته الخ: یہاں سے مصنف جمع مکسر کے اوزان بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جمع مکسر کے ثلاثی مجرد میں بہت سے اوزان آتے ہیں جو سب سماع سے تعلق رکھتے ہیں، قاعدہ کا ان میں دخل نہیں ہے، جیسے: رجال، أفراس اور فلوس. اور غیر ثلاثی مجرد: یعنی رباعی اور خماسی میں جمع مکسر قاعدہ کے مطابق "فَعَالِلُ" اور "فَعَالَيْلُ" کے وزن پر آتی ہے، جیسے: دَراهِمُ ، درهم کی جمع اور دنانیر ، دینار کی جمع۔

قاعدہ: اسم رباعی کی جمع مکسر فَعَالِلُ کے وزن پر اور اسم خماسی کی جمع فَعَالِيْلُ کے وزن پر آتی ہے خواہ اس رباعی اور خماسی کے تمام حروف اصلی ہوں یا بعض اصلی اور بعض زائد۔

ثم الجمع أیضاً علی قسمین الخ: یہاں سے مصنف معنی کے اعتبار سے جمع کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت۔

جمع قلت: وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم پر بولی جائے۔ اس کے چھ اوزان آتے ہیں: (۱) أَفْعُلٌ، جیسے أَكْلُبٌ، كَلْبٌ کی جمع بمعنی کتا (۲) أَفْعَالٌ، جیسے: أَقْوَالٌ، قَوْلٌ کی جمع بمعنی بات (۳) أَفْعِلَةٌ، جیسے:

وجمعا الصحيح بدون اللام ؛ كـ : زيدون "للمذكر" ومسلمات "للمؤنث".و "جمع كثرة" ؛ وهو مايطلق على مافوق العشرة، وأبنيته ماعدا هذه الأبنية .

ترجمہ:اوردوجمع سالم ہیں بغیرالف لام کے؛ جیسے:زَیْدُوْنَ (مذکر کے لئے)اورمُسْلِمَاتٌ (مؤنث کے لئے)۔(۲) جمع کثرت،اوروہ (یعنی جمع کثرت) وہ جمع ہے جودس سے زیادہ پر بولی جائے۔اوراس کے اوزان اِن اوزان کےعلاوہ ہیں۔

اَرْغِفَةٌ، رَغِيْفٌ کی جمع بمعنی چپاتی (۴) فِعْلَةٌ، جیسے:غِلْمَةٌ، غلامٌ کی جمع بمعنی غلام (۵) جمع مذکرسالم، جیسے:زیدون (۶) جمع مؤنث سالم، جیسے: مسلمات، جب کہ یہ دونوں بغیرالف لام کے ہوں۔

فائدہ:بعض حضرات کے نزدیک "فَعَلَةٌ" اور "اَفْعِلاءُ" بھی جمع قلت کےاوزان ہیں،اول کی مثال، جیسے:أَكَلَةٌ، آكِلٌ کی جمع (بمعنی کھانے والا)۔ثانی کی مثال، جیسے:أَصْدِقَاءُ ، صَدِيْق کی جمع (بمعنی دوست)۔

نوٹ: رضی کی رائے یہ ہے(اوریہی راجح بھی ہے) کہ: جمع مذکرسالم اورجمع مؤنث سالم: جمع قلت کے ساتھ خاص نہیں ہیں؛ بلکہ یہ جمع قلت اورجمع کثرت دونوں کے معنی میں آتی ہیں،خواہ الف لام کے ساتھ ہو یا بغیرالف لام کے۔

قولہ بدون اللام : اس میں دواحتمال ہیں: پہلا احتمال یہ ہے کہ اس کاتعلق جمع قلت کے مذکورہ چھ اوزان سے ہو،اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مذکورہ چھ اوزان جمع قلت کے لئے اس وقت ہوں گے جب کہ وہ معرف باللام نہ ہوں، اوراگر وہ معرف باللام ہوں تو اس صورت میں وہ جمع قلت کے لئے نہیں ہوں گے؛ بلکہ اپنے تمام افراد کےاستغراق پردلالت کریں گے؛اس لئے کہ معرف باللام میں،خواہ وہ مفرد ہو یا جمع، اصل استغراق ہے۔صاحب "دراية" نےاسی احتمال کواختیار کیا ہے۔

اوردوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کاتعلق "جمعا الصحيح " سے ہو،اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جمع مذکرسالم اورجمع مؤنث سالم جمع قلت اس وقت ہوں گے جب کہ یہ معرف باللام نہ ہوں، اوراگرمعرف باللام ہوں تواس صورت میں یہ جمع کثرت ہوں گے،جمع قلت نہیں ہوں گے؛ مصنف نے جوصرف جمع مذکر سالم اورجمع مؤنث سالم کی مثال "زيدون" اور "مسلمات" دی ہےاوربقیہ چاروں اوزان کی مثال نہیں دی،اس سےاسی دوسرے احتمال کی تائید ہوتی ہے۔

جمع کثرت: وہ جمع ہے جودس سے زیادہ پر بولی جائے۔جمع قلت کے مذکورہ چھ اوزان کےعلاوہ،جمع کے باقی تمام اوزان جمع کثرت کےاوزان ہیں۔

فصل: المصدر : اسم يدل على الحدث فقط ، ويشتق منه الأفعال؛ كـ : الضرب والنصر مثلا. وأبنيته : من الثلاثي المجرد غير مضبوطة ، تعرف بالسماع .

ترجمہ: یہ چھٹی فصل ہے: مصدر: وہ اسم ہے جو دلالت کرے صرف معنیٔ حدثی پر اور مشتق ہوتے ہوں اس سے افعال؛ جیسے: الضَّرْبُ (مارنا) اور النَّصْرُ (مدد کرنا) مثال کے طور پر۔ اور مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد سے متعین نہیں ہیں، (بلکہ) سماع سے پہچانے جاتے ہیں۔

فائدہ (۱): کبھی جمع قلت جمع کثرت کے، اور جمع کثرت جمع قلت کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتی ہے، اول کی مثال، جیسے: أصحاب یہ جمع قلت ہے؛ لیکن یہ جمع کثرت کے معنی میں استعمال ہوتی ہے؛ اس لئے کہ اس سے مراد تمام صحابہ ہوتے ہیں، ثانی کی مثال، جیسے: ثلاثةُ قروءٍ میں قروء جمع کثرت ہے؛ لیکن یہ یہاں جمع قلت کے معنی میں استعمال ہوئی ہے؛ اس لئے کہ یہاں اس سے تین حیض مراد ہیں۔

فائدہ (۲): اگر کسی اسم کی جمع صرف جمع قلت کے وزن پر آتی ہو، جیسے: رِجْلٌ، اس کی جمع صرف اَرْجُلٌ آتی ہے، یا صرف جمع کثرت کے وزن پر آتی ہو، جیسے: رَجُلٌ، اس کی جمع صرف رِجَالٌ آتی ہے، تو ان دونوں صورتوں میں وہ جمع: جمع قلت اور جمع کثرت دونوں میں مشترک ہوگی، صرف جمع قلت یا جمع کثرت کے معنی میں استعمال نہیں ہوگی۔

فصل: المصدر الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے مصدر کو بیان فرما رہے ہیں۔

مصدر کی تعریف: مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنیٔ حدثی (یعنی ایسے معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہوں) پر دلالت کرے اور اس سے افعال وغیرہ نکلتے ہوں، جیسے: الضرب (مارنا) اور النصر (مدد کرنا)، یہ دونوں مصدر ہیں؛ اس لئے کہ یہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو غیر یعنی فاعل کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور ان سے افعال وغیرہ نکلتے ہیں۔

فوائد قیود: "اسم يدل على الحدث" بمنزلہ جنس ہے، یہ مصدر کے علاوہ فعل اور اسم فاعل وغیرہ تمام مشتقات کو شامل ہے، "فقط" کی قید سے فعل اور اسم فاعل وغیرہ دیگر تمام مشتقات نکل گئے؛ اس لئے کہ وہ صرف معنیٔ حدثی پر دلالت نہیں کرتے؛ بلکہ معنیٔ حدثی پر دلالت کرنے کے ساتھ، زمانہ اور نسبت الی فاعل ماّ پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

وأَبنيتُه من الثلاثي الخ: یہاں سے مصنف مصدر کے اوزان بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ثلاثی مجرد سے مصدر کے بہت سے اوزان آتے ہیں؛ لیکن وہ تمام اوزان سماعی ہیں، ان کا کوئی مقررہ قاعدہ نہیں

ومن غيره قيا سية ؛كـ : الإفعال، والانفعال، والاستفعال، والفعللة، والتفعلل مثلا. فالمصدر، إن لم يكن مفعولا مطلقاً ، يعمل عمل فعله ، أعنى : يرفع الفاعل فقط إن كان لازما ؛ نحو: أعجبنى قيام زيد. وينصب مفعولا أيضا إن كان متعديا؛ نحو: أعجبنى ضربُ زيدٌ عمروا.

ترجمہ:اور غیر ثلاثی مجرد سے (مصدر کے اوزان) قیاسی ہیں؛ جیسے:**اِفْعَالٌ، تَفْعِيلٌ، اِنْفِعَالٌ، اِسْتِفْعَالٌ، فَعْلَلَةٌ،** اور **تَفَعْلُلٌ** مثال کے طور پر۔

پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل، یعنی صرف رفع دیتا ہے فاعل کو، اگر لازم ہو، جیسے:**أَعْجَبَنِي قِيَامُ زَيْدٌ** (مجھے تعجب میں ڈال دیا زید کے کھڑا ہونے نے) اور نیز نصب دیتا ہے مفعول بہ کو، اگر متعدی ہو، جیسے:**أَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٌ عَمْرُوًا** (مجھے تعجب میں ڈال دیا زید کے عمرو کو مارنے نے)۔

ہے، اور غیر ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں، یعنی ان کا قاعدہ مقرر ہے، مثلا: جو فعل ماضی **أَفْعَلَ** کے وزن پر آئے، اس کا مصدر ''**إِفْعَالٌ**'' کے وزن پر، جو فعل ماضی ''**انْفَعَلَ**'' کے وزن پر آئے اس کا مصدر ''**انْفِعَالٌ**'' کے وزن پر، جو فعل ماضی ''**اسْتَفْعَلَ**'' کے وزن پر آئے، اس کا مصدر ''**اِسْتِفْعَالٌ**'' کے وزن پر، جو فعل ماضی ''**فَعْلَلَ**'' کے وزن پر آئے، اس کا مصدر ''**فَعْلَلَةٌ**'' کے وزن پر اور جو فعل ماضی ''**تَفَعْلَلَ**'' کے وزن پر آئے، اس کا مصدر ''**تَفَعْلُلٌ**'' کے وزن پر آتا ہے۔

فالمصدرُ إن لم يكن الخ: یہاں سے مصنف مصدر کا عمل بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: مصدر اپنے فعل کا عمل کرتا ہے، بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو، یعنی اگر مصدر لازم ہو تو وہ اپنے فاعل کو رفع اور سات اسموں: مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ حال تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے، جیسے:**أعجبنى قيامُ زيدٌ**[1] (مجھے اچھا لگا زید کا کھڑا ہونا)۔ اور اگر مصدر متعدی ہو تو وہ اپنے فاعل کو رفع اور آٹھ اسموں: مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ حال تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے، جیسے:**أعجبنى ضربُ زيدٌ عمرًا.**[2]

---

[1] أعجب فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، قیامُ مصدر، زید اس کا فاعل، مصدر اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر فاعل، أعجب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] أعجب فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، ضرب مصدر، زید فاعل، عمروا مفعول بہ، مصدر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر فاعل، أعجب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ولایجوز تقدیم معمول المصدرعلیه ، فلا یقال: أعجبنی زید ضَرْبُ عمروا، ولا: عمروا ضرب زید. ویجوزإضافته : إلی الفاعل ؛نحو: کرهت ضرب زید عمروا. وإلی المفعول به ؛ نحو: کرهتُ ضرب عمرو زید. وأما إن کان مفعولا مطلقاً ،فالعمل للفعل الذی قبله ؛

ترجمہ:اور جائز نہیں ہے مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا، پس نہیں کہا جائے گا:**أَعْجَبَنِیْ زَیْدٌ ضَرْبُ عَمْروًا**، اور نہ(**أَعْجَبَنِیْ**) **عَمْروًا ضَرْبُ زَیْدٌ**.

اور جائز ہے مصدر کی اضافت کرنا فاعل کی طرف، جیسے:**کَرِهْتُ ضَرْبَ زَیْدٍ عَمْروًا** (میں نے ناپسند کیا زید کے عمرو کو مارنے کو)۔اور مفعول بہ کی طرف؛ جیسے:**کَرُهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَیْدٌ** (میں نے ناپسند کیا زید کے عمرو کو مارنے کو)۔اور بہر حال اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل اس فعل کے لئے ہوگا جو اس سے پہلے ہے،

ولا یجوز تقدیم الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، چناں چہ **أعجبنی زید ضربُ عمروا** اور **أعجبنی عمروا ضربُ زید** نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے، اور عامل ضعیف معمول کی تقدیم کی صورت میں عمل نہیں کرتا ہے، لہٰذا مصدر بھی معمول کو اس پر مقدم کئے جانے کی صورت میں عمل نہیں کرے گا۔

ویجوز إضافته إلی الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصدر کی اس کے معمول: یعنی فاعل یا مفعول بہ کی طرف اضافت کرنا جائز ہے، فاعل کی طرف اضافت کی مثال، جیسے: **کرهتُ ضربَ زیدٍ عمرًا**،[1] مفعول بہ کی طرف اضافت کی مثال، جیسے: **کرهتُ ضربَ عمرٍو زیدٌ**.[2] البتہ اولی اور بہتر یہ ہے کہ مصدر کی اس کے معمول کی طرف اضافت کئے بغیر مصدر کو عامل بنایا جائے۔

وأمَّا إن کان مفعولًا مطلقًا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو وہ اس صورت میں اپنے مابعد اسم میں عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ اس سے پہلے جو فعل ہوگا وہ اس اسم میں عمل

---

[1] کرهتُ فعل بافاعل، ضربَ مصدر مضاف، زیدٍ فاعل مضاف الیہ، عمروا مفعول بہ، مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول بہ، کرہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] کرهتُ فعل بافاعل، ضربَ مصدر مضاف، عمرٍو مفعول بہ مضاف الیہ، زیدٌ فاعل، مصدر مضاف اپنے فاعل اور مفعول بہ مضاف الیہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول بہ، کرہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نحو: ضربت ضربا عمروا، فـ "عمرو" منصوب بـ "ضربت".

فـصـل: اسـم الـفـاعـل: اسـم مشـتـق من فعل ؛ليدل على من قام به الفعل، بـمعنى الحدوث، وصيغته من الثلاثي المجرد على وزن "فاعل"؛ كـ: ضارب وناصر. ومن غيره على صيغة المضارع من ذلك الفعل بميم مضموم

ترجمہ: جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا (میں نے عمرو کو خوب مارا)، پس "عمرو" منصوب ہے "ضربت" کی وجہ سے۔

یہ ساتویں فصل ہے: اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، تاکہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہو حدوث کے معنی میں، اور اسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے "فاعل" کے وزن پر آتا ہے، جیسے: ضَارِبٌ (مارنے والا)، نَاصِرٌ (مدد کرنے والا)۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے (اسم فاعل) اس فعل کے مضارع کے وزن پر آتا ہے، علامت مضارع کی جگہ میم مضموم

کرے گا، جیسے: ضربتُ ضربًا عمروا[1] اس مثال میں ضربًا مصدر چوں کہ مفعول مطلق ہے، اس لئے عمروا، "ضربت" کی وجہ سے منصوب ہوگا، ضربًا کی وجہ سے نہیں۔

فائدہ (۱): مصدر کا معمول ہمیشہ ضمیر بارز، یا اسم ظاہر ہوتا ہے، ضمیر مستتر مصدر کا معمول نہیں ہوتا۔

فائدہ (۲): مصدر کے فاعل کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، چناں چہ أعجبنی ضربٌ عمروا کہہ سکتے ہیں، اس کے برخلاف فعل، اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ کے فاعل کو اسم ظاہر یا اسم ضمیر کی شکل میں ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

فائدہ (۳): مصدر معرف باللام بھی عامل ہوتا ہے، البتہ مصدر معرف باللام کا عامل ہونا قلیل ہے۔

فصل: اسم الفاعل الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے اسم فاعل کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم فاعل کی تعریف: اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل (یعنی معنی مصدری) بطور حدوث (یعنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں) قائم ہوں، جیسے: ضارب (مارنے والا)۔

فائدہ: "مشتق من فعل" کہہ کر مصنف نے ان لوگوں کی رائے کو اختیار کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسمائے مشتقہ براہ راست مصدر سے مشتق نہیں ہوتے؛ بلکہ فعل کے واسطے سے مصدر سے مشتق ہوتے ہیں۔

---

[1] ضربت فعل با فاعل، ضربا مفعول مطلق، زیداً مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، مفعول مطلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

مكان حرف المضارعة وكسر ماقبل الآخر ؛ كـ : مدخل ، ومستخرج . وهويعمل عمل فعله المعروف ، إن كان : بمعنى الحال أو الاستقبال، و معتمدا

ترجمہ: اورآخری حرف کے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ؛ جیسے:مُدْخِلٌ (داخل کرنے والا)،مُسْتَخْرِجٌ (نکلنے کوطلب کرنے والا)۔اور وہ (یعنی اسم فاعل)عمل کرتاہے اپنے فعل معروف جیساعمل، اگر وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو،اوراعتماد کئے ہوئے ہو:

واضح رہے کہ"قام به الفعل" میں فعل سے فعل اصطلاحی مرادنہیں ہے؛ بلکہ فعل لغوی یعنی معنیٔ مصدری مراد ہیں۔

و صيغته من الثلاثي الخ: یہاں سے مصنف اسم فاعل کے اوزان بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: اسم فاعل ثلاثی مجرد سے"فَاعِلٌ" کے وزن پرآتاہے جیسے:ضارب اورناصر. اورغیرثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا کوئی ایک مخصوص وزن نہیں آتا؛ بلکہ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے علامت مضارع کوحذف کرنے کے بعد،علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لے آئیں اورآخری حرف کے ماقبل کوکسرہ دیدیں اگرمکسورنہ ہواورآخری حرف کوتنوین دیدیں، جیسے:يُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ ، يَسْتَخْرِجُ سے مُسْتَخْرِجٌ اوريَتَقَبَّلُ سے مُتَقَبِّلٌ وغیرہ۔

وهو يعمل عمل فعله الخ: یہاں سے مصنف اسم فاعل کاعمل بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: اسم فاعل فعل معروف کاعمل کرتاہے،یعنی لازم ہونے کی صورت میں: فاعل کورفع اورسات اسموں: مفعول مطلق،مفعول فیہ،مفعول معہ،مفعول لہ،حال تمیزاورمستثنیٰ کونصب دیتاہے،جیسے: جاء نی رجلٌ قائمٌ أَبُوهٗ[۱] اورمتعدی ہونے کی صورت میں فاعل کورفع اورآٹھ اسموں: مفعول بہ،مفعول مطلق،مفعول فیہ،مفعول معہ، مفعول لہ،حال،تمیزاورمستثنیٰ کونصب دیتاہے،جیسے: جاء نی زيد ضاربًا أبوه عمروًا.[۲]

اسم فاعل اس وقت عمل کرتاہے جب کہ دوشرطیں پائی جائیں: (۱) وہ حال یااستقبال کے معنی میں ہو (۲)اس سے پہلے چھ چیزوں: مبتدا،ذوالحال،اسم موصول،موصوف،ہمزۂ استفہام اورحرف نفی میں سے کوئی ایک ہوجس پروہ اعتماد کئے ہوئے ہو۔

---

[۱] جاء فعل،نون وقایہ،یاء ضمیرمفعول بہ،رجل موصوف،قائم اسم فاعل،أبوه مرکب اضافی فاعل،اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکرصفت،موصوف صفت سے مل کرمرکب توصیفی ہوکرفاعل، جاء فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کرجملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] جاء فعل،نون وقایہ،یاء ضمیرمفعول بہ،زيد ذوالحال،ضاربا اسم فاعل،أبوه مرکب اضافی فاعل،عمروا مفعول بہ،اسم فاعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کرشبہ جملہ ہوکرحال،ذوالحال حال سے مل کرفاعل،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کرجملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

علی : المبتدأ ؛ نحو : زید قائم أبوہ ، أو ذی الحال ؛ نحو : جاء نی زیدضاربا أبوہ عمروا. أو موصول ؛نحو : مررت بالضارب أبوہ عمروا. أو موصوف ؛ نحو : عندی رجل ضارب أبوہ عمروا. أو ھمزۃ الاستفھام؛ نحو : أقائم زید. أو حرف النفی ؛نحو : ماقائم زید.

ترجمہ: مبتدا پر، جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ أَبُوْہُ (زید اس کا باپ کھڑا ہے)۔ یا ذوالحال پر، جیسے: جاءَ نِیُ زَیْدٌ ضَارِبًا أَبُوْہُ عَمْرًوا (میرے پاس زید آیا درآں حالیکہ اس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے)، یا اسم موصول پر؛ جیسے: مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ أَبُوْہُ عَمْرًوا (میں اس شخص کے پاس سے گذرا جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے)، یا موصوف پر، جیسے: عِنْدِی رَجُلٌ ضَارِبٌ أَبُوْہُ عَمْرًوا (میرے پاس ایک ایسا مرد ہے جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے)، یا ہمزۂ استفہام پر، جیسے: أَقَائِمٌ زَیْدٌ (کیا زید کھڑا ہے)۔ یا حرف نفی پر، جیسے: مَاقَائِمٌ زَیْدٌ (زید کھڑا نہیں ہے)۔

مبتدا کی مثال، جیسے: زید قائم أبوہ. ذوالحال کی مثال، جیسے: جاء نی زید ضاربًا أبوہ عمروًا. اسم موصول کی مثال، جیسے: مررت بالضارب أبوہ عمروًا.[1]، موصوف کی مثال، جیسے: عندی رجل ضارب أبوہ عمروًا[2]. ہمزۂ استفہام کی مثال، جیسے: أقائم زید. حرف نفی کی مثال، جیسے: ماقائم زید.

تنبیہ: ''درایہ'' کے نسخے میں یہاں ''أو موصول، نحو مررت بالضارب أبوہ عمروا'' نہیں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اسم فاعل کا پانچ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرنا شرط ہے، چھ چیزوں پر نہیں، اور یہی صحیح ہے؛ اس لئے کہ اگر اسم فاعل پر الف لام بمعنی الذی اسم موصول داخل ہو تو اسم فاعل اس صورت میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ''النحو الوافی'' وغیرہ نحو کی دیگر کتابوں میں اعتماد کی شرط میں موصول کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] مررتُ فعل بافاعل، باء حرف جر، الف لام بمعنی الذی اسم موصول، ضارب أبوہ عمروا شبہ جملہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] عندی مرکب اضافی ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہوکر خبر مقدم، رجل موصوف، ضارب أبوہ عمروا شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ''ما قائم زید'' اور ''أقائم زید'' کی ترکیب مبتدا کی بحث کے آخر میں گذر چکی ہے۔

فإن كان بمعنى الماضي ، وجبت الإضافة معنى ؛ نحو: زيد ضارب عمرو أمس. هذاإذا كان منكرا.أما إذا كان معرفا باللام ،يستوى فيه جميع الأزمنة ؛ نحو: زيدالضارب أبوه عمروا الآن / أو غدا / أوأمس.

ترجمہ: پس اگراسم فاعل ماضی کے معنی میں ہوتو واجب ہے(اس کی)اضافت کرنا معنیً۔ جیسے: زَیْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو أَمْسِ (زید نے کل گذشتہ عمرو کو مارا ہے)، یہ اس وقت ہے جب کہ اسم فاعل نکرہ ہو، بہر حال جب اسم فاعل معرف باللام ہوتو برابر ہیں اس میں تمام زمانے ، جیسے: زَیْدٌ الضَّارِبُ أَبُوْہُ عَمْرًوا الآنَ، أَوْغَدًا، أَوْ أَمْسِ (زید اس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے آج، یا کل آئندہ، یا کل گذشتہ)۔

فإن كان بمعنى الماضي الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو اسم فاعل عمل نہیں کرے گا، چناں چہ اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو، حال یا استقبال کے معنی میں نہ ہو، یا مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز پر اعتماد کئے ہوئے نہ ہوتو وہ اپنے مابعد اسم میں عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ اس صورت میں اس کی مابعد اسم کی طرف اضافت معنویہ لازم ہوگی، جیسے: زیدٌ ضاربُ عمرٍو أمس[1]، مُدَرِّسُ الْحديث جَيِّدٌ.

هذا إذا كان مُنَكَّرا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ اسم فاعل نکرہ ہو،اوراگر اسم فاعل معرف باللام ہو(یعنی اس کے شروع میں الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہوجس کی وجہ سے وہ معرفہ ہوگیا ہو) تو اس صورت میں اسم فاعل میں تینوں زمانے برابر ہیں، یعنی اس صورت میں اسم فاعل ہر حال میں عمل کرے گا، خواہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، یا ماضی کے معنی میں، نیز الف لام بمعنی ''الذی'' اسم موصول کے علاوہ، اپنے سے پہلے کسی لفظ پر اعتماد کئے ہوئے ہو، یا اعتماد کئے ہوئے نہ ہو، جیسے: زید الضارب أبوه عمرًوا الآن أوغدًا أوأمس.[2]

---

[1] زید مبتدا، ضارب اسم فاعل مضاف، عمرو مضاف الیہ، أمس مفعول فیہ، اسم فاعل مضاف اپنے فاعل، مضاف الیہ اور مفعول فیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] زید مبتدا، الف لام بمعنی الذی اسم موصول، ضارب اسم فاعل، أبوه مرکب اضافی فاعل، عمروا مفعول بہ، الآن مفعول فیہ، اسم فاعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر شبہ جملہ ہوکر صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ غدًا اور أمسِ سے پہلے زید الضارب أبوه عمروا محذوف نکال کر، ان کی ترکیب بھی اسی طرح کر لی جائے۔

نوٹ: ”**معرفًا باللام**“ میں لام سے مراد لام موصولہ ہے، لام تعریف نہیں؛ اس لئے کہ اگر اسم فاعل کے شروع میں لام تعریف ہو تو اسم فاعل اس صورت میں اُسی وقت عمل کرے گا جب کہ مذکورہ دونوں شرطیں پائی جائیں، لام تعریف کے شروع میں آنے کی وجہ سے وہ عمل کرنے کے لئے مذکورہ دونوں شرطوں سے بے نیاز نہیں ہوگا۔

فائدہ: اسم فاعل کے عمل کرنے کی مذکورہ دونوں شرطیں، فاعل اسم ظاہر اور مفعول بہ میں عمل کرنے کے لئے ہیں، فاعل اسم ضمیر میں اور اسی طرح مفعول بہ کے علاوہ بقیہ معمولات میں عمل کرنے کے لئے نہیں، چناں چہ اسم فاعل، فاعل اسم ضمیر اور اسی طرح مفعول بہ کے علاوہ، بقیہ معمولات مثلاً: مفعول مطلق اور مفعول فیہ وغیرہ میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔

فائدہ: اسم فاعل اپنے مفعول بہ کو نصب اس وقت دے گا جب کہ مذکورہ شرائط کے علاوہ تین شرطیں اور پائی جائیں:

(۱) اسم فاعل مصغر نہ ہو، اگر اسم فاعل مصغر ہوگا تو مفعول بہ کو نصب نہیں دے گا، چناں چہ **یَقِفُ حُوَیْرِشٌ زَرْعًا** کہنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ یہاں ”**حُوَیْرِشٌ**“ اسم فاعل مصغر ہے۔

(۲) موصوف نہ ہو، اگر اسم فاعل موصوف ہوگا تو مفعول بہ کو نصب نہیں دے گا، چناں چہ **یُقْبِلُ رَاکِبٌ مُسْرِعٌ سیّارۃً** کہنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ یہاں ”**راکبٌ**“ اسم فاعل موصوف ہے۔

(۳) اسم فاعل اور اس کے مفعول بہ کے درمیان شبہ جملہ کے علاوہ کسی اجنبی کا فصل نہ ہو، اگر اجنبی کا فصل ہوگا تو اسم فاعل مفعول بہ کو نصب نہیں دے گا، چناں چہ **هذا مُکْرِمٌ وَاجِبَهَا مُؤَدِّیَة** کہنا صحیح نہیں۔

نوٹ: اگر شبہ جملہ کا فصل ہو تو اسم فاعل مفعول بہ کو نصب دے گا، جیسے: **الرحیم مُسَاعِدٌ عن النهوض عاجزًا.** چناں چہ یہاں باوجودیکہ درمیان میں فصل ہے، ”**مساعد**“ نے ”**عاجزا**“ کو نصب دیا ہے۔

اجنبی سے مراد یہاں وہ اسم ہے جو اسم فاعل کا معمول نہ ہو؛ بلکہ کسی دوسرے فعل یا شبہ فعل کا معمول ہو۔ (النحو الوافی ۳/۱۹۶)

قاعدہ: اگر اسم فاعل سے پہلے الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول نہ ہو تو اس کے معمول کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے، خواہ معمول مفعول بہ ہو، یا مفعول بہ کے علاوہ ہو، جیسے: **زید عمروًا ضارب.** اور اگر اسم فاعل سے پہلے الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول ہو تو شبہ جملہ کے علاوہ اس کے کسی معمول کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، چناں چہ **زید عمروًا الضارب** اور **أعجبنی طیورًا رسمُ مصوّرٍ** کہنا صحیح نہیں۔

اسی طرح اگر اسم فاعل اضافت یا کسی حرف جر اصلی کی وجہ سے مجرور ہو تو اس صورت میں بھی اس کے معمول کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں۔

فصل: اسم المفعول : اسم مشتق من فعل متعد ؛ليدل على من وقع عليه الفعل (بمعنى الحدوث) . وصيغته : من مجرد الثلاثي على وزن مفعول: لفظا؛ كـ : مضروب . أوتقديرا؛ كـ: مقول ومرمي. ومن غيره، كاسم الفاعل بفتح ماقبل الآخر؛ كـ : مدخل ومستخرج. ويعمل عمل فعله المجهول بالشرائط

ترجمہ: یہ آٹھویں فصل ہے: اسم مفعول: وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو، تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہوا ہے (حدوث کے معنی میں)۔ اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے "مفعول" کے وزن پر آتا ہے، یا تو لفظاً؛ جیسے: مَضْرُوبٌ (مارا ہوا)، یا تقدیرًا؛ جیسے: مَقُوْلٌ (کہا ہوا) اور مَرْمِیٌّ (پھینکا ہوا)۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے (اسم مفعول) اسم فاعل کی طرح ہوتا ہے آخری حرف کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ، جیسے: مُدْخَلٌ (داخل کیا ہوا) اور مُسْتَخْرَجٌ. اور وہ (یعنی اسم مفعول) عمل کرتا ہے اپنے فعل مجہول جیسا عمل، اُن شرائط کے ساتھ

فصل: اسم المفعول الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے اسم مفعول کو بیان فرمارہے ہیں:

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے، جیسے: مضروب (مارا ہوا)۔

وصيغته من المجرد الثلاثي الخ: یہاں سے مصنف اسم مفعول کے اوزان بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اسم مفعول ثلاثی مجرد سے "مَفْعُوْلٌ" کے وزن پر آتا ہے، خواہ لفظاً ہو، جیسے: مضروب. یا تقدیراً ہو، جیسے: مقول اور مرمیٌّ، یہ تقدیراً "مَفْعُوْلٌ" کے وزن پر ہیں؛ اس لئے کہ یہ اصل میں مَقْوُوْلٌ اور مَرْمُوْیٌ تھے۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کا کوئی ایک مخصوص وزن نہیں آتا؛ بلکہ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل مضارع مجہول سے علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد، علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لے آئیں اور آخری حرف کو تنوین دیدیں، جیسے: یُدْخَلُ سے مُدْخَلٌ، یُسْتَخْرَجُ سے مُسْتَخْرَجٌ اور یُتَقَبَّلُ سے مُتَقَبَّلٌ وغیرہ، غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل اور اسم مفعول کا تقریباً ایک ہی وزن ہوتا ہے، بس اتنا فرق ہے کہ اسم فاعل میں آخری حرف کا ماقبل مکسور ہوتا ہے، اور اسم مفعول میں آخری حرف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔

ويعمل عمل فعله الخ: یہاں سے مصنف اسم مفعول کے عمل اور اس کی شرائط کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اسم مفعول فعل مجہول کا عمل کرتا ہے، یعنی نائب فاعل کو رفع اور ساتوں اسموں: مفعول مطلق

المذکورة فی اسم الفاعل ؛ نحو: زید مضروب غلامه الآن أو غدا أو أمس.

ترجمہ: جواسم فاعل میں ذکر کی گئی ہیں، جیسے: **زَیْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلامُه الآن أَوْغَدًا أو أمس** (زید اس کا غلام مارا ہوا ہے آج یا کل آئندہ یا کل گذشتہ)۔

مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال تمیز اور مستثنیٰ کو نصب دیتا ہے، جیسے: **زید مضروبٌ غلامُه**. اور اگر متعدی بدو مفعول یا متعدی بسہ مفعول ہو تو مذکورہ سات اسموں کے علاوہ مفعول بہ کو بھی نصب دیتا ہے، جیسے: **زیدٌ معطیً غلامُه درهمًا**.

اسم فاعل کی طرح اسم مفعول کے عمل کی بھی دو شرطیں ہیں: (۱) حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) اس سے پہلے پانچ چیزوں: مبتدا، ذو الحال، موصوف، ہمزۂ استفہام اور حرف نفی میں سے کوئی ایک ہو جس پر وہ اعتماد کئے ہوئے ہو، جیسے: **زید مضروبٌ غلامُه الآن**[1] **أو غدًا (أو أمس)**.

تنبیہ: یہاں مثال میں لفظ "**أمس**" اگرچہ "**هداية النحو**" کے موجودہ تمام نسخوں میں ہے؛ لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ اگر اس کو صحیح مانا جائے تو مثال **مُمَثَّل لـه** کے مطابق نہیں رہے گی؛ کیوں کہ لفظ "**أمس**" سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم مفعول کے عمل کرنے کے لئے اسم مفعول کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا شرط نہیں ہے، حالاں کہ اس سے پہلے ابھی مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ عمل کرنے کی جو شرائط اسم فاعل میں ذکر کی گئی ہیں وہی شرائط اسم مفعول کے عمل کرنے کی بھی ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح عمل کرنے کے لئے اسم فاعل کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا شرط ہے اسی طرح عمل کرنے کے لئے اسم مفعول کا بھی حال یا استقبال کے معنی میں ہونا شرط ہے۔

نوٹ: اگر مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اسم مفعول عمل نہیں کرے گا، چناں چہ اگر اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں نہ ہو؛ بلکہ ماضی کے معنی میں ہو، یا مذکورہ پانچ چیزوں میں سے کسی چیز پر اعتماد کئے ہوئے نہ ہو تو اس صورت میں اسم مفعول عمل نہیں کرے گا؛ بلکہ اس کی مابعد اسم کی طرف اضافت معنویہ لازم ہوگی، جیسے: **زیدٌ مضروبُ غلامِه أمس، مضروبُ عمرٍ فی الدار**.

---

[1] **زید** مبتدا، **مضروب** اسم مفعول، **غلامه** مرکب اضافی نائب فاعل، **الآن** مفعول فیہ، اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ **غدًا** سے پہلے "**زید مضروب غلامه**" محذوف نکال کر اس کی ترکیب بھی اسی طرح کر لی جائے۔

فصل: الصفة المشبهة : اسم مشتق من فعل لازم ؛ليدل على من قام به الفعل، بمعنى الثبوت ، وصيغتها على خلاف صيغة اسم الفاعل ؛إنما تعرف بالسماع ؛ كـ : حسن، وصعب وظريف.

ترجمہ: یہ نویں فصل ہے: صفت مشبہ: وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو، تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنی میں، اور صفت مشبہ کے صیغے: اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغے کے خلاف ہوتے ہیں، وہ صرف پہچانے جاتے ہیں سماع سے، جیسے: حَسَنٌ (خوب صورت)، صَعْبٌ (مشکل) اور ظَرِیْفٌ (ہوشیار)۔

فائدہ (۱): اگر اسم فاعل اور اسم مفعول میں کسی متعین زمانے پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو اس وقت اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں حال یا استقبال کے معنی میں ہوتے ہیں۔

فائدہ (۲): عمل کرنے کے لئے اسم مفعول کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، متقدمین نحویین کے کلام میں اس شرط کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے، البتہ ابو علی فارسی اور ان کے بعد کے متاخرین نے اس شرط کو ذکر کیا ہے۔

فائدہ (۳): اسم مفعول کے عمل کرنے کی مذکورہ دونوں شرطیں اس وقت ہیں جب کہ اسم مفعول پر الف لام بمعنی **الذی** اسم موصول داخل نہ ہو، اور اگر اسم مفعول پر الف لام بمعنی **الذی** داخل ہے تو اس صورت میں اسم فاعل کی طرح اسم مفعول بھی بغیر کسی شرط کے ہر حال میں عمل کرتا ہے، خواہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، یا ماضی کے معنی میں؛ اور خواہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی پر اعتماد کئے ہوئے ہو، یا اعتماد کئے ہوئے نہ ہو، جیسے: **زيد المضروب غلامُه الان أو غدًا أو أمس.**

فصل: الصفة المشبهة الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے صفت مشبہ کو بیان فرما رہے ہیں:

صفت مشبہ کی تعریف: صفت مشبہ: وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ معنیٔ مصدری بطور ثبوت (یعنی تینوں زمانوں سے قطع نظر) قائم ہوں، جیسے: حسن (خوب صورت)۔

فائدہ: صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق یہ ہے کہ اسم فاعل میں معنیٔ مصدری عارضی ہوتے ہیں اور صفت مشبہ میں معنیٔ مصدری دائمی ہوتے ہیں، کسی ایک زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے۔[1]

---

[1] صفت مشبہ اور اسم فاعل کے تفصیلی فرق کے لئے دیکھئے: درس علم الصیغہ (ص:۳۱)

وهي تعمل عمل فعلهامطلقا بشرط الاعتمادالمذكور.

ترجمہ: اور وہ (یعنی صفت مشبہ) عمل کرتا ہے اپنے فعل جیسا عمل مطلقاً، مذکورہ اعتماد کی شرط کے ساتھ۔

وصيغتها على خلاف الخ: یہاں سے مصنف صفت مشبہ کے اوزان بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: صفت مشبہ کے اوزان اسم فاعل اور اسم مفعول کے اوزان کے خلاف ہیں، یعنی جس طرح اسم فاعل اور اسم مفعول کے اوزان قیاس اور قاعدہ کے مطابق آتے ہیں، اس طرح صفت مشبہ کے اوزان قیاس اور قاعدہ کے مطابق نہیں آتے؛ بلکہ وہ سب سماعی ہیں، سماع سے پہچانے جاتے ہیں، جیسے: حَسَنٌ، صَعُبٌ اور ظَرِيْفٌ وغیرہ۔

وهي تعمل عمل فعلها الخ: یہاں سے مصنف صفت مشبہ کا عمل اور اس کی شرط بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: صفت مشبہ مطلقاً (یعنی زمانے کی شرط کے بغیر) فعل لازم کا عمل کرتا ہے، یعنی فاعل کو رفع اور چھ اسموں: مشابہ بالمفعول، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول لہ، حال اور تمیز کو نصب دیتا ہے، جیسے: زيد حسنٌ وجهُه، جو عمل حَسُنَ کرتا ہے وہی عمل یہاں "حسن" کررہا ہے۔

صفت مشبہ خواہ معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام، اس کے عمل کرنے کی صرف ایک شرط ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے پانچ چیزوں: مبتدا، موصوف، ذوالحال، ہمزۂ استفہام اور حرف نفی میں سے کوئی ایک ہو جس پر وہ اعتماد کئے ہوئے ہو، جیسے: زيد حسنٌ غلامُه، واضح رہے کہ یہ شرط صرف مشابہ بالمفعول میں عمل کرنے کی ہے، مشابہ بالمفعول کے علاوہ باقی معمولات میں صفت مشبہ بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔

فائدہ (۱): صفت مشبہ میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ وہ ثبوت یعنی دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ (۲): صفت مشبہ پر الف لام بمعنی الذی اسم موصول نہیں آتا؛ بلکہ اس پر جو الف لام ہوگا وہ الف لام حرف تعریف ہوگا، الف لام بمعنی الذی اسم موصول نہیں ہوگا۔

فائدہ (۳): صفت مشبہ کے بعد اگر اسم نکرہ آئے تو وہ تمیز ہونے کی بناء پر اور اگر کوئی اسم معرفہ آئے تو وہ مشابہ بالمفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے، جیسے: زيد حسنٌ وجهًا اور زيد حَسَنٌ الوَجهَ.

☆☆☆☆

ومسائلها ثمانية عشر؛لأن الصفة : إما باللام ،أو مجردة عنها ومعمول كل واحد منهما :إما مضاف ،أو باللام أو مجردعنهما ، فهذه ستة. ومعمول كل منها: إما مرفوع ،أو منصوب ،أو مجرور ــــ "الرفع على الفاعلية؛ والنصب على التشبيه بالمفعول فى المعرفة ،وعلى التمييز فى النكرة ؛ والجر على الإضافة "ــ

ترجمہ: اورصفت مشبہ کے مسائل اٹھارہ ہیں؛اس لئے کہ صفت مشبہ یاتو لام کے ساتھ ہوگا، یالام سے خالی ہوگا،اوران دونوں میں سے ہرایک کا معمول: یاتو مضاف ہوگا، یالام کے ساتھ ہوگا، یالام اوراضافت دونوں سے خالی ہوگا۔ پس یہ چھ صورتیں ہیں، اوران میں سے ہرایک کا معمول: یاتو مرفوع ہوگا، یامنصوب ہوگا، یامجرورہوگا (رفع فاعلیت کی بناء پر،نصب مشابہ بالمفعول ہونے کی بناء پرمعرفہ میں اورتمیز ہونے کی بناء پرنکرہ میں اورجراضافت کی بناءپر)--

---

ومسائلها ثمانية عشر الخ: یہاں سے مصنف صفت مشبہ کے استعمال کی شکلوں کوبیان فرمارہے ہیں: چوں کہ ان شکلوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے،اس لئے ان کومسائل سے تعبیر کردیاجاتا ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ صفت مشبہ کے اٹھارہ مسائل (یعنی اٹھارہ شکلیں) ہیں؛ اس لئے کہ صفت مشبہ یاتو معرف باللام ہوگا، جیسے: **الحسن**. یامعرف باللام نہیں ہوگا، جیسے: **حسن**۔ پھران میں سے ہرایک کے معمول کی تین شکلیں ہیں: (۱) یاتو وہ مضاف ہوگا، جیسے: **الحسن وجهه، حسنٌ وجهه** (۲) یامعرف باللام ہوگا، جیسے : **الحسن الوجه، حَسنٌ الوجه** (۳) یااضافت اورالف لام سے خالی ہوگا، جیسے: **الحسن وجهٌ، حسن وجه.**

پھران میں سے ہرایک کے معمول کی تین شکلیں ہیں: (۱) یاتو وہ مرفوع ہوگا، جیسے: **الحسن وجهُه، حسنٌ وجهُه، الحسنُ الوجهُ، حسنٌ الوجهُ، الحسنُ وجهٌ، حسنٌ وجهٌ.**

(۲) یامنصوب ہوگا، جیسے: **الحسنُ وجهَه، حسنٌ وجهَه، الحسنُ الوجهَ، حسنٌ الوجهَ، الحسنُ وجهًا، حسنٌ وجهًا.**

(۳) یامجرورہوگا، جیسے: **الحسنُ وجهِه، حسنُ وجهِه، الحسنُ الوجهِ، حسنُ الوجهِ، الحسنُ وجهٍ، حسنُ وجهٍ.**

فذلک ثمانية عشر .وتفصيلها :نحو: جاء نی زيدالحسن وجهه "ثلاثه أوجه". وكذلك: الحسن الوجه ،والحسن وجه .وحسن وجهه ، وحسن الوجه ،وحسن وجه .

ترجمہ:پس یہ اٹھارہ مسائل ہیں:اوران کی تفصیل یہ ہے:جیسے: جَاءَ نِیُ زَيْدُ الحَسَنُ وَجُهُه (یہ تین صورتیں ہیں)،اوراسی طرح الحَسَنُ الْوَجْهَ ُ، الحَسَنُ وَجُهٌ ، حَسَن وَجُهِه، حَسَن الْوَجُهِ َ،اور حَسَن وَجُهٌ .

یہ کل اٹھارہ شکلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مرفوع ہو،جیسے:الحسنُ وجهُه.

(۲)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف منصوب ہو،جیسے:الحسنُ وجهَه.

(۳)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مجرورہو،جیسے:الحسنُ وجهِه.

(۴)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو،جیسے:الحسنُ الوجهُ.

(۵)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام منصوب ہو،جیسے:الحسنُ الوجهَ.

(۶)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مجرورہو،جیسے:الحسنُ الوجهِ.

(۷)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مرفوع اضافت اورلام سے خالی ہو،جیسے:الحسنُ وجهٌ.

(۸)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول منصوب اضافت اورلام سے خالی ہو،جیسے:الحسنُ وجهًا.

(۹)صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کا معمول مجروراضافت اورلام سے خالی ہو،جیسے:الحسنُ وجهٍ.

یہ نوشکلیں صفت مشبہ معرف باللام کی ہیں۔اسی طرح صفت مشبہ غیرمعرف باللام کی بھی نوشکلیں ہیں:

(۱۰)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مرفوع ہو،جیسے:حسنٌ وجهُه.

(۱۱)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف منصوب ہو،جیسے:حسنٌ وجهَه.

(۱۲)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول مضاف مجرورہو،جیسے:حسنُ وجهِه.

(۱۳)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مرفوع ہو،جیسے:حسنٌ الوجهُ.

(۱۴)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام منصوب ہو،جیسے:حسنٌ الوجهَ.

(۱۵)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول معرف باللام مجرورہو،جیسے:حسنُ الوجهِ.

(۱۶)صفت مشبہ غیرمعرف باللام ہواوراس کا معمول مرفوع اضافت اورالف لام سے خالی ہو،جیسے:حسنٌ وجهٌ.

وهي على خمسةأقسام : منها: ،ممتنع : الحسن وجه ، والحسن وجهه ومختلف فيه: حسن وجهه. والبواقي : أحسن إن كان فيه ضميرواحد . وحسن إن كان فيه ضميران . وقبيح إن لم يكن فيه ضمير.

ترجمہ:اور یہ مسائل پانچ قسموں پر ہیں:ان میں سے بعض ممتنع ہیں(اور وہ):الحَسَنُ وَجْهٍ اور الحَسَنُ وَجْهِهٖ (ہیں)۔اور بعض مختلف فیہ ہیں(اور وہ):حَسَنُ وَجْهِهٖ (ہے)۔اور باقی احسن ہیں اگر اس میں ایک ضمیر ہو،اور حسن ہیں اگر اس میں دو ضمیریں ہو،اور قبیح ہے اگر اس میں کوئی ضمیر نہ ہو۔

---

(۱۷) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول منصوب اضافت اور الف لام سے خالی ہو، جیسے:حسنٌ وجهًا.

(۱۸) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور اضافت اور الف لام سے خالی ہو، جیسے: حسن وجهٍ.

وهي على خمسة أقسام الخ: یہاں سے مصنف امتناع،اختلاف،احسنیت،حسن اور قبح کے اعتبار سے صفت مشبہ کی مذکورہ اٹھارہ شکلوں کی اقسام بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ صفت مشبہ کی مذکورہ اٹھارہ شکلوں کی پانچ قسمیں ہیں:(۱)ممتنع (۲)مختلف فیہ(۳)احسن(۴)حسن(۵)قبیح۔

(۱) **ممتنع:** ممتنع ان میں سے دو صورتیں ہیں:(۱)صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مجرور اضافت اور الف لام سے خالی ہو، جیسے:**الحسنُ وجهٍ** (۲)صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے:**الحسنُ وجهِهٖ**.

ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں صفت مشبہ کی اس کے معمول کی طرف اضافت لفظیہ ہوگی، اور اضافت لفظیہ وہاں جائز ہوتی ہے جہاں اس کا فائدہ یعنی تخفیف حاصل ہورہا ہو، یہاں اس اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہورہی ہے؛اس لئے کہ تخفیف کی تین شکلیں ہیں:(۱)مضاف سے تنوین کا حذف ہونا(۲) مضاف سے نون تثنیہ یا نون جمع کا حذف ہونا(۳) مضاف الیہ سے ضمیر کا حذف ہونا، اور یہاں ان تینوں میں سے کوئی شکل نہیں پائی جارہی ہے، لہٰذا ان دونوں صورتوں میں صفت مشبہ کی اضافت اس کے معمول کی طرف جائز نہیں ہوگی۔

(۲) **مختلف فیہ:** مختلف فیہ ان میں سے ایک صورت ہے، یعنی وہ صورت جس میں صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف مجرور ہو، جیسے:**حسنُ وجهِهٖ**، یہ صورت مختلف فیہ ہے، کچھ لوگ

کہتے ہیں کہ یہ صورت صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہاں صفت مشبہ اور اس کے معمول دونوں کا مصداق ایک ہے، لہٰذا اگر یہاں صفت مشبہ کی اضافت اس کے معمول کی طرف کی جائے تو شئ کی خود اس کی ذات کی طرف اضافت کرنا لازم آئے گا، اور یہ جائز نہیں ہے، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ صورت صحیح ہے؛ اس لئے کہ اس میں صفت مشبہ اپنے معمول کی بہ نسبت عام ہوتا ہے، لہٰذا صفت مشبہ کی اس کے معمول کی طرف اضافت کرنے کی صورت میں، شئ کی خود اس کی ذات کی طرف اضافت کرنا لازم نہیں آئے گا۔

(۳) احسن: احسن وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ایک ضمیر ہو، خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ میں ہو، یا اس کے معمول میں، اس طرح کی کل نو صورتیں ہیں: (۱) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول **معرف باللام** منصوب ہو جیسے: **الحسنُ الوجهَ**. (۲) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول **معرف باللام** مجرور ہو جیسے: **الحسنُ الوجهِ**. (۳) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول منصوب اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: **الحسن وجهًا**. (۴) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا معمول **معرف باللام** منصوب ہو، جیسے: **حسنٌ الوجهَ**. (۵) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا معمول **معرف باللام** مجرور ہو، جیسے: **حسنُ الوجهِ**. (۶) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا معمول منصوب اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: **حسنٌ وجهًا**. (۷) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا معمول مجرور اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: **حسنُ وجهٍ**. ان ساتوں صورتوں میں صفت مشبہ میں ضمیر ہوتی ہے، اس کے معمول میں ضمیر نہیں ہوتی۔

(۸) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو، جیسے: **الحسنُ وجهُه**. (۹) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا معمول مضاف مرفوع ہو، جیسے: **حسنٌ وجهُه**. (آخر کی ان دونوں صورتوں میں صفت مشبہ کے معمول میں ضمیر ہوتی ہے، صفت مشبہ میں نہیں ہوتی)۔

(۴) حسن: حسن وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی دو ضمیریں ہوں، ایک ضمیر صفت مشبہ میں ہو اور دوسری ضمیر اس کے معمول میں، اس طرح کی کل دو صورتیں ہیں: (۱) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول مضاف منصوب ہو، جیسے: **الحسنُ وجهَه**، (۲) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا معمول مضاف منصوب ہو، جیسے: **حسنٌ وجهَه**.

(۵) قبیح: قبیح وہ صورتیں ہیں جن میں موصوف کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہ ہو، نہ صفت مشبہ میں اور نہ اس کے معمول میں، اس طرح کی کل چار صورتیں ہیں: (۱) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول **معرف باللام** مرفوع ہو، جیسے: **الحسنُ الوجهُ**. (۲) صفت مشبہ **معرف باللام** ہو اور اس کا معمول مرفوع اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: **الحسنُ وجهٌ**. (۳) صفت مشبہ **غیر معرف باللام** ہو اور اس کا

معمول معرف باللام مرفوع ہو، جیسے: حسنٌ الوجهُ. (۴) صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو اور اس کا معمول مرفوع اضافت اور لام سے خالی ہو، جیسے: حسنٌ وجهٌ.

ممتنع، مختلف فیہ، احسن، حسن اور قبیح کی تعیین کے ساتھ ان تمام شکلوں کو مندرجہ ذیل نقشے میں جمع کر دیا گیا ہے:

والضابطه: أنک متی رفعت بها معمولها، فلا ضمیر فی الصفة، ومتی نصبت أو جررت، ففیها ضمیر الموصوف نحو: زید حسن وجهه.

ترجمہ: اور ضابطہ یہ ہے کہ: جب آپ رفع دیں صفت مشبہ کی وجہ سے اس کے معمول کو تو صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی، اور جب نصب یا جر دیں تو صفت مشبہ میں موصوف کی ضمیر ہوگی، جیسے: زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهِه.

والضابطة الخ: صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر کہاں ہوگی اور کہاں نہیں ہوگی، یہاں سے مصنف اس سلسلہ میں ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جب آپ صفت مشبہ کے ذریعہ اس کے معمول کو (جو مضاف نہ ہو) رفع دیں گے تو وہاں صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں ہوگی، جیسے: **الحسنُ وجهٌ** اور **حسنٌ وجهٌ**؛ اس لئے کہ اگر اس صورت میں صفت مشبہ میں کوئی ضمیر مانیں گے تو تعدد فاعل لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، البتہ اگر صفت مشبہ کا معمول مضاف مرفوع ہو تو اس صورت میں اس کے معمول میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، جیسے **حسنٌ وجهُه**، اور جب آپ صفت مشبہ کے ذریعہ اس کے معمول کو نصب یا جر دیں گے تو وہاں صفت مشبہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، اگر معمول مضاف ہو تو دو ضمیریں ہوں گی: ایک صفت مشبہ میں اور دوسری اس کے معمول میں، اور اگر معمول غیر مضاف ہو تو پھر ایک ضمیر ہوگی یعنی صرف صفت مشبہ میں، اول کی مثال، جیسے: **زید حسنٌ وجهَه**[1] اور ثانی کی مثال، جیسے: **زید حسن الوجهَ** اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں صفت مشبہ کو فاعل کی ضرورت ہے اور وہ فاعل یہاں ضمیر ہی ہو سکتی ہے۔

فائدہ: یہاں موصوف سے مراد وہ شیٔ ہے جس کے ساتھ صفت مشبہ کے معنی قائم ہوں، خواہ وہ موصوف ہو، یا مبتدا، ذوالحال وغیرہ، موصوف سے یہاں موصوف اصطلاحی مراد نہیں ہے۔

☆☆☆

---

[1] "وجهَه" کو منصوب پڑھنے کی صورت میں ترکیب یہ ہوگی: زید مبتدا، حَسَن صفت مشبہ، ھو ضمیر مستتر فاعل، وجهه مرکب اضافی مشابہ بالمفعول، صفت مشبہ اپنے فاعل اور مشابہ بالمفعول سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اور "وجهِه" کو مجرور پڑھنے کی صورت میں ترکیب یہ ہوگی: زید مبتدا، حسن صفت مشبہ مضاف، ھو ضمیر مستتر فاعل، وجهه مرکب اضافی مضاف الیہ، صفت مشبہ مضاف اپنے فاعل اور مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فصل: اسم التفضيل : اسم مشتق من فعل ؛ليدل على الموصوف ،بزيادة على غيره. وصيغته : "أفعل". ولايبنى إلا من الثلاثي المجرد الذى ليس بلون ولا عيب ؛نحو: زيد أفضل الناس .

ترجمہ: یہ دسویں فصل ہے: اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو، تاکہ دلالت کرے اس ذات پر جو دوسرے کے مقابلے میں زیادتی کے ساتھ متصف ہو، اور اسم تفضیل کا صیغہ "أَفْعَلُ" کے وزن پر آتا ہے، اور نہیں بنایا جاتا ہے اسم تفضیل مگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں رنگ اور عیب کے معنی نہ ہوں، جیسے: زَیْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ (زید لوگوں میں سب سے افضل ہے)۔

فصل: اسم التفضيل الخ: یہاں سے مصنف اسمائے عاملہ میں سے اسم تفضیل کو بیان فرما رہے ہیں:
اسم تفضیل کی تعریف: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرے جو دوسرے کے مقابلہ میں معنی مصدری کی زیادتی کے ساتھ متصف ہو (یعنی جس میں معنی مصدری دوسرے کے مقابلہ میں زیادتی کے ساتھ پائے جائیں) جیسے: أَضْرَبُ (زیادہ مارنے والا، دوسرے کے مقابلہ میں)۔
فائدہ: اسم مبالغہ، مثلاً ضَرَّابٌ بھی معنی مصدری کی زیادتی پر دلالت تا ہے؛ لیکن چوں کہ اُس میں معنی مصدری کی زیادتی بذات خود مقصود ہوتی ہے، دوسرے کی طرف نظر نہیں ہوتی، اس لئے وہ اسم تفضیل کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا۔

وصيغته أفعل الخ: یہاں سے مصنف اسم تفضیل کا وزن اور اس کے بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بشرطیکہ وہ رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں نہ ہو، مذکر کے لئے اَفْعَلُ اور مؤنث کے لئے فُعلٰی کے وزن پر آتا ہے، جیسے: **زيد أفضل الناس**[1] (زید لوگوں میں سب سے افضل ہے)، ان مصادر سے جو رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں ہوں اسم تفضیل نہیں آتا؛ بلکہ ان میں "أفْعَلُ" کا وزن صفت مشبہ کے لئے آتا ہے، جیسے: **أحمر** (سرخ) اور **أعمٰى** (نابینا)، اور اسی طرح غیر ثلاثی مجرد سے بھی اسم تفضیل نہیں آتا؛ لیکن اگر غیر ثلاثی مجرد سے یا ان مصادر سے جو رنگ اور عیب ظاہری کے معنی میں ہوں، اسم تفضیل کے معنی ادا کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً شدت، کثرت، قوت اور ان کے علاوہ ثلاثی مجرد کے کسی ایسے مصدر سے جو مبالغہ اور زیادتی کے معنی پر دلالت کرتا ہو "أَفْعَلُ" کا صیغہ بنایا جائے،

---

[1] زید مبتدا، أفضل اسم تفضیل مضاف، ھو ضمیر مستتر فاعل، الناس مضاف الیہ، اسم تفضیل مضاف اپنے فاعل اور مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فإن كـان زائداً على الثلاثي أو كان لونا ،أو عيبا، يجب أن يبنى "أفعل" من ثلاثي مجردٍ ، ليدل على مبالغة، وشدة، وكثرة ، ثم يذكر بعده مصدر ذلك الفعل منصوبا على التمييز؛ كما تقول: هو أشد استخراجا ،وأقوى حمرة، وأقبح عرجا. وقياسه :أن يكون للفاعل كما مر.

ترجمہ: پس اگر (وہ فعل جس سے اسم تفضیل بنانے کا ارادہ ہو) ثلاثی سے زائد ہو یا اس میں رنگ یا عیب کے معنی ہوں تو واجب ہے کہ بنایا جائے "أَفْعَل" کا وزن ثلاثی مجرد سے، تاکہ وہ دلالت کرے مبالغہ، شدت اور زیادتی پر، پھر ذکر کیا جائے اس کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب تمیز کی بناء پر، جیسا کہ آپ کہیں گے: هُوَ أَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا، وَأَقْوٰى حُمْرَةً، وَأَقْبَحُ عَرَجًا. اور قیاس کا تقاضا اسم تفضیل میں یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو، جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی۔

پھر اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو (جس سے آپ اسم تفضیل کے معنی ادا کرنا چاہتے ہیں) بطور تمیز منصوب لایا جائے، غیر ثلاثی مجرد کی مثال، جیسے: هو أشدُّ استخراجًا (وہ زیادہ سخت ہے نکالنے کے اعتبار سے)۔ لون اور عیب کی مثال، جیسے: هو أقوٰى حمرةً (وہ قوی تر ہے لال ہونے کے اعتبار سے) هو أقبح عرجًا (وہ زیادہ بدصورت ہے لنگڑا ہونے کے اعتبار سے)۔

فائدہ: یہاں عیب سے مراد عیب ظاہری ہے، عیب باطنی نہیں؛ اس لئے کہ ان مصادر سے جو عیب باطنی کے معنی میں ہوں اسم تفضیل "أَفْعَلُ" کے وزن پر آتا ہے، جیسے: أَجْهَلُ، أَبْلَهُ.

فائدہ: بیاض سے أبیض، سواد سے أسود رنگ کے معنی میں ہونے کے باوجود، إعطاء سے أعطىٰ، إيلاء سے أولىٰ، اختصار سے أخصر اور إفلاس سے أفلس غیر ثلاثی مجرد ہونے کے باوجود، جو اسم تفضیل آتے ہیں، یہ سب شاذ ہیں، ان پر دوسرے الفاظ کو قیاس نہیں کر سکتے۔

وقیاسہ أن یکون الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قیاس اور قاعدہ کے مطابق اسم تفضیل فاعلیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسا کہ اس کی مثالیں پیچھے گذر چکی ہیں اور کبھی خلاف قیاس اسم تفضیل مفعولیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے بھی آتا ہے، جیسے: أَعْذَرُ (معذور تر)، أشغلُ (مشغول تر)، أشهرُ (مشہور تر)۔

فائدہ: جس طرح اسم تفضیل قیاس اور قاعدہ کے مطابق فاعلیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے

وقدجاء للمفعول قليلا ؛ نحو: أعذر وأشغل ،وأشهر.

واستعماله على ثلاثة أوجه :إما مضاف ؛ كـ: زيدأفضل القوم. أو معرف باللام نحو: زيدالأفضل. أو بــ "من" ، نحو: زيد أفضل من عمرو. ويجوزفی الأول: الإفراد، ومطابقةاسم التفضيل للموصوف ؛نحو: زيد أفضل القوم ،

ترجمہ:اوراسم تفضیل مفعول بہ کے لئے (بھی) آتا ہے قلت کے ساتھ، جیسے:أَعْذَرُ (سب سے زیادہ معذور)،أَشْغَلُ (سب سے زیادہ مشغول)اورأَشْهَرُ (سب سے زیادہ مشہور)۔

اسم تفضیل کا استعمال تین طریقے سے ہوتا ہے:(۱)یا تو مضاف ہوکر، جیسے:زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ (زید قوم میں سب سے افضل ہے)(۲)یا معرف باللام ہوکر، جیسے:زَيْدٌ الأَفْضَلُ (زید سب سے افضل ہے)۔ (۳)یا"مِنْ" کے ساتھ، جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (زید عمرو سے افضل ہے)۔

اور جائز ہے پہلی صورت میں (اسم تفضیل کو) مفرد لانا اور اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا، جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ (زید قوم میں سب سے افضل ہے)۔

کے لئے آتا ہے اسی طرح قیاس اور قاعدہ کے مطابق اسم تفضیل صفت مشبہ کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرنے کے لئے بھی آتا ہے، جیسے:أَحْسَنُ (زیادہ خوب صورت)۔

واستعماله على ثلاثة أوجهٍ الخ: یہاں سے مصنف استعمال کے اعتبار سے اسم تفضیل کی شکلیں اوراس کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے:

(۱)اضافت کے ساتھ، جیسے:زيد أفضلُ القومِ.[۱] (۲)الف لام عہدی کے ساتھ، جیسے:زيدٌ الأفضَلُ.[۲] (۳)"مِنْ" کے ساتھ، جیسے:زيد أفْضَلُ من عمرٍو.[۳]

ويجوز في الأول الخ: پہلی صورت میں یعنی جب کہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو، اسم تفضیل میں دوصورتیں جائز ہیں:

---

[۱] اس کی ترکیب" زيدٌ أفضل الناس" کی طرح ہوگی۔

[۲] زيد مبتدا،الأفضل شبہ جملہ خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۳] زيد مبتدا،أفضل اسم تفضیل،هو ضمیر مستتر فاعل،من حرف جر،عمرو مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

والـزيدان أفضل القوم / وأفضلا القوم ،والزيدون أفضل القوم / وأفضلوا القوم وفـى الثانـى : يـجـب الـمـطـابـقة ؛نـحـو: زيدالأفضل ،والزيدان الأفضلان ، والزيدون الأفضلون . وفى الثالث : يجب كونه مفردًا مذكراأبدا ؛نحو: زيد / وهند / والزيدان/ والهندان / والزيدون / والهندات : أفضل من عمرو.

ترجمہ: الزَّيْدَانِ أَفْضَلُ الْقَوْمِ وَأَفْضَلا الْقَوْمِ (دوزید قوم میں سب سے افضل ہیں)اورالزّيْدُوْنَ أَفْـضَـلُ الْـقَـوْم و أَفْـضَـلُوْ الْقَوْمِ (بہت سے زید قوم میں سب سے افضل ہیں)۔اوردوسری صورت میں واجب ہے(اسم تفضیل کوموصوف کے)مطابق لانا،جیسے:زَيْـدُ الأَفْـضَـلُ (زیدسب سےافضل ہیں). الـزَّيْدَانِ الأَفْضَلانِ (دوزیدسب سےافضل ہیں)اورالـزَّيْـدُوْن الأَفْضَلُوْنَ (بہت سےزیدسب سے افضل ہیں)۔اورتیسری صورت میں واجب ہےاسم تفضیل کاہمیشہ مفرد مذکر ہونا،جیسے:زَيْـدٌ، وهِـنْـدٌ، و الزَّيْدَانِ، والْهِنْدَانِ، والزَّيْدُوْنَ، والهِنْدَاتُ أَفْضَلُ مِنْ عَمرٍو.

---

(۱)اسم تفضیل کومفرد مذکرلایاجائے،خواہ موصوف واحدہو،یاتثنیہ،یاجمع،جیسے:زيـد أفـضـل القوم، الزيدان أفضل القوم اورالزيدون أفضل القوم.

(۲)اسم تفضیل کوافراد،تثنیہ،جمع اورتذکیروتانیث میں موصوف کےمطابق لایاجائے،یعنی اگرموصوف واحدہوتواسم تفضیل کوواحد،موصوف تثنیہ ہوتواسم تفضیل کوتثنیہ اورموصوف جمع ہوتواسم تفضیل کوجمع لایاجائے، جیسے: زيد أفضل القوم، الزيدان أفضَلا القوم اورالزيدون أفضلوا القوم.

اوردوسری صورت میں یعنی جب کہ اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہو،اسم تفضیل کوافراد، تثنیہ،جمع اورتذکیروتانیث میں موصوف کےمطابق لاناواجب ہے،جیسے:زيـدُ الأفـضـلُ، الـزيـدان الأفضلان اورالزيدون الأفضلون.

اورتیسری صورت میں یعنی جب کہ اسم تفضیل کااستعمال ’’مِــنْ‘‘ کےساتھ ہو،اسم تفضیل کوہمیشہ مفرد مذکرلاناواجب ہے،خواہ موصوف واحدہو،یاتثنیہ،یاجمع؛اوراسی طرح خواہ موصوف مذکرہویامؤنث،جیسے: زيد أفضلُ من عمرو، الزيدان أفضلُ من عمرو ، الزيدون أفضل من عمرو. هند أفضل من عمرو، الهندان أفضل من عمرو، الهندات أفضل من عمرو.

فائدہ(۱): یہاں موصوف سے مرادوہ شئ ہےجس کےساتھ اسم تفضیل کےمعنی قائم ہوں،خواہ وہ موصوف ہو،یامبتدااورذوالحال وغیرہ،موصوف سے یہاں بھی موصوف اصطلاحی مرادنہیں ہے۔

وعلى الأوجه الثلاثة يضمر فيه الفاعل ، وهو يعمل فى ذلك المضمر ولايعمل فى المظهر ، إلا فى مثل قولهم :"مارأيت رجلا أحسن فى عينه الكحل منه فى عين زيد "؛فإن "الكحل " فاعل لـ " أحسن ".

ترجمہ:اور تینوں صورتوں میں ضمیر لائی جائے گی اسم تفضیل میں فاعل کی،اور وہ (یعنی اسم تفضیل)عمل کرے گا اس ضمیر میں،اور اسم تفضیل عمل نہیں کرتا ہے اسم ظاہر میں بالکل؛مگر اہل عرب کے قول:" مَارَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ" جیسی مثالوں میں (میں نے نہیں دیکھا کوئی ایسا مرد جس کی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوب صورت ہو اُس سرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے)،اس لئے کہ "الکحل" "أحسن" کا فاعل ہے۔

فائدہ (۲):اسم تفضیل میں نہ تو یہ جائز ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ نہ ہو،اور نہ یہ جائز ہے کہ دو صورتیں ایک ساتھ جمع ہو جائیں،چناں چہ زید الأفضل من عمرو کہنا جائز نہیں۔

اور اگر کہیں اسم تفضیل کا استعمال مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ نہ ہو تو وہاں اس کے بعد "مِنْ" مفضل علیہ کے ساتھ محذوف ہوتا ہے،اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مفضل علیہ معلوم اور مشہور ہو،جیسے:والآخرة خير وأبقىٰ، یہاں اس کے بعد من الدنيا محذوف ہے۔ الله اكبر، یہاں اس کے بعد من كل شئ محذوف ہے، دونوں مثالوں میں مفضل علیہ معلوم اور مشہور ہے،اس لئے مفضل علیہ کو "مِنْ" کے ساتھ حذف کر دیا گیا ہے۔

نوٹ:جن مثالوں میں اسم تفضیل کا استعمال الف لام اور" من" کے ساتھ ہوا ہے،ان میں "من" تبعیض پر محمول ہوگا،جیسے:لستَ بالأكثر منهم حمىً میں "من" تبعیضیہ ہے،مِنْ تفضیلیہ نہیں ہے۔ اور جن مثالوں میں "من"،تبعیض پر محمول نہ ہو سکتا ہو،جیسا کہ: شاعر کے قول:"وَرِثْتُ مُهَلْهَلًا والخَيْرَ مِنْه" میں من تبعیض پر محمول نہیں ہو سکتا،ان پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کر سکتے؛ کیوں کہ وہ بہت کم ہیں۔

وعلى الأوجه الثلثة الخ: یہاں سے مصنف اسم تفضیل کے عمل کو بیان فرما رہے ہیں:

اسم تفضیل (مذکورہ تینوں صورتوں میں) اپنے فاعل کو رفع اور مفعول فیہ،مفعول لہ،حال اور تمیز کو نصب دیتا ہے،اس کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے،اسی میں یہ عمل کرتا ہے،اسم ظاہر میں اسم تفضیل عمل نہیں کرتا (یعنی اسم ظاہر اسم تفضیل کا فاعل یا مفعول بہ نہیں ہو سکتا)،البتہ اگر تین شرطیں پائی جائیں تو پھر اسم تفضیل اسم ظاہر

میں عمل کرتا ہے یعنی فاعل ہونے کی وجہ سے اس کو رفع دیتا ہے، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے کسی شئ کی صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے اس شئ کے متعلق کی صفت ہو، اور وہ متعلق پہلی شئ اور ایک دوسری شئ میں مشترک ہو۔

(۲) وہ متعلق پہلی شئ کے اعتبار سے **مفضَّل** اور دوسری شئ کے اعتبار سے **مفضَّل علیه** ہو (ایسا حرف نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہوگا، اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اس کا الٹا ہو جائے گا، یعنی وہ متعلق پہلی شئ کے اعتبار سے **مفضل علیه** اور دوسری شئ کے اعتبار سے **مفضل** ہو جائے گا)۔

(۳) اسم تفضیل منفی ہو مثبت نہ ہو، جیسے: **ما رأیتُ رَجُلًا أَحسَنَ فِي عَینِه الكحلُ منه في عین زیدٍ**[1] (میں نے کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے زیادہ اچھا ہو جو زید کی آنکھ میں ہے)، اس مثال میں مذکورہ تینوں شرطیں پائی جا رہی ہیں، پہلی شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ ''**أحسن**'' اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے ''**رجلا**'' کی صفت ہے اور معنی کے اعتبار سے **رجل** کے متعلق ''**الكحل**'' کی صفت ہے اور یہ متعلق یعنی **الكحل** پہلی شئ: **رجل** اور دوسری شئ **زید** میں مشترک ہے؛ اس لئے کہ دونوں کی آنکھوں میں سرمہ موجود ہے۔ اور دوسری شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ ''**الكحل**'' پہلی شئ: **رجل** کے اعتبار سے مفضل ہے اور دوسری شئ: ''**زید**'' کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے، ایسا حرف نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہے، اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد ''**الكحل**''، **رجل** کے اعتبار سے مفضل علیہ اور ''**زید**'' کے اعتبار سے مفضل ہے؛ کیوں کہ حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد، زید کی آنکھ والے سرمہ کو اُس سرمہ پر فضیلت دی گئی ہے جو **رجل** کی آنکھ میں ہے۔ اور تیسری شرط اس طرح پائی جا رہی ہے کہ ''**أحسن**'' اسم تفضیل منفی ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے فعل منفی ''**ما رأیتُ**'' آیا ہوا ہے؛ چوں کہ یہاں تینوں شرطیں پائی جا رہی ہیں، اس لئے یہاں ''**أحسن**'' اسم تفضیل ''**الكحل**'' اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے، چناں چہ **الكحل** ''**أحسن**'' اسم تفضیل کا فاعل ہے۔

فائدہ: جس کو فضیلت دی جائے اس کو مفضَّل اور جس پر فضیلت دی جائے اس کو مفضَّل علیہ کہتے ہیں، جیسے: **زید أفضل من عمرو** میں **زید** مفضل ہے اور **عمرو** مفضل علیہ؛ اس لئے کہ زید کو عمرو پر فضیلت دی گئی ہے۔

---

[1] ما حرف نفی، رأیتُ فعل بافاعل، رجلا موصوف، أحسن اسم تفضیل، في حرف جر، عینه مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق اول، الکحل فاعل، من حرف جر، هاء ضمیر ذو الحال، في حرف جر، عین زید مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر حال، ذو الحال حال سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی، اسم تفضیل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ، رأی فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وههنا بحث.

القسم الثاني في الفعل : وقد سبق تعريفه، وأقسامه ثلاثة: ماض، ومضارع، وأمر. الأول الماضي؛ وهو: فعل دل على زمان قبل زمانك. وهو مبني على الفتح إن لم يكن معه ضمير مرفوع متحرك، ولا واو؛ ك: ضرب ومع الضمير المرفوع المتحرك على السكون؛ ك: ضربت. وعلى الضم مع الواو؛ ك: ضربوا.

ترجمہ: اور یہاں بحث ہے۔

دوسری قسم فعل کے بیان میں ہے: اور پہلے گذر چکی ہے فعل کی تعریف، اوراس کی اقسام تین ہیں: ماضی، مضارع اور امر۔ پہلی قسم فعل ماضی ہے، اور وہ (یعنی فعل ماضی) ایسا فعل ہے جو دلالت کرے اس زمانہ پر جو تیرے زمانے سے پہلے ہے، اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ نہ کوئی ضمیر مرفوع متحرک ہو اور نہ واؤ ہو؛ جیسے: ضَرَبَ (اس نے مارا)۔ اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ سکون پر مبنی ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبْتِ. اور واؤ کے ساتھ ضمہ پر مبنی ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبُوا (ان سب مردوں نے مارا)۔

وهٰهنا بَحثٌ : اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی جو صورت ہے، اس کی مثال، مذکورہ مثال سے مختصر طور پر اس طرح بھی دی جا سکتی ہے، جیسے: مَا رأيتُ رَجُلًا أحسَنَ في عَينه الكُحلُ من عَينِ زيدٍ "ہاء" ضمیر اور "فی" کے حذف کے ساتھ، نیز اس سے بھی مختصر طور پر "عین" کو بغیر "من" کے اسم تفضیل پر مقدم کر کے، اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے: ما رأيتُ كَعَيْنِ زيدٍ أَحْسَنَ فِيْهَا الكحلُ.

قوله القسم الثاني في الفعل: یہاں سے مصنف حسب وعدہ قسم ثانی کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: قسم ثانی فعل کے بیان میں ہے، فعل کی تعریف کتاب کے شروع میں گذر چکی ہے۔ فعل کی تین قسمیں ہیں: (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر۔

ماضی کی تعریف: ماضی وہ فعل ہے جو زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرے، جیسے: نصر، ضرب وغیرہ۔

اگر فعل ماضی میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو تو اس کا آخر مبنی برفتحہ ہوتا ہے، جیسے: . ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبَتْ اور ضَرَبَتَا. اور اگر ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اس کا آخر مبنی برسکون ہوتا ہے، جیسے: ضَرَبْنَ، ضَرَبْتَ،

والثاني: المضارع، وهو: فعل يشبه اسم الفاعل بأحد حروف "أتين" في أوله: لفظا: في اتفاق الحركات والسكنات؛ نحو: يضرب ويستخرج؛ كـ: ضارب ومستخرج. وفي دخول لام التاكيد في أولهما؛ تقول: إن زيدا ليقوم، كما تقول: إن زيدا لقائم.

ترجمہ: اور دوسری قسم: فعل مضارع ہے، اور وہ (یعنی فعل مضارع) وہ فعل ہے جو مشابہ ہو اسم فاعل کے، اس کے شروع میں حروفِ "أتين" میں سے کسی ایک کے آ جانے کی وجہ سے: لفظاً حرکات اور سکنات کے متفق ہونے میں؛ جیسے: يَضْرِبُ اور يَسْتَخْرِجُ؛ ضَارِبٌ اور مُسْتَخْرِجٌ کے مانند ہیں۔ اور ان دونوں کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں؛ آپ کہیں گے: إِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ، جیسا کہ آپ کہتے ہیں: إِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا. اور اگر واؤ ہو تو اس کا آخر مبنی بر ضمہ ہوتا ہے، جیسے: ضربُوا.

الثاني المضارع الخ: یہاں سے مصنف فعل کی دوسری قسم: فعل مضارع کو بیان فرما رہے ہیں:

مضارع کی تعریف: مضارع وہ فعل ہے جو شروع میں حروف أتين میں سے کسی ایک کے آنے کی وجہ سے لفظاً اور معنیً اسم فاعل کے مشابہ ہو، فعل مضارع اسم فاعل کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح کی مشابہت رکھتا ہے۔ لفظی مشابہت تین چیزوں میں ہوتی ہے:

(۱) تعدادِ حرکات وسکنات میں، یعنی جتنے حرکات وسکنات اسم فاعل میں ہوتے ہیں اُتنے ہی فعل مضارع میں بھی ہوتے ہیں، اسم فاعل میں جس نمبر پر کوئی متحرک یا ساکن حرف ہوتا ہے اسی نمبر پر فعل مضارع میں بھی کوئی متحرک یا ساکن حرف ہوتا ہے؛ جیسے: يَضْرِبُ اور ضَارِبٌ، جتنے حرکات وسکنات ضارب اسم فاعل میں ہیں اتنے ہی یضرب فعل مضارع میں بھی ہیں، اسی طرح یستخرج اور مستخرج کو سمجھ لینا چاہئے۔

(۲) شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں، یعنی جس طرح اسم فاعل کے شروع میں لام تاکید داخل ہوتا ہے، جیسے: إِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ، اسی طرح فعل مضارع کے شروع میں بھی لام تاکید داخل ہوتا ہے، جیسے: إنّ زيدًا لَيقومُ.

(۳) تعدادِ حروف میں، یعنی جتنے حروف اسم فاعل میں ہوتے ہیں اتنے ہی فعل مضارع میں بھی ہوتے

وفی تساویھما فی عدد الحروف. ومعنی: فی أنه مشترک بین الحال و الاستقبال؛ کاسم الفاعل. ولذلک سموه مضارعا.

و "السین" و "سوف" تخصصه بالاستقبال؛ نحو: سیضرب، وسوف یضرب. و "اللام" المفتوحة بالحال؛ نحو لیضرب.

ترجمہ: اوران دونوں کے تعدادِ حروف میں برابر ہونے میں، اورمعنیً اس بات میں کہ وہ (یعنی فعل مضارع) مشترک ہوتا ہے حال اوراستقبال کے درمیان اسم فاعل کی طرح، اوراسی لئے نحویوں نے نام رکھا ہےاس کا مضارع۔

اور "سین" اور "سوف" خاص کردیتے ہیں فعل مضارع کواستقبال کےساتھ؛ جیسے: سَیَضْرِبُ اور سَوْفَ یَضْرِبُ. اور "لام مفتوحہ" (خاص کردیتا ہےاس کو) حال کےساتھ؛ جیسے: لَیَضْرِبُ.

ہیں، جیسے: یضربُ اورضاربٌ، جتنے حروف ضارب اسم فاعل میں ہیں اتنے ہی یضرب فعل مضارع میں بھی ہیں۔

اورمعنوی مشابہت بھی کئی چیزوں میں ہوتی ہے جن میں سے مصنف نے یہاں ایک کوذکرکیا ہے، وہ یہ کہ جس طرح اسم فاعل زمانہ پردلالت کرنے والے لفظ سے خالی ہونے کی صورت میں، حال اوراستقبال میں مشترک ہوتا ہے؛ اورزمانے پردلالت کرنے والے لفظ کے مذکور ہونے کی صورت میں، مخصوص زمانہ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح فعل مضارع بھی زمانے پردلالت کرنے والے لفظ سے خالی ہونے کی صورت میں حال اوراستقبال میں مشترک ہوتا ہے اورزمانے پردلالت کرنے والے لفظ کے مذکورہونے کی صورت میں مخصوص زمانے پردلالت کرتا ہے؛ جیسے: زید ضارب عمروًا ، زید ضاربُ عمرٍو أمس، زید یضرب عمروًا اورزید سوف یضربُ.

ولذلک سموه الخ: چوں کہ فعل مضارع کواسم فاعل کےساتھ لفظی اورمعنوی دونوں طرح کی مشابہت ہوتی ہےاس لئے اس کومضارع کہتے ہیں؛ اس لئے کہ یہ مضارعة سے مشتق ہےاور "مُضَارَعَةٌ" کے معنی مشابہت کے آتے ہیں۔

والسین وسوف الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ فعل مضارع حال یا استقبال میں مشترک ہوتا ہے؛ لیکن "سین" اور "سوف" اس پرداخل ہوکراس کوزمانۂ مستقبل کےساتھ خاص کردیتے

وحروف المضارعة مضمومة في الرباعي؛ نحو: يدحرج، ويخرج؛ لأن أصله: يأخرج. ومفتوحة في ماعداه؛ كـ: يضرب ويستخرج.

وإنما أعربوه – مع أن أصل الفعل: البناء –؛ لمضارعته – أي لمشابهته – الإسم فيما عرفت، وأصل الاسم الإعراب. وذلك إذا لم يتصل به نون تاكيد ولا نون جمع المؤنث.

ترجمہ: اورحروف مضارع مضموم ہوتے ہیں رباعی میں؛ جیسے:**يُدَحْرِجُ** اور**يُخْرِجُ**؛ اس لئے کہ اس کی اصل **يُأَخْرِجُ** ہے۔اورمفتوح ہوتے ہیں اس کے علاوہ میں؛ جیسے:**يَضْرِبُ** اور**يَسْتَخْرِجُ**.

اورنحویوں نے معرب قرار دیا ہے فعل مضارع کو، باوجودیکہ فعل میں اصل مبنی ہونا ہے؛ اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اسم کے ساتھ ان امور میں جن کو آپ جان چکے ہیں اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے، اور یہ (یعنی فعل مضارع کا معرب ہونا) اس وقت ہے جب کہ ملا ہوا نہ ہو اس کے ساتھ نون تاکید اور نہ نونِ جمع مؤنث۔

ہیں، جیسے:**سيضرب** اور**سوف يضرب**. اور لام مفتوحہ فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو زمانۂ حال کے ساتھ خاص کردیتا ہے، جیسے:**لَيَضْرِبُ**؛ لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ لام مفتوحہ فعل مضارع پر ''**سين**'' اور ''**سوف**'' کے ساتھ داخل نہ ہو؛ اس لئے کہ اگر وہ **سين** اور **سوف** کے ساتھ داخل ہوگا، جیسے: ''**لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ**'' اور ''**لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا**'' تو اس صورت میں لام مفتوحہ صرف تاکید کے لئے آتا ہے، فعل مضارع کو زمانۂ حال کے ساتھ خاص نہیں کرتا۔

وحروف المضارعة: یہاں سے مصنف علامت مضارع کی حرکت کے سلسلہ میں ایک قاعدۂ کلیہ بیان فرمارہے ہیں:

اگر فعل ماضی میں چار حرف ہوں؛ خواہ تمام اصلی ہوں یا بعض اصلی اور بعض زائد تو اس صورت میں علامت مضارع معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے، جیسے:**يُدَحْرِجُ، يُخْرِجُ**. ''**يُخْرِجُ**'' بظاہر تین حرفی معلوم ہوتا ہے؛ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہ چار حرفی ہے؛ اس لئے کہ اس کی اصل: ''**يُأَخْرِجُ**'' ہے، باب کی موافقت کے لئے شروع سے ہمزہ کو حذف کردیا گیا۔

اور اگر ماضی میں چار حرف نہ ہوں؛ بلکہ تین حرف ہوں یا چار حرف سے زائد ہوں تو اس صورت میں علامت مضارع معروف میں مفتوح ہوتی ہے، جیسے:**يَضْرِبُ** اور**يَسْتَخْرِجُ**.

وإنما اَعْرَبُوْهُ مع الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے معرب ہونے کو بیان فرمارہے ہیں۔

وإعرابه ثلاثة أنواع: رفع، ونصب، وجزم؛ نحو: هو يضرب، ولن يضرب، ولم يضرب.

فصل في أصناف إعراب الفعل: وهي أربعة: الأول: أن يكون الرفع بالضمة، والنصب بالفتحة، والجزم بالسكون.

ترجمہ: اور فعل مضارع کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: رفع، نصب اور جزم؛ جیسے: يَضْرِبُ، لَن يَّضْرِبَ لَمْ يَضْرِبْ. یہ دوسری فصل ہے: فعل کے اعراب کی اقسام کے بیان میں، اور وہ (یعنی فعل کے اعراب کی اقسام) چار ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ ہو۔

فرماتے ہیں کہ: اگرچہ فعل میں اصل یہ ہے کہ وہ مبنی ہو؛ لیکن چوں کہ فعل مضارع کو مذکورہ چیزوں میں اسم فاعل کے ساتھ مشابہت حاصل ہے اور اسماء میں اصل معرب ہونا ہے، اس لئے فعل مضارع کو معرب قرار دیا گیا ہے؛ لیکن اگر مضارع کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ آجائے اور درمیان میں لفظاً یا تقدیراً کسی بھی اعتبار سے ضمیر مرفوع متصل کا فصل نہ ہو، یا فعل مضارع کے آخر میں نون جمع مؤنث آجائے تو ان دونوں صورتوں میں فعل مضارع مبنی ہوگا، معرب نہیں ہوگا۔

وإعرابه الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے اعراب کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فعل مضارع کے اعراب تین ہیں: رفع، نصب، جزم، جیسے: يضربُ، لن يضربَ، لم يضربْ.

فعل مضارع کی اعراب کے اعتبار سے تین حالتیں ہیں: (۱) حالت رفعی (۲) حالت نصبی (۳) حالت جزمی۔

حالت رفعی: وہ حالت ہے جس میں فعل مضارع مرفوع واقع ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مضارع عامل ناصب وجازم سے خالی ہو، جیسے: يضربُ.

حالت نصبی: وہ حالت ہے جس میں فعل مضارع منصوب واقع ہو اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مضارع پر عامل ناصب (اَنْ، لَنْ وغیرہ) داخل ہوں، جیسے: لن يضربَ.

حالت جزمی: وہ حالت ہے جس میں فعل مضارع مجزوم واقع ہو، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ فعل مضارع پر عامل جازم (لَمْ، لَمَّا وغیرہ) داخل ہوں، جیسے: لم يضربْ.

فصل: في أصناف إعراب الفعل: یہاں سے مصنف محل اعراب کے اعتبار سے فعل مضارع کے اعراب کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔

ویختص بالمفرد، المتکلم مع الغیر الصحیح ، غیر المخاطبة ؛ تقول : ھو یضرب، ولن یضرب ولم یضرب . والثانی : أن یکون الرفع بثبوت النون، والنصب والجزم بحذفھا، ویختص بالتثنیة،وجمع المذکر،والمفردة المخاطبة ــ صحیحاً کان أو غیرہ ؛تقول : ھما یفعلان، وھم یفعلون ،وأنت تفعلین ؛ولن یفعلا ،ولن یفعلوا ،ولن تفعلی ؛ولم تفعلا ، ولم تفعلوا، ولم تفعلی

ترجمہ: اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم فعل مضارع مفرد متکلم مع الغیر صحیح کے ساتھ، درآں حالیکہ وہ حاضر کے صیغوں کے علاوہ ہو، آپ کہیں گے: ھُوَ یَضْرِبُ، لَن یَّضْرِبَ، لَمْ یَضْرِ بْ. اور دوسری قسم: یہ ہے کہ رفع نون کے اثبات کے ساتھ اور نصب اور جزم نون کے حذف کے ساتھ ہو، اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم تثنیہ، جمع مذکر (غائب و حاضر) اور واحد مؤنث حاضر کے صیغوں کے ساتھ، خواہ وہ صحیح ہوں یا غیر صحیح، آپ کہیں گے: ھُمَا یَفْعَلَانِ، ھُمْ یَفْعَلُوْنَ، أَنْتِ تَفْعَلِیْنَ، لَن یَّفْعَلاَ، لَن یَّفْعَلُوْا، لَنْ تَفْعَلِیْ، لَمْ یَفْعَلاَ ، لَمْ یَفْعَلُوْا، لَمْ تَفْعَلِیْ.

فرماتے ہیں کہ: فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: یہ ہے کہ فعل مضارع کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جزمی میں سکون کے ساتھ ہو، اس اعراب کا محل فعل مضارع صحیح مجرد از ضمائر بارزہ مرفوعہ ہے، یعنی یہ اعراب فعل مضارع صحیح مجرد از ضمائر بارزہ مرفوعہ کے ساتھ خاص ہے۔

فعل مضارع صحیح مجرد از ضمائر بارزہ مرفوعہ: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو اور تثنیہ، جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو، جیسے: یضربُ، اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالت جزمی میں سکون کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: ھو یضربُ ، لن یضربَ، لم یضربْ.

والثانی أن یکون الرفع الخ: **دوسری قسم**: یہ ہے کہ فعل مضارع کا اعراب حالت رفعی میں نون اعرابی کے اثبات کے ساتھ اور حالت نصبی اور جزمی میں نون اعرابی کے حذف کے ساتھ ہو، اس اعراب کا محل فعل مضارع صحیح یا معتل با ضمائر بارزہ مرفوعہ ونونہائے مذکورہ ہے، یعنی یہ اعراب فعل مضارع صحیح یا معتل با ضمائر بارزہ مرفوعہ ونونہائے مذکورہ کے ساتھ خاص ہے۔

فعل مضارع صحیح یا معتل با ضمائر بارزہ مرفوعہ ونونہائے مذکورہ: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں

والثالث:أن يكون الرفع بتقدير الضمة ،والنصب بالفتحة لفظا، والجزم بحذف اللام. ويختص بالناقص اليائى ،والواوى غير تثنية وجمع ومخاطبة؛ تقول: هو يرمى / ويغزو ؛ولن يرمى / ويغزو ؛ولم يرم / ويغز.والرابع :

ترجمہ: اور تیسری قسم: یہ ہے کہ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہو، اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم ناقص یائی اور ناقص واوی کے ساتھ، درآں حالیکہ وہ تثنیہ، جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ ہو، آپ کہیں گے: هُوَيَرْمِيْ، وَيَغْزُوْ، لَن يَّرْمِيَ وَيَغْزُوَ، لَمْ يَرْمِ وَيَغْزُ. اور چوتھی قسم یہ ہے کہ:

نون کے ساتھ تثنیہ، جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ میں سے کوئی ایک ہو، خواہ وہ صحیح ہو یا صحیح کے علاوہ، مہموز، معتل وغیرہ ہو، جیسے: **يفعلان ، يفعلون** اور **تفعلين، يدعوان، يدعون** اور **تدعِين، يرمِيان، يرمُون** اور **ترمِين، يرضَيان ، يرضَون** اور **ترضَين** ، اس کا اعراب حالت رفعی میں نون اعراب کے اثبات کے ساتھ اور حالت نصبی و جزمی میں نون اعرابی کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: **هما يفعلان، هم يفعلون ، أنت تفعلين، لن يفعلا، لن يفعلوا، لن تفعلي، لم تفعلا، لم تفعلوا، لم تفعلي.**

الثالث أن يكون الرفع الخ: تیسری قسم: یہ ہے کہ فعل مضارع کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہو، اس اعراب کا محل فعل مضارع مفرد معتل ناقص واوی و یائی ہے، یعنی یہ اعراب فعل مضارع مفرد معتل ناقص واوی و یائی کے ساتھ خاص ہے۔

مفرد معتل ناقص واوی و یائی: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں حرف علت: واؤ یا یاء ہو، اور تثنیہ، جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو، جیسے: **يرمى** اور **يغزو**. اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: **هو يرمىُ ويغزُو ، لن يرمىَ لن يغزوَ، لم يرمِ لم يغزُ.**

والرابع أن يكون الرفع: چوتھی قسم: یہ ہے کہ فعل مضارع کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہو، اس اعراب کا

أن يكـون الرفع بتقدير الضمة، والنصب بتقدير الفتحة ،والجزم بحذف اللام. ويـختـص بـالـنـا قص الألفي غيرتثنية وجمع ومخاطبة ؛نحو: هويسعى ، ولن يسعى ، ولم يسع.

فـصل : المرفوع عامله معنوی ، وهو تجرده عن الناصب والجازم ؛نحو: هويضرب / ويغزو/ ويرمي / ويسعى .

ترجمہ: رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہو۔ اور خاص کی جاتی ہے یہ قسم ناقص الفی کے ساتھ، درآں حالیکہ وہ تثنیہ، جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ ہو، آپ کہیں گے: هُوَيَسْعٰى، لَن يَّسْعٰى، لَمْ يَسْعَ.

یہ تیسری فصل ہے: فعل مضارع مرفوع کا عامل: معنوی ہوتا ہے، اور وہ فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے خالی ہونا ہے، جیسے: هُوَيَضْرِبُ، وَيَغْزُوْ، وَيَرْمِيْ، وَيَسْعٰى.

محل فعل مضارع مفرد معتل ناقص الفی ہے، یعنی یہ اعراب فعل مضارع مفرد معتل ناقص الفی کے ساتھ خاص ہے۔

فعل مضارع مفرد معتل ناقص الفی: وہ فعل مضارع ہے جس کے آخر میں حرف علت الف ہو، اور تثنیہ، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو، جیسے: یسعٰی، اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالت نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے: هو يسعٰى ، لن يسعٰى، لم يسعَ.

نوٹ: کلام عرب میں افعال میں کوئی ایسا ناقص الفی نہیں ملتا جس کا الف اصلی ہو، یعنی کسی دوسرے حرف: واؤ یا یاء سے بدلا ہوا نہ ہو؛ بلکہ افعال میں جتنے ناقص الفی ملتے ہیں ان کا الف لازمی طور پر واؤ یا یاء سے بدلا ہوا ہوتا ہے[1]، یہاں ناقص الفی سے یہی ناقص الفی مراد ہے۔

فصل: المرفوع الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے عامل رافع کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: فعل مضارع مرفوع کا عامل: معنوی ہوتا ہے اور وہ فعل مضارع کا عامل ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے، یہی فعل مضارع کو رفع دیتا ہے، جیسے: هـو يـضـرِبُ، هـو يـغـزُو، هـو يرمِي، هويسعٰى، ان مثالوں میں فعل مضارع مرفوع ہے؛ اس لئے کہ وہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہے۔

---

[1] دیکھئے بندہ کی کتاب: درسِ علم الصیغہ مع خاصیاتِ ابواب (ص:۱۶)۔

فصل : المنصوب عامله خمسة أحرف: أن ، ولن ، وكى ،وإذن وأن المقدرة ؛ نحو: أريد أن تحسن إلى ، وأنا لن أضربک، وأسلمت كى أدخل الجنة، وإذن يغفر الله لک .

ترجمہ: یہ چوتھی فصل ہے: فعل مضارع منصوب کے عامل: پانچ حروف ہیں: أَنْ، لَنْ، کَیْ، إِذَنْ اور أَنْ مقدرہ؛ جیسے: أُرِیْدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَیَّ (میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ احسان کا معاملہ کریں)، أَنَا لَنْ أَضْرِبَکَ (میں تجھے ہرگز نہیں ماروں گا)، أَسْلَمْتُ کَیْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)، إِذَنْ یَغْفِرَ اللّٰہُ لَکَ (تب تو اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمادیں گے)۔

فصل: المنصوب الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے عوامل ناصب کو بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: فعل مضارع منصوب کے عوامل: پانچ حروف ہیں جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں: (۱) اَنْ (۲) لَنْ (۳) کَیْ (۴) اِذَنْ (۵) اَنْ مقدرہ۔

اَنْ کی مثال، جیسے: أُرِیْدُ أن تُحسِنَ اِلَیَّ [۱] (میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے اوپر احسان کریں)۔

لَنْ کی مثال، جیسے: أنَا لَن أَضْرِبَکَ [۲] (میں تمہیں ہرگز نہیں ماروں گا)۔

کَیْ کی مثال، جیسے: أسلمتُ کَیْ أدْخُلَ الجَنَّةَ [۳] (میں اسلام لے آیا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)۔

اِذَنْ کی مثال، جیسے: اِذَنْ یغفرَ اللّٰہُ لَکَ [۴] (تب تو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں گے)۔

فائدہ: ''إذن'' فعل مضارع کو اس وقت نصب دیتا ہے جب کہ چار شرطیں پائی جائیں:

(۱) وہ یا تو حقیقی جواب پر دلالت کرے، یا ایسی چیز پر دلالت کرے جو جواب کے قائم مقام ہو، یعنی ''إذن'' کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو۔

---

[۱] أرید فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، أن حرف ناصب، تحسن فعل، أنت، مستتر فاعل، إلیّ جار مجرور متعلق، تحسن فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] أنا ضمیر مبتدا، لن حرف ناصب، أضرب فعل بافاعل، کاف ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۳] أسلمتُ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ معلَّلہ، کی حرف ناصب، أدخل فعل بافاعل، الجنة مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ معلِّلہ ہوا۔

[۴] إذن حرف ناصب، یغفر فعل، اللّٰہ فاعل، لک جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وتقدر أن فی سبعة مواضع: بعد "حتی"؛ نحو: أسلمت حتی أدخل الجنة. ولام "کی" نحو: قام زید لیذهب، ولام الجحود؛ نحو: ﴿ماکان الله لیعذبهم﴾.

ترجمہ: اور مقدر ہوتا ہے "أنْ" سات جگہوں میں: (۱) "حتّٰی" کے بعد، جیسے: أَسْلَمْتُ حَتّٰی أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں)۔ (۲) "لامِ کی" کے بعد، جیسے: قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ (زید کھڑا ہوا تا کہ جائے)۔ (۳) "لام جحد" کے بعد، جیسے: "مَا کَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ" (ایسا نہیں ہے کہ اللہ ان کو عذاب دے)۔

---

(۲) "إذن" صدر جملہ یعنی شروع جملہ میں واقع ہو، یعنی اس کا مابعد ترکیب میں ماقبل سے مربوط نہ ہو۔

(۳) وہ فعل مضارع جس پر "إذن" داخل ہے، مستقبل کے معنی میں ہو، حال کے معنی میں نہ ہو۔

(۴) "إذن" اور فعل مضارع کے درمیان حرف نفی اور قسم کے علاوہ کسی دوسری چیز کا فصل نہ ہو۔

اگر ان چاروں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو "إذن" فعل مضارع کو نصب نہیں دے گا، مثلاً "إذن" جواب یا قائم مقام جواب پر دلالت نہ کرے، جیسے: إذن تغرُبُ الشمسُ اس شخص کے جواب میں جو کہ کہے: قرأتُ الصُّحُفَ. یا صدر جملہ میں نہ ہو، یعنی "إذَنْ" کا مابعد ترکیب میں ماقبل سے مربوط ہو، جیسے: أنَا إذن أُکرِمُکَ. یا فعل مضارع مستقبل کے معنی میں نہ ہو؛ بلکہ حال کے معنی میں ہو، جیسے: تمہارا قول اس شخص سے جو تم سے بات کر رہا ہو: إذن أَظُنُّکَ کاذبًا. یا فعل مضارع اور "إذن" کے درمیان حرف نفی اور قسم کے علاوہ کسی اور چیز کا فصل ہو، جیسے: إذَنْ أنا لا أکرمُکَ.

وتقدر أن فی سبعة مواضع الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں "أَنْ" مقدر ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ سات مواقع میں فعل مضارع سے پہلے "أَنْ" مقدر ہوتا ہے۔

(۱) حتّٰی کے بعد، جیسے: أسلمتُ حتّٰی أَدخلَ الجنةَ[1] (میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں)۔

(۲) لام کی کے بعد، لام کی: وہ لام حرف جر ہے جس کا ماقبل مابعد کے لئے علت ہو، جیسے: قام زیدٌ لِيَذْهَبَ[2] (زید کھڑا ہوا تا کہ جائے)۔

---

[1] أسلمت فعل بافاعل، حتی حرف جر، اس کے بعد أن ناصبہ مقدر، أدخل الجنة جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] قام فعل، زید فاعل، لام کی حرف جر، اس کے بعد "أن" ناصبہ مقدر، یذهب فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، قام فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

والفاء الواقعة فی جواب الأمر ، والنهی ،والاستفهام ، والنفی، والتمنی ، والعرض ؛ نحو: أسْلِم فتسلم، ولاتعص فتعذب ، وهل تعلم فتنجو، وماتزورنا فنكرمک ،ولیت لی مالا فأنفقه ،وألا تنزل بنافتصیب خیرا.

ترجمہ: (۴) اس ''فاء'' کے بعد جو امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے جواب میں واقع ہو، جیسے: **أَسْلِمْ فَتَسْلَمَ** (تم اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے)۔**لَاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ** (نافرمانی نہ کرو ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا)۔**هَلْ تَعَلَّمُ فَتَنْجُوَ** (کیا تو علم حاصل کرے گا تو تو نجات پائے گا)۔**مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَکَ** (تم ہم سے ملاقات کیوں نہیں کرتے ہو کہ ہم تمہارا اکرام کریں)۔**لَيْتَ لِیْ مَالًا فَأُنْفِقَه** (کاش میرے لئے کچھ مال ہوتا تو میں اس کو خرچ کرتا)۔**أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا** (تم ہمارے پاس نہیں آتے ہو کہ خیر کو پہنچتے)۔

---

(۳) لام جحد کے بعد: **لام جحد:** وہ لام حرف جر ہے جو **کان** منفی کی خبر پر نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے، جیسے: **مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ**[1] (ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے)۔

(۴) اس فاء سببیہ کے بعد جو چھ چیزوں: امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے جواب میں واقع ہو۔

(۱) امر کی مثال: جیسے: **أسلِمْ فَتَسْلَمَ**[2] (تم اسلام لے آؤ تو سلامت رہو گے)۔

(۲) نہی کی مثال: جیسے: **لا تَعْصِ فتُعذَّبَ** (نافرمانی نہ کرو ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا)۔

(۳) استفہام کی مثال: جیسے: **هَل تعلَّمُ فتنجوَ** (کیا تو علم حاصل کرے گا تو تو نجات پائے گا)۔

(۴) نفی کی مثال: جیسے: **ماتزورنا فنُكرِمَک** (تم ہم سے ملاقات نہیں کرتے ہو کہ ہم تمہارا اکرام کریں)۔

(۵) تمنی کی مثال: جیسے: **لیت لی مالًا فأنفقَه**[3] (کاش میرے لئے کچھ مال ہوتا تو میں اس کو خرچ کرتا)۔

---

[1] **ما** حرف نفی، **کان** فعل ناقص، **اللّٰہ** اس کا اسم، **لام جحد** حرف جر، اس کے بعد أن ناصبہ مقدر، **یعذب** فعل بافاعل، **هم** ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ثـابتـا اسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] **أسلِمْ** فعل امر، **أنت** ضمیر مستتر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر امر، **فاء** برائے جواب، اس کے بعد أن ناصبہ مقدر، **تسلم** فعل، **أنت** ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب امر۔ اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

[3] **لیت** حرف مشبہ بالفعل، **لی** جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، **مالاً** اسم مؤخر، **لیت** حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر تمنی، **فاء** برائے جواب، اس کے بعد ''أن'' ناصبہ مقدر، **أنفق** فعل بافاعل، **هاء** ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب تمنی۔

وبعد الواو الواقعة في جواب هذه المواضع كذلك ؛نحو: أسلم وتسلم إلى آخره. وبعد " أو " بمعنى "إلى أن " أو "إلاّ أن" ؛نحو: لأحبسنك أوتعطيني حقي . و واو العطف إذاكان المعطوف عليه اسما صريحا ؛نحو: أعجبني قيامك وتخرج.

ترجمہ:(۵)اس واؤ کے بعد جوان مواقع کے جواب میں واقع ہواسی طرح، جیسے:أَسْلِمْ و تَسْلَمَ آخرتک۔(٦)اس "أو" کے بعد جو"إلى أَنْ" یا"إلَّا أَنْ" کے معنی میں ہو، جیسے:لَأَحْبِسَنَّكَ أَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ (ضرور بالضرور میں تجھے قید میں رکھوں گا یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دیدے)۔(۷)واوِعطف کے بعد جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، جیسے:أَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَتَخْرُجَ (مجھے تعجب میں ڈال دیا تیرے کھڑا ہونے اور نکلنے نے)۔

---

(٦)عرض کی مثال: جیسے: ألاتنزل بنا فتصيب خيرًا [1](تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے ہو کہ خیر کو پہنچے)۔

(۵)اس واؤ کے بعد جو اِن مذکورہ چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو:

(۱)امر کی مثال: جیسے: أسلم وتسلمَ . (۲) نہی کی مثال: جیسے:لا تعص وتُعذَّبَ . (۳) استفہام کی مثال: جیسے: هل تعلَّمُ وتنجوَ. (۴)نفی کی مثال: جیسے: ماتزورنا ونُكرمَك . (۵)تمنی کی مثال: جیسے: ليت لي مالًا و أنفقَه. (٦)عرض کی مثال: جیسے: ألاتنزل بنا وتصيبَ خيرًا.

(٦)اس "أو" کے بعد جو"إلى أنْ" یا"إلَّا أن" کے معنی میں ہو، جیسے:لَأَحْبِسَنَّكَ أو تُعْطِيَنِي حِقِّي [2](میں ضرور تمہیں قید میں رکھوں گا یہاں تک کہ تم مجھے میرا حق دیدو)۔

---

[1] ألا کلمۂ عرض،تنزل فعل بافاعل،بنا جار مجرور متعلق،فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر عرض،فاء برائے جواب،اس کے بعد أن ناصبہ مقدر،تصیب فعل بافاعل،خیرا مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جواب عرض۔

[2] لأ حبسنّ فعل،أنا ضمیر فاعل،کاف ضمیر مفعول بہ،أو بمعنی إلى حرف جر،اس کے بعد "أن" ناصبہ مقدر،تعطی فعل بافاعل،نون وقایہ،یاء ضمیر مفعول بہ اول،حقی مرکب اضافی مفعول بہ ثانی،فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہوکر مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،لأحبسن فعل اپنے فاعل،مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویجوز إظھار "أن": مع لام کی ؛نحو: أسلمت لأن أدخل الجنة. ومع واو العطف ؛نحو: أعجبنی قیامک وأن تخرج. ویجب إظھار "أن" فی لام کی

ترجمہ:اور جائز ہے "أن" کو ظاہر کرنا "لام کی" کے ساتھ، جیسے: أَسْلَمْتُ لِأَنْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ (میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)۔ اور واو عطف کے ساتھ، جیسے: أَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَأَنْ تَخْرُجَ. اور واجب ہے "أن" کو ظاہر کرنا "لام کی" میں

---

(۷) واؤ عاطفہ کے بعد جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، جیسے: أعجبنی قیامُک وتَخرجَ[1] (مجھے تعجب میں ڈال دیا تیرے کھڑا ہونے اور نکلنے نے)۔

اسم صریح: وہ اسم ہے جو وضع کے اعتبار سے اسم ہو، تاویل کر کے اس کو اسم نہ بنایا گیا ہو، اسم صریح کہہ کر مصنف نے اس صورت کو نکالا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم تاویلی ہو؛ اس لئے کہ اس صورت میں واؤ عاطفہ کے بعد "أن" مقدر نہیں ہوتا؛ بلکہ فعل مضارع اس "أن" کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے جو معطوف علیہ پر داخل ہے، جیسے: أعجبنی أن یضربَ زیدٌ ویشتِمَ . اسم تاویلی سے مراد وہ فعل ہے جس پر حرفِ مصدر داخل کر کے اس کو اسم کی تاویل میں کر لیا گیا ہو۔

نوٹ: جس طرح معطوف علیہ کے اسم صریح ہونے کی صورت میں واؤ عاطفہ کے بعد "أن" ناصبہ مقدر ہوتا ہے اسی طرح معطوف علیہ کے اسم صریح ہونے کی صورت میں، واؤ عاطفہ کے علاوہ بقیہ حروف عطف مثلاً: ثُمَّ وغیرہ کے بعد بھی "أن" ناصبہ مقدر ہوتا ہے۔

ویجوز إظھار أن مع لام کی الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں "أن" مقدرہ کو ظاہر کرنا جائز ہے، اس طرح کے دو مواقع ہیں: (۱) لام کَیْ کے ساتھ، جیسے: أسلمت أن أدخلَ الجنة. (۲) واؤ عاطفہ کے ساتھ، جیسے: أعجبنی قیامُک وأن تخرجَ.

فائدہ: لام زائدہ کے ساتھ بھی "أن" کو ظاہر کرنا جائز ہے، جیسے: أرید لأن أدخلَ البلد.

ویجب إظھار أن الخ: یہاں سے مصنف اس موقع کو بیان فرما رہے ہیں جس میں "أن" کو ظاہر کرنا واجب ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب لام کی، لائے نفی سے متصل ہو تو وہاں لام کی کے بعد أَنْ کو ظاہر کرنا واجب

---

[1] أعجب فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، قیامک مرکب اضافی معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، اس کے بعد "أن" ناصبہ مقدر، تخرج فعل، أنت ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، أعجب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

إذا اتصلت بـ " لا " النافية ؛ نحو : لئلايعلم. واعلم أن : " أن " الواقعة بعد "العلم " ليست الناصبة للفعل المضارع ؛ وإنما هى المخففة من المثقلة ؛ نحو : علمت أن سيقوم ،

ترجمہ: جب کہ وہ ملی ہوئی ہو "لا" نافیہ کے ساتھ، جیسے: لِئَلَّا يَعْلَمَ (تاکہ وہ نہ جان لے)۔ جان لیجئے کہ وہ "أن" جو "علم" کے بعد واقع ہو وہ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ "أن" مخفّفه من المثقّله ہوتا ہے، جیسے: عَلِمتُ أَنْ سَيَقُوْمُ (میں نے جان لیا کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا)۔

ہے، تاکہ ایک ساتھ دولاموں کا جمع ہونا لازم نہ آئے، جیسے: لِئَلَّا يَعْلَمَ.

واعلم أن "أن" الواقعة الخ: یہاں سے مصنف دوضابطے بیان فرمارہے ہیں:

(۱) علم اور اس کے مشتقات کے بعد جو "أن" ہوتا ہے وہ ناصبہ نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ "أن" **مخففه من المثقله** ہوتا ہے، اور اس کے بعد اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوتا ہے، جیسے: عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُوْمُ[۱] (میں نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا)، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى[۲] (اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے)، واضح رہے کہ اس صورت میں أنْ **مخففه من المثقله** اور فعل کے درمیان سین یاسوف کے ذریعہ فصل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں کیا گیا ہے۔

نوٹ: یہ ضابطہ علم اور اس کے مشتقات کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ ہر وہ لفظ جو یقین کے معنی پر دلالت کرے، مثلاً: رؤیت، وجدان اور یقین وغیرہ کے بعد جو "أن" ہوگا وہ "أن" **مخففه من المثقله** ہوگا، "أن" ناصبہ نہیں ہوگا۔

---

[۱] علمتُ فعل بافاعل، أنْ مخففہ من المثقلہ، ھاء ضمیر شان محذوف اس کا اسم، سین علامت فعل، یقوم فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ خبر، أنْ مخففہ من المثقلہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] علم فعل بافاعل، أنْ مخففہ من المثقلہ، ھاء ضمیر شان محذوف اس کا اسم، سین علامت فعل، یکون فعل ناقص، منکم جار مجرور ثابتین اسم فاعل محذوف کا متعلق ہوکر خبر مقدم، مرضی اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر أن مخففہ من المثقلہ کی، أنْ مخففہ من المثقلہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بہ، علم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

قال اللہ تعالیٰ : ﴿علم أن سیکون منکم مرضی﴾. و"أن" الواقعة بعد "الظن" جاز فیه الوجهان : النصب بها، وأن تجعلها کالواقعة بعد "العلم"؛ نحو: ظننت أن سیقوم .

فصل: المجزوم عامله : لم ،ولما، ولام الأمر ، ولا فی النهی ، وکلم المجازاة ؛

ترجمہ:اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"عَلِمَ أَنْ سَیَکُوْنُ مِنکُمْ مَرْضٰی (اللہ نے جان لیا کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے)اور وہ "أنْ" جو "ظـــن" کے بعد واقع ہو جائز ہے اس میں دو صورتیں:(۱)اس کے ذریعہ (فعل مضارع) کو نصب دینا (۲) اس کو اس "أنْ" کی طرح قرار دینا جو "علم" کے بعد واقع ہو، جیسے: ظَنَنْتُ أَنْ سَیَقُوْمُ (میں نے گمان کیا کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا)۔

یہ پانچویں فصل ہے:فعل مضارع مجزوم کے عامل:لَمْ، لَمَّا، لامِ امر، لائے نہی اور کلم مجازاۃ ہیں،

---

(۲)دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ لفظ"ظـن" اور اس کے مشتقات کے بعد جو"أن" ہوتا ہے اس میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱)وہ"أن" ناصبہ ہو،اس صورت میں فعل مضارع کو منصوب پڑھیں گے۔(۲)وہ"أن" "مـخـففـه من المثقله" ہو،اس صورت میں فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں گے؛ جیسے:ظننتُ أن سیقومُ[۱] یہاں"أن" میں دو صورتیں جائز ہیں:اگر"أن" ناصبہ ہو تو ترجمہ یہ ہوگا: میں نے اس کے عنقریب کھڑے ہونے کا گمان کیا اور اگر أن مخففه من المثقله ہو تو ترجمہ یہ ہوگا: میں نے گمان کیا کہ شان یہ ہے کہ وہ عنقریب کھڑا ہوگا۔

نوٹ:یہ ضابطہ بھی"ظــن" اور اس کے مشتقات کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ ہر وہ لفظ جو گمان کے معنی پر دلالت کرے،مثلاً:حِسْبَـانٌ وغیرہ،اس کا بھی یہی حکم ہے کہ:اس کے بعد آنے والے"أنْ" میں بھی دو صورتیں جائز ہیں:اول یہ کہ وہ"أن" مصدریہ ہو،دوم یہ کہ وہ أن مخففه من المثقله ہو۔

فصل: المجزوم عامله الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع کے عوامل جازمہ کو بیان فرما رہے ہیں۔فعل مضارع کو جزم دینے والے عامل تقریباً پندرہ ہیں:

---

[۱] اگر"أن" کو مخففہ من المثقلہ مانا جائے تو اس کی ترکیب:"علمتُ أن سیقومُ" کی طرح ہوگی۔اور اگر"أن" کو ناصبہ مانا جائے تو ترکیب یہ ہوگی:ظننتُ فعل بافاعل،أن ناصبہ،سیقوم جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وهي : إن ،ومهما ،وإذما ، وحيثما ، وأين، ومتى ، وما ،ومن، وأى ، وأنى وإن المقدرة ؛نحو: لم يضرب ، ولما يضرب ، وليضرب ، ولاتضرب ،وإن تضرب أضرب، آه .

ترجمہ:اور وہ (یعنی کلم مجازاۃ):إِنْ، مَهْمَا، إِذْمَا، حَيْثُمَا، أَيْنَ، مَتٰى، مَا، مَنْ،أَيٌّ، أَنّٰى اور إِنْ مقدرہ ہیں، جیسے:**لَمْ يَضْرِبُ** (اس نے نہیں مارا)،**لَمَّا يَضْرِبُ** (اس نے اب تک نہیں مارا)،**لِيَضْرِبُ** (چاہئے کہ وہ مارے)،**لاَ تَضْرِبُ** (تومت مار)،**إِنْ تَضْرِبْ أَضْرِبُ** (اگرتو مارے گا تو میں بھی ماروں گا) آخرتک۔

---

(۱)**لَمْ** (۲)**لَمَّا**: یہ دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتے ہیں، جیسے:**لم يضربُ** (اس نے نہیں مارا)،**لمايضربُ** (اس نے اب تک نہیں مارا)۔

(۳) لام امر، لام امر: وہ لام مکسور ہے جو فعل مضارع میں طلب کے معنی پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے: **ليضربُ زيدٌ** (چاہئے کہ مارے زید)۔

(۴) لائے نہی، لائے نہی: وہ لاء ہے جو فعل مضارع میں ترکِ فعل کی طلب کے معنی پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے:**لا تضربُ** (مت مارتو)۔

ان کے علاوہ باقی گیارہ کلم مجازات ہیں:کلم مجازات: ان کلمات کو کہتے ہیں جو دو جملوں پر داخل ہوکر اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملہ کا سبب ہے، پہلے جملہ کوشرط اور دوسرے جملہ کو جزاء کہتے ہیں،ان کا دوسرا نام کلماتِ شرط ہے۔ یہ گیارہ ہیں:

(۱)اِن شرطیہ: جیسے:**اِن تضربُ أضربُ**[۱] (۲)**مهما**، جیسے:**مهما تَقْعُدُ أَقْعُدُ** (۳)**اِذ ما**، جیسے:**إذماتُسَافِرُ أسافرُ** (۴)**حيثما**، جیسے:**حيثما تَقْعُدُ أَقْعُدُ** (۵)**أين**، جیسے:**أين تذهبُ أذهبُ** (۶)**متٰى**،جیسے:**متى تَقُمْ أَقُمْ** (۷)**ما**، جیسے:**ماتَفْعَلُ أَفْعَلُ** (۸)**مَنْ**،جیسے: **من تضربُ أضربُ** (۹)**أيٌّ**، جیسے: **أيَّ شئ تأكلُ آكلُ** (۱۰)**أنّٰى**، جیسے:**انّٰى تكتبُ أكتبُ** (۱۱)**اِن مقدرہ**، جیسے:**تعلَّمْ تَنْجُ**، یہاں "**تنج**" فعل مضارع سے پہلے "**اِنْ**" شرطیہ شرط کے ساتھ مقدر ہے،اصل عبارت اس طرح ہے **تعلَّمْ اِنْ تَتَعَلَّمْ تنج**.

---

[۱] إن حرف شرط،تضرب فعل،أنت ضمیر مستتر فاعل،فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط،أضرب فعل،أنا ضمیر مستتر فاعل،فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

واعلم أن "لم" تقلب المضارع ماضيا منفيا ، و"لما" كذٰلك ،إلا أن فيها توقعا بعد التكلم ودواما قبله ؛ نحو: قام الامير لما يركب ، وأيضا يجوز حذف الفعل بعد "لمَّا" خاصة ؛ تقول : ندم زيد ولما، أى : ولما ينفعه الندم، ولاتقول ندم زيد ولم .

ترجمہ: جان لیجئے کہ "لَمْ" بدل دیتا ہے فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں، اور لَمَّا بھی اسی طرح؛ مگر یہ کہ اس میں امید ہوتی ہے تکلم کے بعد، اور دوام ہوتا ہے تکلم سے پہلے، جیسے: قَامَ الْأَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ (امیر کھڑے ہوگئے؛ مگر ابھی تک سوار نہیں ہوئے)۔ اور نیز جائز ہے فعل کو حذف کرنا "لَمَّا" کے بعد خاص طور پر، آپ کہیں گے: نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا، اس کی اصل: وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ ہے (زید شرمندہ ہوا؛ لیکن اس کی شرمندگی نے ابھی تک اس کو نفع نہیں دیا)، اور آپ نہیں کہیں گے: نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ.

واعلم أن لم تقلب المضارع الخ: یہاں سے مصنف "لَمْ" اور "لَمَّا" کی تعریف اور ان کے درمیان فرق کو بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "لم" اور "لمّا" دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں، جیسے: لم يضربْ اور لما يضربْ، یہ ما ضَرَبَ فعل ماضی منفی کے معنی میں ہے، البتہ "لم" اور "لمّا" کے درمیان تین طرح کا فرق ہے:

(۱) "لمَّا" استغراق کے ساتھ خاص ہے، یعنی یہ زمانۂ تکلم تک پورے زمانۂ ماضی میں فعل کی نفی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، جب کہ "لم" میں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ وہ مطلق زمانۂ ماضی میں فعل کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے، چناں چہ: لمَّا يَضربْ کے معنی ہیں: اب تک نہیں مارا اس ایک مرد نے، اور لم يضربْ کے معنی ہیں: نہیں مارا اس ایک مرد نے۔

(۲) "لمَّا" فعل مضارع پر داخل ہو کر اس میں آئندہ واقع ہونے کی توقع کے معنی پیدا کر دیتا ہے، جیسے: قَام الأميرُ لمّا يَرْكَبْ[1] (امیر کھڑے ہوئے؛ مگر اب تک سوار نہیں ہوئے) (یعنی آئندہ سوار ہونے

---

[1] قام فعل، الأمير فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، لما حرف جازم، يركب فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وأما كلم المجازاة– حرفا كانت أو اسما ــ فهي تدخل على الجملتين ؛ لتدل على أن الأولى سبب للثانية ، وتسمى الأولى شرطًا والثانية جزاء.

ثم إن كان الشرط والجزاء مضارعين يجب الجزم فيهما لفظا نحو :

ترجمہ: اور بہرحال کلم مجازاۃ -خواہ حرف ہوں یا اسم-: تو وہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر، تاکہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا جملہ سبب ہے دوسرے جملے کے لئے، اور نام رکھا جاتا ہے پہلے جملہ کا شرط اور دوسرے جملے کا جزاء۔

پھر اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو واجب ہے دونوں میں جزم لانا لفظاً؛ جیسے:

کی توقع ہے)، جب کہ ''لم'' میں ایسا نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ فعل پر داخل ہوکر اس میں آئندہ واقع ہونے کی توقع کے معنی پیدا نہیں کرتا۔

(۳) اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو ''لمّا'' کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: **نَدِم زيدٌ ولَمَّا**[۱]، اس کی اصل: **نـدِم زيد ولما ينفعه الندم** ہے (زید شرمندہ ہوا؛ لیکن اب تک شرمندگی نے اس کو نفع نہیں دیا)، اس کے برخلاف ''لم'' کے فعل کو کسی بھی صورت میں حذف کرنا جائز نہیں ہے، چناں چہ: ''**ندم زيد ولم**'' نہیں کہہ سکتے۔

وأمـا كـلم المجازاة الخ: یہاں سے مصنف کلم مجازات: یعنی کلمات شرط کا حکم بیان فرمارہے ہیں فرماتے ہیں کہ کلمات شرط: خواہ حروف ہوں یا اسماء، دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں، یہ بتانے کے لئے کہ پہلا جملہ دوسرے جملہ کا سبب ہے، پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے جملہ کو جزاء کہتے ہیں۔

''کلم مجازات'' میں مجازات: جزاء کے معنی میں ہے، چوں کہ کلماتِ شرط دو جملوں پر داخل ہوکر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کے لئے جزاء ہے، اس لئے ان کو کلم مجازات کہا جاتا ہے۔ کلم مجازات گیارہ ہیں، جن میں سے دو: ''اِنْ'' ملفوظہ اور اِنْ مقدرہ حرف ہیں اور بقیہ نو اسماء ہیں۔

ثم إن كان الشرط والجزاء الخ: یہاں سے مصنف کلمات شرط کا عمل بیان فرمارہے ہیں۔

---

[۱] ندم زید فعل با فاعل، جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، لما حرف جازم، اس کے بعد ینفعه الندم محذوف ہے، ینفع فعل، ها ضمیر مفعول بہ، الندم فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، پھر دونوں مل کر جملہ معطوفہ۔

إن تكرمني أكرمك. وإن كانا ماضيين لم تعمل فيهما لفظا ؛ نحو: إن ضربت ضربت. وإن كان الجزاء وحده ماضيًا يجب الجزم في الشرط ؛ نحو إن تضربني ضربتك. وإن كان الشرط وحده ماضيا جازفي الجزاء الوجهان: الجزم والرفع ؛ نحو: إن جئتني أكرمك.

ترجمہ:إِنْ تُكْرِمْنِيْ أُكْرِمْكَ (اگرتو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

اوراگرشرط اور جزاء دونوں فعل ماضی ہوں تو کلم مجازاۃ ان دونوں میں لفظاً کوئی عمل نہیں کرتے، جیسے:إِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (اگرتو مارے گا تو میں بھی ماروں گا)۔اوراگرصرف جزاء فعل ماضی ہوتو واجب ہے شرط میں جزم لانا؛ جیسے:إِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ (اگرتو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا)۔اوراگرصرف شرط فعل ماضی ہوتو جائز ہیں جزاء میں دوصورتیں: (جزم اوررفع)؛ جیسے:إِنْ جِئْتَنِيْ أُكْرِمُكَ (اگرتو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

کلمات شرط فعل مضارع میں دوطرح کا عمل کرتے ہیں:(۱)عمل لفظی (۲)عمل معنوی۔عمل لفظی یہ ہے کہ یہ فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں،اوراگراُس کے آخر میں حرفِ علت یا نونِ اعرابی ہوتو اُس کو گرادیتے ہیں۔اور عمل معنوی یہ ہے کہ یہ فعل مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کردیتے ہیں،عمل لفظی کی تفصیل یہ ہے:

(۱)اگرشرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو شرط اور جزاء دونوں میں جزم لانا واجب ہے، جیسے:إن تكرمْني أُكرمْك[۱]

(۲)اوراگرشرط اور جزاء دونوں فعل ماضی ہوں تو کلمات شرط ان میں لفظاً کوئی عمل نہیں کرتے ہیں؛اس لئے کہ فعل ماضی مبنی الاصل ہونے کی وجہ سے اعراب کا محل نہیں ہے،البتہ معنیً عمل کرتے ہیں یعنی فعل ماضی کو مستقبل کے معنی میں کردیتے ہیں،جیسے:إن ضربتَ ضربتُ (اگرتو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا)۔

(۳)اوراگرشرط فعل مضارع اور جزاء فعل ماضی ہوتو صرف شرط میں جزم لانا واجب ہے، جزاء میں جزم لانا جائزنہیں، جیسے:إن تضربْ ضربتُك.

(۴)اوراگرشرط فعل ماضی اور جزاء فعل مضارع ہوتو وہاں جزاء میں جزم اوررفع دونوں جائز ہیں، جیسے: إن جئتَني أكرمْك، أُكرمُك.

---

[۱] اس کی ترکیب:" إن تضرب أضرب" کی طرح ہوگی۔

واعلم أنه : إذا كان الجزاء ماضيا بغير "قد" ؛ لم يجز الفاء فيه :نحو: إن أكرمتني أكرمتک. قال الله تعالى: ﴿ ومن دخله كان آمنا﴾. وإن كان مضارعا مثبتا أو منفيًا بـ " لا "ـ؛ جاز فيه الوجهان ؛ نحو: إن تضربني أضربک / أو فأضربک ؛وإن تشتمني لاأضربک / أو فلاأضربک.

ترجمہ: جان لیجئے کہ جب جزاء فعل ماضی بغیر "قَدْ" کے ہوتو جائز نہیں ہے اس میں فاء کو لانا؛ جیسے: إِنْ أَكْرَمْتَنِيْ أَكْرَمْتُکَ (اگر تو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَمَنْ دَخَلَه كَانَ آمِنًا" (جو اس میں داخل ہوجائے گا وہ امن میں ہوگا)۔

اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی بلا ہو تو جائز ہیں اس میں دو صورتیں: (فاء کا لانا اور نہ لانا)، جیسے: إِنْ تَضْرِبْنِيْ أَضْرِبْکَ، یا فَأَضْرِبْکَ (اگر تو مجھے مارے گا تو میں تجھے ماروں گا)، إِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا أَضْرِبْکَ، یا فَلَا أَضْرِبْکَ (اگر تو مجھے گالی دے گا تو میں تجھے نہیں ماروں گا)۔

واعلم أنه إذا كان الجزاء ماضيًا الخ: جزاء جملہ ہوتی ہے اور جملہ بذات خود مستقل ہوتا ہے، ماقبل اور مابعد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا؛ لیکن چوں کہ شرط اور جزاء میں باہم تعلق اور ربط ہوتا ہے، اس لئے ان مواقع میں جہاں کلمات شرط کا اثر لفظًا یا معنیً کامل طور پر نہ پایا جائے، جزاء میں فاء کو لایا جاتا ہے، یہاں سے مصنف جزاء میں فاء کے لانے اور نہ لانے کے مواقع بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

۱-اگر جزاء فعل ماضی مثبت ہو بغیر "قد" کے، تو جزاء میں فاء کا لانا جائز نہیں، خواہ فعل ماضی بغیر "قد" کے لفظًا ہو، جیسے: إن أكرمتَني أكرمتُک، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ دَخَلَه كَانَ اٰمِنًا[1] (جو اس میں داخل ہوجائے گا وہ امن میں ہوگا)، یا فعل ماضی بغیر "قد" کے معنیً ہو، جیسے: إن ضربتني لم أضربکَ، یہاں لم أضربک معنیً فعل ماضی ہے؛ اس لئے کہ "لم" فعل مضارع پر داخل ہوکر اس کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے۔ اسی طرح اگر جزاء کوئی ایسا جملہ ہو جس کے شروع میں ہمزہ استفہام ہو تو وہاں بھی جزاء میں فاء کا لانا جائز نہیں، جیسے: إن جئتُکَ أتكرِمُني؟ (اگر میں تیرے پاس آؤں گا تو کیا تو میرا اکرام کرے گا؟)۔

---

[1] مَن اسم شرط مبتدا، دخل فعل، ھو ضمیر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر شرط، کان فعل ناقص، ھو ضمیر اس کا اسم، آمنا شبہ جملہ خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

وإن لم يكن الجزاء أحد القسمين المذكورين ؛فيجب الفاء فيه . وذلك في أربع صور: الأولى أن يكون الجزاء ماضيامع "قد" ؛كقوله تعالى: ﴿إن يسرق فقدسرق أخ له من قبل﴾.

ترجمہ: اور اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی نہ ہوتو واجب ہے اس میں فاء کا لانا، اور یہ چار صورتوں میں ہوتا ہے:

پہلی صورت: یہ ہے کہ جزاء ماضی ہو "قَدْ" کے ساتھ، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" إنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَه مِنْ قَبْلُ" (اگر اس نے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے)۔

۲-اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو، یا فعل مضارع منفی ہو"لا" کے ساتھ، تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) فاء کو نہ لانا؛ جیسے: إن تضربني أضربكَ اوراِن تشتمني لا أضربكَ.

(۲) فاء کو لانا؛ جیسے: إن تضربني فأضربكَ اوراِن تشتمني فلا أضربكَ.

نوٹ: فعل مضارع مثبت میں "فاء" کا لانا اور نہ لانا اس وقت جائز ہے جب کہ اس پر"سین" یا "سوف" داخل نہ ہو، اور اگر اس پر"سین" یا"سوف" داخل ہو تو اس صورت میں اس پر"فاء" کا لانا واجب ہوگا، جیسے: وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَه اُخْرٰی.

وإن لم يكن الجزاء الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں جزاء میں"فاء" کا لانا واجب ہے، فرماتے ہیں کہ اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو، یعنی جزاء نہ تو فعل ماضی مثبت بغیر"قد" کے ہو، اور نہ فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی بلا ہو تو وہاں جزاء میں"فاء" کا لانا واجب ہے، ایسا چار صورتوں میں ہوتا ہے:

۱- جزاء فعل ماضی قد کے ساتھ ہو، خواہ قد لفظوں میں ہو یا مقدر یعنی پوشیدہ ہو، اول کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إن يسرق فقد سرق أخ له من قبل[1] (اگر اس نے چوری کی ہے تو چوری کر چکا ہے اس کا بھائی اس سے پہلے)، ثانی کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وإن كان قميصه قد من قبل فصدقت

---

[1] إن حرف شرط، يسرق فعل، هو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، فاء جزائیہ قد سرق فعل أخ موصوف، له جار مجرور ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر فاعل، من قبل جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

والثانية : أن يكون مضارعا منفيا بغير "لا" ؛ كقوله تعالى: ﴿ ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه ﴾. والثالثة: أن يكون جملة اسمية ؛ كقوله تعالى: ﴿ من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها ﴾.

ترجمہ: اور دوسری صورت: یہ ہے کہ جزاء مضارع منفی ہو بغیر لَا کے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَن يُّقْبَلَ مِنْهُ" (اور جو شخص طلب کرے گا اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)۔

اور تیسری صورت: یہ ہے کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه عَشْرُ أَمْثَالِهَا" (جو شخص لے کر آئے گا ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہوگا)۔

(اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو وہ سچی ہے)، اس مثال میں "صدقت" جزاء میں فاء کو لایا گیا ہے؛ اس لئے کہ اس سے پہلے "قد" مقدر ہے، اس کی اصل: **فقد صدقت** ہے۔

۲- جزاء فعل مضارع منفی ہو، لیکن "لا اور لم" کے ساتھ نہ ہو؛ بلکہ "ما، لن یا إن" نافیہ کے ساتھ ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه**[1] (اور جو شخص طلب کرے گا اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)۔

نوٹ: اگر جزاء فعل مضارع منفی ہو "إن" نافیہ کے ساتھ اور شرط کے شروع میں "اِذَا" شرطیہ ہو تو وہاں جزاء میں فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا حکم (یعنی جزاء میں فاء کا لانا) اس وقت ہے جب کہ جملہ شرطیہ کے شروع میں "إذا" کے علاوہ کوئی دوسرا کلمۂ شرط ہو۔

۳- جزاء جملہ اسمیہ ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها**[2] اس مثال میں "له عشر أمثالها" جزاء جملہ اسمیہ ہے، اس لئے اس کے شروع میں فاء لایا گیا ہے۔

---

[1] من اسم شرط مبتدا، يبتغ فعل، هو ضمیر فاعل، غیر الاسلام مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر شرط، فاء جزائیہ، لن يقبل فعل مجہول، هو ضمیر نائب فاعل، منه جار مجرور متعلق، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

[2] من جاء بالحسنة جملہ اسمیہ خبریہ شرط، فاء جزائیہ، له جار مجرور ثابتة اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، عشر ممیّز مضاف، امثالها مرکب اضافی تمیز مضاف الیہ، ممیّز تمیز سے مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

والرابعة :أن يكون جملة إنشائية. إماأمرا ؛كقوله تعالى : ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله﴾. وإما نهيا كقوله تعالى ﴿فإن علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن إلى الكفار﴾.

ترجمہ:اور چوتھی صورت: یہ ہے کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو: یا تو امر ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو)۔ یا نہی ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَإِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلاَ تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ" (پس اگر تم ان عورتوں کو مومن پاؤ تو واپس نہ کرو ان کو کفار کی طرف)۔

۴- جزاء جملہ انشائیہ ہو، خواہ امر اور نہی ہو، امر کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني [۱] (آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو)، نہی کی مثال، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعو هن إلى الكفار [۲] (اگر تم ان عورتوں کو مومن پاؤ تو ان کو کفار کی طرف واپس نہ کرو)، یا امر اور نہی کے علاوہ، استفہام، تمنی، ترجی، دعاء، افعال مقاربہ اور افعال مدح وذم ہوں۔

استفہام کی مثال، جیسے: إن تَرَكتَنا فَمَنْ يَرْحَمُنَا. دعاء کی مثال، جیسے: إنْ أكْرَمْتَنِي فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا، اور باقی کو انہیں پر قیاس کر لیا جائے۔

ان چاروں صورتوں میں، جزاء میں فاء کا لانا واجب ہے، ان کے علاوہ کچھ صورتیں اور ہیں جہاں جزاء میں فاء کا لانا واجب ہے، مصنف نے ان کو یہاں بیان نہیں کیا، وہ صورتیں یہ ہیں:

۱- جزاء ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کا فعل جامد ہو، جیسے: إِن يُّطْلَقُ لِسَانه يَذُمُّ النَّاسَ فَلَيْسَ لَه مَانِعٌ عنْ

---

[۱] قل فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول، إن حرف شرط کان فعل ناقص، تم ضمیر اس کا اسم، تحبون فعل با فاعل، الله مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، فاتبعونی جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ۔

[۲] إن حرف شرط، علم فعل، تم ضمیر فاعل، هن ضمیر مفعول بہ اول، مومنات مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، فا جزائیہ، لا ترجع فعل نہی، واؤ ضمیر فاعل، هن ضمیر مفعول بہ، إلى الكفار جار مجرور متعلق، فعل نہی اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

وقد يقع "إذا" مع الجملة الاسمية موضع الفاء ؛ كقوله تعالى: ﴿ وإن تصبهم سيئة بماقدمت أيديهم إذاهم يقنطون ﴾.

ترجمہ: اور کبھی واقع ہوتا ہے "إذا" جملہ اسمیہ کے ساتھ "فاء" کی جگہ، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاہے: "وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ" (اور اگر پہنچ جائے ان کو کوئی برائی اس کی وجہ سے جو انھوں نے آگے بھیج دیا ہے تو وہ مایوس ہوجاتے ہیں)۔

أَلْسِنَتِهِمْ، اس مثال میں "فليس له" جملہ فعلیہ جزاء ہے اور اس پر فاء کو لایا گیا ہے، اس لئے کہ اس کا فعل "ليس" جامد ہے۔

۲- جزاء فعل مضارع مثبت سین یاسوف کے ساتھ ہو، جیسے: وإنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَه أُخْرٰى (اگر تم کو باہم تنگی ہو تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلائے گی)، وإنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اگر تم کو فقر کا خوف ہو تو جلدی ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو بے نیاز کردے گا)۔

۳- جزاء کے شروع میں کوئی ایسا کلمہ ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہو، مثلاً: ربَّ، كأَنَّ، إنَّ اور کلمات شرط وغیرہ، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.

۴- جزاء فعل ماضی منفی "ما"، یا "لا" کے ساتھ ہو، جیسے: إِنْ زُرْتَنِيْ فَمَا أَهَنْتُكَ، إِنْ ضَرَبْتَنِيْ فَلاَ أَضْرِبُكَ.

ويقع إذا مع الجملة الاسمية الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر جزاء جملہ اسمیہ ہو تو اس میں اصل تو یہی ہے کہ فاء کو لایا جائے؛ لیکن کبھی فاء کی جگہ "إذا" مفاجاتیہ بھی آجاتا ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ[1] (اور اگر پہنچ جائے ان کو کوئی سختی اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیج دیا ہے تو اچانک وہ مایوس ہوجاتے ہیں)، اس مثال میں "هم يقنطون" جملہ اسمیہ جزاء ہے اور اس پر فاء جزائیہ کی جگہ "إذا" مفاجاتیہ کو لایا گیا ہے، جملہ اسمیہ میں فاء جزائیہ اور إذا مفاجاتیہ ایک ساتھ دونوں کو لانا صحیح نہیں؛ بلکہ ان میں سے ایک کو لایا جائے گا۔

---

[1] إن حرف شرط، تصب فعل، هم ضمیر مفعول بہ، سيئة فاعل، باء حرف جر، ما اسم موصول، قدمت فعل، أيديهم مرکب اضافی فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، تصب فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط، إذا مفاجاتیہ قائم مقام فاء جزائیہ، هم ضمیر مبتدا، يقنطون جملہ خبریہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

وإنما تقدر "إن " بعد الأفعال الخمسة التی هی : الأمر ؛نحو: تعلم تنج. والنهی؛ نحو: لاتكذب يكن خيرا لک . والاستفهام ؛نحو: هل تزورنا نكرمک. والتمنی ؛ نحو: ليتک عندی أخدمک. والعرض ؛نحو: ألاتنزل بناتصب خيرا.

ترجمہ:اورصرف مقدر ہوتا ہے "إِنْ" ان پانچ افعال کے بعد جو کہ یہ ہیں: (۱)امر؛ جیسے:تَعَلَّمْ تَنْجُ (علم حاصل کرونجات پاؤگے)،(۲) نہی؛ جیسے:لاَ تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَکَ (جھوٹ مت بولو،تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا)،(۳)استفہام؛ جیسے:هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْکَ (کیاتو ہم سے ملاقات کرے گا تو ہم تیرا اکرام کریں گے)،(۴)تمنی؛ جیسے:لَيْتَکَ عِنْدِیْ أَخْدِمْکَ (کاش تو ہمارے پاس ہوتا،تو میں تیری خدمت کرتا)، (۵)عرض؛ جیسے:ألاَ تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا (تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے ہو کہ خیر کو پہنچتے)۔

وإنما تقدر إن الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں "إنْ" شرطیہ شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو جزم دیتا ہے،فرماتے ہیں کہ ایسے پانچ مواقع ہیں جہاں "إن" شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے:

۱-امر کے بعد، جیسے:**تَعَلَّمْ تَنْجُ** (علم حاصل کرو اگر علم حاصل کروگے تو نجات پاؤگے) یہاں "تَعَلَّمْ" فعل امر کے بعد "إن" شرط کے ساتھ مقدر ہے اور اسی کی وجہ سے "تنج" فعل مضارع مجزوم ہے،اس کی اصل:**تعلم إن تتعلم تنج** ہے۔ [۱]

۲-نہی کے بعد، جیسے:**لا تكذب يكنْ خيرًا لک** (جھوٹ مت بولو،اگر جھوٹ نہیں بولوگے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا)، یہاں **لا تكذب** فعل نہی کے بعد "إن" شرط کے ساتھ مقدر ہے،اوراسی کی وجہ سے "يكن" فعل مضارع مجزوم ہے،اس کی اصل:**لا تكذب إن لا تكذب يكن خيرًا لک** ہے۔

۳-استفہام کے بعد، جیسے:**هل تزورُنا نكرمْک** (کیاتم ہم سے ملاقات کروگے،اگرتم ہم سے ملاقات کروگے تو ہم تمہارا اکرام کریں گے)، یہاں **هل تزورنا** جملہ استفہامیہ کے بعد "إن" شرط کے ساتھ مقدر ہے،اوراسی کی وجہ سے **نكرم** فعل مضارع مجزوم ہے،اس کی اصل:**هل تزورنا إن تزرنا نكرمک** ہے۔

---

[۱] **تعلم** فعل امر،**أنت** ضمیر مستتر اس کا فاعل،فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر امر،**تنج** فعل،**أنت** ضمیر مستتر اس کا فاعل،فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزاء شرط محذوف **إن تتعلم** کی،شرط محذوف جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوکر جواب امر۔اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کرلی جائے۔

وبعد النفی فی بعض المواضع ؛نحو: لاتفعل شرا یکن خیرا لک، و ذلک إذاقصد أن الأول سبب للثانی ؛ کمارأیت فی الأ مثلۃ؛

ترجمہ:اور(''إِنْ'' مقدر ہوتا ہے)نفی کے بعد بعض جگہوں میں، جیسے:لاَ تَفْعَلُ شَرًّا یَکُنْ خَیْرًا لَکَ (تم برائی نہیں کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے)،اور یہ(یعنی مذکورہ مواقع میں ''إِنْ'' کا مقدر ہونا)اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ ارادہ کیا جائے کہ پہلا فعل دوسرے کے لئے سبب ہے،جیسا کہ تم نے مذکورہ مثالوں میں دیکھا؛

۴-تمنی کے بعد، جیسے:**لیتک عندی أخدمُک** (کاش تو میرے پاس ہوتا،اگر تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا)، یہاں **لیتک عندی** تمنی کے بعد''إن'' شرط کے ساتھ مقدر ہے،اور اسی کی وجہ سے **أخدم** فعل مضارع مجزوم ہے،اس کی اصل:**لیتک عندی إن تکن عندی أخدمک** ہے۔

۵-عرض کے بعد، جیسے:**ألا تنزل بنا تصبْ خیرًا** (تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے،اگر تم ہمارے پاس آتے تو خیر کو پہنچتے)، یہاں **ألا تنزل بنا** عرض کے بعد''إن'' شرط کے ساتھ مقدر ہے،اور اسی کی وجہ سے **تُصِبْ** فعل مضارع مجزوم ہے،اس کی اصل:**ألا تنزل بنا إن تنزل بنا تصب خیرًا** ہے۔

وبعد النفي في بعض الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ پانچ مقامات کے علاوہ، نفی کے بعد بھی بعض مواقع میں''إن'' شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے،جیسے:**لا تفعل شرًا یکنْ خیرًا لک** (تم برائی نہیں کرتے ہو،اگر تم برائی نہیں کرتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے)، یہاں **لا تفعل** فعل منفی کے بعد''إن'' شرط کے ساتھ مقدر ہے اور اسی کی وجہ سے **یکن** فعل مضارع مجزوم ہے،اس کی اصل:**لا تفعل شرًّا إن لا تفعل شرًا یکن خیرًا لک** ہے۔[1]

تنبیہ: یہاں مصنف سے سہو ہوا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ نفی کے بعد کسی بھی جگہ''إن'' شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوتا،اور وجہ اس کی یہ ہے کہ''إن'' اُن چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جن میں طلب کے معنی ہوں،اور نفی میں طلب کے معنی نہیں ہوتے؛ بلکہ وہ خبر محض ہوتی ہے۔

وذلک إذا قصد الخ:یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ پانچ مواقع میں ہر جگہ''إن'' شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے لئے ایک شرط ہے،اور وہ یہ ہے کہ پہلی چیز(یعنی امر،نہی وغیرہ جن

---

[1] لا تفعل فعل،شرا مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر نفی،إن لا تفعل شرا مذکورہ ترکیب کے بعد شرط،یکن فعل ناقص،ھو ضمیر مستتر اس کا اسم،خیرا اسم تفضیل،ھو ضمیر فاعل،لک جار مجرور متعلق،اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر،فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر جواب نفی۔

فإن معنى قولنا"تعلم تنج "هو: إن تتعلم تنج. وكذلك البواقي؛ فلذلك امتنع قولك: لاتكفر تدخل النار؛ لامتناع السببية؛ إذلايصح أن يقال: إن لاتكفر تدخل النار.

ترجمہ: اس لئے کہ ہمارے قول:"تَعَلَّمْ تَنْجُ" کے معنی ہیں: إِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ. اوراسی طرح باقی ہیں، چناں چہ اسی وجہ سے ممتنع ہے تمہارا قول: لاَ تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ؛ سببیت کے ممتنع ہونے کی وجہ سے؛ اس لئے کہ صحیح نہیں ہے کہ یہ کہا جائے: إِنْ لاَ تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ.

کے بعد"إن" مقدر ہوتا ہے) دوسری چیز (یعنی فعل مضارع) کے لئے سبب ہو، جیسا کہ آپ نے مذکورہ مثالوں میں دیکھا کہ پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب ہے، چناں چہ تعلم تنج میں تعلیم نجات کا سبب ہے، اسی لئے تعلم کے بعد"إن" شرط کے ساتھ مقدر ہے اوراس کی اصل: تعلم إن تتعلم تنج ہے۔

اوراگر پہلی چیز دوسری چیز کے لئے سبب نہ ہوتو وہاں"إن" شرط کے ساتھ مقدر نہیں ہوگا، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ لا تکفر تدخل النار میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہاں لا تکفر فعل نہی کے بعد"إن"، شرط کے ساتھ مقدر ہے اوراس کی اصل: لا تکفر إن لا تکفر تدخل النار ہے؛ اس لئے کہ یہاں پہلی چیز یعنی عدم کفر، دوسری چیز یعنی دخول نار کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ کفر دخول نار کا سبب ہے، لہٰذا یہاں لا تکفر فعل نہی کے بعد "إن" کا شرط کے ساتھ مقدر ہونا محال ہے۔

فائدہ: اگر فعل مضارع مذکورہ پانچوں چیزوں میں سے کسی کے بعد واقع ہو، اور وہ شئ فعل مضارع کے لئے سبب نہ ہوتو وہاں فعل مضارع وجوبی طور پر مرفوع ہوگا اور ترکیب کے اعتبار سے اس کی تین حالتیں ہوں گی:

۱- یا تو وہ ماقبل سے حال ہوگا، جیسے: ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ میں"یلعبون" مرفوع ہے اور"هم"، ضمیر منصوب سے حال ہے۔

۲-اوراگر وہ صفت بن سکتا ہے تو ماقبل کی صفت ہوگا، جیسے: فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ میں "یرث"، فعل مضارع مرفوع ہے اور ماقبل"ولیا" کی صفت ہے۔

۳-اوراگر حال یا صفت نہ بن سکتا ہوتو وہ جملہ مستانفہ ہوگا، جیسے: لاَ تَذْهَبْ بِهٖ تَغْلِبُ عَلَيْهِ میں "تغلب"، فعل مضارع مرفوع ہے اور جملہ مستانفہ ہے؛ اس لئے کہ یہ ماقبل کا حال یا صفت نہیں بن سکتا۔

☆☆☆☆

والثالث :الأمر،وهو : صيغة يطلب بها الفعل ، من الفاعل المخاطب ؛بأن تحذف من المضارع حرف المضارعة ثم تنظر: فإن كان مابعد حرف المضارعة ساكنا زدت همزة الوصل : مضمومة إن انضم ثالثه ؛ نحو: انصر. ومكسورة ،إن انفتح أوا نكسر؛ كـ :اعلم، واضرب ، واستخرج .

ترجمہ: اور تیسری قسم: امر ہے، اور وہ (یعنی امر) ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعہ طلب کیا جائے فعل کو فاعل مخاطب سے، اس طور پر کہ آپ حذف کردیں فعل مضارع سے علامت مضارع کو، پھر دیکھیں: پس اگر علامت مضارع کا مابعد ساکن ہو تو زیادہ کریں ہمزۂ وصل: مضموم اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہو؛ جیسے:اُنْصُرْ. اور مکسور اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو، جیسے:اِعْلَمْ، اِضْرِبْ، اِسْتَخْرِجْ.

والثالث الأمر الخ: یہاں سے مصنف فعل کی تیسری قسم امر کو بیان فرمارہے ہیں:

امر کی تعریف: امر ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے کسی فعل کو طلب کیا جائے؛ جیسے: اضرب (مارتو)۔

''فاعل مخاطب'' کی قید لگا کر مصنف نے امر غائب و متکلم کو امر کی تعریف سے خارج کر دیا؛ اس لئے کہ امر غائب و متکلم درحقیقت مضارع بالام کے صیغے ہیں؛ البتہ لام امر نے آ کر اُن میں طلب کے معنی پیدا کردئے ہیں، اسی لئے امر حاضر کی طرح اُن کو بھی جملہ انشائیہ کہتے ہیں۔

بأن تحذف من المضارع الخ: یہاں سے مصنف امر حاضر بنانے کا قاعدہ بیان فرمارہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امر حاضر فعل مضارع معروف سے بنایا جاتا ہے، اس طور پر کہ علامت مضارع کو حذف کردیں، اس کے بعد دیکھیں علامت مضارع کا مابعد متحرک رہتا ہے یا ساکن: اگر ساکن ہو تو ہمزۂ وصل مضموم شروع میں لے آئیں اگر اس کا تیسرا حرف یعنی عین کلمہ مضموم ہو، جیسے:تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ. اور اگر عین کلمہ مکسور یا مفتوح ہو تو ہمزۂ وصل مکسور شروع میں لے آئیں، جیسے:تَعْلَمُ سے اِعْلَمْ، تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ، تَسْتَخْرِجُ سے اِسْتَخْرِجْ. اور اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہو تو ہمزۂ وصل لانے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ صرف اس کے آخر میں وقف کردیں، جیسے:تُحَاسِبُ سے حَاسِبْ، تَعِدُ سے عِدْ.

والأمر من باب الإفعال الخ: یہاں سے مصنف ایک شبہ کا ازالہ فرمانا چاہتے ہیں، شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ فعل مضارع سے امر حاضر بنانے کے جو دو طریقے اوپر بیان کئے گئے ہیں، باب افعال کے امر کو ان میں

وإن كان متحركا؛ فلا حاجة إلى الهمزة ؛ نحو: عد، وحاسب . والأمر من باب الإفعال من القسم الثاني . وهو مبني على علامة الجزم ؛ كـ: اضرب، واغز، وارم ،واسع ،واضربا، واضربوا، واضربي.

ترجمہ:اور اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہوتو ہمزۂ وصل کی ضرورت نہیں ہے؛ جیسے:عِدْ اور حَاسِبْ.
اور باب افعال کا امر دوسری قسم کے قبیل سے ہے۔ اور وہ (یعنی امر) علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے، جیسے:
اِضْرِبْ، اُغْزُ، اِرْمِ، اِسْعَ، اِضْرِبَا، اِضْرِبُوْا، اِضْرِبِیْ.

سے پہلے طریقہ کے قبیل سے ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ باب افعال میں علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد علامت مضارع کا مابعد ساکن رہتا ہے، لہٰذا علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد اس کے شروع میں ہمزۂ وصل لانا چاہئے؟ مصنف فرماتے ہیں کہ باب افعال کا امر حاضر مذکورہ دونوں طریقوں میں سے دوسرے طریقہ کے قبیل سے ہے، پہلے طریقہ کے قبیل سے نہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ''باب افعال'' میں فعل مضارع کے واحد متکلم کے صیغے میں ایک ساتھ دو ہمزہ جمع ہو جاتی ہیں؛ چوں کہ دو ہمزاؤں کا ایک ساتھ جمع ہونا کلام عرب میں ناپسندیدہ ہے، اس لئے واحد متکلم کے صیغے سے باب افعال کے ہمزہ کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا، پھر باب کی موافقت کے لئے مضارع کے دوسرے صیغوں سے بھی اس ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تاکہ مضارع کے تمام صیغے ایک شکل کے ہو جائیں؛ لہٰذا اس اعتبار سے حاضر کے صیغے مثلاً: تُکْرِمُ، تُکْرِمَانِ وغیرہ اصل میں تُأَكْرِمُ ،تأكرمان تھے، علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد چوں کہ علامت مضارع کا مابعد (یعنی ہمزہ) متحرک ہے، اس لئے امر بناتے وقت شروع میں ہمزہ وصل نہیں لایا جاتا؛ بلکہ باب افعال کے ہمزہ ہی کو جو کہ قطعی ہے باقی رکھا جاتا ہے۔

وهو مبني على علامة الجزم الخ: یہاں سے مصنف امر حاضر کا حکم بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ امر حاضر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے، اور علامت جزم تین ہیں: (۱) سکون، صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع میں، جیسے:اِضْرِبْ. (۲) لام کلمہ کا محذوف ہونا، معتل عین واوی، یائی اور الفی میں، جیسے:اُغْزُ اِرْمِ اور اِسْعَ.
(۳) نون اعرابی کا محذوف ہونا، صحیح یا معتل با ضمائر بارزہ مرفوعہ ونونہائے مذکورہ میں، جیسے:اِضْرِبَا، اِضْرِبُوا اور اِضْرِبِی ، اُغْزُوَا، اُغْزُوْا، اُغْزِی وغیرہ۔

☆☆☆☆

فصل: فعل مالم يسم فاعله: هو: فعل حذف فاعله وأقيم المفعول مقامه . ويختص بالمتعدى . وعلامته فى الماضى : أن يكون أوله مضموما فقط و ماقبل آخره مكسورًا فى الأبواب التى ليست فى أوائلها همزة وصل ولا تاء زائدة ؛ نحو: ضرب ودحرج وأكرم.وأن يكون أوله وثانيه مضمومًا ،

ترجمہ: یہ چھٹی فصل ہے: فعل مالم یسم فاعلہ: وہ ایسا فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور مفعول کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو، اور خاص کیا جاتا ہے فعل مجہول کو متعدی کے ساتھ، اور اس کی علامت: ماضی میں یہ ہے کہ اس کا صرف پہلا حرف مضموم ہو اور اس کے آخری حرف کا ماقبل مکسور ہو اُن ابواب میں جن کے شروع میں نہ ہمزۂ وصل ہے اور نہ تاء زائدہ، جیسے: ضُرِبَ، دُحْرِجَ، أُكْرِمَ. اور یہ کہ اس کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو،

فصل: فعل مالم يسم فاعله الخ:

فائدہ: فعل کی دو قسمیں ہیں: (۱) فعل معروف (۲) فعل مجہول، اس کو **فعل مالم يسم فاعله** بھی کہتے ہیں۔

فعل معروف: وہ فعل ہے جس میں فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہو، یعنی اس کا فاعل معلوم ہو، جیسے: ضَرَبَ نَصَرَ وغیرہ۔

فعل مالم یسم فاعلہ: وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو، جیسے: ضُرِبَ، نُصِرَ وغیرہ، فعل مجہول صرف متعدی سے آتا ہے لازم سے نہیں آتا۔

وعلامته فى الماضى الخ: یہاں سے مصنف فعل مجہول کی علامت، یعنی اس کے بنانے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں، فعل مجہول کی دو قسمیں ہیں: (۱) فعل ماضی مجہول (۲) فعل مضارع مجہول۔

فعل ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ: جن ابواب کے شروع میں ہمزۂ وصل اور تاء زائدہ نہ ہو، ان میں فعل ماضی معروف کے پہلے حرف کو ضمہ اور آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دیدیں، اگر وہ مکسور نہ ہو، جیسے: ضَرَبَ سے ضُرِبَ، دَحْرَجَ سے دُحْرِجَ اور أَكْرَمَ سے أُكْرِمَ. اور جن ابواب کے شروع میں تا زائدہ ہو، ان میں فعل ماضی معروف کے پہلے اور دوسرے حرف کو ضمہ اور آخری حرف کے ماقبل کو کسرہ دیدیں، اگر وہ مکسور نہ ہو، جیسے: تَفَضَّلَ سے تُفُضِّلَ اور تَضَارَبَ سے تُضُورِبَ. اور جن ابواب کے شروع میں ہمزۂ وصل

وماقبل آخره كذلك فيما في أوله تاء زائدة ؛ نحو: تفضل وتضورب. وأن يكون أوله وثالثه مضموما وماقبل آخره كذلك فيما في أوله همزة وصل ؛ نحو: استخرج واقتدر. والهمزة تتبع المضموم "في الضم" إن لم تدرج .

وفي المضارع. أن يكون حرف المضارعة مضموما ،وما قبل آخره مفتوحا؛ نحو: يضرب ويستخرج ، إلا في باب المفاعلة، والإفعال، والتفعيل، والفعللة وملحقاتها الثمانية ؛فإن العلامة فيها فتح ماقبل الآخر ؛نحو: يحاسب ويدحرج .

ترجمہ: اوراس کے آخری حرف کا ماقبل اسی طرح (مکسور) ہوان ابواب میں جن کے شروع میں تاء زائدہ ہے، جیسے:تُفُضِّلَ اورتُضُوْرِبَ. اور یہ کہ اس کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہواوراس کے آخری حرف کا ماقبل اسی طرح (مکسور) ہوان ابواب میں جن کے شروع میں ہمزۂ وصل ہے، جیسے:اُسْتُخْرِجَ اوراُقْتُدِرَ. اورہمزۂ وصل (ضمہ میں) مضموم حرف کے تابع ہوتی ہے بشرطیکہ درمیان میں واقع نہ ہو۔

اورفعل مضارع میں (اس کی علامت) یہ ہے کہ علامت مضارع مضموم ہواوراس کے آخری حرف کا ماقبل مفتوح ہو، جیسے:یُضْرَبُ اوریُسْتَخْرَجُ، مگرباب مفاعلۃ، باب افعال، باب تفعیل اور باب فعللہ اوراس کے آٹھوں ملحقات میں؛ اس لئے کہ فعل مجہول کی علامت ان ابواب میں آخری حرف کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے، جیسے:یُحَاسَبُ اوریُدَحْرَجُ.

ہو،اُن میں فعل ماضی معروف کے پہلے اورتیسرے حرف کوضمہ اورآخری حرف کے ماقبل کوکسرہ دیدیں، اگروہ مکسور نہ ہو، جیسے:اِسْتَخْرَجَ سےاُسْتُخْرِجَ اوراِقْتَدَرَ سےاُقْتُدِرَ. فعل ماضی مجہول میں اگرہمزۂ وصل تلفظ میں ساقط نہ ہوتو وہ حرکت میں مضموم حرف کے تابع ہوتی ہے،مکسور حرف کے تابع نہیں ہوتی۔

وفي المضارع أن يكون الخ: یہاں سے مصنف فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں، فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ: فعل مضارع معروف میں علامت مضارع کوضمہ اورآخری حرف کے ماقبل کوفتحہ دیدیں اگروہ مفتوح نہ ہو، جیسے:یَضْرِبُ سےیُضْرَبُ اوریَسْتَخْرِجُ سے یُسْتَخْرَجُ. فعل مضارع مجہول بنانے کا یہ طریقہ تمام ابواب میں عام ہے؛ ہرباب سے اس طریقہ کے مطابق فعل مضارع مجہول بنایا جاسکتا ہے، البتہ باب مفاعلۃ، باب افعال، باب تفعیل اور باب فعللۃ اوراس کے

وفي الأجوف: ماضيه : قيل وبيع ؛وبالإشمام :قيل وبيع ؛وبالواو: قول وبوع.

ترجمہ:اوراجوف کی ماضی میں (فعل مالم یسم فاعلہ)قِيْلَ اوربِيْعَ، اوراشمام کے ساتھ قِيْلَ اوربِيْعَ، اورواؤ کے ساتھ قُوْلَ اوربُوْعَ آتا ہے۔

آٹھوں ملحقات اس سے مستثنیٰ ہیں؛اس لئے کہ ان میں محض آخری حرف کے ماقبل کوفتحہ دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے،علامت مضارع کوضمہ دینے کی ضرورت نہیں؛اس لئے کہ علامت مضارع ان ابواب میں معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے،جیسے:يُحَاسِبُ سے يُحَاسَبُ اوريُدَحْرِجُ سے يُدحرَجُ.

وفي الأجوف ماضيه الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعل ماضی اورمضارع مجہول بنانے کا مذکورہ بالا طریقہ اس وقت ہے جب کہ فعل اجوف نہ ہو،اوراگرفعل اجوف ہوتواس کے فعل ماضی مجہول میں تین صورتیں جائز ہیں:

۱-ماقبل کی حرکت زائل کرکے عین کلمہ:واؤیایاء کی حرکت نقل کرکے ماقبل کودیدی جائے؛اوراگرعین کلمہ واؤہوتواس کو،ماقبل کے مکسورہونے کی وجہ سے یاء سے بدل دیا جائے،جیسے:قِيْلَ بِيْعَ، قيل اصل میں قُوِلَ تھا،ماقبل کی حرکت زائل کرنے کے بعد واؤ کا کسرہ نقل کرکے ماقبل کودے دیا،پھرواؤساکن ماقبل مکسورہونے کی وجہ سے،واؤکویاء سے بدل دیا،قِيْلَ ہوگیا،اوربِيْعَ اصل میں بُيِعَ تھا،ماقبل کی حرکت زائل کرنے کے بعد،یاء کا کسرہ نقل کرکے ماقبل کودیدیا،بِيْعَ ہوگیا۔

۲-مذکورہ بالا تغیرکرنے کے بعد،فاکلمہ کے کسرہ کا،ضمہ کے ساتھ اشمام کیا جائے؛مثلاً:قيل اوربيع کو اس طرح ادا کیا جائے کہ قاف اورباء کے کسرہ میں ضمہ کی بوپائی جائے۔

نحویوں کی اصطلاح میں اشمام اس کوکہتے ہیں کہ:فعل کے فاکلمہ کے کسرہ کو،ضمہ کی طرف مائل کرکے اس طرح ادا کیا جائے کہ کسرہ میں ضمہ کی بوپائی جائے۔

۳-ماقبل کے ضمہ کوباقی رکھتے ہوئے واؤاوریاء کوساکن کردیں،پھربقاعدۂ ’’موسر‘‘ یاء کوواؤ سے بدل دیں،جیسے:قولَ اوربوع، قول اصل میں قُوِلَ تھا،واؤکوساکن کردیا،قُول ہوگیا۔اوربيع اصل میں بُيِعَ تھا،یاء کوساکن کرکے بقاعدۂ’’مو سر‘‘ واؤ سے بدل دیا،بُوعَ ہوگیا۔

☆☆☆☆

وكـذلك بـاب "أختيـر" وانقيد، دون أستخير وأقيم ؛ لفقدفعل فيهما . وفـي مـضارعه : تقلب العين ألفا؛ نحو : يقال ويباع، كما عرفتَ في التصريف مستقصي .

ترجمہ: اوراسی طرح باب "اُختِيرَ" اورانُقِيدَ" ہے،نہ کہ باب "اُستُخِيرَ" اور "أُقِيمَ" ، ان میں فُعِلَ کے وزن کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

اوراجوف کے مضارع میں بدل دیا جائے گا عین کلمہ کوالف سے، جیسے: یُقَالُ اوریُبَاعُ، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں "علم صرف" میں پورے طور پر۔

وكـذلك بـاب اختير الخ اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح مذکورہ بالا تین صورتیں ثلاثی مجرد اجوف کی ماضی مجہول میں جائز ہیں، اسی طرح یہ باب افتعال اور باب انفعال اجوف کی ماضی مجہول میں بھی جائز ہیں، جیسے: اختیر اورانقید اشمام کے ساتھ اور بغیر اشمام کے، اوراُختُوِرَ اوراُنقُوِدَ.

البتہ باب استفعال اور باب افعال اجوف کی ماضی مجہول میں صرف ایک صورت ہے، وہ یہ کہ واؤ اور یاء کی حرکت نقل کر کے، ماقبل کو دیدی جائے، پھر اجوف واوی میں بقاعدۂ "میـــزان" واؤ کو یاء سے بدل دیا جائے، جیسے: أقیم، اوراجوف یائی میں یاء کو اپنی حالت پر رکھا جائے؛ جیسے: اُستُخِیرَ. باب **استفعال** اور باب **افعال** کی ماضی مجہول میں آخر کی دونوں صورتیں جائز نہیں، چناں چہ **استخير** اور **أقيم** اشمام کے ساتھ، اوراُستُخوِر اوراُقُوِمَ نہیں کہہ سکتے؛ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آخر کی دونوں صورتیں وہاں جائز ہوتی ہیں، جہاں ماضی مجہول میں فُعِلَ کا وزن پایا جائے، یعنی جہاں واؤ اور یاء کا ماقبل مضموم ہو، چوں کہ باب **استفعال** اور باب **افعال** کی ماضی مجہول میں "فُعِلَ" کا وزن نہیں پایا جاتا، یعنی اس میں واؤ اور یاء کا ماقبل مضموم نہیں ہوتا؛ بلکہ ساکن ہوتا ہے، اس لئے اس میں آخر کی دونوں صورتیں جائز نہیں ہوں گی۔

وفـي مـضارعه تقلب الخ: یہاں سے مصنف اجوف کے مضارع مجہول کے متعلق بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اجوف کے مضارع مجہول میں، عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، عین کلمہ کوالف سے بدل دیا جاتا ہے، جیسے: یُقال اوریُباع، یُقال اصل میں یَقْوَلُ تھا، واؤ متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن، لہٰذا واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، واؤ کوالف سے بدل دیا، یُقال ہوگیا۔ اوریُباعُ اصل میں یُبْیَعُ تھا، یا متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن، لہٰذا یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد، یاء کوالف سے بدل دیا، یُباع ہوگیا۔

فصل: الفعل : إما متعد ، وهو :مايتوقف فهم معناه على متعلق غير الفاعل كـ: ضرب. وإما لازم، وهو: مابخلافه ؛كـ : قعد وقام. والمتعدى قديكون: إلى مفعول واحد ؛كـ : ضرب زيد عمروا. وإلى مفعولين ؛كـ: أعطى زيد عمروًا درهما.

ترجمہ: یہ ساتویں فصل ہے: فعل: یا تو متعدی ہوتا ہے، اور وہ (یعنی متعدی) وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف ہو؛ جیسے: ضَــرَبَ (اس نے مارا)۔ یا لازم ہوتا ہے، اور وہ (یعنی لازم) وہ فعل ہے جو اس کے برخلاف ہو؛ جیسے: قَعَدَ (وہ بیٹھا)، قَامَ (وہ کھڑا ہوا)۔

اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے؛ جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمروًا میں ضَرَبَ (زید نے عمرو کو مارا) اور (کبھی) دو مفعولوں کی طرف ہوتا ہے؛ جیسے: أَعْـطٰى زَيْدٌ عَمرُوًا دِرْهِمًا میں أَعْطٰى (زید نے عمرو کو ایک درہم دیا)۔

فصل : الفعل إما متعد الخ: یہاں سے مصنف فعل متعدی اور فعل لازم کو بیان فرما رہے ہیں:

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق یعنی مفعول بہ پر موقوف ہو، جیسے: ضَرَبَ۔

فعل لازم: وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق یعنی مفعول بہ پر موقوف نہ ہو، جیسے: قعد اور قام. فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں:

۱- **متعدی بیک مفعول**: متعدی بیک مفعول: وہ فعل ہے جسے صرف ایک مفعول بہ کی ضرورت ہو؛ جیسے: ضرب زيدٌ عمروا میں ضرب.

۲- **ایسا متعدی بدو مفعول** جس کے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز ہو، مثلا: أعـطـى ، سـأل ، مَنَحَ ، أَلْبَسَ وغیرہ؛ جیسے: أعطى زيد عمروا درهما[1]، اس میں ایک مفعول پر اکتفا کر کے، أعطيت زيدًا یا اعطيت درهما کہنا بھی جائز ہے، ایسا ان افعال میں ہوتا ہے جن کا مفعول ثانی، مفعول اول کا غیر ہو؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں درهما، عمروا کا غیر ہے۔

---

[1] أعطى فعل، زيد فاعل، عمروا مفعول بہ اول، درهما مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح أعلم الله زيدا عمروا فاضلا اور أعلمت زيداً عمروا خير الناس کی ترکیب ہوگی، بس اتنا فرق ہے کہ ان دونوں مثالوں میں فاضلا اور خير الناس مفعول بہ ثالث ہیں۔

ویجوز فیہ الاقتصار علی أحد مفعولیہ ؛ کـ: أعطیت زیدا،أو: أعطیت درھما؛ بخلاف باب علمت. وإلی ثلاثة مفاعیل ؛ نحو:أعلم الله زیدًا عمروا فاضلا . ومنه: أری ،وأنبأ ، ونبا، وأخبر، وخبر، وحدث .

وھذہ (الأفعال) السبعة مفعولھا: الأول مع الأخیرین؛ کمفعولی ’’أعطیت‘‘ فی جواز الاقتصار علی أحدھما؛ تقول: أعلم الله زیدا.

ترجمہ: اور جائز ہے اس میں اس کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا؛ جیسے:أُعْطَیْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو دیا)، یاأُعْطَیْتُ دِرْھَمًا (میں نے ایک درہم دیا)، برخلاف باب ’’علمت‘‘ کے،اور(کبھی متعدی) تین مفعولوں کی طرف ہوتا ہے؛ جیسے : أَعْلَمَ اللّٰهُ زَیْدًا عَمروًا فَاضِلًا میں أعْلَمَ (اللہ نے زید کو خبر دی عمرو کے فاضل ہونے کی)۔اور اسی قبیل سے ہے:أریٰ، أنْبَأ، أخْبَرَ، نَبَّأ، خَبَّرَ اور حَدَّثَ.

اور ان ساتوں افعال کا مفعول اول آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب ’’أعْطَیْتُ‘‘ کے دومفعولوں کی طرح ہے ان میں سے ایک پر اکتفاء کے جائز ہونے کے سلسلے میں ؛ آپ کہہ سکتے ہیں:أعْلَمَ اللهُ زَیْدًا (اللہ نے زید کو خبر دی)۔

۳- ایسا متعدی بدومفعول جس کے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہ ہو؛ جیسے:علمت زیدا فاضلا[1] اس میں ایک مفعول پر اکتفا کر کے،علمت زیدا، یاعلمت فاضلا کہنا جائز نہیں،ایسا ان افعال میں ہوتا ہے جن کا مفعول ثانی، مفعول اول کا غیر نہ ہو؛ بلکہ دونوں ایک ذات پر دلالت کرتے ہوں؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں فاضلا، زید کا غیر نہیں ہے؛ بلکہ دونوں ایک ذات پر دلالت کرتے ہیں۔

۴- متعدی بسہ مفعول: متعدی بسہ مفعول: وہ فعل متعدی ہے جسے تین مفعولوں کی ضرورت ہو، یہاں مصنف نے ایسے کل سات افعال بیان کئے ہیں:أعلم، أری، أنبأ، نبّأ، أخبر، خَبَّرَ، حَدَّثَ. جیسے:أعلم الله زیدا عمروا فاضلا.

وھذہ السبعة مفعولُھا الخ: یہاں سے مصنف متعدی بسہ مفعول کے مفاعیل ثلاثہ کا حکم بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ ساتوں افعال (یعنی أعلم، أریٰ وغیرہ) کا مفعول اول، آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ، ایک مفعول پر اکتفا کے جائز ہونے کے سلسلہ میں، باب ’’أعطیت‘‘ کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے،یعنی جس طرح باب أعطیت کے ایک مفعول کو حذف کر کے،صرف ایک مفعول کے

---

[1] اس کی ترکیب أعطی زید عمروا درھما کی طرح ہوگی۔

والثانی مع الثالث کمفعولی "علمت" فی عدم جواز الاقتصار علی أحدهما؛ فلاتقول: أعلمت زیداخیر الناس؛ بل تقول: أعلمت زیدا عمروا خیر الناس.

فصل: أفعال القلوب: هی علمت، وظننت، وحسبت، وخلت، ورأیت ووجدت، وزعمت.

ترجمہ:اور(ان کا)دوسرامفعول تیسرے مفعول کے ساتھ باب "عَلِمْتُ" کے دومفعولوں کی طرح ہےان میں سے ایک پراکتفاء کے جائز نہ ہونے کے سلسلے میں۔پس آپ نہیں کہہ سکتے:أَعْلَمْتُ زَیْدًا خَیْرَ النَّاسِ ؛ بلکہ آپ کہیں گے:أعْلَمْتُ زَیْدًا عَمْروًا خَیْرَالنَّاسِ (میں نے زیدکوخبردی عمروکےلوگوں میں سب سے بہتر ہونے کی)۔

یہ آٹھویں فصل ہے:افعال قلوب:عَلِمْتُ، ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، خِلْتُ، رَأَیْتُ، وَجَدْتُ اور زَعَمْتُ ہیں۔

ذکر پراکتفا کرنا جائز ہے،اسی طرح ان ساتوں افعال کے بھی آخر کے دونوں مفعولوں کوحذف کر کے مفعول اول کے ذکر پراکتفا کرنا، یامفعول اول کوحذف کر کے،آخر کے دونوں مفعولوں کے ذکر پراکتفا کرنا جائز ہے، مفعول اول کے ذکر پراکتفا کرنے کی مثال،جیسے:**أعلم الله زیدا**، آخر کے دونوں مفعول کے ذکر پراکتفا کرنے کی مثال،جیسے:**أعلم الله عمروا فاضلا**.

اوران افعال کا دوسرامفعول تیسرے مفعول کے ساتھ ایک مفعول پراکتفا کے جائز نہ ہونے کے سلسلہ میں،باب"**علمت**" کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے،یعنی جس طرح باب"**علمت**" کے ایک مفعول کو حذف کر کے،صرف ایک مفعول کے ذکر پراکتفا کرنا جائز نہیں ،اسی طرح ان ساتوں افعال کے دوسرے مفعول کوحذف کر کے،تیسرے مفعول کے ذکر پراکتفا کرنا، یا تیسرے مفعول کوحذف کر کے دوسرے مفعول کے ذکر پراکتفا کرنا بھی جائز نہیں، چناں چہ آپ دوسرے مفعول کوحذف کر کے"**أعلمت زیدا خیر الناس**"، یا تیسرے مفعول کوحذف کر کے"**أعلمت زیدا عمروا**" نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ آپ"**أعلمت زیداعمروا خیر الناس**" کہیں گے۔

فصل: أفعال القلوب الخ: یہاں سے مصنف افعال قلوب کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

وهی أفعال تدخل على المبتدأ والخبر، فتنصبهما على المفعولية؛ نحو: علمت زيدا عالما. واعلم أن لهذه الأفعال خواص: منها أن لا يُقتصر على أحد مفعوليها؛ بخلاف باب أعطيت، فلا تقول: علمت زيدا.

ترجمہ: اور وہ (یعنی افعال قلوب) ایسے افعال ہیں جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور ان دونوں کو مفعول بہ ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں؛ جیسے: **عَلِمْتُ زَيْدًا عالمًا** (میں نے زید کو عالم یقین کیا)۔ جان لیجئے کہ ان افعال کی کچھ خصوصیتیں ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اکتفاء نہیں کیا جائے گا ان افعال کے دونوں مفعولوں میں سے ایک پر، برخلاف باب "أَعْطَيْتُ" کے؛ پس آپ نہیں کہہ سکتے: **عَلِمْتُ زَيْدًا**.

افعالِ قلوب کی تعریف: افعالِ قلوب: وہ افعال ہیں جن کا تعلق دل سے ہو؛ یہ سات ہیں: **علمت رأيت، وجدت** (یقین کے لئے) **ظننتُ، حسبت، خلت** (شک کے لئے) اور **زعمت** (شک اور یقین دونوں کے لئے)۔

فائدہ: ان کو افعالِ قلوب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صدور میں اعضائے ظاہرہ کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان کا صدور باطن یعنی دل سے ہوتا ہے۔

وهی أفعالٌ تدخل الخ: یہاں سے مصنف افعالِ قلوب کے عمل کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: یہ افعال، مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دیتے ہیں؛ جیسے: **علمت زيدا عالما،** اس مثال میں "**علمت**" افعالِ قلوب میں سے ہے؛ اس لئے کہ اس کا تعلق دل سے ہے، یہ اپنے صدور میں اعضائے ظاہرہ کا محتاج نہیں ہوتا، اور اس نے یہاں زید مبتدا اور **عالما** خبر پر داخل ہوکر، دونوں کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دیا ہے۔

واعلم أن لهذه الافعال الخ: یہاں سے مصنف افعالِ قلوب کی خاصیتوں کو بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے یہاں افعالِ قلوب کی چار خاصیتیں بیان کی ہیں:

۱- افعالِ قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ **علمت زيدا** یا **علمت عالما** نہیں کہہ سکتے، برخلاف باب **أعطيت** کے، کہ اس کے دونوں مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز ہے؛ چناں چہ **أعطيت زيدا،** یا **أعطيت درهما** کہہ سکتے ہیں۔ البتہ اگر افعالِ قلوب کے دونوں مفعولوں کے، یا ایک مفعول کے حذف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہو، اور افعالِ قلوب کے

ومنها جواز الإلغاء : إذا توسطت ؛ نحو: زيد ظننت قائم . أو تأخرت ؛ نحو: زيد قائم ظننت.

ومنها أنها تعلق إذا وقعت: قبل الاستفهام؛ نحو: علمت أزيد عندک أم عمرو. وقبل النفي؛ نحو: علمت مازيد في الدار. وقبل لام الابتداء؛ نحو: علمت لزيد منطلق.

ترجمہ: اوران خصوصیات میں سے (دوسری خصوصیت) یہ ہے کہ ان افعال کوملغی کرنا جائز ہے جب کہ یہ درمیان میں واقع ہوں؛ جیسے:زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ (میں نے زید کو کھڑا ہوا گمان کیا)۔ یا مؤخر ہوں؛ جیسے:زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ (میں نے زید کو کھڑا ہوا گمان کیا)۔

اوران خصوصیات میں سے (تیسری خصوصیت) یہ ہے کہ ان افعال کومعلق کردیا جاتا ہے اس وقت جب کہ یہ واقع ہوں استفہام سے پہلے؛ جیسے:عَلِمْتُ أَزَيْدٌ عِنْدَکَ أَمْ عَمْرٌو (میں نے جان لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو)،اورنفی سے پہلے؛ جیسے:عَلِمْتُ مَازَيْدٌ فِي الدَّارِ (میں نے جان لیا کہ گھر میں زید نہیں ہے)۔اورلامِ ابتداء سے پہلے؛ جیسے:عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ (میں نے جان لیا کہ یقیناً زید چلنے والا ہے)۔

مفعول کوحذف کرنے سے معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو،تو وہاں افعال قلوب کے دونوں، یا کسی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے۔دیکھئے:(النحو الوافی ۵۳/۲،اوردرایۃ النحو ص۲۳۰)

۲-اگرافعال قلوب مبتدااورخبر کے درمیان یا اُن دونوں کے بعد واقع ہوں تو اس صورت میں افعال قلوب کے عمل کولفظاً اورمعنیً دونوں اعتبار سے باطل کرنا جائز ہے،اول کی مثال؛ جیسے:زید ظننت قائم[1] ثانی کی مثال؛ جیسے:زید قائم ظننت. چوں کہ پہلی مثال میں''ظننت'' درمیان میں اوردوسری مثال میں ''ظننت'' آخرمیں واقع ہے،اس لئے جائز ہے کہ یہاں''ظننت'' کولفظاً اورمعنیً کسی بھی اعتبار سے عمل نہ دلایا جائے؛ بلکہ ترکیب میں''زید قائم''کوایک مستقل جملہ اور''ظننت'' کوالگ جملہ قراردیا جائے۔

۳- اگرافعال قلوب: استفہام، یانفی، یالام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو یہ عمل کے اعتبار سے معلق ہوجاتے ہیں،یعنی ان تینوں صورتوں میں یہ اپنے مابعد میں معنیً توعمل کرتے ہیں اس طور پرکہ وہ ترکیب میں

---

[1] زید مبتدا،قائم شبہ جملہ خبر،مبتداخبر سے مل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ظننت فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ۔اسی طرح زید قائم، ظننت کی ترکیب کرلی جائے۔

ومنها أنها يجوز أن يكون فاعلها ومفعولها ضميرين لشئ واحد؛ نحو: علمتنى منطلقا، وظننتك فاضلا.

ترجمہ: اوران خصوصیات میں سے (چوتھی خصوصیت) یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول کسی ایک چیز کی دوضمیریں ہوں؛ جیسے: عَلِمْتُنِي مُنْطَلِقًا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا یقین کیا)۔ ظَنَنْتَكَ فَاضِلًا (تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا)۔

ان کا مفعول بہ ہوتا ہے؛ لیکن لفظاً کوئی عمل نہیں کرتے، استفہام سے پہلے واقع ہونے کی مثال؛ جیسے: **علمت أزيد عندك أم عمرو**[1] (میں نے جان لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو)، نفی سے پہلے واقع ہونے کی مثال؛ جیسے: **علمت ما زيد في الدار** (میں نے جان لیا کہ زید گھر میں نہیں ہے)، لام ابتداء سے پہلے واقع ہونے کی مثال؛ جیسے: **علمت لزيد منطلق** (میں نے جان لیا کہ یقیناً زید چلنے والا ہے)۔

فائدہ: استفہام، نفی اور لام ابتداء سے پہلے واقع ہونے کی صورت میں، افعال قلوب کے لفظاً عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ: استفہام، نفی اور لام ابتداء تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں؛ لہٰذا اگر یہاں افعال قلوب کو لفظاً مابعد کا عامل بنایا جائے گا تو ان کی صدارت باطل ہو جائے گی۔

۴- افعال قلوب میں یہ جائز ہے کہ اگر ان کا فاعل اور مفعول دونوں کسی ایک چیز کی ضمیر متصل ہوں، تو ان کے فاعل اور مفعول کے درمیان ''نفس'' یا ''عین'' کے ذریعہ فصل نہ کیا جائے، جیسے: **علمتُنی منطلقا**[2] (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا یقین کیا)، اور **ظننتك فاضلا** (تو نے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا)، یہاں پہلی مثال میں، ''عَلِمَ'' کا فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیر متصل ہیں، اور دوسری مثال میں ''ظَنَّ'' کا فاعل اور مفعول دونوں مخاطب کی ضمیر متصل ہیں، اور دونوں مثالوں میں فاعل اور مفعول کے درمیان ''نفس'' اور ''عین'' کے ذریعہ فصل نہیں کیا گیا ہے، اس کے برخلاف اگر افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال کے فاعل اور

---

[1] علمت فعل بافاعل، أ حرف استفہام، زید معطوف علیہ، أم حرف عطف، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، عند مضاف، ک ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی، ثابت اسم فاعل محذوف کا ظرف مستقر ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر دو مفعولوں کے قائم مقام مفعول بہ علم فعل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح **علمت مازيد في الدار** اور **علمت لزيد منطلق** کی ترکیب کر لی جائے۔

[2] علمتُ فعل بافاعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ اول، منطلقا شبہ جملہ مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اس طرح **ظننتك فاضلا** کی ترکیب ہوگی۔

واعلم أنه قد يكون "ظننت" بمعنى: اتهمت، و "علمت" بمعنى: عرفت و "رأيت" بمعنى: أبصرت، و"وجدت" بمعنى: أصبت الضالة؛ فتنصب مفعولا واحدا فقط، فلا تكون حينئذ من أفعال القلوب.

فصل: الأفعال الناقصة: هي: أفعال وضعت لتقرير الفاعل على صفة غير صفة مصدرها. وهي: كان، وصار، وظل وبات إلى آخرها.

ترجمہ: جان لیجئے کہ کبھی "ظَنَنْتُ" "اِتَّهَمْتُ" کے معنی میں، "علمت" "عَرَفْتُ" کے معنی میں، "رَأَيْتُ" "أَبْصَرْتُ" کے معنی میں اور "وجدت" أَصَبْتُ الضَّالَّةَ" کے معنی میں ہوتا ہے؛ اس صورت میں یہ صرف ایک مفعول کو نصب دیتے ہیں، پس اس وقت یہ افعالِ قلوب میں سے نہیں ہوتے۔

یہ نویں فصل ہے: افعال ناقصہ: وہ افعال ہیں جو اپنے مصدر کی صفت کے علاوہ فاعل کو مخصوص صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔ اور وہ (یعنی افعال ناقصہ): كَانَ، صَارَ، ظَلَّ اور بَاتَ ہیں آخر تک۔

مفعول دونوں کسی ایک چیز کی ضمیر متصل ہوں، تو اُن کے فاعل اور مفعول کے درمیان "نفس" یا "عین" کے ذریعہ فصل کرنا واجب ہے؛ چناں چہ اِتَّقِکَ نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ اتق نفسک کہیں گے۔

واعلم أنَّه قد يكون الخ: یہاں سے مصنف افعال قلوب کا ایک خاص حکم بیان فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ یہ افعال اپنے اصلی معنی میں ہوں، اور اگر یہ افعال اپنے اصلی معنی میں نہ ہوں؛ بلکہ کسی ایسے فعل کے معنی میں مستعمل ہوں جس کا دل سے تعلق نہیں ہوتا؛ جیسے: ظننت: کبھی اتهمت کے معنی میں، علمت: عرفتُ کے معنی میں، رأيت: أبصرت کے معنی میں، وجدت: أصبت الضالة کے معنی میں، حسبت: صرت ذاحسبٍ کے معنی میں، خلت سرت ذا خال کے معنی میں اور زعمت: كفلت به کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، تو اس صورت میں یہ افعال صرف ایک مفعول بہ کو نصب دیتے ہیں؛ کیوں کہ اس وقت یہ افعال قلوب نہیں ہوتے؛ اس لئے کہ اس صورت میں ان کے معانی کا تعلق اعضائے ظاہرہ سے ہوتا ہے، دل سے نہیں ہوتا۔

فصل: الأفعال الناقصة الخ: یہاں سے مصنف افعال ناقصہ کو بیان فرما رہے ہیں:

افعال ناقصہ کی تعریف: افعال ناقصہ: وہ افعال ہیں جو اپنی صفت کے علاوہ فاعل کو مخصوص صفت کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: **كان زيد قائما** (زید کھڑا ہے)، اس مثال میں "كان"

(وهذه الأفعال) تدخل على الجملة الاسمية، لإفادة نسبتها حكم معناها؛ فترفع الأول، وتنصب الثاني؛ فتقول: كان زيد قائما.

و "كان" على ثلاثة أقسام: ناقصة؛ وهي تدل على ثبوت خبرها لفاعلها

ترجمہ: اور یہ افعال داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر، جملہ اسمیہ کی نسبت کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دینے کے لئے، پس رفع دیتے ہیں یہ پہلے اسم کو اور نصب دیتے ہیں دوسرے اسم کو؛ چناں چہ آپ کہیں گے: **كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا** (زید کھڑا ہے)۔

اور "کان" کی تین قسمیں ہیں: (۱) کَانَ ناقصہ، اور وہ (یعنی کان ناقصہ) دلالت کرتا ہے اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ثابت ہونے پر

نے اپنی صفت مصدر کون کے علاوہ، فاعل زید کو صفت قیام کے ساتھ ثابت کر دیا ہے؛ یہ سترہ ہیں: **كان، صار ظلَّ، بات، أصبح، أضحى، أمسٰى، راح، اٰض، عاد، غدا، مازال، مابَرِحَ، مافَتِيَ، ماانفكَّ، مادام** اور **ليس**۔

تدخل على الجملة الاسمية الخ: یہاں سے مصنف افعال ناقصہ کا عمل بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، تاکہ جملہ اسمیہ کی نسبت کو اپنے معنی کے حکم کا فائدہ دیں، یہ جملہ اسمیہ کے پہلے جز کو رفع دیتے ہیں اور اس کو اِن کا اسم کہا جاتا ہے، اور دوسرے جز کو نصب دیتے ہیں، اس کو ان کی خبر کہا جاتا ہے؛ جیسے: **كان زيدٌ قائمًا**، اس مثال میں قیام کی نسبت جو زید کی طرف ہو رہی ہے "**كان**" نے اس میں اپنے معنی یعنی زمانۂ گذشتہ میں انقطاع کے ساتھ فاعل کے لئے خبر کے ثبوت کا فائدہ دیا ہے، "**زيد قائم**" میں صرف اتنی بات تھی کہ زید کھڑا ہے، رہی یہ بات کہ زید زمانۂ گذشتہ میں کھڑا ہے یا زمانۂ حال میں، اس سے متعلق اس میں کوئی بات نہیں تھی، "**كان**" نے آ کر بتا دیا کہ زید زمانۂ گذشتہ میں کھڑا ہے، زمانۂ حال میں نہیں۔ اور جیسے: **صار زيدٌ غنيًّا** (زید مال دار ہو گیا)، اس مثال میں مال دار ہونے کی جو نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے، "**صار**" نے آ کر اس میں اپنے معنی یعنی انتقال کا فائدہ دیا ہے، "**زيد غنيٌّ**" میں صرف اتنی بات تھی کہ زید مال دار ہے، رہی یہ بات کہ مال داری اس کی طرف منتقل ہوئی ہے یا پہلے سے تھی، اس سے متعلق اس میں کوئی بات نہیں تھی، "**صار**" نے آ کر یہ بتا دیا کہ زید پہلے مال دار نہیں تھا؛ بلکہ اب مال داری اس کی طرف منتقل ہوئی ہے۔

و كان على ثلاثة أقسام الخ: یہاں سے مصنف "**كان**" کی اقسام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے

فی (الزمان) الماضی: إماد ائما؛ نحو: ﴿كان الله عليما حكيما﴾. أو منقطعا؛ نحو: كان زيد شابا. وتامة، بمعنى: ثبت وحصل؛ نحو: كان القتال؛ أي حصل القتال. وزائدة؛ لا يتغير بإسقاطها معنى الجملة؛ كقول الشاعر:

جياد بني أبي بكر تسامى – على كان المسومة العراب .

أي على المسومة.

ترجمہ: زمانۂ ماضی میں، یا تو دوام کے ساتھ؛ جیسے: كَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے)۔ یا انقطاع کے ساتھ؛ جیسے: كَانَ زَيْدٌ شَابًّا (زید جوان تھا)۔ (۲) کان تامہ، یہ ثَبَتَ اور حَصَلَ کے معنی میں ہوتا ہے؛ جیسے: كَانَ الْقِتَالُ، یہ حَصَلَ الْقِتَالُ کے معنی میں ہے (لڑائی ہوئی)۔ (۳) کان زائدہ، نہیں بدلتے ہیں اس کو ساقط کرنے سے جملے کے معنی؛ جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر

جِيَادُ بَنِي أَبِيْ بَكْرٍ تَسَامٰى ☆ عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

(بنو ابو بکر کے عمدہ گھوڑے مقابلے میں عرب کے نشان زدہ گھوڑوں پر فوقیت لے گئے)، اس کی اصل عَلَى الْمُسَوَّمَةِ ہے۔

ہیں کہ ''کان'' کی تین قسمیں ہیں: (۱) کان ناقصہ (۲) کان تامہ (۳) کان زائدہ۔

کان ناقصہ: وہ کان ہے جو زمانۂ گذشتہ میں اپنے فاعل کے لئے خبر کے ثبوت پر دلالت کرے، کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) دائمہ (۲) منقطعہ۔

دائمہ: وہ کان ناقصہ ہے جو یہ بتائے کہ زمانۂ گذشتہ میں خبر فاعل کے لئے ثابت تھی، اور اب تک ثابت ہے؛ جیسے: کان الله علیما حکیما[1] (اللہ تعالیٰ جاننے والے اور حکمت والے ہیں)، اس مثال میں کان، ناقصہ دائمہ ہے؛ اس لئے کہ وہ اس بات کو بتلا رہا ہے کہ فاعل اللہ کے لئے علم اور حکمت زمانۂ گذشتہ میں ثابت تھے اور اب تک ثابت ہیں۔

منقطعہ: وہ کان ناقصہ ہے جو یہ بتلائے کہ خبر فاعل کے لئے زمانۂ گذشتہ میں ثابت تھی؛ لیکن اب ثابت نہیں رہی؛ جیسے: کان زید شابًّا (زید جوان تھا)، اس مثال میں کان، ناقصہ منقطعہ ہے؛ اس لئے کہ

---

[1] کان فعل ناقص، اللّٰہ اس کا اسم، علیمًا شبہ جملہ خبر اول، حکیما شبہ جملہ خبر ثانی، کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وصار للانتقال؛ نحو: صار زيد غنيا.

ترجمہ:اور صَارَ: انتقال کے لئے آتا ہے؛ جیسے:صَارَ زَيْدٌ غِنِيًّا (زید مال دار ہوگیا)۔

وہ اس بات کو بتلا رہا ہے کہ فاعل زید کے لئے جوان ہونا زمانۂ گذشتہ میں ثابت تھا، اب ثابت نہیں ہے۔

کان تامہ: وہ کان ہے جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے، فاعل کی صفت یعنی خبر کا محتاج نہ ہو، کان تامہ: ثَبَتَ یا حَصَلَ فعل کے معنی میں ہوتا ہے؛ جیسے: کان القتال[1] یہ حصل القتال کے معنی میں ہے (جنگ ہوئی)، یہاں کان تامّہ ہے؛ اس لئے کہ وہ صرف فاعل یعنی قتال پر پورا ہو گیا ہے، خبر کا محتاج نہیں ہے۔

کان زائدہ: وہ کان ہے جس کے حذف کر دینے سے جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ ہو، جیسے: شاعر کا شعر ہے، شعر:

جِيَادُ بَنِيْ أَبِيْ بَكْرٍ تَسَامٰى ☆☆ علٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ[2]

(بنوابوبکر کے عمدہ گھوڑے مقابلہ میں، عرب کے نشان زدہ گھوڑوں پر فوقیت لے گئے ہیں)

اس شعر میں "کان" زائدہ ہے؛ اس لئے کہ اگر اس کو یہاں سے حذف کر دیا جائے تو معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

وصار للانتقال الخ: یہاں سے مصنف "صار" کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "صار": انتقال کے لئے آتا ہے، یعنی فاعل کی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف، یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف تبدیلی کو بتلانے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: صار زيد غنيًّا، اس مثال میں "صار" نے اس بات کو بتایا ہے کہ زید ایک حالت یعنی فقر سے، دوسری حالت یعنی مال داری کی طرف منتقل ہو گیا۔

☆☆☆☆

---

[1] کان فعل تام بمعنی حصل فعل، القتال فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] جیاد مضاف، بنی ابی بکر مرکب اضافی ہو کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مبتدا، تسامی فعل، ھی ضمیر مستتر فاعل، علی حرف جر، کان زائدہ، المسومة شبہ جملہ صفت اول الخیل موصوف محذوف کی، العراب صفت ثانی، موصوف محذوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وأصبح وأمسى وأضحى: تدل على اقتران مضمون الجملة بتلك الأوقات ؛ نحو: أصبح زيد ذاكرا؛ أى: كان ذاكرا فى وقت الصبح . وبمعنى: صار؛ نحو: أصبح زيد غنيا. وتامة ، بمعنى: دخل فى الصباح والضحى والمساء.

ترجمہ:اور أَصْبَحَ، أَمْسٰی اور أَضْحٰی تینوں دلالت کرتے ہیں مضمونِ جملہ کے ان کے اوقات کے ساتھ ملنے پر؛ جیسے:أَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِرًا، یعنی زید صبح کے وقت میں ذکر کرنے والا ہوگیا۔اور(یہ تینوں) صَارَ کے معنی میں آتے ہیں؛ جیسے:أَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا (زید مال دار ہوگیا)۔اور تامہ ہوتے ہیں دَخَلَ فِي الصَّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَاءِ کے معنی میں (وہ داخل ہوگیا صبح کے وقت میں، چاشت کے وقت میں اور شام کے وقت میں)۔

وأصبح، وأمسٰی وأضحٰی الخ: یہاں سے مصنف أصبح، أمسٰی اور أضحٰی کے معانی بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ یہ تینوں تین معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

(۱) اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مضمون جملہ،اِن کے اوقات یعنی صبح،شام اور چاشت کے وقت سے ملا ہوا ہے؛ جیسے:أصبح زيدٌ ذاكرًا، یہ كان زيد ذاكرًا فى وقت الصبح کے معنی میں ہے(زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا ہوا)،أمسٰی زيد مسرورًا، یہ كان زيدٌ مسرورًا فى وقت المساء کے معنی میں ہے(زید شام کے وقت خوش ہوا)،أضحٰی زيد كاتبًا، یہ كان زيد كاتبًا فى وقت الضحٰی کے معنی میں ہے(زید چاشت کے وقت لکھنے والا ہوا)۔

(۲)''صار'' کے معنی میں،یعنی انتقال کے لئے،اس صورت میں ان کے اندر وقت کے معنی نہیں ہوں گے،جیسے:أصبح زيد غنيًّا، یہ صار زيد غنيا کے معنی میں ہے(زید مال دار ہوگیا)۔

(۳) یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں،اس وقت أصبح: دخل فى الصباح کے معنی میں، أمسٰی دخل فى المساء کے معنی میں اور أضحٰی: دخل فى الضحٰی کے معنی میں ہوگا،جیسے:أصبح زيد، یہ دخل زيد فى الصباح کے معنی میں ہے(زید صبح کے وقت میں داخل ہوگیا)،ترکیب ہوگی:أصبح فعل تام بمعنی دخل فى الصباح، زيد فاعل،فعل تام اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

☆☆☆☆

وظل وبات: يدلان على اقتران مضمون الجملة بوقتيهما؛ نحو: ظل زيد كاتبا. وبمعنى صار.

وما زال، وما فتى، ومابرح، وما انفک: تدل على استمرار ثبوت خبرها لفاعلها مذ قبله؛ نحو: ما زال زيد أميرا. ويلزمها حرف النفي.

ترجمہ:اور ظَلَّ اور بَاتَ دونوں دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ان دونوں کے وقتوں کے ساتھ ملنے پر؛ جیسے:ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا (زید دن کے وقت میں لکھنے والا ہوا)۔اور صَارَ کے معنی میں آتے ہیں۔
اور مَازَالَ، مافَتِيَ، مَابَرِحَ اور مَا انفکَّ (چاروں) دلالت کرتے ہیں اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی ہمیشگی پر جس وقت سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے؛ جیسے:مَازَالَ زَيْدٌ أَمِيْرًا (زید ہمیشہ حاکم رہا)،اور لازم ہوتا ہے ان چاروں کے لئے حرفِ نفی۔

وظلَّ وبات الخ: یہاں سے مصنف ''ظلَّ'' اور ''بات'' کے معانی بیان فرمارہے ہیں۔فرماتے ہیں کہ:''ظلَّ'' اور ''بات'': دو معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں:
(۱) اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مضمون جملہ ان کے اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملا ہوا ہے؛ جیسے:ظلَّ زيدٌ كاتبًا، یہ كان زيد كاتبًا في وقت النهار کے معنی میں ہے(زید دن کے وقت لکھنے والا ہوا)، بات زيدٌ نائمًا، یہ كان زيد نائمًا في وقت الليل کے معنی میں ہے(زید رات کے وقت سونے والا ہوا)۔
(۲) صار کے معنی میں یعنی انتقال کے لئے،اس صورت میں ان کے اندر وقت کے معنی نہیں ہوں گے؛ جیسے:ظلَّ زيدٌ غنيًّا، یہ صار زيد غنيًّا کے معنی میں ہے(زید مالدار ہوگیا)۔
فائدہ:أصبح، أمسٰى، أضحٰى کی طرح کبھی ''ظلَّ'' اور ''بات'' بھی تامہ ہوتے ہیں؛ جیسے:بِتُّ مَبِيْتًا حَسَنًا (میں نے اچھی رات گذاری)؛لیکن چوں کہ ان کا تامہ ہونا قلیل ہے،اس لئے اِس کو مصنف نے بیان نہیں کیا۔

ومازال وما فتى الخ: یہاں سے مصنف مازال ، مافتی، مابرح اور ما انفک کے معنی بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ یہ چاروں: اس بات کو بتلانے کے لئے آتے ہیں کہ جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے،اس وقت سے خبر فاعل کے لئے بطور دوام ثابت ہے،ان کے لئے ہمیشہ حرف نفی لازم ہوتا ہے، یعنی ان سے پہلے لازمی طور پر حرف نفی آتا ہے،یا تو لفظاً؛ جیسے:مازال زيد أميرًا (زید ہمیشہ حاکم رہا)،اس

وما دام: يدل على توقيت أمر بمدة ثبوت خبرها لفاعلها؛ نحو: أقوم مادام الأمير جالسا.

وليس: يدل على نفي معنى الجملة حالا. وقيل: مطلقا.

ترجمہ: اور مَــادَامَ دلالت کرتا ہے اپنے فاعل کے لئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی چیز کو موَقت کرنے پر؛ جیسے: أَقُومُ مَادَامَ الْأَ مِيْرُ جَالِسًا (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھے رہیں گے)۔ اور لَيْسَ دلالت کرتا ہے جملے کے معنی کی نفی پر زمانۂ حال میں، اور کہا گیا ہے کہ مطلقا (ہر زمانے میں)۔

مثال میں ''مازال'' نے اس بات کو بتلایا ہے کہ جب سے فاعل زید نے حکومت کو قبول کیا تھا، اس وقت سے حکومت زید کے لئے بطور دوام ثابت ہے۔ یا تقدیراً؛ جیسے: **تاللّٰہ تفتؤ تذکر یوسُفَ** (خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے)، اس مثال میں ''تفتؤ'' فعل ناقص ہے، اس سے پہلے ''لا'' حرف نفی مقدر ہے، اس کی اصل: ''لا تفتؤ'' ہے۔

ومادام يدلُّ الخ: یہاں سے مصنف **مادام** کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''مادام'': فاعل کے لئے خبر کے ثابت ہونے کی مدت تک، کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے شروع میں ما مصدریہ ہے، جو اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، اور اس سے پہلے ''وقت'' یا ''مدت'' وغیرہ مضاف محذوف ہوتا ہے؛ جیسے: **أقوم مادام الأمير جالساً**[1] (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھے رہیں گے)، اس مثال میں ''مادام''، فاعل امیر کے بیٹھنے کی مدت تک، ایک کام یعنی کھڑا ہونے کا وقت متعین کرنے کے لئے آیا ہے۔

وليس يدلُّ الخ: یہاں سے مصنف ''لیس'' کے معنی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''لیس'': زمانۂ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: **لیس زید قائمًا** (زید اس وقت کھڑا نہیں ہے)۔ اور بعض نحویین کہتے ہیں کہ ''لیس'' مطلقاً مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، خواہ یہ نفی زمانہ ماضی میں ہو، یا زمانۂ حال میں یا زمانۂ مستقبل میں، حال کی مثال پیچھے گذر چکی ہے۔

---

[1] أقوم فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، ما مصدریہ، دام فعل ناقص، الامیر اسم، جالسا شبہ جملہ خبر دام فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ وقت مضاف محذوف کا، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، أقوم فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وقد عرفت بقية أحكامها في القسم الأول، فلا نعيدها.

فصل: أفعال المقاربة: هي أفعال وضعت للدلالة على دنو الخبر لفاعلها.

وهي (على) ثلاثة أقسام:الأول: للرجاء، وهو عسى، وهو فعل جامد، لا يستعمل منه غير الماضي.

ترجمہ: اورآپ جان چکے ہیں افعال ناقصہ کے بقیہ احکام پہلی قسم میں، پس ہم ان کو نہیں لوٹائیں گے۔
یہ دسویں فصل ہے: افعال مقاربہ: وہ افعال ہیں جو خبر کے ان کے فاعل سے قریب ہونے پر دلالت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔اوروہ (یعنی افعال مقاربہ) تین قسم پر ہیں:
پہلی قسم امید کے لئے آتی ہے،اوروہ عَسٰی ہے،اوروہ فعل جامد ہے،استعمال نہیں کیا جاتا ہےاس سے ماضی کے علاوہ (کوئی دوسرا فعل)۔

ماضی کی مثال؛ جیسے: **ليس خلق الله مثله** (اللہ نے اپنے جیسا کوئی پیدا نہیں کیا)۔
مستقبل کی مثال؛ جیسے: **ألا يوم يأتيهم ليس مصروفًا عنهم** (خبردار! جس دن وہ یعنی عذاب ان کے پاس آجائے گا،تو وہ ان سے ہٹایا نہیں جائے گا)۔
تنبیہ: صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے،اگر''لیس'' کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہوتو وہ زمانۂ حال پر محمول ہوگا،اوراگر کسی زمانے: مثلاً ماضی یا مستقبل کے ساتھ مقید ہوتو اس صورت میں اسی زمانہ پر محمول ہوگا جس کے ساتھ وہ مقید ہے۔
فائدہ:''لَیْسَ'' اصل میں: لَیِسَ بروزن سَمِعَ تھا،تخفیفاً یاء کو ساکن کردیا،لَیْسَ ہوگیا۔اس سے ماضی کے علاوہ کوئی دوسرا فعل نہیں آتا۔

فصل: أفعال المقاربة الخ: یہاں سے مصنف افعال مقاربہ کو بیان فرمارہے ہیں۔
فائدہ: افعال مقاربہ بعض کے نزدیک افعال ناقصہ ہی میں داخل ہیں؛ لیکن چوں کہ ان کے مخصوص احکام ہیں،اس لئے ان کو مصنف نے الگ سے بیان کیا ہے۔
افعال مقاربہ کی تعریف: افعال مقاربہ: وہ افعال ہیں جو خبر کو فاعل سے قریب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: **عسٰى زيد أن يخرج** (امید ہے کہ زید نکلے)؛افعال مقاربہ یہ ہیں: **عسٰى، كاد، طفِق، جعل، كرب، أخذ** اور **أوشك**. ان کی استعمال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

وهو في العمل مثل كاد؛ إلا أن خبره فعل مضارع مع "أن"؛ نحو: عسى زيد أن يقوم. ويجوز تقديم الخبر على اسمه؛ نحو: عسى أن يقوم زيد. وقد يحذف "أن"؛ نحو: عسى زيد يقوم.

ترجمہ: اور وہ (یعنی عَسٰی) عمل میں کَادَ کے مانند ہے؛ مگر یہ کہ اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے "أَنْ" کے ساتھ؛ جیسے: عَسیٰ زَیْدٌ أَن یَّقُومَ (امید ہے کہ زید کھڑا ہو)۔ اور جائز ہے خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا؛ جیسے: عَسٰی أَن یَّقُومَ زَیْدٌ. اور کبھی "أَنْ" کو حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: عَسٰی زَیْدٌ یَقُومُ.

پہلی قسم: ان میں سے وہ افعال ہیں جو امید کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یعنی یہ بتانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ فاعل کے لئے خبر کے ثابت ہونے کی امید ہے؛ جیسے عسٰی. " عسٰی "عمل میں "کاد" کے مانند ہے، یعنی جس طرح "کاد" اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے، اسی طرح "عسی" بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے؛ البتہ اس کی خبر فعل مضارع "أن" کے ساتھ ہوتی ہے؛ جیسے: عسیٰ زید أن یقوم[1] (امید ہے کہ زید کھڑا ہو)۔

فائدہ: "عسی" فعل جامد ہے، فعل جامد اس فعل کو کہتے ہیں جس سے ماضی، مضارع اور امر تینوں کی گردانیں نہ آتی ہوں؛ جیسے: عسی، اس سے صرف ماضی کی گردان آتی ہے، ماضی کے علاوہ کوئی دوسرا فعل اس سے استعمال نہیں ہوتا۔

فائدہ: چوں کہ "عسٰی" میں "لعلَّ" کی طرح ترجی کے معنی ہوتے ہیں، اس لئے "عسٰی" اپنے ما بعد سے مل کر جملہ انشائیہ ہوتا ہے، اور "عسی" کے علاوہ بقیہ افعال مقاربہ میں چوں کہ ترجی کے معنی نہیں ہوتے، اس لئے وہ اپنے مابعد سے مل کر جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔

عسیٰ کی دو قسمیں ہیں: (۱) عسٰی ناقصہ (۲) عسٰی تامّہ.

عسٰی ناقصہ: وہ عسٰی ہے جو فاعل کے علاوہ خبر کا محتاج ہو، جیسے: عسٰی زید أن یخرج.

عسی تامّہ: وہ عسٰی ہے جو فاعل کے علاوہ خبر کا محتاج نہ ہو، عسٰی تامّہ کی پہچان یہ ہے کہ اس

---

[1] عسی فعل مقاربہ، زید اس کا اسم، أن ناصبہ حرف مصدر، یقوم فعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مفرد ہو کر خبر، فعل مقاربہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اسی طرح عسی زید یقوم، کاد زید أن یقوم، اور طفق زید یکتب کی ترکیب ہوگی، البتہ یہ واضح رہے کہ عسی کے علاوہ باقی افعال مقاربہ ترکیب میں جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔

والثاني: للحصول، وهو كاد، وخبره مضارع بدون "أن"؛ نحو: كاد زيد يقوم. وقد تدخل "أن"؛ نحو: كاد زيد أن يقوم.

ترجمہ: اور دوسری قسم: حصول کے لئے آتی ہے، اور وہ كَادَ ہے، اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے بغیر "أَنْ" کے؛ جیسے: كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ (قریب ہے کہ زید اکھڑا ہو)۔ اور کبھی (اس کی خبر پر) "أَنْ" داخل ہو جاتا ہے؛ جیسے: كَادَ زَيْدٌ أَن يَّقُوْمَ.

کے بعد فعل مضارع "أن" کے ساتھ، متصلا واقع ہوتا ہے اور ترکیب میں مصدر کے معنی میں ہو کر عسٰی کا فاعل ہوتا ہے؛ جیسے: عسٰی أن یخرج زید.

ویجوز تقدیم الخبر الخ: یہاں سے مصنف دو ضابطے بیان فرما رہے ہیں: پہلا ضابطہ یہ ہے کہ "عسٰی" کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے؛ جیسے: عسٰی أن یقوم زید[1] (امید ہے کہ زید کھڑا ہو)، اس صورت میں عسٰی تامّہ ہوگا اور اس کے بعد آنے والا فعل مضارع، مصدر کی تاویل میں ہو کر، اس کا فاعل ہوگا، خبر کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

اور دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ: اگرچہ "عسٰی" کی خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل مضارع "أن" کے ساتھ ہو؛ لیکن کبھی خبر سے "أن" کو حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: عسٰی زید یقومُ.

والثاني للحصول الخ: افعال مقاربہ میں سے دوسری قسم: وہ افعال ہیں جو حصول کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یعنی یہ بتانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ متکلم کے گمان میں فاعل کے لئے خبر کا حصول یقینی ہے، اس معنی کے لئے صرف "كادَ" آتا ہے، "كادَ" اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے، اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے بغیر "أن" کے، جیسے: كاد زيد يقوم (قریب ہے کہ زید کھڑا ہو)۔ اور کبھی "كاد" کی خبر پر "أن" کو بھی داخل کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: كاد زيد أن يقومَ (قریب ہے کہ زید کھڑا ہو)۔ استعمال کے اعتبار سے "عسٰی" اور "كاد" میں فرق یہ ہے کہ "عسٰی" کی خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل مضارع "أن" کے ساتھ ہو، اور "كاد" کی خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل مضارع بغیر "أن" کے ہو، یہ الگ بات ہے کہ کبھی "عسٰی" کی خبر سے "أن" کو حذف کر دیا جاتا ہے اور "كاد" کی خبر پر "أن" داخل کر دیا جاتا ہے۔

---

[1] عسی تامہ بمعنی قرب فعل، أن یقوم زید جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مفرد ہو کر عسی کا فاعل، عسی تامہ اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

والثالث: للأخذ والشروع في الفعل، وهو: طفق، وجعل، وكرب، وأخذ. واستعمالها مثل كاد؛ نحو: طفق زيد يكتب. وأوشك، واستعماله مثل عسى و كاد.

فصل: فعلا التعجب: ما وضع لإنشاء التعجب، وله صيغتان:

ترجمہ: اور تیسری قسم فعل کو لینے اور شروع کرنے کے لئے آتی ہے، اور وہ: طَفِقَ، جَعَلَ، كَرَبَ اور أَخَذَ ہیں، ان کا استعمال کَادَ کی طرح ہوتا ہے؛ جیسے: طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ (زید نے لکھنا شروع کر دیا)۔ اور أَوْشَكَ ہے اور اس کا استعمال ''عَسٰى'' اور ''كَادَ'' دونوں کی طرح ہوتا ہے۔

یہ گیارہویں فصل ہے: فعل تعجب: وہ فعل ہیں جو تعجب کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں، اور اس کے (یعنی تعجب کے) دو صیغے آتے ہیں:

والثالث للأخذ الخ: افعال مقاربہ میں سے تیسری قسم: وہ افعال ہیں جو فعل کو شروع کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یعنی اس بات کو بتلاتے ہیں کہ فاعل نے خبر کو شروع کر دیا ہے، اس معنی کے لئے طَفِقَ، جعل، كرب، أخذ اور أوشك استعمال ہوتے ہیں۔ پہلے چار: یعنی طفق، جعل، كرب اور أخذ کا استعمال ''كاد'' کی طرح ہوتا ہے، یعنی جس طرح ''كاد'' ایک اسم اور خبر کو چاہتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر ''أن'' کے ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی ایک اسم اور خبر کو چاہتے ہیں اور ان کی خبر بھی فعل مضارع بغیر ''أن'' کے ہوتی ہے جیسے: طفق زيد يكتب (زید نے لکھنا شروع کیا)۔ اور أوشك کا استعمال ''عسٰی'' اور ''كاد'' دونوں کی طرح ہوتا ہے، یعنی جس طرح ''عسٰی'' کبھی ناقصہ اور کبھی تامّہ ہوتا ہے، ناقصہ ہونے کی صورت میں اسم اور خبر دونوں کا محتاج ہوتا ہے، اور تامّہ ہونے کی صورت میں خبر کا محتاج نہیں ہوتا، اسی طرح ''أوشك'' بھی کبھی ناقصہ ہوتا ہے اور کبھی تامّہ؛ ناقصہ ہونے کی صورت میں اسم اور خبر دونوں کا محتاج ہوتا ہے؛ جیسے: أوشك زيد أن يقومَ. اور تامّہ ہونے کی صورت میں خبر کا محتاج نہیں ہوتا، صرف فاعل پر پورا ہوجاتا ہے؛ جیسے: أوشك أن يقوم زيد۔ نیز کبھی یہ ''كاد'' کی طرح، اسم اور خبر دونوں کا محتاج ہوتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر ''أن'' کے ہوتی ہے؛ جیسے: أوشك زيدٌ يقومُ.

فصل: فعلا التعجُّب الخ: یہاں سے مصنف افعال تعجب کو بیان فرما رہے ہیں:

فعل تعجب کی تعریف: فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو؛ جیسے ماأحسن زيدًا (کس قدر حسین ہے زید)۔ فعل تعجب کے دو صیغے آتے ہیں: (۱) ما أفْعَلَه، اس کے آخر میں

۱ – ما أفعله؛ نحو: ما أحسن زيدا؛ أى: أى شئ أحسن زيدا، وفى "أحسن": ضمير (مستتر) وهو فاعله. ۲ – وأفعل به؛ نحو: أحسن بزيد.

ولايبنيان إلا مما يبنى منه أفعل التفضيل، ويتوصل فى الممتنع

ترجمہ: (۱) **مَا أَفْعَلَهُ**؛ جیسے: **مَا أَحْسَنَ زَيْدًا**، یہ **أَيُّ شَيْئٍ أَحْسَنَ زَيْدًا** کے معنی میں ہے (کس قدر حسین ہے زید)، اور "**أحسن**" میں ضمیر مستتر ہے اور وہ "**أحسن**" کا فاعل ہے۔ (۲) **أَفْعِلْ بِهِ**؛ جیسے: **أَحْسِنْ بِزَيْدٍ** (کس قدر حسین ہے زید)۔

اور نہیں بنائے جاتے ہیں یہ دونوں صیغے مگر اس فعل سے جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے، اور وسیلہ پکڑا جائے گا ان افعال میں جن سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے

آنے والا اسم مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: **ما أحسن زيدًا**. اس کے شروع میں جو "ما" ہے، اس میں تین احتمال ہیں:

۱- یہ "ما" بمعنی أى شئ ہو، اس صورت میں ما أحسن زيدا کی اصل: أى شئ أحسن زيدًا ہوگی۔ ترکیب ہوگی: ما بمعنی أى شئ مبتدا، أحسن فعل، هو ضمیر مستتر اس کا فاعل، زيدًا مفعول بہ، أحسن فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر، جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

۲ – "ما" موصولہ ہو، اس صورت میں ما أحسن زيدًا مبتدا ہوگا، اور شيئٌ عظيمٌ اس کی خبر محذوف ہوگی، ترکیب ہوگی: ما موصولہ، أحسن زيدًا جملہ فعلیہ خبریہ اس کا صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، شئ موصوف، عظيم شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر، مرکب توصیفی ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۳- "ما" موصوفہ بمعنی شيٌ عظيمٌ ہو، اس صورت میں ترکیب ہوگی: ما موصوفہ بمعنی شيئٌ عظيمٌ مبتدا، أحسن زيدًا جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

دوسرا صیغہ: **أفْعِلْ بِهِ** ہے، اس کے آخر میں آنے والا اسم لفظاً مجرور اور محلاً فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اور "باء" زائدہ ہوتی ہے؛ جیسے: أحسن بزيدٍ (کس قدر حسین ہے زید)، یہاں أحسن فعل امر "حَسُنَ" یا "أحْسَنَ" فعل ماضی کے معنی میں ہے، ترکیب ہوگی: أحسن فعل امر بمعنی حسن یا أحسن فعل ماضی، "با" زائدہ، زيد لفظاً مجرور محلاً مرفوع فاعل أحسن فعل کا، أحسن فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ولا يبنيان الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعل تعجب کے یہ دونوں صیغے صرف انہی افعال

بمثل: ما أشد استخراجا في الأول. وأشدد باستخراجه في الثاني. كما عرفت في اسم التفضيل.

ولا يجوز التصرف فيهما بتقديم، ولا تأخير، ولا فصل. والمازني أجاز الفصل بالظرف؛ نحو: ما أحسن اليوم زيدا.

ترجمہ: مَا أَشُدَّ اِسۡتِخۡرَاجًا جیسی مثالوں سے پہلے صیغے میں (کس قدر اچھا ہے وہ نکلنے کو طلب کرنے کے اعتبار سے)، اور أَشۡدِدۡ بِاسۡتِخۡرَاجِه جیسی مثالوں سے دوسرے صیغے میں، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اسم تفضیل (کی بحث) میں۔

اور جائز نہیں ہے ان دونوں صیغوں میں تصرف کرنا تقدیم وتاخیر کے ذریعہ اور نہ فصل کرنے کے ذریعہ۔ اور مازنی نے جائز قرار دیا ہے ظرف کے ذریعہ فصل کرنے کو؛ جیسے: مَا أَحۡسَنَ الۡيَوۡمَ زَيۡدٌ (کس قدر حسین ہے آج زید)۔

سے آتے ہیں جن سے اسم تفضیل آتا ہے، یعنی فعل تعجب ان افعالِ ثلاثی مجرد سے آتا ہے جو رنگ اور عیب کے معنی میں نہ ہوں، ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد ومزید فیہ، اور ان افعالِ ثلاثی مجرد سے جو رنگ اور عیب کے معنی میں ہوں فعل تعجب نہیں آتا؛ لیکن اگر ان افعال سے جن سے فعل تعجب نہیں آتا، تعجب کے معنی ادا کرنے مقصود ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے لفظ سے جو شدت اور کثرت کے معنی پر دلالت کرتا ہو، فعل تعجب کے مذکورہ دونوں صیغوں میں سے کوئی صیغہ بنا کر، اس کے بعد اس مصدر کو ذکر کر دیا جائے جس سے تعجب کے معنی ادا کرنے مقصود ہیں؛ جیسے: ما أشدَّ استخراجًا (کس قدر سخت ہے وہ نکلنے کے اعتبار سے)، اور أَشۡدِدۡ باستخراجه (کس قدر سخت ہے وہ نکلنے کے اعتبار سے)۔

ولا يجوز التَّصَرُّف الخ: یہاں سے مصنف فعل تعجب کا ایک حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں، عامل اور معمول کی تقدیم وتاخیر، اور عامل اور معمول کے درمیان فصل کرنا جائز نہیں، یعنی پہلے صیغہ میں مفعول کو، اور دوسرے صیغہ میں مجرور کو فعل پر مقدم کرنا، یا فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان کسی چیز کا فصل کرنا جائز نہیں؛ چناں چہ: زيدًا ما أحسَنَ، بزيدٍ أحسِنۡ، ما أحسن اليومَ زيدًا یا أحسِنۡ اليومَ بزيدٍ نہیں کہہ سکتے۔

البتہ امام مازنی نے فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان، ظرف کے ذریعہ فصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے؛ چناں چہ ان کے مذہب کے مطابق: ما أحسن اليوم زيدًا کہہ سکتے ہیں۔

فصل: أفعال المدح والذم: هي ما وضع لإنشاء مدح أو ذم. أما المدح فله فعلان: ١ – نعم؛ وفاعله: اسم معرف باللام؛ نحو: نعم الرجل زيد. أو مضاف إلى المعرف باللام؛ نحو: نعم غلام الرجل زيد.

ترجمہ: یہ بارہویں فصل ہے: افعال مدح وذم: وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں، بہر حال تعریف: تو اس کے لئے دو فعل آتے ہیں: (۱) نِعْمَ؛ اور اس کا فاعل ایسا اسم ہوتا ہے جو معرف باللام ہو؛ جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ (اچھا مرد ہے زید)۔ یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ (اچھا مرد کا غلام ہے زید)۔

فصل: أفعال المدح والذم الخ: یہاں سے مصنف افعال مدح وذم کو بیان فرمارہے ہیں:

افعال مدح وذم کی تعریف: افعال مدح وذم: وہ افعال ہیں جو کسی چیز کی تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لئے وضع کے گئے ہوں؛ جیسے: نعم الرجل زید (اچھا مرد ہے زید)؛ یہ چار ہیں: نعم اور حبّذا، یہ دونوں تعریف کے لئے استعمال ہوتے ہیں؛ اور بِئْسَ اور سَاءَ، یہ دونوں برائی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

أما المدح فله فِعلانِ الخ: یہاں سے مصنف "نِعْمَ" فعل مدح کے فاعل کے احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "نِعْمَ" کے فاعل کی تین صورتیں ہیں:

(۱) فاعل معرف باللام ہو، جیسے: نعم الرجل زیدٌ[۱] اس مثال میں "الرجل" معرف باللام، "نعم" کا فاعل ہے۔

(۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نعم غلام الرجل زیدٌ (اچھا مرد کا غلام ہے زید)، اس مثال میں غلام "نعم" کا فاعل ہے جو "الرجل" معرف باللام کی طرف مضاف ہے۔

(۳) کبھی "نعم" کا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے، اس صورت میں اس کی نکرۂ منصوبہ یا "ما" کے ذریعہ تمیز لانا واجب ہے، نکرۂ منصوبہ کی مثال؛ جیسے: نعم رجلا زید[۲] (اچھا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)، اس

۱: نعم فعل مدح، الرجل فاعل، نعم فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم، زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۲: نعم فعل مدح، ھو ضمیر مستتر ممیّز، رجلاً تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر فاعل، نعم فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر، جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم، زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وقد يكون فاعله مضمرا، ويجب تمييزه: بنكرة منصوبة، نحو: نعم رجلا زيد. أو بـــ "ما"؛ نحو قوله تعالى: ﴿إن تبدوا الصدقات فنعما هي﴾ أي: نعم شيئا هي. و "زيد": يسمى المخصوص بالمدح.

ترجمہ: اور کبھی اس کا فاعل ضمیر ہوتی ہے، اور واجب ہے اُس کی تمیز لانا نکرۂ منصوبہ کے ذریعہ؛ جیسے: **نِعْمَ رَجُلاً زَيْدٌ** (اچھا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)۔ یا "ما" کے ذریعہ؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ** (اگر ظاہر کرکے دو خیرات تو کیا اچھی چیز ہے وہ)، اس کی اصل: **نِعْمَ شَيْئًا هِيَ** ہے۔ اور (ان مذکورہ مثالوں میں) زید کو مخصوص بالمدح کا نام دیا جائے گا۔

مثال میں "**نعم**" کا فاعل "**هو**" ضمیر ہے جو اس میں مستتر ہے، اور اس کی تمیز "**رجلا**" نکرۂ منصوبہ کے ذریعہ لائی گئی ہے۔

"**ما**" کے ذریعہ تمیز لانے کی مثال جیسے: **إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فنعمّا هي**[1] (اگر ظاہر کرکے دو خیرات تو کیا اچھی چیز ہے وہ)، اس مثال میں "**نعم**" کا فاعل "**هو**" ضمیر مستتر ہے اور اس کی تمیز "**ما**" کے ذریعہ لائی گئی ہے، اس کی اصل: **نعم شيئًا هي** ہے۔

وزيد: يُسَمَّى المخصوصَ بالمدح: افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد ایک اسم ہوتا ہے جس کی تعریف یا برائی بیان کی جاتی ہے، اس اسم کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں، ترکیب کے اعتبار سے اس کی دو صورتیں ہیں:

۱- وہ مبتدا مؤخر ہو اور ماقبل جملہ اس کی خبر مقدم ہو؛ جیسا کہ پیچھے اسی اعتبار سے ترکیب کی گئی ہے۔

۲- فعل مدح یا فعل ذم اپنے فاعل سے مل کر مستقل جملہ ہو، اور یہ اسم یعنی مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم "**هو**" مبتدا محذوف کی خبر ہوکر الگ جملہ ہو، اس صورت میں دو جملے ہوں گے پہلا جملہ انشائیہ اور دوسرا جملہ خبریہ؛ مثلاً: **نعم الرجل زيد** کی ترکیب اس طرح ہوگی: **نعم** فعل مدح، **الرجل** اس کا فاعل، فعل مدح

---

[1] إن حرف شرط، تبدی فعل، واو ضمیر فاعل، الصدقات مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط، فا جزائیہ، نعم فعل مدح، ھو ضمیر مبہم ممیّز، ما بمعنی شيئًا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم، ھی ضمیر مخصوص بالمدح مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزاء شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

۲- وحبذا؛ نحو: حبذا زيد. "حب" فعل المدح، وفاعله: ذا، والمخصوص بالمدح: زيد. ويجوز أن يقع قبل مخصوص (حبذا)، أو بعده: تمييز؛ نحو: حبذا رجلا زيد، وحبذا زيد رجلا. أو حال؛ نحو: حبذا راكبا زيد، وحبذا زيد راكبا.

---

(۲)حَبَّذَا؛ جیسے:حَبَّذَا زَيْدٌ (اچھا ہے وہ زید)۔حَبّ فعل مدح ہے،اوراس کا فاعل "ذا" ہےاور مخصوص بالمدح زید ہے۔اور جائز ہے کہ واقع ہو حَبَّذَا کے مخصوص بالمدح سے پہلے،یا اس کے بعد کوئی تمیز: جیسے:حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ (اچھا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)،حَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا (اچھا ہے وہ زید مرد ہونے کے اعتبار سے)۔یا حال؛ جیسے:حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ (اچھا ہے وہ سوار ہونے کی حالت میں زید)، حَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا (اچھا ہے وہ زید سوار ہونے کی حالت میں)۔

اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔زید خبر ھو مبتدا محذوف کی،ھو مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔اس صورت میں اصل عبارت اس طرح ہوگی:نعم الرَّجل ھو زید.

وحبّذا؛ نحو: حبَّذا زيد الخ: یہاں سے مصنف "حبّذا" فعل مدح کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "حَبَّ" کا فاعل ہمیشہ "ذا" اسم اشارہ ہوتا ہے،کوئی دوسرا اسم:معرف باللام وغیرہ اس کا فاعل نہیں ہوتا؛جیسے:حبذا زید (اچھا ہے وہ زید)،اس مثال میں "حبّ" فعل مدح ہے،"ذا" اس کا فاعل اور "زید" مخصوص بالمدح؛ترکیب ہوگی:حبّ فعل مدح،ذا اس کا فاعل،فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر،جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم،زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر،مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ويجوز أن يقع قبل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ: "حبذا" میں،مخصوص بالمدح سے پہلے،یا مخصوص بالمدح کے بعد،کوئی تمیز یا حال لانا جائز ہے،تمیز کی مثال، جیسے:حبذا رجلًا زیدٌ[1] (اچھا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)اس مثال میں "زید" مخصوص بالمدح سے پہلے "رجلًا" تمیز کو لایا گیا ہے۔حبذا زید رجلًا،اس مثال میں زید مخصوص بالمدح کے بعد رجلًا تمیز کو لایا گیا ہے۔

---

[1] اس کی ترکیب:نعم رجلًا زید کی طرح ہوگی،بس اتنا فرق ہے کہ وہاں:ممیّز ھو ضمیر تھی،یہاں ذا اسم اشارہ ہے۔

وأما الذم فله فعلان أيضا: ١ – بئس؛ نحو: بئس الرجل عمرو، وبئس غلام الرجل عمرو، وبئس رجلا عمرو.

٢ – وساء؛ نحو: ساء الرجل زيد، وساء غلام الرجل زيد، وساء رجلا زيد. وهذان الفعلان مثل نعم.

ترجمہ: اور بہرحال ذم: تو اس کے بھی دو فعل آتے ہیں: (١) بِئْسَ؛ جیسے: بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو (برا مرد ہے عمرو)۔ بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو (برا مرد کا غلام ہے عمرو) اور بِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو (برا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے عمرو)۔ (٢) سَاءَ؛ جیسے: سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ (برا مرد ہے زید)، سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ (برا مرد کا غلام ہے زید) اور سَاءَ رَجُلًا زَيْدٌ (برا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)۔ اور یہ دونوں فعل "نعم" کے مانند ہیں۔

حال کی مثال؛ جیسے: حبذا راكبًا زيد (اچھا ہے وہ سوار ہونے کی حالت میں زید)، اور حبذا زيد راكبًا، پہلی مثال میں زید مخصوص بالمدح سے پہلے، اور دوسری مثال میں زید مخصوص بالمدح کے بعد، "راكبًا" حال کو لایا گیا ہے، ترکیب ہوگی: حَبَّ فعل مدح، ذَا اسم اشارہ ذوالحال، راكبا شبہ جملہ حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، فعل مدح اپنے فاعل سے مل کر، جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر مقدم، زيد مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر، مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اور دوسری مثال میں ذَا ذوالحال ہے، راكبا حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، بقیہ ترکیب اسی طرح ہوگی جس طرح پہلی مثال کی گئی ہے۔

وأما الذم الخ: یہاں سے مصنف افعال ذم کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: افعال مدح کی طرح، افعال ذم بھی دو ہیں: (١) بئس (٢) ساء، جس طرح "نعم" کے فاعل کی تین صورتیں ہیں، اسی طرح "بئس" اور "ساء" کے فاعل کی بھی تین صورتیں ہیں:

(١) ان کا فاعل معرف بالام ہو؛ جیسے: بئس الرجل عمروٌ (برا مرد ہے عمرو)، ساء الرجل زيد (برا مرد ہے زید)۔

(٢) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: بئس غلام الرجل عمروٌ (برا مرد کا غلام ہے عمرو)، ساء غُلامُ الرجل زيد (برا مرد کا غلام ہے زید)۔

(٣) فاعل ضمیر مستتر ہو، اس صورت میں اس کی نکرۂ منصوبہ یا "ما" کے ذریعہ تمیز لانا واجب ہے؛

القسم الثالث فی الحروف: وقد مضی تعریفه وأقسامه سبعة عشر:

تیسری قسم: حروف کے بیان میں ہے۔اور گذر چکی ہے حرف کی تعریف، اور اس کی اقسام سترہ ہیں:

جیسے: بئس رجلًا عمروٌ (برا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے عمرو)، ساء رجلًا زید (برا ہے وہ مرد ہونے کے اعتبار سے زید)۔ بئس ما درھمٌ (برا ہے وہ شئی ہونے کے اعتبار سے درہم)، ساء ما دینار (برا ہے وہ شئی ہونے کے اعتبار سے دینار)۔

وھذان الفعلان مثل نعم: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: جس طرح ''نعم'' کے فاعل کی تین صورتیں ہیں، اسی طرح ''بئس'' اور ''ساء'' کے فاعل کی بھی تین صورتیں ہیں: کبھی وہ معرف باللام ہوتا ہے، کبھی معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کبھی ایسی ضمیر مستتر ہوتا ہے جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ یا ''ما'' کے ذریعہ لائی گئی ہو۔

فائدہ: نعم، بئس اور ساء کے فاعل کی، ان کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں، جن کو مصنف نے یہاں بیان نہیں کیا:

۱- فاعل ایسا اسم ہو جس کی اضافت کسی ایسے اسم کی طرف کی گئی ہو جو معرف باللام کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نِعْمَ قَارِئُ کُتُبِ الأ دبِ زید۔

۲- فاعل ''مَنْ'' اسم موصول ہو؛ جیسے: نِعْمَ مَنْ تَصْحَبُه عزیزًا۔

۳- فاعل '' ما'' موصولہ ہو؛ جیسے: نِعْمَ مَایَقُوْلُ الْحَکِیْمُ الْمُجَرَّبُ۔

۴- فاعل '' الذی '' اسم موصول ہو؛ جیسے: بئس الذی یغتابُ الناسَ۔

۵- فاعل اسم نکرہ ہو؛ خواہ وہ کسی دوسرے نکرہ کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: نِعْم صاحبُ قومٍ لاسلاحَ لهم۔ یا مضاف نہ ہو؛ جیسے: نِعْمَ قَائدٌ أنْتَ۔ واضح رہے کہ '' الذی'' اسم موصول اور نکرہ کا، افعالِ مدح وذم کا فاعل بننا جائز تو ہے؛ مگر قلیل الاستعمال ہے۔ (النحو الوافی ۳/ ۲۸۷-۲۸۹)

القسمُ الثالث فی الحروفِ

یہاں سے مصنف حسب وعدہ تیسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ تیسری قسم حروف کے بیان میں ہے، حرف کی تعریف شروع کتاب میں گذر چکی ہے۔ حرف کی سترہ قسمیں ہیں: (۱) حروف جر، (۲) حروف مشبہ بالفعل، (۳) حروف عطف، (۴) حروف تنبیہ، (۵) حروف نداء، (۶) حروف ایجاب، (۷)

١ – حروف الجر. ٢ – والحروف المشبهة بالفعل. ٣ – وحروف العطف. ٤ – وحروف التنبيه. ٥ – وحروف النداء. ٦ – وحروف الإيجاب ٧ – وحروف الزيادة. ٨ – وحرفا التفسير. ٩ – وحروف المصدر. ١٠ – وحروف التحضيض. ١١ – وحرف التوقع. ١٢ – وحرفا الاستفهام. ١٣ – وحروف الشرط. ١٤ – وحرف الردع. ١٥ – وتاء التأنيث الساكنة. ١٦ – والتنوين. ١٧ – ونونا التاكيد.

فصل: حروف الجر: حروف وضعت لإفضاء الفعل، أو شبهه، أو معنى الفعل إلى

ترجمہ: (۱) حروف جر (۲) حروف مشبہ بالفعل۔ (۳) حروف عطف۔ (۴) حروف تنبیہ۔ (۵) حروف نداء۔ (۶) حروف ایجاب۔ (۷) حروف زیادۃ۔ (۸) حروف تفسیر۔ (۹) حروف مصدر۔ (۱۰) حروف تحضیض۔(۱۱) حرف توقع (۱۲) حروف استفہام۔(۱۳) حروف شرط۔(۱۴) حرف ردع۔(۱۵) تاء تانیث ساکنہ۔(۱۶) تنوین۔(۱۷) نون تاکید۔

یہ پہلی فصل ہے: حروف جر: وہ حروف ہیں جو وضع کئے گئے ہوں فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو پہنچانے کے لئے اس اسم تک

حروف زیادت، (۸) حروف تفسیر، (۹) حروف مصدر، (۱۰) حروف تحضیض، (۱۱) حرف توقع، (۱۲) حروف استفہام، (۱۳) حروف شرط، (۱۴) حرف ردع، (۱۵) تائے تانیث ساکنہ، (۱۶) تنوین، (۱۷) نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ۔

فصل: حروفُ الجر الخ: یہاں سے مصنف پہلی قسم: حروف جر کی تعریف اور ان کے معانی بیان فرما رہے ہیں:

حروف جر: وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کا، اپنے مابعد اسم کے ساتھ، تعلق قائم کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں، فعل کی مثال، جیسے: **مررتُ بزيد** (میں زید کے پاس سے گذرا)۔ شبہ فعل کی مثال؛ جیسے: **أنا مار بزيد** (میں زید کے پاس سے گذرنے والا ہوں)۔ معنی فعل کی مثال، جیسے: **هذا في الدار أبوک**[1]

---

[1] هذا اسم اشارہ مبتدا، فی حرف جر، الدار مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا اُس معنی فعل کا جو هذا اسم اشارہ سے سمجھ میں آ رہے ہیں: أبوک مرکب اضافی خبر، مبتدا اپنی خبر اور معنی فعل کے متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ما تليه؛ نحو: مررت بزيد، وأنا مار بزيد، وهذا في الدار أبوک؛ أى أشير إليه فيها. وهى تسعة عشر حرفا:

١ – من. وهى لابتداء الغاية (في المكان، أو في الزمان)، وعلامته، أن يصح في مقابلته الانتهاء؛ كما تقول: سرت من البصرة إلى الكوفة. وللتبيين،

ترجمہ: جس سے وہ حروف ملے ہوئے ہوں؛ جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (میں زید کے پاس سے گذرا)، أَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ (میں زید کے پاس سے گذرنے والا ہوں) اور هٰذَا فِي الدَّارِ أَبُوکَ، یہ أُشِيْرُ إِلَيْهِ فِيْهَا کے معنی میں ہے (یہ گھر میں تیرا باپ ہے)۔ اور وہ اُنیس حرف ہیں:

(ان میں سے پہلا) مِنْ ہے اور وہ (یعنی مِنْ) مکان یا زمان میں مسافت کی ابتداء (کو بتلانے) کے لئے آتا ہے، اور اس کی علامت: یہ ہے کہ صحیح ہو اس کے مقابلے میں انتہاء کو لانا؛ جیسا کہ تم کہو گے: سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ (میں چلا بصرہ سے کوفہ تک)۔ اور (مِنْ) تبیین کے لئے آتا ہے،

یہ أشير إليه في الدار کے معنی میں ہے (یہ گھر میں تیرا باپ ہے)۔ حروف جر انیس ہیں: مِنْ، إلٰى، حتّٰى، في، باء، لام، رُبَّ، واو بمعنی رُبَّ، واوِ قسم، تاء قسم، باء قسم، عَنْ، علٰى، کاف، مُذ، مُنذ، خلا، عدا، حاشا۔

من وهى لا بتداء الغاية الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے: ''من'' کے معانی بیان فرما رہے ہیں، ''من'' چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

(۱) ابتدائے غایت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ مدخولِ مِنْ سے مسافت (دُوری) کی ابتدا ہو رہی ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ: اس کے مقابلہ میں ''إلى'' آتا ہے، جو مسافت کی انتہاء کو بتلاتا ہے؛ جیسے: سرت من البصرة إلى الكوفة (میں بصرہ سے کوفہ تک چلا)، اس مثال میں ''مِنْ'' ابتدائے غایت کے لئے ہے؛ اس لئے کہ مدخولِ مِنْ بصرہ سے، مسافت یعنی چلنے کی ابتدا ہو رہی ہے۔

(۲) تبیین کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ مدخول مِنْ کسی چیز کا بیان ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ: ''مِنْ'' کی جگہ ''الذى'' اسم موصول کو رکھ کر، مدخول مِنْ کو ''هو'' یا ''هى'' مبتدا محذوف کی خبر بنانا درست ہو؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاجتنبوا الرجس من الأوثان[1] (بچو تم اس گندگی سے جو کہ بت ہیں)، اس

---

[1] فا تفریعیہ، اجتنبوا فعل امر بافاعل، الرجس ذوالحال، من حرف جر بیانیہ، الأوثان مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

وعلامته: أن يصح وضع لفظ "الذى" مكانه ؛ كقوله تعالى: ﴿ فاجتنبوا الرجس من الأوثان﴾. وللتبعيض، وعلامته: أن يصح لفظ "بعض" مكانه؛ نحو: أخذت من الدراهم. وزائدة. وعلامته: أن لا يختل المعنى بإسقاطها؛ نحو: ماجاء نى من أحد.

ترجمہ:اوراس کی علامت: یہ ہے کہ صحیح ہواس کی جگہ لفظ "الَّـذِیْ" کورکھنا؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ" (پس بچتے رہوتم گندگی سے یعنی بتوں سے)۔اور(مِنْ) تبعیض کے لئے آتا ہے،اوراس کی علامت: یہ ہے کہ صحیح ہواس کی جگہ لفظ "بعض" کورکھنا؛ جیسے:أَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِم (لئے میں نے بعض دراہم)۔ اور(مِنْ) زائدہ ہوتا ہے،اوراس کی علامت یہ ہے کہ:معنی میں خرابی پیدا نہ ہو اس کوحذف کرنے کی وجہ سے؛ جیسے:مَاجَاءَ نِيْ مِنْ أَحَدٍ (میرے پاس کوئی نہیں آیا)۔

مثال میں "من" تبیین کے لئے ہے،"رجس" یعنی گندگی میں اجمال اورابہام تھا،مدخولِ مِنْ: "الأوثان" نے اس ابہام کودورکردیا،نیز یہاں یہ درست ہے کہ:"من" کی جگہ "الذی" اسم موصول کورکھ کر،مدخولِ من: "الأوثان" کوھومبتدامحذوف کی خبر بنادیا جائے،اوریوں کہاجائے:فاجتنبوا الرجس الذی هو الأوثان.

(٣)تبعیض کے لئے،یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ کوئی چیز مدخول "مِـن" کا بعض ہے،کبھی وہ چیز مذکور ہوتی ہے؛ جیسے:أخذت شيئًا من الدّراهم (میں نے کچھ دراہم لئے)۔اورکبھی وہ چیز مقدریعنی پوشیدہ ہوتی ہے؛ جیسے:أخذت من الدراهم، اس کی اصل :أخذت شيئًا من الدراهم ہے،ان دونوں مثالوں میں "من" تبعیض کے لئے ہے؛اس لئے کہ پہلی مثال میں "شئیا" مذکوراوردوسری مثال میں "شيئًا" مقدر مدخولِ من:"الدراهم" کا بعض ہے۔

یہ "من" بعض کے معنی میں ہوتا ہے،اسی لئے اس کو"من تبعيضيه" کہاجاتا ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ اگر"من" کی جگہ لفظ "بعض" کورکھ دیا جائے تومعنی درست ہوں،چناں چہ مذکورہ مثال میں اگر"من" کی جگہ لفظ بعض کورکھ کر،أخذت بعض الدراهم کہاجائے،تومعنی درست ہوں گے۔

(٤)"مِـــنْ": زائدہ ہوتا ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ اس کوحذف کردینے سے اصل معنی میں کوئی خرابی پیدانہیں ہوتی؛ جیسے:ما جاء نی من أحدٍ[1] (میرے پاس کوئی نہیں آیا)،اس مثال میں "من" زائدہ

---

[1] ماجاء فعل،نون وقایہ،یا ضمیر مفعول بہ،من حرف جرزائد،أحد لفظاً مجرورمحلامرفوع فاعل،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ولا تزاد ”من“ فی الکلام الموجب، خلافا للکوفیین. وأما قولھم: ”قد کان من مطر“ وشبھہ؛ فمتأول(عند البصریین بأنہ للتبعیض؛ أی: قد کان بعض مطر).

ترجمہ:اور زیادہ نہیں کیا جاتا ہے ”مِنْ“ کلام موجب میں، برخلاف کوفیین کے۔اور بہرحال اہل عرب کا قول:”قَدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ“ (بارش ہوئی ہے)اور اس کے نظائر: تو ان میں یہ تاویل کی گئی ہے بصریین کے نزدیک کہ ”مِنْ“ یہاں تبعیض کے لئے ہے،اور یہ قَدْ کَانَ بَعْضُ مَطَرٍ کے معنی میں ہے۔

ہے؛اس لئے اگر اس کو حذف کر کے،ماجاء نی أحد کہا جائے تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

ولا تزاد من الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں،فرماتے ہیں کہ:”من“ صرف کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے،کلام موجب (یعنی وہ کلام جس میں نفی، نہی اور استفہام انکاری نہ ہو) میں ”من“ زائد نہیں ہوتا؛البتہ اس میں کوفیین کا اختلاف ہے،ان کے نزدیک جس طرح ”من“ کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے،اسی طرح کلام موجب میں بھی اسم جنس پر”من“ زائد ہوتا ہے؛جیسے:قد کان من مطر (بارش ہوئی)،اوریغفر لکم من ذنوبکم (معاف کردے گا وہ تمہارے گناہوں کو)،ان دونوں مثالوں میں کوفیین کے نزدیک ”من“ زائدہ ہے۔

وأما قولھم قد کان من مطر الخ: اس عبارت سے مصنف ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں، اعتراض یہ ہے کہ ابھی آپ نے بیان کیا کہ کلام موجب میں ”من“ زائد نہیں ہوتا،حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قد کان من مطر اوریغفر لکم من ذنوبکم جیسی مثالیں کلام موجب ہیں اور ان میں ”من“ زائدہ ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ:قد کان من مطر اور اس طرح کی وہ مثالیں جن میں بظاہر کلام موجب میں ”من“ کے زائدہ ہونے کا وہم ہوتا ہے،ان میں تاویل کی گئی ہے،چناں چہ قد کان من مطر اوریغفر لکم من ذنوبکم میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ یہاں ”من“ زائدہ نہیں؛ بلکہ تبعیض کے لئے ہےاور قد کان من مطر کے معنی:قد کان بعض مطر اوریغفر لکم من ذنو بکم کے معنی:یغفرلکم بعض ذنو بکم ہیں،اور اس تاویل کی صورت میں اِس آیت کا دوسری آیت”إن اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا“ (بلاشبہ اللہ تعالی معاف کر دے گا تمام گناہوکو) کے ساتھ کوئی تعارض نہیں ہوگا؛اس لئے کہ پہلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی امت کو خطاب ہے،اور دوسری آیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہےاور امت محمدیہ کے تمام گناہوں کو معاف کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے تمام گناہوں کا معاف کرنا لازم نہیں آتا۔

۲- وإلى. وهي: لانتهاء الغاية؛ كما مر. وبمعنى "مع" قليلا، كقوله تعالىٰ: ﴿فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق﴾ (أى مع المرافق).

۳- وحتى. وهي: مثل "إلى"؛ نحو: نمت البارحة حتى الصباح.

ترجمہ: اور (ان سے میں دوسرا حرف) "إلىٰ" ہےاور وہ (یعنی "إلىٰ") مسافت کی انتہاء کو بتلانے کے لئے آتا ہے؛ جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی، اور إلىٰ مَعَ کے معنی میں آتا ہے قلت کے ساتھ؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ" (پس دھوؤ تم اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت)۔

اور (ان میں سے تیسرا حرف) "حَتّٰى" ہے؛ اور وہ (یعنی "حَتّٰى"): إلىٰ کے مانند ہے؛ جیسے: نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ (میں سویا گذشتہ رات صبح تک)۔

فائدہ: حروف جارہ زائدہ کسی فعل یا شبہ فعل وغیرہ کے متعلق نہیں ہوتے؛ بلکہ ان کا مدخول ترکیب میں لفظا مجرور اور محلا مرفوع یا منصوب ہوتا ہے۔

وإلى وهي لا نتهاء الغا ية الخ: یہاں سے مصنف "إلى" حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "إلىٰ" دو معانی کے لئے آتا ہے: (۱) انتہائے غایت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ "إلى" کے مدخول: پر کسی چیز کی مسافت کی انتہاء ہو رہی ہے؛ جیسے: سرت من البصرة إلى الكوفة (میں چلا بصرہ سے کوفہ تک)، اس مثال میں "إلى" کے مدخول کوفہ پر چلنے کی مسافت کی انتہاء ہو رہی ہے۔

(۲) کبھی "إلى" مع کے معنی میں آتا ہے، یعنی یہ بتلانے کے لئے آتا ہے کہ "إلى" کا مدخول ماقبل کا مصاحب (یعنی اس کے ساتھ ساتھ) ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق[1] (دھوؤ تم اپنے چہروں کو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں کے ساتھ)، اس مثال میں "إلى"، مع کے معنی میں ہے، یعنی "إلى" کا مدخول: "مرافق" دھونے کے حکم میں، ماقبل "أيد يكم" کا مصاحب، یعنی اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

وحتى وهي مثل إلى الخ: یہاں سے مصنف "حتی" حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں،

---

[1] فا جزائیہ، اغسلوا فعل امر با فاعل، وجو هكم مرکب اضافی معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، أيديكم مرکب اضافی معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ، إلى المرافق جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

وبمعنى "مع" كثيرا؛ نحو: قدم الحاج حتى المشاة. ولا تدخل إلا على الظاهر، فلا يقال: حتاه، خلافا للمبرد. وقول الشاعر:

فلا والله لا يبقى أناس ☆ فتى حتاک یا ابن أبی زیاد —شاذ.

ترجمہ: اور (حتّٰی) مع کے معنی کے میں آتا ہے کثرت سے؛ جیسے **قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةِ** (حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی)۔ اور داخل نہیں ہوتا ہے "حَتّٰی" مگر اسم ظاہر پر، پس نہیں کہا جائے گا: **حَتَّاهُ**، برخلاف مبرد کے، اور شاعر کا قول: شعر: **فَلَاوَ اللّٰہِ لَا یَبْقٰی اُنَاسٌ ☆ فَتًی حَتَّاکَ یَا ابْنَ أَبِی زِیَاد** شاذ ہے (خدا کی قسم انسان یعنی کوئی جوان باقی نہیں رہے گا حتی کہ تو بھی اے ابن ابی زیاد)۔

فرماتے ہیں کہ: "إلی" کی طرح "حتی" بھی دو معانی کے لئے آتا ہے:

(۱) انتہاء غایت کے لئے؛ جیسے: **نمت البارحة حتى الصباح**[۱] (میں گزشتہ رات صبح تک سویا)، اس مثال میں "حتی" کے مدخول: صبح پر سونے کی مدت کی انتہاء ہو رہی ہے۔

(۲) "حتی": بکثرت مع کے معنی میں آتا ہے؛ جیسے: **قدم الحاج حتى المشاة** (حاجی لوگ آ گئے، حتی کہ پیدل چلنے والے بھی)، اس مثال میں "حتی" مع کے معنی میں ہے: یعنی "حتی" کا مدخول: "**المشاة**" آنے کے حکم میں، ماقبل: "**الحاج**" (حاجی لوگوں) کا مصاحب، یعنی ان کے ساتھ ساتھ ہے۔

"**بمعنى كثيرًا**" میں کثیرًا سے "إلی" اور "حتی" کے درمیان ایک فرق کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ یہ کہ "إلی" کا مع کے معنی میں آنا قلیل ہے، اس کے برخلاف "حتی" مع کے معنی میں کثرت سے آتا ہے۔

ولا تدخل إلا على الظاهر الخ: اس عبارت سے مصنف "إلی" اور "حتی" کے درمیان ایک دوسرا فرق بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إلی" اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اس کے بر خلاف "حتی" اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، یعنی "حتی" صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے، اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، چناں چہ آپ حتّاہ نہیں کہہ سکتے، ہاں إلیه کہہ سکتے ہیں؛ البتہ مبرد کا اس میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک اس لحاظ سے "إلی" اور "حتی" میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح "إلی" اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اسی طرح ان کے نزدیک "حتی" بھی اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہو سکتا ہے۔

---

[۱] نمت فعل بافاعل، البارحة مفعول فیہ، حتی الصباح جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل، مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۴- وفي، وهي: للظرفية، نحو: زيد في الدار، والماء في الكوز. وبمعنى "على" قليلا؛ نحو قوله تعالى: ﴿ولأصلبنكم في جذوع النخل﴾.

ترجمہ: اور (ان میں سے چوتھا حرف) "فِيْ" ہے، اور وہ (یعنی فِی) ظرفیت کے لئے آتا ہے؛ جیسے: زَيْدٌ فِي الدَّارِ (زید گھر میں ہے) اور اَلْمَاءُ فِي الْكُوْزِ (پانی کوزے میں ہے)۔ اور ("فِی") عَلٰی کے معنی میں آتا ہے قلت کے ساتھ؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَأُ صَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوْعِ النَّخْلِ (اور ضرور بالضرور میں تم کو سولی دوں گا کھجور کے تنوں پر)۔

وقول الشاعر شعر الخ: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ:

فلا والله لا يلفى أُناسٌ ☆ فتىً حتاك يا ابن أبي زياد.[۱]

(خدا کی قسم: لوگ کسی نوجوان کو نہیں پائیں گے، حتی کہ تجھے بھی اے ابن ابی زیاد) جیسی وہ مثالیں جن میں "حتی" ضمیر پر داخل ہے، شاذ ہیں، ان پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

وفي وهي للظرفية الخ: یہاں سے مصنف "فی" حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "فـی" دو معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: (۱) ظرفیت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ "فـی" کا مدخول کسی چیز کا ظرف ہے، یا توحقیقۃ؛ جیسے: **زيـد في الدار** (زید گھر میں ہے)، اس مثال میں "فی" کا مدخول: "الدار"، زید کے قیام کا ظرف ہے، **الماء في الكوز** (پانی کوزہ میں ہے)، اس مثال میں "فی" کا مدخول: "الکوز"، "الماء" کا ظرف ہے۔ یا مجازاً؛ جیسے: **نظرت في الكتاب** (میں نے کتاب میں دیکھا)، اس مثال میں "فی" کا مدخول: کتاب دیکھنے کا ظرف ہے؛ لیکن یہ مجازاً ہے، حقیقۃ نہیں۔

(۲) کبھی "فی"، "علی" کے معنی میں یعنی استعلاء کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے آتا ہے کہ "فی" کے مدخول پر کسی چیز کو فوقیت حاصل ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **ولأ صلبنكم**

---

[۱] فا تفریعیہ، لا زائدہ، واؤ حرف جر برائے قسم، اللہ مجرور، جار مجرور سے مل کر، اُقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر جملہ فعلیہ انشائیہ قسم، لایـلـقی (ہدایۃ النحو" کے تقریبا موجودہ تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، جب کہ رضی، شرح ابن عقیل اور خزانۃ الادب وغیرہ میں لایـلفی ہے لام اور فاء کے ساتھ، جس کے معنی پانے کے آتے ہیں) لایـلفی فعل، أناس فاعل، فتی مفعول بہ، حتاک جار مجرور متعلق فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم۔ یا حرف نداء قائم مقام "أدعو" فعل، انا ضمیر مستتر فاعل، ابن ابی زیاد مسلسل اضافتوں کے بعد مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

۵- والباء. وهي: للإلصاق؛ نحو: مررت بزيد؛ أي: التصق مروري بموضع يقرب منه زيد. وللإستعانة ؛ نحو: كتبت بالقلم. وقد يكون للتعليل؛

ترجمہ: اور (ان میں سے پانچواں حرف) ''باء'' ہے، اور وہ (یعنی باء) الصاق کے لئے آتا ہے؛ جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ، یہ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِي بِمَوضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ کے معنی میں ہے (ملا ہوا ہے میرا گذرنا ایسی جگہ سے جس سے زید قریب ہے)۔ اور (باء) استعانت کے لئے آتا ہے؛ جیسے: كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم سے لکھا)۔ اور کبھی (باء) تعلیل کے لئے آتا ہے؛

فی جذوع النخل[1] (ضرور بالضرور میں سولی دوں گا تمہیں کھجور کے تنوں پر)، اس مثال میں ''فی'' کے مدخول: ''**جذوع النخل**'' پر یہ ایک دوسری چیز سولی دینے کو فوقیت حاصل ہے۔

والباء، وهي للإلصاق الخ: یہاں سے مصنف باء حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: باء چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: (۱) الصاق کے لئے، الصاق کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ملنا، یہ ملنا یا تو حقیقۃً ہوگا یا مجازاً، حقیقۃً ملنے کا مطلب یہ ہے کہ باء کا ماقبل مابعد سے بغیر کسی واسطہ کے ملا ہوا ہو؛ جیسے **به داءٌ** (اس کو بیماری ہے)، اس مثال میں ''**داء**'' یعنی بیماری (جو حقیقت میں مبتدا ہونے کی بناء پر باء کا ماقبل ہے) باء کے مابعد ضمیر (یعنی شخص معین مثلاً زید) سے بغیر کسی واسطہ کے ملا ہوا ہے۔

اور مجازاً ملنے کا مطلب یہ ہے کہ باء کا ماقبل مابعد سے کسی دوسری چیز کے واسطہ سے ملا ہوا ہو؛ جیسے: **مررت بزيد** (میں زید کے پاس سے گذرا)، یہ **التصق مروري بموضع يقرب منه زيد** کے معنی میں ہے (میرا گذرنا ایسی جگہ سے ملا ہوا ہے جس سے زید قریب ہے)، اس مثال میں باء کا ماقبل: ''**مرور**'' یعنی گذرنا مابعد زید سے ایسی جگہ کے واسطہ سے ملا ہوا ہے جس سے زید قریب ہے۔

(۲) استعانت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ فاعل، صدور فعل میں باء کے مدخول کا محتاج ہے؛ جیسے: **كتبتُ بالقلم** (میں نے قلم سے لکھا)، اس مثال میں فاعل متکلم فعل یعنی لکھنے کے صدور میں، باء کے مدخول یعنی قلم کا محتاج ہے۔

(۳) تعلیل کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مابعد، ماقبل کے لئے علت ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا

---

[1] واو حرف عطف، لأصلبن فعل بافاعل، کم ضمیر مفعول بہ، فی جذوع النخل جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

كقوله تعالى: ﴿إنكم ظلمتم أنفسكم باتخاذكم العجل﴾. وللمصاحبة؛ كـ: خرج زيد بعشيرته. وللمقابلة ؛ كـ: بعت هذا بذاك. وللتعدية؛ كـ: ذهبت بزيد.

ترجمہ: جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ (بلاشبہ تم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر؛ تمہارے بچھڑے کو معبود بنا لینے کی وجہ سے)۔ اور (باء) مصاحبت کے لئے آتا ہے؛ جیسے: خَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِه (زید نکلا اپنے خاندان کے ساتھ)۔ اور (باء) مقابلہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: بِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ (میں نے اس کو بیچا اس کے بدلہ میں)۔ اور (باء) تعدیہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ (میں زید کو لے گیا)۔

ارشاد ہے: **إنكم ظلمتم أنفسكم باتخاذ كم العجل** [1] (بلاشبہ تم نے ظلم کیا ہے اپنے اوپر؛ تمہارے بچھڑے کو معبود بنا لینے کی وجہ سے)، اس مثال میں باء کا مابعد: "**اتخاذ العجل**" (یعنی بچھڑے کو معبود بنانا)، ماقبل ظلم کے لئے علت ہے۔

(۴) مصاحبت کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مدخول کسی چیز کا مصاحب، یعنی اس کے ساتھ ساتھ ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ باء کی جگہ لفظ مع کو رکھنا صحیح ہو؛ جیسے: **خرج زيد بعشيرته، أي مع عشيرته** (زید نکلا اپنے قبیلہ کے ساتھ)، اس مثال میں باء کا مدخول: "**عشيرة**" نکلنے میں، زید کا مصاحب، یعنی اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

(۵) مقابلہ کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مدخول کسی چیز کا عوض اور بدل ہے، اسی لئے یہ باء ثمن اور عوض پر آتا ہے؛ جیسے: **بعت هذا بذاك** (میں نے یہ اس کے بدلہ میں بیچا)، اس مثال میں باء کا مدخول "**ذاك**"، "**هذا**" کا عوض اور بدل ہے۔

(۶) تعدیہ کے لئے، یعنی فعل لازم کو متعدی بنانے کے لئے؛ جیسے: **ذهبت بزيد** (میں زید کو لے گیا) اس مثال میں باء نے "**ذهب**" فعل لازم کو متعدی بنا دیا ہے۔

---

[1] إنّ حرف مشبہ بالفعل، کم ضمیر اس کا اسم، ظلمتم فعل با فاعل، أنفسکم مرکب اضافی مفعول بہ، باء حرف جر، اتخاذ مصدر مضاف، کم ضمیر فاعل مضاف الیہ، العجل مفعول بہ اول، إلها مفعول بہ ثانی محذوف، اتخاذ مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور دونوں مفعولوں سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، ظلم فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، إنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وللظرفية؛ كـ: جلست بالمسجد. وزائدة: قياسا: في خبر النفي؛ نحو: مازيد بقائم. وفي الاستفهام؛ نحو: هل زيد بقائم. وسماعا: في المرفوع؛ نحو: بحسبك زيد؛ أي: حسبك زيد

ترجمہ:اور(باء) ظرفیت کے لئے آتا ہے؛ جیسے: **جَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ** (میں مسجد میں بیٹھا)۔اور (باء) زائدہ ہوتا ہے قیاساً نفی کی خبر میں؛ جیسے: **مَازَيْدٌ بِقَائِمٍ** (زید کھڑا نہیں ہے) اور استفہام میں؛ جیسے: **هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ** (کیا زید کھڑا ہے؟)۔اور سماعاً مرفوع میں؛ جیسے: **بَحَسْبِكَ زَيْدٌ** یہ **حَسْبُكَ زَيْدٌ** کے معنی میں ہے (کافی ہے تجھ کو زید)۔

---

(۷) ظرفیت کے لئے ،یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ باء کا مدخول کسی چیز کا ظرف ہے؛ جیسے: **جلست بالمسجد، أي في المسجد** (میں مسجد میں بیٹھا)،اس مثال میں باء کا مدخول: ''مسجد''،''جلوس'' یعنی بیٹھنے کا ظرف ہے۔

(۸) کبھی با زائدہ ہوتا ہے، دو مواقع ایسے ہیں جہاں باء قیاساً زائد ہوتا ہے: (۱) نفی اور ما مشابہ بلیس کی خبر میں؛ جیسے **ليس عمروٌ بقاعد** (عمرو بیٹھا نہیں ہے)، **مازيد بقائم**[۱] (زید کھڑا نہیں ہے)۔(۲) استفہام کی خبر میں، بشرطیکہ استفہام ''**هل**'' کے ذریعہ ہو، کسی دوسرے کلمۂ استفہام کے ذریعہ نہ ہو؛ جیسے: **هل زيد بقائم** (کیا زید کھڑا ہے؟)

فائدہ: **علمت، عرفت، جهلت، تيقنت، سمعت** اور **أمسست** کے مفعول میں، نیز سیبویہ کے نزدیک فعل تعجب کے دوسرے صیغے: ''**أفعِل به**'' کے فاعل میں بھی باء قیاساً زائد ہوتا ہے؛ جیسے: **علمت به** اور **أحسن بزيد** وغیرہ، پہلی مثال میں **ها** ضمیر ''**عَلِم**'' کا مفعول ہے اور دوسری مثال میں ''**زید**'' ''**أحسن**'' کا فاعل ہے، اور ان دونوں پر جو باء ہے، وہ زائدہ ہے۔

قیاساً زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ مواقع میں ہر جگہ باء زائدہ کو لا سکتے ہیں۔اور دو مواقع ایسے ہیں جہاں باء سماعاً زائد ہوتا ہے: (۱) مرفوع میں، خواہ مرفوع مبتدا ہو؛ جیسے: **بحسبك زيد**[۲] (تیرے لئے

---

[۱] ما مشابہ بلیس، زید اس کا اسم، باء حرف جر زائد، قائم لفظاً مجرور محلاً منصوب خبر، ما مشابہ بلیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔اسی طرح **هل زيد بقائم** کی ترکیب کر لی جائے۔

[۲] باء حرف جر زائد، حسبک مرکب اضافی لفظاً مجرور محلاً مرفوع مبتدا، زید خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

﴿وکفی باللہ شہیدا﴾ أی کفی اللہ...... وفی المنصوب؛ نحو: ألقی بیدہ؛ أی ألقی یدہ. ٦– واللام. وھی: للاختصاص؛ نحو: الجل للفرس؛ والمال لزید.

ترجمہ: اور کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا، یہ کَفَی اللّٰہُ کے معنی میں ہے (کافی ہے اللہ گواہ ہونے کے اعتبار سے)۔ اور منصوب میں؛ جیسے: أَلْقٰی بِیَدِہ، یہ أَلْقٰی یَدَہ کے معنی میں ہے (ڈال دیا اس نے اپنے آپ کو)۔

اور (ان میں سے چھٹا حرف) ''لام'' ہے، اور وہ (یعنی لام) اختصاص کے لئے آتا ہے؛ جیسے: اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ (جھول گھوڑے کے لئے ہے)، اور المَالُ لِزَیْدٍ (مال زید کے لئے ہے)۔

زید کافی ہے)، یہاں ''حسبک'' مبتدا پر باء زائدہ ہے، اس کی اصل: حسبُک زید ہے۔ یا مرفوع فاعل ہو؛ جیسے: کفی باللہ شھیدًا[1] (کافی ہے اللہ گواہ ہونے کے اعتبار سے)، اس مثال میں اللہ فاعل پر باء زائدہ ہے، اس کی اصل: کفی اللہُ شھیداً ہے۔

(۲) منصوب یعنی مفعول میں؛ جیسے: ألقی بیدہ[2] (اس نے اپنے ہاتھ کو ڈال دیا، یعنی اپنے آپ کو ڈال دیا)، اس مثال میں ''یدہ''، ''ألقی'' کا مفعول بہ ہے اور اس پر باء زائدہ ہے، اس کی اصل: ألقی یدہ ہے۔

سماعاً زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرفوع یا منصوب میں باء زائدہ کو نہیں لا سکتے؛ بلکہ ان مواقع میں صرف اسی جگہ با زائدہ کو لایا جائے گا، جہاں اہل عرب سے با زائدہ کو لانا سنا گیا ہے۔

نوٹ: رضی کی رائے یہ ہے کہ: ''کفی'' اور اس کے مشتقات کے فاعل پر باء، قیاساً زائد ہوتا ہے، سماعاً نہیں؛ جب کہ مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کفی اور اس کے مشتقات کے فاعل پر باء سماعاً زائد ہوتا ہے، قیاساً نہیں۔

واللام وھی الخ: یہاں سے مصنف لام حرف جر کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ لام چند معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے: (۱) اختصاص کے لئے، یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ مدخولِ لام کے لئے کوئی چیز مخصوص ہے، خواہ یہ مخصوص ہونا بغیر ملکیت کے ہو؛ جیسے: الجل للفرس (جول گھوڑے کے لئے خاص ہے)، اس مثال میں مدخول لام: فرس کے لئے جول مخصوص ہے اور یہ مخصوص ہونا بغیر ملکیت کے ہے، یا

---

[1] کفی فعل، باء حرف جر زائد، اللہ لفظاً مجرور محلاً مرفوع فاعل، نسبت ممیّز، شھیدا تمیز، فعل اپنے فاعل اور نسبت کی تمیز سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] ألقی فعل بافاعل، باء حرف جر زائد، یدہ مرکب اضافی لفظاً مجرور محلاً منصوب مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وللتعليل؛ كـ: ضربته للتأديب. وزائدة، كقوله تعالى : ﴿ردف لكم﴾ أي ردفكم. وبمعنى "عن" إذا استعمل مع القول؛ كقوله تعالى: ﴿قال الذين كفروا للذين آمنوا لو كان خيرا ما سبقونا إليه﴾ (أي : عن الذين آمنوا).

ترجمہ:اور(لام)تعلیل کے لئے آتا ہے؛ جیسے:ضَرَبْتُه لِلتّادِيْبِ (میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لئے)۔اور(لام)زائدہ ہوتا ہے؛ جیسے:اللہ تعالی کا ارشاد ہے:رَدِفَ لَكُمْ، یہ رَدِفَكُمْ کے معنی میں ہے (وہ تمہارا ردیف ہوا)۔اور(لام)"عَنْ" کے معنی میں ہوتا ہے جب کہ اس کو استعمال کیا جائے قول کے ساتھ جیسے:اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُوْنَا إِلَيْهِ" (کفار نے ایمان والوں سے کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ اس کی طرف ہم سے آگے نہ بڑھتے)۔

مخصوص ہونا ملکیت کی وجہ سے ہو؛ جیسے:**المال لزيد** (مال زید کے لئے ہے)،اس مثال میں مدخولِ لام زید کے لئے مال مخصوص ہے اور یہ مخصوص ہونا ملکیت کی وجہ سے ہے۔

(۲)تعلیل کے لئے،یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ لام کا مابعد، ماقبل کے لئے علت ہے؛ جیسے:**ضربته للتاديب** (میں نے اس کو ادب سکھلانے کے لئے مارا)،اس مثال میں لام کا مابعد:"**تاديب**" یعنی ادب سکھانا، مارنے کے لئے علت ہے۔

(۳)کبھی لام: زائد ہوتا ہے،اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ ہو؛ جیسے:اللہ تعالی کا ارشاد ہے:**ردف لكم**[1] (وہ تمہارا ردیف ہوا)،اس مثال میں لام زائد ہے، چناں چہ اگر لام کو حذف کر کے"**ردفكم**" کہیں تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

(۴)کبھی لام "**عن**" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے،یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ لام کو قول یا اس کے مشتقات کے ساتھ استعمال کیا جائے،اور لام کا مدخول اس قول کے قائل یعنی کہنے والے سے غائب ہو،اس کے پاس موجود نہ ہو؛ جیسے:اللہ تعالی کا ارشاد ہے:**قال الذين كفروا للذين اٰمنوا لو كان خيرًا ما سبقونا إليه** (کفار نے ایمان والوں سے کہا کہ:اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ اس کی طرف ہم سے آگے نہ بڑھتے)،اس مثال میں لام "عن" کے معنی میں ہے،چناں چہ اس کی اصل:**قال الذين كفرو عن الذين**

---

[1] **ردف** فعل،**لام** حرف جرزائد،**كم** محلاً منصوب مفعول بہ،**بعض** مضاف،**الذی** اسم موصول،**تستعجلون** فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ صلہ،اسم موصول صلہ سے مل کر مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر فاعل،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وفیہ نظر. وبمعنی الواو فی القسم للتعجب؛ کقول الھذلی: للہ یبقی علی الأیام ذو حید☆ بمشمخر بہ الظیان والآس.

ترجمہ: اوراس میں نظر ہے۔اور (لام) واؤ برائے قسم کے معنی میں ہوتا ہے اظہار تعجب کے لئے؛ جیسے ہُذَلی شاعر کا قول ہے: شعر: لِلّٰہِ یَبْقٰی عَلَی الْأَیَّامِ ذُوْ حَیَدٍ☆ بِمُشْمَخِرٍّ بِہِ الظَّیَّانُ وَالْآسُ
(خدا کی قسم! باقی نہیں رہے گا زمانہ میں کوئی گرہ دار سینگوں والا پہاڑی بکرا☆ ایسے بلند پہاڑ پر جس میں ظیان اور آس کے درخت ہوں)۔

آمنوا[1] ہے، قرینہ اس پر یہ ہے کہ اگر یہاں لام اپنے معنی میں یعنی صلہ کے لئے ہوتا، تو یہاں لام کا مدخول حاضرین ہوتے، غائبین نہ ہوتے؛ اس لئے کہ جہاں لام اپنے معنی میں ہوتا ہے، وہاں اس کا مدخول حاضرین ہوتے ہیں؛ حالاں کہ یہاں آیت میں لام کا مدخول غائبین ہیں، جو اس بات کی علامت ہے کہ لام یہاں اپنے معنی میں نہیں ہے؛ بلکہ ''عن'' کے معنی میں ہے۔

وفیہ نظر: اس عبارت سے مصنف ایک اعتراض کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں: وہ یہ ہے کہ لام بمعنی ''عن'' کی مثال میں اس آیت کو پیش کرنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ لام یہاں ''عن'' کے معنی میں نہیں ہے؛ بلکہ صلہ کے لئے ہے؛ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں لام کا مدخول، ایمان والے لوگ ہیں اور جب کفار یہ بات کہہ رہے تھے اُس وقت ایمان والے لوگ ان کے سامنے موجود تھے، ان سے غائب نہ تھے۔

(۵) کبھی لام: اظہار تعجب کے لئے، واؤ برائے قسم کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی مدخولِ لام کے ذریعہ بات کو پختہ اور مؤکد کرنے کے لئے آتا ہے، لام قسم اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا لام کے ذریعہ اللہ تعالی کے علاوہ، کسی اور چیز کی قسم نہیں کھائی جائے گی، اور اس کا جواب قسم کوئی ایسا امر عظیم ہوتا ہے جو تعجب خیز ہو؛

---

[1] قال فعل، الذین اسم موصول، کفروا جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر فاعل، لام حرف جر، الذین اسم موصول، آمنوا جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، قال فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول، لو حرف شرط، کان فعل ناقص، ھو ضمیر مستتر اس کا اسم، خیرا شبہ جملہ خبر، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، ماسبق فعل، واو ضمیر فاعل، نا ضمیر مفعول بہ، إلیہ جار مجرور متعلق، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ۔

۷- وربّ ، وهي للتقليل؛ كما أن "كم" الخبرية للتكثير. وتستحق صدر الكلام،

ترجمہ: اور (ان میں سے ساتواں حرف) رُبَّ ہے، اور وہ (یعنی رُبَّ) تقلیل کے لئے آتا ہے، جیسا کہ "کَمْ خبریہ" تکثیر کے لئے آتا ہے۔ اور "رُبَّ" صدارت کلام کا مستحق ہوتا ہے،

جیسے ہُذلی شاعر کا قول ہے: شعر:

للہ یبقی علی الأیام ذو حیدٍ☆ بمشخرٍ بہِ الظَّیَّانُ و الآس[۱]

(خدا کی قسم باقی نہیں رہے گا زمانہ میں کوئی گرہ دار سینگوں والا پہاڑی بکرا، ایسے بلند پہاڑ پر جس میں ظیّان اور آس کے درخت ہوں)۔

اس شعر میں لام، واؤ برائے قسم کے معنی میں ہے، یہاں "یبقی" سے پہلے "لا" محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے: للہ لا یبقی، اور قرینہ یہ ہے اگر یہاں جواب قسم "یبقی" مثبت ہوتا تو اس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہوتا؛ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ اگر جواب قسم فعل مضارع مثبت ہو تو اس کے شروع لام تاکید اور آخر میں نون تاکید لانا ضروری ہے، چوں کہ یہاں لام تاکید اور نون تاکید نہیں ہیں، اس لئے معلوم ہوا کہ جواب قسم، فعل مضارع منفی ہے؛ اور جب جواب قسم فعل مضارع منفی ہو تو اس کے شروع میں "ما"، "لا" اور "لن" میں سے کسی ایک کا لانا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا یہاں یبقی سے پہلے "لا" محذوف ہوگا۔

وربَّ وهي للتقليل الخ: یہاں سے مصنف "ربَّ" حرف جر کے معنی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "ربَّ" تقلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے آتا ہے کہ متکلم اپنے گمان میں "ربَّ" کے مدخول کو قلیل سمجھ رہا ہے، اگرچہ واقع میں وہ کثیر ہو، جیسا کہ اس کے بالمقابل "کم خبریہ" اپنے مدخول کی کثرت کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

وتستحق صدر الكلام الخ: یہاں سے مصنف ربَّ کے احکام بیان فرمارہے ہیں، مصنف نے

---

[۱] لام حرف جر برائے قسم، اللہ مجرور جار مجرور سے مل کر أقسم فعل محذوف کا متعلق ہونے کے بعد، جملہ انشائیہ ہو کر قسم، یبقی فعل، علی أیام جار مجرور متعلق اول، ذو حیدٍ مرکب اضافی فاعل، باء حرف جر، مشمخر موصوف، بہ جار مجرور ثابتان اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، الظیان و الآس معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی، یبقی فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم۔

ولا تدخل إلا على: نكرة موصوفة؛ نحو، رب رجل كريم لقيته. أو مضمر مبهم مفرد مذكر أبدا، مميز بنكرة منصوبة: نحو: ربه رجلا، وربه رجلين، وربه رجالا، وربه امرأة كذلك. وعند الكوفيين يجب المطابقة؛ نحو: (ربه رجلا و) ربهما رجلين، وربهم رجالا؛ وربها امرأة.

ترجمہ: اور داخل نہیں ہوتا ہے یہ مگر نکرۂ موصوفہ پر؛ جیسے: رُبَّ رَجُلٍ كَرِيم لَقِيتُه (کم ایسے سخی مرد ہیں جن سے میں نے ملاقات کی)، یا ایسی ضمیرِ مبہم پر جو ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اور اس کی تمیز نکرۂ منصوبہ لائی جاتی ہے؛ جیسے: رُبَّهُ رَجُلًا، رُبَّهُ رَجُلَيْنِ، رُبَّهُ رِجَالًا، رُبَّهُ اِمْرَأَةً، اسی طرح آگے۔ اور کوفیین کے نزدیک واجب ہے (ضمیرِ مبہم کو تمیز کے) مطابق لانا؛ جیسے: رَبُّه رَجُلًا، رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ، رُبَّهُمْ رِجَالًا اور رُبَّهَا اِمْرَأَةً.

یہاں ربَّ کے چار احکام بیان کیے ہیں:

(۱) ''ربَّ'' صدارت کلام کو چاہتا ہے، اسی لیے اس پر کسی چیز کو مقدم کرنا جائز نہیں؛ البتہ تین حروف: یعنی واؤ، باء اور ألا برائے استفتاح، اس سے مستثنیٰ ہیں، چناں چہ ان تینوں کو ''رب'' پر مقدم کر سکتے ہیں۔

(۲) ''رُبَّ'' ہمیشہ یا تو نکرۂ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے؛ جیسے: رب رجلٍ كريم لقيته[۱] (کم ایسے سخی مرد ہیں جن سے میں نے ملاقات کی)، اس مثال میں ''رجل'' نکرۂ موصوفہ ہے جس پر ''ربَّ'' داخل ہوا ہے۔ یا ایسی ضمیرِ مبہم پر داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ لائی گئی ہو، جمہور کے نزدیک یہ ضمیرِ مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی، خواہ تمیز تثنیہ ہو یا جمع، مذکر ہو یا مؤنث؛ جیسے: رُبَّهُ رجلًا[۲]، ربه رجلين، ربه رجالًا، ربه امرأةً، ربه امرأتين اور ربه نساءً؛ البتہ کوفیین کے نزدیک ضمیرِ مبہم اور اس کی تمیز کے درمیان افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہے، چناں چہ اگر تمیز تثنیہ ہو تو ضمیرِ مبہم کو تثنیہ، تمیز جمع ہو تو ضمیرِ مبہم کو جمع، تمیز مذکر ہو تو ضمیرِ مبہم کو مذکر اور اگر تمیز مؤنث ہو تو ضمیرِ مبہم کو مؤنث لایا جائے گا؛ جیسے: ربه رجلًا، ربهما رجلين، ربهم رجالًا، ربها امراةً، ربهما امرأتين اور ربهن نساءً.

---

۱ رب حرف جر مشابہ بالزائد، رجل موصوف، كريم شبہ جملہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر لفظاً مجرور محلاً مرفوع مبتدا، لقی فعل، تُ ضمیر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۲ رب حرف جر مشابہ بالزائد، ھاء ضمیرِ مبہم ممیّز، رجلا تمیز، ممیّز تمیز سے مل کر مبتدا، آگے لقيته خبر محذوف ہے۔

وقد تلحقها ”ما“ الكافة، فتدخل على الجملتين؛ نحو: ربما قام زيد، وربما زيد قائم. ولا بدلها من فعل ماض؛ لأن ”رب“ للتقليل المحقق، وهو لا يتحقق إلا به، ويحذف ذلک الفعل غالبا؛

ترجمہ: اور کبھی لاحق ہوجاتا ہے رُبَّ“ کے آخر میں ماء کافہ، اس صورت میں وہ داخل ہوتا ہے دونوں جملوں پر، جیسے: **رُبَّما قام زيد** اور **رُبَّما زَيْدٌ قَائِمٌ**. اورضروری ہے رُبَّ کے لئے فعل ماضی کا ہونا؛ اس لئے کہ رُبَّ اس تقلیل کے لئے آتا ہے جو ثابت ہو، اور تقلیل ثابت نہیں ہوتی ہے مگر فعل ماضی سے۔ اور حذف کر دیا جاتا ہے اس فعل ماضی کو اکثر وبیش تر؛

---

(۳) کبھی ”رُبَّ“ کے آخر میں مائے کافہ لاحق ہوجاتی ہے، جو ”رُبَّ“ کو اسمائے مفردہ پر داخل ہونے اور اپنے مدخول میں عمل کرنے سے روک دیتی ہے، چناں چہ اس صورت میں ”رُبَّ“ جملہ اسمیہ یا جملہ فعلیہ پر داخل ہوتا ہے، اسم مفرد پر داخل نہیں ہوتا، جملہ فعلیہ کی مثال؛ جیسے: **ربَّما قام زيد**[1] جملہ اسمیہ کی مثال؛ جیسے: **ربَّما زيد قائم**.

فائدہ: مائے کافہ: وہ ماء زائدہ ہے جو کسی عامل پر داخل ہوکر، اُسے عمل سے روک دے، مائے کافہ کو ہمیشہ، اُس کے مدخول کے ساتھ ملا کر لکھا جائے گا، جب کہ مائے کافہ کے علاوہ ”مـــا“ کی بقیہ اقسام، مثلاً: ما موصولہ وغیرہ کو، مابعد سے الگ لکھا جائے گا۔

(۴) ”رُبَّ“ پر خواہ مائے کافہ داخل ہو یا مائے کافہ داخل نہ ہو، بہر صورت ”رُبَّ“ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا متعلَّق فعل ماضی ہو؛ اس لئے کہ ”رُبَّ“ اپنے مدخول کی ایسی قلت کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے جو ثابت ہو، اور قلت فعل ماضی ہی سے ثابت ہوتی ہے، فعل مضارع سے ثابت نہیں ہوتی، واضح رہے کہ یہاں فعل ماضی عام ہے، خواہ حقیقۃً فعل ماضی ہو؛ جیسے مذکورہ مثال میں ”لقيت“. یا معنیً فعل ماضی ہو؛ جیسے: وہ فعل مضارع جو ”لم“ یا ”لما“ کے ساتھ ہو۔ ”رُبَّ“ کے متعلَّق فعل ماضی کو اکثر وبیشتر حذف کردیا جاتا ہے؛ جیسے: آپ سے کوئی کہے: **هل لقيت من أكرمك** (کیا تم نے اس شخص سے ملاقات کی جس نے تمہارا اکرام کیا)، تو اس کے جواب میں آپ کہیں: **رب رجلٍ أكرمني**[2] (کم ایسے مردوں سے میں نے

---

[1] رب حرف جرمشابہ بالزائد، ما مائے کافہ، قام فعل، زید فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] رب حرف جرمشابہ بالزائد، رجل موصوف، أكرمني فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر مبتدا، لقیتہ جملہ فعلیہ خبریہ خبر محذوف، مبتدا اپنی خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

كقولك: رب رجل أكرمني، في جواب من قال: هل لقيت من أكرمك؟، أي: رب رجل أكرمني لقيت، فـ "أكرمني" صفة الرجل، و "لقيته": فعلها، و هو محذوف.

ترجمہ: جیسے: تمہارا قول: رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِيْ اس شخص کے جواب میں جو (تم سے) کہے: هل لَقِيْتَ مَنْ أَكْرَمَكَ (کیا تو نے ایسے آدمی سے ملاقات کی جس نے تیرا اکرام کیا؟)، اس کی اصل: رُبَّ رَجُلٍ أَكْرَمَنِي لَقِيْتُهُ ہے (ایسے کم لوگوں سے میں نے ملاقات کی جنہوں نے میرا اکرام کیا)، پس "أكرمني" "رَجل" کی صفت ہے، اور "لَقِيْتُه"، "رُبَّ" کا فعل ہے اور وہ محذوف ہے۔

ملاقات کی جنہوں نے میرا اکرام کیا)، یہاں أكرمني، رجل کی صفت ہے اور "رُبّ" کا متعلَّق "لقيته" محذوف ہے، جس کو یہاں سے سوال کے قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، اصل عبارت اس طرح ہے:
رب رجل أكرمني لقيته.

نوٹ: وہ فعل مضارع جس کے معنی کا وقوع محقق اور یقینی ہو، وہ فعل ماضی کے حکم میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اس پر "رُبَّ" داخل ہوسکتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ. یہاں "يَوَدُّ"، وَدَّ فعل ماضی کے معنی میں ہونے کی وجہ سے فعل ماضی کے حکم میں ہے، اسی لئے اس پر "ربَّ" داخل ہوگیا ہے۔

فائدہ: "ربَّ" ان حروف جارہ میں سے ہے جو نہ اصلی ہوتے ہیں اور نہ زائد؛ بلکہ زائد کے مشابہ ہوتے ہیں؛ لہٰذا "ربَّ" کا مدخول لفظاً مجرور اور محلاً مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا؛ بشرطیکہ "رب" کے بعد آنے والے جملے میں، اُس کے مدخول کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو، اور اگر ضمیر نہ ہو تو اس صورت میں "رُبّ" کا مدخول محلاً، مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا؛ جیسے: رب رجل كريم لقيتُ، اس مثال میں "رجل كريم"، مرکب توصیفی ہوکر، "لقي" کا مفعول بہ مقدم ہے۔ اکثر محققین نحاۃ کا یہی مذہب ہے کہ "رب" اپنے مدخول سے مل کر کسی عامل کا متعلق نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا مدخول محلاً مرفوع یا منصوب ہوتا ہے؛ البتہ بصریین کا اس میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک دیگر حروف جارہ کی طرح، "رب"، بھی کسی عامل کا متعلق ہوتا ہے۔ مصنف نے بصریین کا مذہب اختیار کیا ہے، اور یہی رائے صاحب "شرح مائۃ عامل" اور علامہ ابن حاجب صاحب "کافیہ" کی ہے۔

۸- وواو رب، وهى الواو التى تبتدأ بها فى أول الكلام؛ كقول الشاعر.

وبلدة ليس بها أنيس ☆☆إلا اليعافير وإلا العيس

۹- وواو القسم، وهى تختص بالظاهر؛ نحو: والله- والرحمن لأضربن- فلا يقال :وك.

ترجمہ:اور(ان میں سے آٹھواں حرف)''واوِرُبَّ'' ہے،اوروہ:وہ واو ہے جس کوشروع کلام میں لایا جاتا ہے؛ جیسے:شاعر کاقول ہے:شعر:**وَبَلْدَةٍ لَيسَ بِهَا أَنِيسُ ☆ إِلَّا الْيَعَافِيْرُو إِلَّا الْعِيْسُ**

(ایسے شہر کم ہیں،جن میں ہرن کے چھوٹے بچوں اورسفیداونٹوں کےعلاوہ کوئی مونس (یعنی غم خوار)نہ ہو)۔

اور(ان میں سےنواں حرف)''واوِقسم'' ہے،اوروہ خاص ہےاسم ظاہر کےساتھ؛ جیسے:وَاللّٰہِ، والرحمنِ لَأَضرِبَنَّ (خدا کی قسم میں ضرور بالضرور ماروں گا)،پس نہیں کہا جائے گا: وَکَ۔

وواو ربَّ وهى الواو التى الخ: یہاں سےمصنف''واوِ ربَّ'' کوبیان فرمارہے ہیں،واو ربَّ:وہ واؤ ہےجس سے کلام کی ابتداء کی جائے،اس کے بعد''رُبَّ'' حرف جرمقدر ہوتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے،شعر: **وبَلدةٍ لَيْسَ بِهَا أنِيسُ ☆ اِلا اليَعَا فِيرُ واِلَّا العِيْسُ**[۱]

(ایسے شہر کم ہیں جن میں ہرن کےچھوٹے بچوں اورسفیداونٹوں کےعلاوہ،کوئی مونس (غم خوار) نہ ہو)۔

فائدہ:''واوِ ربَّ'' صرف نکرہ موصوفہ پرداخل ہوتا ہے،اور''ربَّ'' کی طرح اس کامتعلَّق بھی فعل ماضی ہوتا ہےجس کواکثر وبیش تر حذف کردیا جاتا ہے، چناں چہ مذکورہ شعر میں''واو ربَّ'' کا متعلَّق ، ''وَطِيْتُ'' فعل ماضی ہےجس کو یہاں سےحذف کردیا گیا ہے۔

وواو القسم وهى الخ: یہاں سےمصنف حروف جرمیں سے''واوِقسم'' کوبیان فرمارہے ہیں،واو قسم:وہ واؤ ہےجوقسم کے لئے،یعنی مدخول واؤ کےذریعہ اپنی بات کوپختہ اورمؤکد کرنے کے لئے استعمال ہوتا

---

[۱] واو واوِ رُبّ، رُبَّ حرف جرمحذوف،بلدۃ موصوف،لیس فعل ناقص،بھا جارمجرورثابتا اسم فاعل محذوف کامتعلق ہو کرخبرمقدم، أنیس مبدل منہ، إلا کلمہ حصر،الیعافیر معطوف علیہ،واو حرف عطف،إلا کلمہ حصر،العیس معطوف، معطوف علیہ معطوف سےمل کربدل،مبدل منہ بدل سےمل کراسم مؤخر،لیس فعل ناقص اپنے اسم مؤخراورخبرمقدم سےمل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکرصفت،موصوف صفت سےمل کرمرکب توصیفی ہوکرلفظاً مجرورمحلاً مرفوع مبتدا،دخلتھا جملہ فعلیہ خبریہ خبرمحذوف،مبتداخبرمحذوف سےمل کرجملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۔

۱۰ – وتاء القسم، وهي تختص بالله وحده، فلا يقال: بالرحمن. وقولهم: "ترب الكعبة" شاذ.

۱۱ – وباء القسم، وهي تدخل على الظاهر والمضمر؛ نحو : بالله، وبالرحمن، وبك.

ترجمہ: اور (ان میں سے دسواں حرف) ''تاء قسم'' ہے، اور وہ خاص ہے صرف اللہ کے ساتھ، پس نہیں کہا جائے گا: **تالرحمن**۔ اور اہل عرب کا قول: **تَرَ بِّ الكَعْبَةِ** شاذ ہے۔

اور (ان میں سے گیارہواں حرف) ''باء قسم'' ہے، اور وہ داخل ہوتا ہے اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر؛ جیسے: **باللّٰهِ** (اللہ کی قسم)، **بالرَّحْمٰنِ** (رحمٰن کی قسم) اور **بِكَ** (تیری قسم)۔

ہے، واؤ قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، خواہ وہ اسم: لفظ اللہ ہو؛ جیسے: **واللّٰه**، یا اس کے علاوہ؛ جیسے: **والرحمن لأ ضربنَّ**. واؤ قسم اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا؛ لہٰذ ''وک'' نہیں کہہ سکتے۔

وتاء القسم وهي الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے ''تائے قسم'' کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: تائے قسم صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے، یعنی یہ صرف لفظ اللہ پر داخل ہوتا ہے، لفظ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے اسم ظاہر یا اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، چناں چہ **تالرحمن** نہیں کہہ سکتے، اور اہل عرب کا قول: ''**تربِّ الكعبة**'' (رب کعبہ کی قسم) شاذ ہے، اس پر کسی دوسری مثال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وباء القسم وهي الخ: یہاں سے مصنف حروف جر میں سے ''باء قسم'' کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: باء قسم: اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اسم ظاہر کی مثال؛ جیسے: **بالله و بالرحمن**. اسم ضمیر کی مثال؛ جیسے: **بک** (تیری قسم)۔

فائدہ: مشہور حروفِ قسم چار ہیں: **واؤ، تاء، باء اور لام**. ان میں باہم فرق یہ ہے کہ ''باء'' اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، اور باقی تین اسم ظاہر پر داخل ہوتے ہیں، اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتے؛ البتہ ان میں سے ''واؤ'' ہر اسم ظاہر پر داخل ہو سکتا ہے، خواہ وہ لفظ اللہ ہو یا اس کے علاوہ ہو، اور باقی دو یعنی ''تاء'' اور ''لام'' صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہیں، یہ صرف لفظ اللہ پر داخل ہوتے ہیں، اس کے علاوہ کسی دوسرے اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتے۔ واضح رہے کہ حروفِ قسم کو ترکیب میں ''**أقسم**'' یا اس کے ہم معنی کسی فعل محذوف کا متعلق بنا کر، پورے جملے کو قسم اور ما بعد کو جوابِ قسم کہیں گے۔

ولا بد للقسم من الجواب، وهی جملة تسمی المقسم علیها.

ترجمہ: اور ضروری ہے قسم کے لئے جواب قسم کا ہونا، اور وہ (یعنی جواب قسم) وہ جملہ ہے جس کا نام رکھا جاتا ہے مقسم علیہ۔

ولا بد للقسم من الجواب الخ: یہاں سے مصنف جواب قسم کے احکام بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ہر قسم کے لئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے، جواب قسم جملہ ہوتا ہے، جس کو **مُقْسَمٌ علیها** کہا جاتا ہے، جواب قسم یا تو جملہ مثبتہ ہوگا یا جملہ منفیہ:

اگر جواب قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہو تو اس کے شروع ''لام ابتداء'' یا ''اِنَّ'' کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: **واللہ لزیدٌ قائمٌ**[1] (خدا کی قسم یقیناً زید کھڑا ہے)، **واللّٰہ إنَّ زیدًا لقائمٌ** (خدا کی قسم بلاشبہ زید کھڑا ہے)، ان دونوں مثالوں میں، جواب قسم جملہ اسمیہ مثبتہ ہے، پہلی مثال میں اس کے شروع میں لام ابتداء، اور دوسری مثال میں ''اِنَّ'' کو لایا گیا ہے۔

اور اگر جواب قسم جملہ فعلیہ مثبتہ ہو تو اس کے شروع میں ''لام'' اور ''قد'' دونوں کو لایا جائے گا، جب کہ وہ فعل ماضی متصرف ہو؛ جیسے **واللہ لقد قام زیدٌ.** اور صرف ''لام'' کو لایا جائے گا جب کہ وہ فعل مضارع ہو؛ جیسے: **واللّٰہ لأ فعلن کذا.** یا فعل ماضی غیر متصرف ہو؛ جیسے: **واللہ لنِعمَ الرجلُ زیدٌ.**

نوٹ: جب جواب قسم فعل مضارع مثبت ہو تو اس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید کا لانا ضروری ہے، بصریین کے نزدیک اس نونِ تاکید کو بغیر ضرورت کے حذف کرنا جائز نہیں، اور کوفیین کے نزدیک بغیر ضرورت کے بھی اس کو حذف کر سکتے ہیں۔

اور اگر جواب قسم جملہ اسمیہ منفیہ ہو تو اس کے شروع میں ''ما''، ''لا'' یا ''اِنْ نافیہ'' میں سے کسی ایک کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: **واللہ ما زید بقائم، واللہ لا زید قائمًا، واللہ إنْ زیدٌ قائمٌ.**

اور اگر جواب قسم جملہ فعلیہ منفیہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ فعل ماضی ہوگا یا فعل مضارع، اگر وہ فعل ماضی ہو تو اس کے شروع میں ''ما'' یا ''لا'' میں سے کسی ایک کو لانا ضروری ہے؛ جیسے **واللّٰہ ما قام زید واللہ لا قام زید.** اور اگر فعل مضارع ہو تو اس کے شروع میں ''ما''، ''لا'' یا ''لن'' میں سے کسی ایک کو لانا ضروری ہے؛ جیسے: **واللہ لا یقوم زید، واللّٰہ لن یقوم زید** اور **واللہ ما یقوم زید.**

---

[1] واو حرف جر برائے قسم، اللہ مجرور، جار مجرور سے مل کر، اُقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر جملہ فعلیہ انشائیہ قسم، لام برائے جواب قسم، زید مبتدا، قائم شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم۔ اسی طرح باقی مثالوں کی ترکیب کر لی جائے۔

فإن كانت موجبة يجب دخول: "اللام" في الاسمية و الفعلية ؛ نحو: والله لزيد قائم، ووالله لأفعلن كذا. و "إن" في الاسمية؛ نحو: والله إنَّ زيدا لقائم.
وإن كانت منفية؛ وجب دخول ما ولا؛ نحو: والله مازيد بقائم، ووالله لا يقوم زيد. واعلم أنه قد يحذف حرف النفي لزوال اللبس؛ كقوله تعالى: ﴿تالله تفتؤ تذكر يوسف﴾ ؛أي: لا تفتؤ.

ترجمہ: پس اگر جوابِ قسم جملہ مثبتہ ہوتو واجب ہے جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دنوں میں لام کا داخل ہونا؛ جیسے:**والله لزيدٌ قَائِمٌ** (خدا کی قسم زید کھڑا ہے)،**والله لَأَ فُعَلَنَّ كَذَا** (خدا کی قسم ضرور بالضرور میں ایسا کروں گا)۔اور(واجب ہے لام کے ساتھ)"**إنَّ**" کا داخل ہونا جملہ اسمیہ میں؛ جیسے:**والله إنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ** (خدا کی قسم بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔اور اگر جوابِ قسم جملہ منفیہ ہوتو واجب ہے اس میں "**ما**" اور "**لا**" کا داخل ہونا؛ جیسے:**والله ما زَيْدٌ قَائِمٌ** (خدا کی قسم زید کھڑا نہیں ہے)،**والله لَا يَقُومُ زَيْدٌ** (خدا کی قسم زید کھڑا نہیں ہوگا)۔جان لیجئے کہ کبھی حذف کر دیا جاتا ہے حرفِ نفی التباس کے نہ پائے جانے وقت، جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"**تَاللهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوسُفَ**" (خدا کی قسم برابر آپ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے)،اس کی اصل:**لَا تَفْتَؤُ** ہے۔

واعلم أنه قد يحذف حرف النفي الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر جوابِ قسم جملہ منفیہ ہواور حرفِ نفی کے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو،تو وہاں جوابِ قسم سے حرفِ نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے، بشرطیکہ حرفِ نفی کے حذف کرنے سے منفی کا مثبت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے،اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ جوابِ قسم فعل مضارع منفی ہو؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے:**تَاللهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوسُفَ**[1] (خدا کی قسم آپ برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے)،اس کی اصل:**لا تفتؤ** ہے، قرینہ پائے جانے کی وجہ سے، "**لا**" حرفِ نفی کو حذف کر دیا گیا ہے،قرینہ یہ ہے کہ اگر جوابِ قسم مثبت ہوتا تو اس کے شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہوتا،اور یہاں ایسا نہیں ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ جوابِ قسم مثبت نہیں؛ بلکہ منفی ہے،اس کے شروع میں حرفِ نفی تھا جس کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔

---

[1] **تا** حرف جر برائے قسم، **الله** مجرور، جار مجرور سے مل کر، **أقسم** فعل محذوف کا متعلق ہوکر جملہ فعلیہ انشائیہ قسم،**لا** حرفِ نفی محذوف،**تفتؤ** فعل ناقص،**أنت** ضمیر اس کا اسم، **تذكر** فعل بافاعل،**يوسف** مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر،فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جوابِ قسم ۔

ویحذف جواب القسم: إن تقدم ما یدل علیه؛ نحو: زید قائم واللہ. أو توسط القسم؛ نحو: زید واللہ قائم.

۱۲ – وعن للمجاوزۃ؛ نحو: رمیت السھم عن القوس إلی الصید.

ترجمہ: اور حذف کردیا جاتا ہے جواب قسم اگر پہلے کوئی ایسا جملہ آجائے جو جواب قسم پر دلالت کررہا ہو؛ جیسے: **زَیْدٌ قَائِمٌ واللہِ** (خدا کی قسم زید کھڑا ہے) یا جواب قسم درمیان میں واقع ہو؛ جیسے: **زَیْدٌ واللہِ قَائِمٌ** (خدا کی قسم زید کھڑا ہے)۔

اور (ان میں سے بارہواں حرف) ''**عَنْ**'' ہے، (اور وہ) مجاوزۃ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: **رَمَیْتُ السَّھْمَ عَنِ الْقَوْسِ إلی الصَّیْدِ** (میں نے تیر پھینکا کمان سے شکار کی طرف)۔

ویحذف جواب القسم الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ دو صورتوں میں جواب قسم کو حذف کردیا جاتا ہے:

(۱) اس صورت میں جب کہ قسم سے پہلے، جواب قسم پر دلالت کرنے والا کوئی جملہ موجود ہو؛ جیسے: **زیدٌ قائمٌ واللہِ**[1] (خدا کی قسم زید کھڑا ہے)، اس کی اصل: **واللہِ إنَّ زیدًا قائمٌ** ہے، جواب قسم ''**إن زیدًا قائمٌ**'' کو یہاں سے حذف کردیا گیا؛ کیوں کہ قسم سے پہلے اس پر دلالت کرنے والا جملہ ''**زید قائمٌ**'' موجود ہے۔

(۲) اس صورت میں جب کہ قسم جملہ کے درمیان میں واقع ہو؛ جیسے: ''**زیدٌ واللہ قائمٌ**''، اس کی اصل: **واللہ إنَّ زیدًا قائمٌ** ہے، جواب قسم ''**إنَّ زیدًا قائمٌ**'' کو یہاں سے حذف کردیا گیا؛ اس لئے کہ قسم ایسے جملہ کے درمیان واقع ہے، جو جواب قسم پر دلالت کررہا ہے۔

وعن للمجاوزۃ الخ: یہاں سے مصنف ''عن'' حرف جر کے معنی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''**عن**'' مجاوزت کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی یہ بتلانے کے لئے آتا ہے کہ ماقبل کی وجہ سے کوئی چیز مدخول ''عن'' سے متجاوز اور دور ہوگئی ہے، خواہ وہ چیز مذکور ہو؛ جیسے: **رَمیتُ السھمَ عن القوس إلی الصید** (میں نے کمان سے شکار کی طرف تیر پھینکا)، اس مثال میں ماقبل یعنی پھینکنے کی وجہ سے، تیر مدخولِ **عن: قوس** یعنی کمان سے دور ہوگیا ہے۔ یا وہ چیز مذکور نہ ہو؛ جیسے: **رضی اللہ عنک** (اللہ تجھ سے راضی ہوگیا)، یعنی **جاوز تُکَ المواخذۃُ بسبب الرضی** (اللہ کے راضی ہونے کی وجہ سے، تجھ سے مواخذہ دور ہوگیا)۔

---

[1] **زید قائم** جملہ اسمیہ خبریہ دال بر جواب قسم، **واللہ** جار مجرور، **أقسم** فعل محذوف کا متعلق ہوکر جملہ فعلیہ انشائیہ قسم، جواب قسم: **لزید قائم** محذوف ہے، اسی طرح **زید واللہ قائم** کی ترکیب ہوگی۔

۱۳ – وعلى للاستعلاء؛ نحو: زيد على السطح. وقد يكون "عن" و "على" اسمين إذا دخل عليهما "من"؛ كما تقول: جلست من عن يمينه؛ ونزلت من على الفرس. ۱۴ – والكاف: للتشبيه ؛ نحو: زيد كعمرو.

ترجمہ: اور (ان میں سے تیرہواں حرف) ''عَلٰی'' ہے، (اور وہ) استعلاء کے لئے آتا ہے؛ جیسے: زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ (زید چھت پر ہے)۔
اور کبھی ''عَنْ'' اور ''عَلٰی'' دونوں اسم ہوتے ہیں جب کہ داخل ہوان پر ''مِن'' حرف جر، جیسا کہ تم کہو گے: جَلَسْتُ مِنْ عَن یَّمِیْنه (میں اس کے دائیں جانب بیٹھا)، اور نَزَلْتُ مِنْ عَلَی الْفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے نیچے اترا)۔ اور (ان میں سے چودہواں حرف) ''کاف'' ہے، (اور وہ) تشبیہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: زَیْدٌ کَعَمْرٍو (زید عمرو کے مانند ہے)۔

وعلى للاستعلاء الخ: یہاں سے مصنف '' علٰی'' حرف جر کے معنی بیان فرمار ہے ہیں، فرماتے ہیں کہ '' علٰی'' استعلاء کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے آتا ہے کہ مدخولِ '' علی'' پر ماقبل کو فوقیت حاصل ہے، یا توحقیقۃً؛ جیسے: **زیدٌ على السطح** (زید چھت کے اوپر ہے)، اس مثال میں مدخولِ ''على'': چھت پر، زید کو حقیقۃً فوقیت ہے، یا مجازاً فوقیت ہو؛ جیسے: **عليه دينٌ** (اس کے اوپر قرض ہے)، اس مثال میں مدخول'' على'' : '' هاء'' ضمیر پر، '' دينٌ'' کو مجازاً فوقیت ہے، حقیقۃً نہیں۔
وقد يكون عن وعلى إسمين الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر '' عن ''اور ''على'' پر، '' من'' حرف جر داخل ہو تو اس صورت میں یہ اسم ہوتے ہیں، حرف نہیں ہوتے، ''عن'' جانب کے معنی میں ہوتا ہے اور '' على''فوق کے معنی میں؛ جیسے: **جلست مِن عن يمينهٖ**[1] **أی من جانب يمينهٖ** (میں اس کے دائیں جانب بیٹھا)، **نزلت من على الفرس، أی من فوقِ الفرس** (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)، یہاں '' عن '' اور ''على'' اسم ہیں؛ اس لئے کہ ان پر ''من'' حرف جر داخل ہے۔
والكاف للتشبيه الخ: یہاں سے مصنف ''كاف'' حرف جر کے معنی بیان فرمار ہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''كاف'' دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

---

[1] جلست فعل بافاعل، من حرف جر، عن بمعنی جانب مضاف، يمينه مرکب اضافی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح نزلت من على الفرس کی ترکیب ہوگی محض اتنا فرق ہے کہ اس میں، على بمعنی فوق مضاف ہے۔

وزائدة؛ كقوله تعالى: ﴿ليس كمثله شيء﴾. وقد تكون اسما؛ كقول الشاعر: (ثلاث بيض كنعاج جم) يضحكن عن كالبرد المنهم.

ترجمہ: اور (کاف) زائدہ ہوتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے)۔ اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے:

ثَلاثُ بِيُضٍ كَنِعَاجِ جَمّ☆ يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرْدِ الْمُنْهَمّ

(بغیر سینگ کی نیل گایوں جیسی تین حسین عورتیں، پگھلے ہوئے اولوں کی طرح ہنس رہی ہیں)

---

(۱) تشبیہ کے لئے: یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے کہ کسی چیز کو مدخولِ کاف کے ساتھ ایسے وصف میں مشابہت ہے، جس میں مدخول کاف مشہور ہے؛ جیسے: زید كعمروٍ (زید (مثلاً علم میں) عمرو کے مانند ہے) جب کہ عمرو علم میں مشہور ہو۔

(۲) کبھی کاف زائدہ ہوتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ليس كمثله شيئٌ[۱] (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے)، اس مثال میں کاف زائد ہے؛ اس لئے کہ اگر کاف کو حذف کر کے، "ليس مثله شيئٌ" کہیں تو معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔

وقد تكون اسمًا الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر "کاف" پر حرف جر داخل ہو تو اس صورت میں وہ اسم ہوتا ہے مثل کے معنی میں، حرف نہیں ہوتا؛ جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر: ثلاث بيض كنعاج جم ☆يضحكنَ عن كا لبرد المُنهَمّ[۲]، أي عن مثل البرد (بغیر سینگ کی نیل گایوں جیسی تین حسین عورتیں پگھلے ہوئے اولے کی طرح ہنس رہی ہیں)، اس شعر میں "کاف" اسم ہے؛ اس لئے کہ یہاں اس پر "عن" حرف جر داخل ہے۔

---

۱ ليس فعل ناقص، كاف حرف جر زائد، مثله مرکب اضافی لفظاً مجرور محلاً منصوب خبر مقدم، شيئٌ اسم مؤخر، ليس فعل ناقص اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۲ ثلاث ممیّز مضاف، بيض صفت اول، كاف حرف جر، نعاج جم مرکب توصیفی مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابتة اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر صفت ثانی، نساء موصوف محذوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر تمیز مضاف الیہ، ممیّز مضاف تمیز مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، يضحكن فعل با فاعل، عن حرف جر، كاف بمعنی مثل مضاف، البرد المنهم مرکب توصیفی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۱۵-۱٦- ومذ ومنذ، (وهما) للزمان: إما للابتداء في الماضي؛ كما تقول في شعبان : ما رأيته مذرجب. أو للظرفية في الحاضر؛ نحو: ما رأيته مذ شهرنا ومنذ يومنا؛ أي: في شهرنا وفي يومنا.

ترجمہ:اور(ان میں سے پندرہواں حرف)''مُذْ'' اور(سولہواں حرف)''مُنْذُ''ہے، (اور یہ دونوں) زمانہ کے لئے آتے ہیں:یا تو ابتداء کے لئے زمانہ ماضی میں؛ جیسا کہ تم کہوگے شعبان میں: مَارَأَيْتُه مُذْ رَجَبَ (میں نے اس کو رجب سے نہیں دیکھا)۔اور ظرفیت کے لئے زمانہ موجودہ میں، جیسے:مَارَأَيْتُه مُذْ شَهْرِنَا ومُنْذُ يَوْمِنَا (میں نے اس کو اس مہینے سے اور اس دن سے نہیں دیکھا)، یہ فِي شَهْرِنَا وفِي يَوْمِنَا کے معنی میں ہے۔

فائدہ: کاف حرفِ جر: ہمیشہ کسی فعل یا شبہ فعل محذوف کا متعلق ہوتا ہے، مذکور کا متعلق نہیں ہوتا۔

ومذومنذ للزمان الخ: یہاں سے مصنف''مذ'' اور''منذ'' حرف جر کے معانی بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ ''مذ''اور''منذ'' دو معنی کے لئے آتے ہیں:

(۱)ابتداء کے لئے زمانۂ ماضی میں،یعنی اگر ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہو اور اس معرفہ سے زمانۂ ماضی مراد ہو تو وہاں''مذ'' اور''منذ'' دونوں، ''من ابتدائیہ'' کی طرح ماقبل کی ابتداء کو بتلانے کے لئے آتے ہیں؛ جیسے آپ ماہِ شعبان میں کسی کے بارے میں کہیں: مارأيتُه مذرجبَ[1] (میں نے اس کو ماہ رجب سے نہیں دیکھا)، یہاں''مذ'' ابتداء کے لئے ہے؛ اس لئے کہ اس کے بعد''رجب'' معرفہ ہے اور اس سے زمانہ ماضی مراد ہے۔

(۲)ظرفیت کے لئے زمانۂ حال میں،یعنی اگر ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہو اور اس سے زمانۂ حال مراد ہو، تو اس صورت میں یہ''في'' کی طرح،ظرفیت کے لئے آتے ہیں؛ جیسے:مارأيتُه مذ شهرِ نا ومنذ يومنا، أي في شهر نا وفي يومنا (میں نے اس کو اس مہینہ میں یا اس دن میں نہیں دیکھا)، یہاں''مذ'' اور ''منذ'' ظرفیت کے لئے ہیں؛ اس لئے کہ ان کے بعد اسم زمان معرفہ ہے اور اس سے یہاں زمانۂ حال مراد ہے۔

فائدہ:اگر''مذ'' اور''منذ'' کے بعد نکرۂ معدودہ ہو تو اس صورت میں یہ ابتداء اور انتہاء دونوں کے لئے ہوتے ہیں،یعنی جمیع مدت کا فائدہ دیتے ہیں؛ جیسے:مارأيتُه مذ أومنذ يومين (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا)،یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہیں۔

---

[1] مارأيته فعل بافاعل ومفعول بہ،مذ حرف جر،رجب مجرور،جار مجرور سے مل کر متعلق،فعل اپنے فاعل،مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۱۷-۱۸-۱۹-وخلا، وعدا، وحاشا للاستثناء؛ نحو: جاء نی القوم خلا زید وحاشا عمرو وعدا بکر.

ترجمہ: اور (ان میں سے سترہواں حرف) ''خَلَا''، (اٹھارواں حرف) ''عَدَا'' اور (انیسواں حرف) ''حَاشَا'' ہے، (یہ تینوں) استثناء کے لئے آتے ہیں؛ جیسے: جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ، وَحَا شَاعَمْرٍو، وعَدَ ابَکْرٍ (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے، سوائے عمرو کے، سوائے بکر کے)۔

وخلا وعدا وحاشا الخ: یہاں سے مصنف ''خلا''، ''عدا'' اور ''حاشا'' کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ تینوں استثناء کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے: **جاء نی القومُ خلا زیدٍ**[1] (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے)، **جاء نی القوم عدا بکرٍ** (میرے پاس قوم آئی سوائے بکر کے)، **جاء نی القوم حاشا عمروٍ** (میرے پاس قوم آئی سوائے عمرو کے)۔

فائدہ: ''حاشا''، ''خلا'' اور ''عدا'' استثناء کے لئے استعمال ہوتے ہیں، کبھی یہ حرف جر ہوتے ہیں اور کبھی فعل۔

حرفِ جر ہونے کی صورت میں ان کا مدخول مجرور ہوتا ہے اور یہ ترکیب میں اپنے مجرور سے مل کر کسی فعل یا شبہ فعل وغیرہ کے متعلق ہوتے ہیں۔

اور فعل ہونے کی صورت میں ان کے اندر ضمیر مستتر ان کا فاعل ہوتی ہے، اور ان کے بعد آنے والا اسم ان کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے، اور یہ ترکیب میں اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر، ماقبل میں مذکور کسی اسم سے حال واقع ہوتے ہیں۔

اگر ''خلا'' اور ''عدا'': ''ما'' کے بعد ہوں، یا بغیر ''ما'' کے شروع کلام میں واقع ہوں، تو اس وقت یہ دونوں متعینہ طور پر فعل ہوں گے، حرف جر نہیں ہوں گے، ''ما'' مصدریہ ہوگی، ان کے اندر ضمیر مستتر ان کا فاعل اور ان کے بعد آنے والا اسم ان کا مفعول بہ ہوگا۔

درمیانِ کلام میں ہونے کی صورت میں یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملنے کے بعد بتاویل مصدر ہو کر، یا تو ''وقت'' مضاف محذوف کا مضاف الیہ ہو کر، ماقبل کا ظرف ہوں گے، یا بتاویل مصدر بمعنی اسم فاعل ہو کر،

---

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، القوم فاعل، خلا حرف جر، زید مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فـصـل: الـحـروف المشبهة بالفعل: ستة: ١ – إنَّ . ٢ – وأنَّ. ٣– وكأنّ.
٤– ولكنّ. ٥– وليتَ. ٦ – ولعلَّ.

هـذه الـحـروف تـدخـل عـلى الجملة الاسمية، (و) تنصب الاسم وترفع الخبر كما عرفت؛ نحو: إن زيدا قائم.

ترجمہ: یہ دوسری فصل ہے: حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں: (١) إِنَّ (٢) أَنَّ (٣) كَأَنَّ (٤) لٰكِنَّ (٥) لَيْتَ (٦) لَعَلَّ. یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں؛ جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

ماقبل سے حال ہوں گے، واضح رہے کہ ان کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے، اس ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں:

اول: یہ ہے کہ اس کا مرجع فعل مذکور کا مصدر ہو۔

دوم: یہ ہے کہ اس کا مرجع فعل مذکور سے مشتق اسم فاعل ہو۔

سوم: یہ ہے کہ اس کا مرجع مستثنیٰ منہ ہو۔

فصل: الحروف المشبهة بالفعل الخ: یہاں سے مصنف حروف مشبہ بالفعل کو بیان فرمارہے ہیں:

حروف مشبہ بالفعل کی تعریف: حروف مشبہ بالفعل: وہ حروف ہیں جو فعل متعدی سے لفظاً معنیً اور عملاً مشابہت رکھتے ہوں؛ جیسے: إنَّ زيدًا قائمٌ (بلاشبہ زید کھڑا ہے)، اس مثال میں ''إنَّ'' حرف مشبہ بالفعل ہے۔ حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں: (١) اِنَّ، (٢) أَنَّ، (٣) كأنَّ، (٤) لكنَّ، (٥) ليتَ، (٦) لعلَّ.

یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اپنے اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع؛ جیسے: ان زيدًا قائمٌ، اس مثال میں زید، ''إنَّ'' کا اسم ہے جس کو اس نے نصب دیا ہے، اور قـائـمٌ، ''إنَّ'' کی خبر ہے جس کو اس نے رفع دیا ہے۔

فائدہ: حروف مشبہ بالفعل کو فعل متعدی سے لفظاً، معنیً اور عملاً تین طرح کی مشابہت ہوتی ہے، لفظاً مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل متعدی ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے، اسی طرح حروف مشبہ بالفعل بھی بعض ثلاثی یعنی تین حرفی ہوتے ہیں؛ جیسے: إنَّ، أَنَّ اور لَيتَ. اور بعض رباعی یعنی چار حرفی ہوتے ہیں؛ جیسے: کـأنَّ، لٰكنَّ اور لـعـلَّ. اور معنوی مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل متعدی دو اسموں یعنی فاعل اور مفعول بہ کو چاہتا ہے، اسی طرح یہ بھی دو اسموں کو چاہتے ہیں۔ اور عملاً مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح فعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دیتا ہے، اسی طرح یہ بھی اپنی خبر کو رفع اور اسم کو نصب دیتے ہیں۔

وقد يلحقها "ما" الكافة، فتكفها عن العمل، وحينئذ تدخل على الأفعال؛ تقول: إنما قام زيد.

واعلم أن: "إنَّ" -المكسورة الهمزة- لا تغير معنى الجملة؛ بل تؤكدها.

و "أنَّ" - المفتوحة الهمزة- مع مابعدها من الاسم والخبر في حكم المفرد.

ولذلك: يجب الكسر إذا كان: ۱ - في ابتداء الكلام؛ نحو إن زيدا قائم.

ترجمہ: اور کبھی لاحق ہوجاتا ہے ان کے آخر میں ماء کافہ، پس وہ روک دیتا ہے ان کو عمل سے، اور اس وقت یہ داخل ہوجاتے ہیں افعال پر (بھی)؛ آپ کہیں گے: إِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ (صرف زید کھڑا ہوا)۔

جان لیجئے کہ "إِنَّ" مکسورہ جملہ کے معنی کو نہیں بدلتا ہے؛ بلکہ اس کو مؤکد کر دیتا ہے۔ اور "أَنَّ" مفتوحہ اپنے مابعد: اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اسی لئے واجب ہے ("إِنَّ" کے ہمزہ پر) کسرہ پڑھنا اس وقت جب کہ وہ شروع کلام میں ہو؛ جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ

وقد يلحقها الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: کبھی حروف مشبہ بالفعل پر ماء کافہ داخل ہوجاتا ہے اور ان کو اپنے مابعد میں عمل کرنے سے، نیز اسمائے مفردہ پر داخل ہونے سے روک دیتا ہے، اس صورت میں یہ افعال پر داخل ہوجاتے ہیں؛ جیسے: **إنما قام زيد**[1] (صرف زید کھڑا ہوا)۔

واعلم أن إن المكسورة الهمزة الخ: یہاں سے مصنف "إنَّ" مکسورہ اور "أنَّ" مفتوحہ کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إنّ" مکسورہ جملے کے معنی کو نہیں بدلتا ہے؛ بلکہ جملہ کے معنی کو اچھی طرح ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے برخلاف "أنّ" مفتوحہ جملے کے معنی کو بدل دیتا ہے، چناں چہ وہ اپنے مابعد اسم و خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اس ضابطہ کے تحت جہاں جملہ کا موقع ہوگا وہاں "إنّ" مکسورہ آئے گا، اور جہاں مفرد کا موقع ہوگا وہاں "أَنَّ" مفتوحہ آئے گا۔

ولذلك الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں ہمیشہ "إنَّ" مکسورہ کو لانا واجب ہے۔ فرماتے ہیں کہ چار مواقع میں ہمیشہ "إنَّ" مکسورہ آئے گا:

(۱) شروع کلام[2] میں؛ جیسے: **إنَّ زيدًا قائمٌ** (بلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

---

[1] إنَّ مکفوفہ عن العمل، ما ماء کافہ قامَ فعل، زيدٌ فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] شروع کلام سے ہر وہ کلام مراد ہے جس کا ماقبل سے کوئی ترکیبی تعلق نہ ہو۔

۲–وبعد القول؛ كقوله تعالى: ﴿يقول إنها بقرة﴾. ۳– وبعدالموصول؛ نحو: ما رأيت الذى إنه فى المساجد. ۴–وإذا كان فى خبرها اللام؛ نحو: إن زيدا لقائم.

ترجمہ:اورقول کے بعد؛ جیسے:اللہ تعالی کاارشاد ہےیَقُولُ : إِنَّهَا بَقَرَةٌ (اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے)۔اوراسم موصول کے بعد؛ جیسے:مَارَأَيْتُ الَّذِیْ إِنَّهُ فِي الْمَسَاجِدِ (میں نے اس کونہیں دیکھا جومسجدوں میں رہتا ہے)۔اوراس وقت جب کہ اس کی خبر پر''لام تاکید'' داخل ہو؛ جیسے:إِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ (یقیناًبلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

---

(۲)قول اوراس کے مشتقات کے بعد؛ جیسے:اللہ تعالی کاارشاد ہے:یقول إنَّها بقرة[1](اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے)۔

(۳)اسم موصول کے بعدصلہ کے شروع میں؛ جیسے:مارأيت الذى إنَّه فى المساجد [2](میں نے اس کونہیں دیکھا جومسجدوں میں رہتا ہے)۔

(۴)اس وقت جب کہ خبر پرلام تاکید داخل ہو؛ جیسے:إن زيدًا لقائمٌ (یقیناًبلاشبہ زید کھڑا ہے)۔

فائدہ:ان کےعلاوہ کچھ مواقع اور ہیں جہاں ہمیشہ''اِنّ'' مکسورہ آتا ہے:

(۱)جواب قسم کے شروع میں؛ جیسے:والله إنَّ زيدًا قائمٌ.

(۲)نداء کے بعد؛ جیسے:يا بنى إنَّ اللّٰه اصطفى لكم الدين (بیٹابلاشبہ اللہ نےتمہارے لئے دین کومنتخب کیا ہے)۔

(۳)حتی ابتدائیہ کے بعد؛ جیسے:مَرِض فلان حتى إنَّهم لا يرجونه.

(۴)واوحالیہ کے بعد؛ جیسے: كما أخرجك ربك من بيتك بالحق وَإنَّ فريقا من المؤمنين لكٰرهون، یہاں واوحالیہ ہے،اس کے بعد''إنَّ'' مکسورہ آیا ہے۔

---

[1] يقول فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکرقول،إنَ حرف مشبہ بالفعل،ها ضمیراس کااسم،بقرة خبر،إن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اورخبر سےمل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکرمقولہ۔

[2] مارأيت فعل بافاعل،الذى اسم موصول،إن حرف مشبہ بالفعل،ها ضمیراس کااسم، فى المساجد جارمجرور، ثابت اسم فاعل محذوف کامتعلق ہوکرخبر،إنَ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اورخبر سےمل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکرصلہ،اسم موصول صلہ سے مل کرمفعول بہ،فعل اپنے فاعل اورمفعول بہ سےمل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویجب الفتح: ۱- حیث یقع فاعلا؛ نحو: بلغنی أن زیدا قائم. ۲- وحیث یقع مفعولا؛ نحو: کرھت أنک قائم. ۳- وحیث یقع مبتدأ؛ نحو: عندی أنک قائم.

ترجمہ: اور واجب ہے (أَنَّ کے ہمزہ پر) فتحہ پڑھنا جب کہ وہ فاعل واقع ہو؛ جیسے: بَلَغَنِیْ أَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ (مجھے خبر پہنچی کہ زید کھڑا ہے)۔ اور جس جگہ مفعول واقع ہو؛ جیسے: کَرِھْتُ أَنَّکَ قَائِمٌ (میں نے اِس کو ناپسند کیا کہ تو کھڑا ہے)۔ اور جس جگہ مبتدا واقع ہو؛ جیسے: عِنْدِیْ أَنَّکَ قَائِمٌ (میرے نزدیک تیرا کھڑا ہونا ثابت ہے)۔

---

(۵) حروف استفتاح کے بعد؛ جیسے: **ألا إنَّ أولیاء الله لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون.**

(۶) حروف ایجاب کے بعد؛ جیسے: **نعم إنّه فاضلٌ**، اس شخص کے جواب میں جو کہے: **أزیدٌ فاضل؟**

ویجب الفتح الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں "أنّ" مفتوحہ کو لانا واجب ہے، فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل مواقع میں ہمیشہ "أنَّ" مفتوحہ آئے گا۔

(۱) جہاں وہ اپنے اسم وخبر کے ساتھ فاعل واقع ہو؛ جیسے: **بلغنی أنَّ زیدًا قائمٌ**[۱] (مجھے خبر پہنچی ہے کہ زید کھڑا ہے)، یہاں "أنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ "بلغ" فعل کا فاعل واقع ہے۔

(۲) جہاں وہ مفعول بہ واقع ہو؛ جیسے: **کرھت أنَّک قائمٌ**[۲] (میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تو کھڑا ہے)، یہاں "أنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ "کرہ" فعل کا مفعول بہ واقع ہے۔

(۳) جہاں وہ مبتدا واقع ہو؛ جیسے: **عندی أنَّک قائمٌ**[۳] (میرے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ تو کھڑا ہے)، یہاں "أنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ مبتدا مؤخر واقع ہے۔

(۴) جہاں وہ مضاف الیہ واقع ہو؛ جیسے: **عجبتُ من طول أنَّ بکرًا قائمٌ**[۴] (میں تعجب میں پڑ گیا بکر کے طول قیام سے)، یہاں "أنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ طول مضاف کا مضاف الیہ واقع ہے۔

---

[۱] بلغ فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، أنّ حرف مشبہ بالفعل، زیدا اس کا اسم، قائم شبہ جملہ خبر، أنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] کرھت فعل بافاعل، أنک قائم بتاویل مفرد ہو کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۳] عندی مرکب اضافی ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر خبر مقدم، أنک قائم بتاویل مفرد ہو کر مبتداء مؤخر۔

[۴] عجبت فعل بافاعل، من حرف جر، طول مضاف، أن بکرا قائم بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

۴- وحيث يقع مضافا إليه؛ نحو: عجبت من طول أن بكرا قائم. ۵- وحيث يقع مجرورا؛ نحو: عجبت من أن بكرا قائم. ۶- وبعد "لو"؛ نحو: لو أنک عندنا لأكرمتک. ۷- وبعد "لولا"؛ نحو: لو لا أنه حاضر لغاب زيد.

ترجمہ: اور جس جگہ مضاف الیہ واقع ہو؛ جیسے: **عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ أَنَّ بَكْرًا قَائمٌ** (میں تعجب میں پڑ گیا بکر کے طول قیام سے) اور جس جگہ مجرور واقع ہو؛ جیسے: **عَجِبْتُ مِنْ أَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ** (میں تعجب میں پڑ گیا بکر کے کھڑا ہونے سے)۔ اور "**لَوْ**" کے بعد؛ جیسے: **لَوْ أَنَّكَ عِنْدَنَا لَأَكْرَمْتُكَ** (اگر تو ہمارے پاس ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا)۔ اور "**لَوْلَا**" کے بعد؛ جیسے: **لَوْلَا أَنَّهُ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ** (اگر وہ حاضر نہ ہوتا تو زید غائب ہو جاتا)۔

---

(۵) جہاں وہ حرف جر کا مجرور واقع ہو؛ جیسے: **عجبتُ من أنَّ بكرًا قائمٌ** (میں تعجب میں پڑ گیا بکر کے کھڑا ہونے سے)، یہاں "أنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ "من" حرف جر کا مجرور واقع ہے۔

(۶) "لَو" کے بعد؛ جیسے: **لو أنَّک عندنا لأ کرمتک**[1] (اگر تو ہمارے پاس ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا)۔

(۷) "لولا" کے بعد؛ جیسے: **لولا أنَّه حاضر لغاب زيدٌ**[2] (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ حاضر ہے تو زید غائب ہو جاتا)۔

فائدہ: ان کے علاوہ کچھ مواقع اور ہیں جہاں ہمیشہ "أنّ" آتا ہے:

(۱) اس جگہ جہاں وہ مبتدا کی خبر واقع ہو؛ جیسے: **العجب أن الضرب ضربُ عمرٍو**، یہاں "أنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ "العجب" مبتدا کی خبر واقع ہے۔

(۲) "حتی" عاطفہ اور "حتی" جارہ کے بعد۔

(۳) "مذ" اور "منذ" کے بعد۔

---

[1] **لو** حرف شرط، **أنّ** حرف مشبہ بالفعل، **کاف** ضمیر اس کا اسم، **عندنا** ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہو کر خبر، أنّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر **ثبت** فعل محذوف کا فاعل، فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، **لأکرمتک** جملہ فعلیہ خبریہ جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

[2] **لولا** امتناعیہ، **أنہ حاضر** بتاویل مفرد ہو کر مبتدا، **موجود** شبہ جملہ خبر محذوف، مبتدا اپنی خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر شرط، **لغاب زید** جملہ فعلیہ خبریہ جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

ویجوز العطف علی اسم "إنَّ" المکسورۃ بالرفع والنصب باعتبار المحل واللفظ؛ مثل: إن زیدا قائم وعمرو/ وعمروا.

ترجمہ: اور جائز ہے "إِنَّ" مکسورہ کے اسم پر عطف کرنا رفع اور نصب کے ساتھ محل اور لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے؛ جیسے: إِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وعَمرٌو وعَمرًوا (بلاشبہ زید اور عمرو کھڑے ہیں)۔

---

(۴) علم اور اس کے مشتقات کے بعد، بشرطیکہ خبر پر لام تاکید داخل نہ ہو۔

(۵) ہر اس جگہ جہاں اس کا "إنَّ" مکسورہ پر عطف کیا گیا ہو؛ جیسے: **إِنَّ لَکَ أَلَّا تَجُوعَ فِیْهَا وَلَا تَعْریٰ ☆ وَأَنَّکَ لَا تَظْمَؤُ فِیْهَا وَلَا تَضْحیٰ.** یہاں "أَنَّ" مفتوحہ کا اپنے اسم وخبر کے ساتھ، "إِنَّ" مکسورہ پر عطف کیا گیا ہے۔

(٦) اس جگہ جہاں وہ کسی اسم سے بدل واقع ہو؛ جیسے: **وَ إِذْ یَعِدُ کُمُ اللّٰهُ إِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ أَنَّها لَکُمْ**، یہاں "أَنَّ" اپنے اسم وخبر کے ساتھ "**إحدی الطائفتین**" سے بدل واقع ہے۔

ویجوز العطف علی اسم إن الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إِنَّ" مکسورہ کے اسم پر کسی دوسرے اسم کا محل اور لفظ دونوں اعتبار سے عطف کرنا جائز ہے؛ البتہ محل پر عطف کرنے کے لئے، خبر کا معطوف سے پہلے ہونا شرط ہے، اگر خبر معطوف کے بعد ہوگی تو محل پر عطف کرنا جائز نہیں ہوگا، محل پر عطف کرنے کی صورت میں معطوف کو مرفوع پڑھیں گے؛ اس لئے کہ "إنّ" کا اسم در حقیقت مبتدا ہونے کی بناء پر، محلًا مرفوع ہوتا ہے؛ جیسے: **إن زیدا قائمٌ وعمرٌو** (بلاشبہ زید اور عمرو کھڑے ہیں)۔ اور لفظ پر عطف کرنے کی صورت میں معطوف کو منصوب پڑھیں گے؛ اس لئے کہ "إِنَّ" کا اسم لفظا منصوب ہوتا ہے؛ جیسے: **إِنَّ زیدا قائم وعمروًا**۔[1]

اس کے برخلاف "أَنَّ" مفتوحہ کے اسم کے، صرف لفظ پر عطف کرنا جائز ہے، محل پر عطف کرنا جائز نہیں لہٰذا یہاں محل پر عطف کر کے معطوف کو مرفوع نہیں پڑھ سکتے، چناں چہ: **أَنَّ زیدا قائمٌ وعمروٌ** نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ لفظ پر عطف کر کے معطوف کو منصوب پڑھیں گے اور **أَنَّ زیدا قائمٌ وعمرًوا** کہیں گے۔

☆☆☆

---

[1] إنَّ حرف مشبہ بالفعل، زیدا معطوف علیہ، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر اسم، قائم شبہ جملہ خبر، إنَّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واعلم أن "إنَّ" المكسورة يجوز دخول اللام على خبرها. وقد تخفف فيلزمها اللام؛ كقوله تعالى: ﴿وإن كلا لماليوفينهم﴾. وحينئذ يجوز إلغاؤها؛ كقوله تعالى: ﴿وإن كل لماجميع لدينا محضرون﴾.

ترجمہ: جان لیجئے کہ "إِنَّ" مکسورہ کی خبر پر "لام" کا داخل ہونا جائز ہے، اور کبھی اس میں تخفیف کر لی جاتی ہے، پس (اس صورت میں) اس کے لئے "لام" لازم ہوتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وَإِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ**" (بلاشبہ تمام لوگوں کو پورے دے گا تیرا رب ان کے اعمال) اور اس وقت جائز ہے اس کو ملغی (یعنی اس کے عمل کو باطل) کرنا؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وَإِنْ كُلٌّ لَمَا جَمِيْعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ**" (بلاشبہ تمام لوگ ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے)۔

واعلم أن إنَّ المكسورة الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إِنَّ" مکسورہ کی خبر پر لام ابتداء کو داخل کرنا جائز ہے؛ جیسے: **إنَّ زيدًا لقائمٌ.** اس لئے کہ لام ابتداء جملے کی تاکید کے لئے آتا ہے، اور "إِنَّ" مکسورہ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ جملہ ہی ہوتا ہے، مفرد نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف "أَنَّ" مفتوحہ کی خبر پر، لام ابتداء کو داخل کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ "أَنَّ" مفتوحہ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے، جملہ نہیں ہوتا۔

وقد تخفف فيلزمها الخ: کبھی إنَّ مکسورہ کی تشدید کو ختم کر کے اس میں تخفیف کر لی جاتی ہے، اس کو "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کہتے ہیں، یہاں سے مصنف اسی "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کے احکام بیان فرما رہے ہیں، مصنف نے اس کے تین احکام بیان کئے ہیں:

(۱) "إِنْ مخففہ من المثقلہ" اور "إِنْ" نافیہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے، "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کی خبر پر لام ابتداء کو داخل کرنا واجب ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وإِنْ كُلًّا لَمَا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ**"[۱] (بلا شبہ تمام لوگوں کو پورے دے گا تیرا رب ان کے اعمال)، یہاں "**ليوفينهم**" خبر پر "لام ابتداء" داخل کیا گیا ہے۔

(۲) "إِنْ مخففہ من المثقلہ" کے عمل کو لفظا باطل کرنا جائز ہے، یعنی تخفیف کے بعد "إِنْ" مکسورہ کے عمل کو باقی رکھنا اور باطل کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں، عمل کو باقی رکھنے کی صورت میں اس کا اسم منصوب ہوگا؛ جیسا

---

[۱] إنْ: إنْ مخففہ من المثقلہ، كُلًّا اس کا اسم، لام: لام ابتداء، ما زائدہ، لام: برائے تاکید، يوفينهم جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر إنْ مخففہ من المثقلہ کی خبر۔ إنْ مخففہ من المثقلہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ دیکھئے: النحو الوافی (۱/۶۰۵)

ویجوز دخولها على الأفعال على المبتدأ والخبر؛ نحو: قوله تعالى: ﴿وإن كنت من قبله لمن الغافلين﴾ و ﴿وإن نظنك لمن الكاذبين﴾.

ترجمہ: اور جائز ہے "إنْ" مخففہ من المثقلہ کا ان افعال پر داخل ہونا جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَإِنْ كُنتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ" (بلاشبہ اس سے پہلے آپ غفلت کرنے والوں میں تھے)، "وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ" (بلاشبہ ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں)۔

کہ مذکورہ مثال میں "کلاًّ" منصوب ہے، اور عمل کو باطل کرنے کی صورت میں اس کے مابعد دونوں اسموں کو، مبتدا اور خبر ہونے کی بناء پر مرفوع پڑھیں گے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " **وإن كُلٌّ لَمَا جَمِيْعٌ لدينا مُحْضَرُوْن**" [1] (بلاشبہ تمام لوگ ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے)

(۳) **ویجوز دخولها على الأفعال الخ**: "إنْ مخففہ میں المثقلہ" کو ان افعال پر داخل کرنا جائز ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مثلاً: افعال ناقصہ، افعال قلوب اور افعال مقاربہ؛ جیسے: " **إنْ كنت من قبله لمن الغافلين**" [2] (بلاشبہ اس سے پہلے آپ غفلت کرنے والوں میں سے تھے)، یہاں "إنْ مخففہ من المثقلہ" ہے جو "کان" فعل ناقص پر داخل ہے۔ اور جیسے: " **إنْ نظنك لمن الكاذبين**" [3] (بلاشبہ ہم تمہیں جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں)، یہاں بھی "إنْ مخففہ من المثقلہ" ہے جو "ظن" فعل قلب پر داخل ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ "إنْ مخففہ من المثقلہ" اگر جملہ فعلیہ پر داخل ہو تو اس صورت میں راجح قول کے مطابق یہ لفظاً ملغیٰ ہوتا ہے، یعنی کوئی عمل نہیں کرتا۔ اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی یہ عمل کرتا ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوتی ہے۔

---

[1] إنْ مخففہ من المثقلہ ملغی، کلٌّ مبتداء اول، لام: لام ابتداء برائے تاکید، ما زائدہ، جميع مبتداء ثانی، لدينا مرکب اضافی مفعول فیہ مقدم، محضرون، اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا ثانی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتداء اول کی، مبتداء اول اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] إنْ مخففہ من المثقلہ ملغیٰ، کان فعل ناقص، ت ضمیر ذوالحال، من قبله جار مجرور ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر اسم، لام برائے تاکید، من الغافلين جار مجرور ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[3] إنْ مخففہ من المثقلہ ملغی، نظن فعل بافاعل، ک ضمیر مفعول بہ اول، لام برائے تاکید، من الكاذبين جار مجرور ثابتا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وكـذلك أنَّ المفتوحة قد تخفف، فحينئذ يجب إعمالها فى ضمير شأن مـقدر، فتدخل على الجملة: اسمية كانت؛ نحو: بلغنى أَنْ زيد قائم، أو فعلية؛ نحو: بلغنى أَنْ قد قام زيد.

ويـجب دخول "السين" أو "سوف" أو "قد" أو حرف النفى على الفعل؛ كـقـولـه تـعالى: ﴿علم أَنْ سيكون منكم مرضى﴾، والضمير المستتر اسم أَنْ، والجملة خبرها.

ترجمہ: اوراسی طرح "أَنَّ" مفتوحہ میں کبھی تخفیف کر لی جاتی ہے، پس اس وقت واجب ہے اس کوضمیر شان مقدر میں عمل دلانا، پس (اس صورت میں) وہ داخل ہوتا ہے جملہ پر، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: بَلَغَنِيْ أَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ (مجھے خبر پہنچی کہ زید کھڑا ہے) یا جملہ فعلیہ؛ جیسے: بَلَغَنِيْ أَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ (مجھے خبر پہنچی کہ زید کھڑا ہوا ہے)۔ اور واجب ہے فعل پر سین، یا سَوْفَ، یا قَدْ، یا حرف نفی کا داخل ہونا؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى" (اللہ تعالی نے جان لیا کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے)، ضمیر مستتر "أَنْ" کا اسم ہے اور جملہ اس کی خبر ہے۔

وكـذلك أنَّ الـمـفـتوحة الخ: "إنّ" مکسورہ کی طرح کبھی تشدید کو ختم کر کے "أَنَّ" مفتوحہ میں بھی تخفیف کر لی جاتی ہے، جس کو "أَنْ مخففہ من المثقلہ" کہا جاتا ہے، یہاں سے مصنف اسی "أَنْ مخففہ من المثقلہ" کے احکام بیان فرما رہے ہیں، مصنف نے اس کے تین احکام بیان کئے ہیں:

(۱) "أَنْ مخففہ من المثقلہ" کو ضمیر شان مقدر میں عمل دلانا واجب ہے، یعنی اس کا اسم ہمیشہ ضمیر شان مقدر ہوتی ہے جس میں وہ وجوبی طور پر عمل کرتا ہے۔

(۲) "أن مخففہ من المثقلہ" ہمیشہ جملہ پر داخل ہوتا ہے اور وہ جملہ ہی اس کی خبر ہوتا ہے، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: **بلغنى أن زيد قائم**[۱] (مجھے خبر پہنچی ہے کہ زید کھڑا ہے)، اس مثال میں "أن مخففہ من المثقلہ" ہے، "ھا" ضمیر شان اس کا اسم محذوف ہے اور "زيد قائمٌ" جملہ اسمیہ جس پر یہ داخل ہے، اس کی خبر ہے۔

(۳) اگر "أن مخففه من المثقله" جملہ فعلیہ پر داخل ہو، تو اس وقت فعل پر "سین"، "سوف"،

---

[۱] بلغ فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، أن مخففہ من المثقلہ، ھا ضمیر شان محذوف اس کا اسم، زید قائم جملہ اسمیہ خبریہ خبر، أن مخففہ من المثقلہ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر فاعل، بلغ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

و "كأنَّ" للتشبيه؛ نحو: كأن زيدا الأسد. وهو مركب من كاف التشبيه وإنَّ المكسورة، وإنما فتحت لتقدم الكاف عليها؛ تقديره: إن زيدا كالأسد. وقد تخفف فتلغى؛ نحو: كَأَنْ زيدٌ أسدٌ.

ترجمہ:اور "كَأَنَّ"،تشبیہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے: كَأَنَّ زَيْدًا الأَسَدُ (گویا کہ زید شیر ہے)۔اور وہ یعنی "كَأَنَّ") کاف حرف تشبیہ اور "إِنَّ"،مکسورہ سے مرکب ہے اور صرف فتحہ دیا گیا ہے "إِنَّ" کو کاف کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے،اس کی اصل: إِنَّ زَيْدًا كَالأَسَدِ ہے۔اور کبھی "كَأَنَّ" میں تخفیف کر لی جاتی ہے، پس وہ ملغی ہو جاتا ہے؛ جیسے: كَأَنْ زَيْدٌ أَسَدٌ.

"قد" یا حرف نفی میں سے کسی ایک کا داخل ہونا ضروری ہے؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **علم أن سيكون منكم مرضى**[1] اس مثال میں "أنْ مخففه من المثقله" جملہ فعلیہ پر داخل ہے،اسی لئے "يكون"، فعل پر "سين" داخل کیا گیا ہے۔

والضمير المستتر الخ: اس عبارت سے مصنف "أن مخففه من المثقله" کی ترکیب کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "أن مخففه من المثقله" کے بعد ضمیر شان مستتر اس کا اسم ہوتی ہے اور جس جملہ پر یہ داخل ہو، وہ اس کی خبر ہوتا ہے۔

وكأن للتشبيه نحو الخ: یہاں سے مصنف "كأنّ" حرف مشبہ بالفعل کے معنی اور اس کے احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "كأن" تشبیہ کے لئے آتا ہے، یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے آتا ہے کہ اس کے اسم کو اس کی خبر کے ساتھ، ایسے وصف میں مشابہت ہے جس میں خبر مشہور ہے؛ جیسے: كأنَّ زيدًا الأسد (گویا زید شیر ہے)، اس کی اصل: إنّ زيدًا كالأسد ہے۔ كأن: کاف حرف تشبیہ اور "إنّ" مکسورہ سے مرکب ہے، اصل میں كإنَّ تھا، کاف کے "إنّ" پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہمزہ کو فتحہ دیدیا، كأن ہو گیا۔

وقد تخفَّف الخ: یہاں سے مصنف "كأنّ" کا ایک حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی "كأنّ" کی تشدید کو ختم کر کے اس میں تخفیف کر لی جاتی ہے، اس صورت میں یہ ملغی ہو جاتا ہے، یعنی لفظا کوئی

---

[1] علم فعل با فاعل، أن مخففہ من المثقلہ، ها ضمیر شان محذوف اس کا اسم، سيكون فعل ناقص، منكم جار مجرور ثابتين اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر مقدم، مرضى اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، أن مخففہ من المثقلہ اپنے اسم و خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مفعول بہ، علم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

و ''لٰـكنَّ'': للاستدراك، ويتوسط بين كلامين متغايرين في المعنى؛ نحو ما جاء ني القوم لكنَّ عمروا جاء، وغاب زيد لكنَّ بكرا حاضر. ويجوز معها الواو؛ نحو: قام زيد ولكنَّ عمروًا قاعد.

ترجمہ:اور ''لٰكِنَّ'' استدراک کے لئے آتا ہے،اور وہ ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے متغائر ہوں؛ جیسے: مَاجَاءَ نِي الْقَوْمُ؛ لٰكِنَّ عَمْرُوًا جَاءَ (میرے پاس قوم نہیں آئی؛لیکن عمرو آیا)اور غَابَ زَيْدٌ؛ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ (زید غائب ہوگیا؛لیکن بکر حاضر ہے)،اور جائز ہے'' لكن'' کے ساتھ واؤ کولانا؛ جیسے: قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرُوًا قَاعِدٌ (زید کھڑا ہوا؛لیکن عمرو بیٹھا ہے)۔

عمل نہیں کرتا، نیز اس صورت میں یہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے، جملہ اسمیہ کی مثال: جیسے: كَأَنْ زَيْدٌ أَسَدٌ[1] (گویا زید شیر ہے)۔ جملہ فعلیہ کی مثال؛ جیسے: كأَنْ لم تغن بالأمس.

ولٰـكـنَّ للاستدراك الخ: یہاں سے مصنف ''لٰـكنّ'' حرف مشبہ بالفعل کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''لكنّ'' استدراک کے لئے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے، اسی لئے یہ ہمیشہ ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے، جن کا مفہوم،نفی اور اثبات کے اعتبار سے مختلف ہو، خواہ یہ اختلاف لفظی ہو اس طور پر کہ ایک کلام لفظاً مثبت ہو اور دوسرا منفی؛ جیسے ما جاء ني القوم؛ لكنَّ عمروًا جاء[2] (میرے پاس قوم نہیں آئی؛لیکن عمرو آیا)، اس مثال میں ''لكنّ'' دو کلاموں: یعنی ''ما جاء ني'' القوم اور ''عمرو جاء'' کے درمیان آیا ہے، جن کا مفہوم،نفی اور اثبات کے اعتبار سے مختلف ہے، پہلا کلام لفظاً منفی ہے اور دوسرا مثبت۔ یا وہ اختلاف معنوی ہو اس طور پر کہ لفظوں کے اعتبار سے تو دونوں کلام مثبت ہوں؛ لیکن معنی کے اعتبار سے ایک کلام نفی پر دلالت کرتا ہو اور دوسرا اثبات پر؛ جیسے غاب زيد؛ لكنَّ بكرًا حاضرٌ (زید غائب ہوگیا؛لیکن بکر حاضر ہے)، اس مثال میں دونوں کلام، اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے مثبت ہیں؛لیکن معنی کے اعتبار سے پہلا کلام: یعنی ''غاب زيد'' نفی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا کلام: یعنی ''بكرٌ حاضرٌ'' اثبات پر دلالت کرتا ہے۔

ويجوز معها الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ ''لكنَّ'' خواہ

---

[1] كأنْ مخففہ من المثقلہ ملغیٰ، زيد مبتدا، أسد خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] ما جاء فعل، نون وقایہ، یا ضمیر مفعول بہ، القوم فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مستدرک منہ، لكن حرف مشبہ بالفعل، عمروا اس کا اسم، جاء جملہ فعلیہ خبریہ خبر، لكن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مستدرک۔

وقد تخفف فتُلغٰی؛ نحو: مشی زید لکِنْ بکرٌ عندنا. و "لیت": للتمنی؛ نحو: لیت هندا عندنا. وأجاز الفراء: لیت زیدا قائما، بمعنی: أتمنی.

ترجمہ: اور کبھی "لٰکنّ" میں تخفیف کرلی جاتی ہے، پس وہ ملغی ہوجاتا ہے؛ جیسے: مَشٰی زَیْدٌ لٰکِنْ بَکْرٌ عِنْدَ نَا (زید چل دیا؛ لیکن بکر ہمارے پاس ہے)۔ اور "لَیْتَ"، تمنی کے لئے آتا ہے؛ جیسے: لَیْتَ هِنْدًا عِنْدَ نَا (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی)۔ اور جائز قرار دیا ہے "امام فراء" نے لَیْتَ زَیْدًا قَائِمًا، أَتَمَنّٰی زَیْدًا قَائِمًا کے معنی میں (میں تمنا کرتا ہوں زید کے کھڑا ہونے کی)۔

مشددہ ہو یا مخففہ، اس کے ساتھ واؤ کو لانا جائز ہے؛ جیسے: **قام زید ولکنّ عمروا قاعد** (زید کھڑا ہوا؛ لیکن عمرو بیٹھا ہے)۔ اس واؤ کے بارے میں اختلاف ہے: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ واؤ عاطفہ ہے، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ واؤ اعتراضیہ ہے؛ رضی نے دوسری رائے کو اظہر قرار دیا ہے۔

وقد تخفف الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی "لٰکنَّ" کی تشدید کو ختم کر کے، اس میں تخفیف کرلی جاتی ہے، اس صورت میں وہ ملغی ہوجاتا ہے، یعنی لفظا کوئی عمل نہیں کرتا، اور جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے؛ جیسے: **مشیٰ زیدٌ لکِنْ بکرٌ عند نا**[1] (زید چلا گیا؛ لیکن بکر ہمارے پاس ہے)۔

ولیت للتمنی الخ: یہاں سے مصنف "لیت" حرف مشبہ بالفعل کو بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "لَیت"، تمنی کے لئے آتا ہے، یعنی اس کے ذریعہ کسی محبوب شئی کے حصول کی آرزو کی جاتی ہے؛ جیسے **لیت هندًا عندنا** (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی)۔

وأجاز الفراء الخ: جمہور کے نزدیک "لیت" دیگر حروف مشبہ بالفعل کی طرح، جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر، اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ البتہ امام فراء اس کے علاوہ، "لیت" کے سلسلے میں اس بات کو بھی جائز قرار دیتے ہیں کہ "لیت"، معنی فعل ہو، اور اس کے بعد آنے والے دونوں اسم، "لیت" معنی فعل کے مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوں؛ کیوں کہ تمنی کے لئے آنے کی وجہ سے، "لیت" سے أَتَمَنّٰی اور تَمَنَّیْتُ فعل کے معنی سمجھے جاتے ہیں؛ جیسے: "**لیت زیدًا قائمًا، أی أتمنّی زیدًا قائمًا**"[2]

---

[1] مشی زید فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ مستدرک منہ، لکن مخففہ من المثقلہ ملغی، بکر مبتدا، عندنا: ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مستدرک۔

[2] لیت بمعنی، أتمنی معنی فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، زیدا مفعول بہ، قائما مفعول بہ ثانی، لیت معنی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

و "لعل": للترجی؛ کقول الشاعر:

أحب الصالحین ولست منهم☆ لعل الله یرزقنی صلاحا.

وشذ الجربها نحو: لعل زیدٍ قائم.

ترجمہ:اور "لَعَلَّ" ترجی کے لئے آتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے:شعر

أُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُم☆ لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

(میں صلحاء یعنی نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں، اگر چہ میں ان میں سے نہیں ہوں☆ (اس امید پر کہ) شاید اللہ تعالی مجھے بھی صلاح (یعنی نیکی) عطا کر دے)۔

اور شاذ ہے "لَعَلَّ" کی وجہ سے جر دینا؛ جیسے:لَعَلَّ زَیْدٍ قَائِمٌ.

ولعل للترجی الخ: یہاں سے مصنف "لعلّ" حرف مشبہ بالفعل کو بیان فرما رہے ہیں،فرماتے ہیں کہ:"لعلّ" ترجی کے لئے آتا ہے،یعنی اس کے ذریعہ کسی ممکن شئی کے حصول کی امید کی جاتی ہے، جیسے: شاعر کا قول ہے:شعر:

أ حِبُّ الصالحین ولست منهم ☆ لعلَّ الله یرزقنی صلاحا[1]

(میں صلحاء (نیک لوگوں) سے محبت کرتا ہوں، اگر چہ میں ان میں سے نہیں ہوں، (اس امید پر کہ) شاید اللہ تعالی مجھے بھی صلاح (نیکی) عطاء کر دے)۔

وشذ الجر بها الخ: یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "لعل" کے ذریعہ اس کے مدخول کو جر دینا شاذ ہے؛ جیسے:لعل زیدٍ قائم، یعنی جن مثالوں میں "لعل" کے ذریعہ اس کے مدخول کو جر دیا گیا ہے،وہ شاذ ہیں،ان پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کر سکتے۔"لعل" کے ذریعہ اس کے مدخول کو جر دینا "قبیلۂ عقیل" کی لغت ہے،ان کی لغت کے مطابق "لعلّ"، "رُبّ" کی طرح حرف جر مشابہ بالزائد ہے،اس کا مدخول لفظاً مجرور،محلاً مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتا ہے۔

---

[1] أحب فعل،أنا ضمیر مستتر ذوالحال،واو حالیہ،لیس فعل ناقص،ت ضمیر اس کا اسم،منهم جار مجرور ثابتًا اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر،لیس فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل،الصالحین مفعول بہ،فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔لعل حرف مشبہ بالفعل،اللہ اس کا اسم،یرزق فعل با فاعل نون وقایہ،یاء ضمیر مفعول بہ اول، صلاحا مفعول بہ ثانی،فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر،لعل حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

وفی "لعل" لغات: عل، وعن، وأن، ولأن، ولعن. وعند المبرد أصله: عل، زيد فيه اللام، والبواقی فروع.

فصل: حروف العطف: عشرة: ١- الواو. ٢- والفاء. ٣- وثم. ٤- وحتى. ٥- وأو. ٦- وإما. ٧- وأم. ٨- ولا. ٩- وبل. ١٠- ولكن. فالأربعة الأول للجمع.

فالواو: للجمع مطلقا؛ نحو: جاء نی زيد وعمرو، سواء كان زيد مقدما فی المجیٔ أو عمرو.

ترجمہ: اور "لعلَّ" میں چند لغتیں اور ہیں: عَلَّ، عَنَّ، أَنَّ، لَأَنَّ اور لَعَنَّ. اور "امام مبردؒ" کے نزدیک اس کی اصل: عَلّ ہے، اس (کے شروع) میں لام زیادہ کردیا گیا ہے، اور باقی (اسی کی) فروع ہیں۔
یہ تیسری فصل ہے: حروف عطف دس ہیں: (۱) واؤ (۲) فاء (۳) ثُمَّ (۴) حَتّٰی (۵) أَوْ (۶) إِمَّا (۷) أَمْ (۸) لَا (۹) بَلْ (۱۰) لٰکِنْ. پس پہلے چار (یعنی واؤ، فاء، ثُمَّ، حَتّٰی) جمع کے لئے آتے ہیں۔ پس واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے؛ جیسے: جاءَ نِی زَیْدٌ وعَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے) خواہ آنے میں زید مقدم ہو یا عمرو۔

وفی لعل لغات الخ: یہاں سے مصنف "لعل" میں جو مختلف لغتیں آئی ہیں، ان کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "لعل" میں کئی لغتیں آئی ہیں: عَلَّ، عَنَّ، أَنَّ، لَأَنَّ اور لَعَنَّ. امام مبرد کے نزدیک ان میں اصل لغت: عَلَّ ہے، اس کے شروع میں لام کو زیادہ کردیا گیا، لَعَلَّ ہوگیا، اس کے علاوہ باقی تمام لغتیں اس کی فرع ہیں، وہ اِسی سے نکلی ہیں۔

فصل: حروف العطف عشرة الخ: یہاں سے مصنف حروف عطف کو بیان فرمارہے ہیں:

حروف عطف کی تعریف: حروف عطف: وہ حروف غیر عاملہ ہیں جو اپنے مابعد کو ماقبل کے ساتھ جوڑنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: جاء نی زید وعمرو (میرے پاس زید اور عمرو آئے)، اس مثال میں واؤ حرف عطف ہے۔ حروف عطف دس ہیں: واو، فاء، ثم، حتی، أَوْ، أَمْ، إِمّا، لا، بل اور لٰکِنْ.

فالأ ربعة الخ: یہاں سے مصنف حروف عطف کے معانی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: پہلے چار حرف یعنی "واو"، "فاء"، "ثُمَّ" اور "حَتّٰی" جمع کے لئے آتے ہیں، یعنی یہ معطوف کو معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں جمع کردیتے ہیں۔

والفاء: للترتيب بلا مهلة؛ نحو: قام زيد فعمرو، إذا كان زيد متقدما، وعمرو متأخرا بلامهلة. وثم: للترتيب بمهلة، نحو: دخل زيد ثم عمرو، إذا كان "زيد" متقدما، وبينهما مهلة.

وحتى كـ "ثم" في الترتيب والمهلة؛ إلا أن مهلتها أقل من مهلة "ثم".

ترجمہ: اور "فاء" ترتیب بلاتراخی کے لئے آتا ہے؛ جیسے: قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو (زید کھڑا ہوا، اس کے فوراً بعد عمرو کھڑا ہوا)، جب کہ زید پہلے کھڑا ہوا ہو اور عمرو بغیر تراخی کے بعد میں۔ اور "ثُمَّ" ترتیب مع تراخی کے لئے آتا ہے؛ جیسے: دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو (زید داخل ہوا پھر عمرو) جب کہ زید (داخل ہونے میں) مقدم ہو اور دونوں کے درمیان مہلت (یعنی تراخی) ہو۔ اور "حَتّٰى" "ثُمَّ" کی طرح ہے ترتیب اور تراخی میں؛ مگر حَتّٰى کی تراخی "ثمَّ" کی تراخی سے کم ہوتی ہے۔

"واو": مطلق جمع کے لئے آتا ہے، یعنی واؤ کے ذریعہ عطف کرنے کی صورت میں معطوف اور معطوف علیہ میں کسی ترتیب، تراخی اور تدریج کی قید نہیں ہوتی؛ جیسے: جاء نی زیدٌ وعمروٌ، اس مثال میں اس بات کو بتایا گیا ہے کہ زید اور عمرو دونوں آئے ہیں، خواہ زید پہلے آیا ہو یا عمرو، ایک ساتھ آئیں ہوں یا آگے پیچھے، اور آگے پیچھے آنے کی صورت میں، دونوں کے آنے میں کوئی زیادہ فاصلہ ہو یا نہ ہو۔

"فاء": ترتیب بلاتراخی کے لئے آتا ہے، یعنی یہ بتانے کے لئے آتا ہے کہ "فاء" کے ماقبل کے لئے حکم پہلے ثابت ہے اور مابعد کے لئے بغیر تاخیر کے فوراً بعد میں، اس میں صرف ترتیب ہوتی ہے، تراخی نہیں ہوتی؛ جیسے: قام زید فعمرو (زید کھڑا ہوا، اس کے فوراً بعد عمرو)، یہ اس وقت کہا جائے گا جب کہ زید پہلے کھڑا ہوا ہو، اور اس کے فوراً بعد بغیر تراخی کے عمرو کھڑا ہوا ہو۔

"ثم": ترتیب مع تراخی کے لئے آتا ہے، یعنی یہ بتانے کے لئے آتا ہے کہ "ثم" کے ماقبل کے لئے حکم پہلے ثابت ہے اور مابعد کے لئے بہت دیر بعد میں، "ثم" میں ترتیب اور تراخی دونوں ہوتی ہیں؛ جیسے: دخل زید ثم عمرو (داخل ہوا زید، اس کے بعد عمرو)، یہ اس وقت کہا جائے گا جب کہ زید پہلے داخل ہوا ہو، اور عمرو اس کے کافی دیر بعد میں داخل ہوا ہو۔

"حتی": ترتیب اور تراخی میں "ثم" کے مانند ہے، یعنی جس طرح "ثم" ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے، اسی طرح "حتی" بھی ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے؛ البتہ "حتی" کی تراخی، "ثم" کی تراخی سے کم ہوتی ہے، نیز "ثم" میں تراخی واقع کے اعتبار سے ہوتی ہے، جب کہ "حتی" میں تراخی صرف متکلم

ویشترط أن یکون معطوفها داخلا فی المعطوف علیه،وهی تفیدة قوة فی المعطوف؛ نحو: مات الناس حتی الأنبیاء. أوضعفا؛ نحو: قدم الحاج حتی المشاة. و "أو"، و "إما"، و "أم" ثلاثتها: لثبوت الحکم لأحد الأمرین مبهما لا بعینه؛ نحو: مررت برجل أو امرأة.

ترجمہ: اور شرط قرار دیا گیا ہے کہ "حَتّٰی" کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو، اور وہ (یعنی حتّٰی) فائدہ دیتا ہے معطوف میں قوت کا؛ جیسے: مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْأَنْبِیاءُ (لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء بھی)، یا (معطوف میں) ضعف کا؛ جیسے: قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَی الْمُشَاۃُ (حاجی لوگ آ گئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی)۔

اور أو، إِمَّا اور أَمْ یہ تینوں مبہم یعنی غیر متعین طور پر دو چیزوں میں سے ایک لئے حکم کے ثابت ہونے کو بتلانے کے لئے آتے ہیں؛ جیسے: مَرَرْتُ بِرَجلٍ او امرأۃٍ (میں ایک مرد یا ایک عورت کے پاس سے گذرا)۔

کے ذہن کے اعتبار سے ہوتی ہے، واقع کے اعتبار سے نہیں ہوتی، "حتی" کے عاطفہ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ "حتی" کا معطوف، معطوف علیہ میں داخل ہو۔ "حتی"، معطوف میں کبھی قوت کا فائدہ دیتا ہے، یعنی یہ بتا تا ہے کہ معطوف، معطوف علیہ سے قوی اور اعلیٰ ہے؛ جیسے: مات الناس حتی الأنبیاء[1] (لوگ مر گئے حتی کہ انبیاء بھی)، اس مثال میں معطوف، معطوف علیہ سے قوی اور اعلیٰ ہے۔ اور کبھی معطوف میں ضعف کا فائدہ دیتا ہے، یعنی یہ بتا تا ہے کہ معطوف، معطوف علیہ سے ضعیف اور ادنیٰ ہے؛ جیسے: قدم الحاج حتی المشاۃ (حاجی لوگ آ گئے حتی کہ پیدل چلنے والے بھی)، اس مثال میں معطوف، معطوف علیہ سے ضعیف اور ادنیٰ ہے۔

وأو وإما و أم الخ: یہاں سے مصنف "أو"، "إمّا" اور "أم" حروف عاطفہ کے معانی بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: یہ تینوں یہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے غیر متعین طور پر کسی ایک کے لئے حکم ثابت ہے؛ جیسے: مررت برجل أو امرأۃ (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا)، اس مثال میں یہ بتایا گیا ہے کہ متکلم کا گذرنا مرد اور عورت میں سے، غیر متعین طور پر کسی ایک کے پاس سے ہوا ہے۔

---

[1] مات فعل، الناس معطوف علیہ، حتی حرف عطف، الأنبیا معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

و "إما" إنما تكون حرف العطف إذا تقدمتها إما أخرى؛ نحو: العدد إما زوج وإما فرد. ويجوز أن يتقدم "إما" على "أو"؛ نحو: زيد إما كاتب أو أمي. و "أم" على قسمين: متصلة، وهي مايسأل بها عن تعيين أحد الأمرين،

ترجمہ: اور "إمّا" صرف اس وقت حرف عطف ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے دوسرا "إمّا" ہو؛ جیسے: العَدَدُ إمَّا زَوْجٌ وإِمَّافردٌ (عدد یا تو زوج ہے یا فرد)۔ اور جائز ہے کہ "إمّا" مقدم ہو "أَوْ" پر؛ جیسے: زيدٌ إمّا كاتبٌ أو أُمِّيٌّ (زید یا تو کاتب ہے یا ان پڑھ)۔
اور "أَمْ" کی دو قسمیں ہیں: (۱) أَمْ متصلہ، اور وہ (یعنی أَمْ متصلہ) وہ أَمْ ہے جس کے ذریعہ سوال کیا جائے دو چیزوں میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کے بارے میں۔

وإما إنما تكون حرف العطف الخ: "إما": حرف عطف اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس سے پہلے کوئی دوسرا "إمّا" ہو؛ جیسے: **العدد إما زوج وإما فرد**.[1] یا "إما" کے بعد "أو" حرف عطف ہو؛ جیسے: **زيد إما كاتبٌ أو أُميٌّ**.

فائدہ: معطوف علیہ سے پہلے جو "إمّا" آتا ہے وہ حرفِ عطف نہیں ہوتا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ معطوف سے پہلے جو "إمّا" آتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ: وہ حرف عطف ہوتا ہے، اور اس سے پہلے واو زائد ہوتا ہے۔ جب کہ کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ: وہ حرف عطف نہیں ہوتا؛ بلکہ اس سے پہلے جو واوٗ آتا ہے وہ حرف عطف ہوتا ہے، اور یہ "إمّا" زائد ہوتا ہے۔

و أم على قسمين الخ: یہاں سے مصنف "أم" حرف عطف کی اقسام اور اس کے اور "إمّا" اور "أو" کے درمیان فرق بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: "أم" کی دو قسمیں ہیں: (۱) أم متصلہ (۲) أم منقطعہ۔

أم متصلہ: وہ أم ہے جس کے ذریعہ دو چیزوں (یعنی معطوف اور معطوف علیہ) میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جائے، اور اس کے ذریعہ سوال کرنے والا، ان دونوں میں سے مبہم طور پر کسی ایک کے ثبوت کو جانتا ہو، یعنی اس کا مقصد اس کے ذریعہ سوال کرنے سے محض دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین ہو۔ اگرچہ ہمزہ استفہام کے ساتھ "أو" اور "إمّا" کے ذریعہ بھی سوال کیا جاتا ہے؛ لیکن فرق یہ ہے کہ ان کے ذریعہ

---

[1] العدد مبتدا، اما حرف تردید، زوج معطوف علیہ، واو زائدہ، إما حرف عطف، فرد معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

والسائل بها يعلم ثبوت أحدهما مبهما؛ بخلاف "أو" و "إما"؛ فإن السائل بهما لا يعلم ثبوت أحدهما أصلا. وتستعمل بثلاث شرائط: الأول أن يقع قبلها همزة؛ نحو: أزيد عندك أم عمرو.

ترجمہ: اور اس کے ذریعہ سوال کرنے والا جانتا ہو غیر متعین طور پر ان میں سے کسی ایک کے ثابت ہونے کو، برخلاف "أوْ" اور "إمَّا" کے؛ اس لئے کہ ان کے ذریعہ سوال کرنے والا بالکل نہیں جانتا ہے ان میں سے کسی ایک کے ثابت ہونے کو۔ اور استعمال کیا جاتا ہے "أَمْ متصلہ" تین شرائط کے ساتھ: پہلی شرط یہ ہے کہ: اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو؛ جیسے: **أزيدٌ عندَك أم عمرٌو** (تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟)۔

سوال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ: سوال کرنے والا معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہ جانتا ہو، نہ متعین طور پر اور نہ غیر متعین طور پر؛ بلکہ اس کا مقصد ان کے ذریعہ سوال کرنے سے، محض اتنی بات جاننا ہو کہ آیا معطوف اور معطوف علیہ میں سے غیر متعین طور پر کوئی ایک ثابت ہے یا نہیں۔

وتستعمل بثلاثة شرائط الخ: یہاں سے مصنف "**اَمْ متصله**" کے استعمال کی شرائط بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: "**أم متصله**" کے استعمال کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) اس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو؛ جیسے: **أزيدٌ عندك أم عمروٌ**[۱] (کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟)

(۲) جس طرح کا لفظ ہمزۂ استفہام کے بعد ہو، اسی طرح کا لفظ "أم متصلہ" کے بعد بھی ہو، یعنی اگر ہمزۂ استفہام کے بعد اسم ہو تو اس کے بعد بھی اسم ہو؛ جیسے: **أزيد عندك أم عمرو.** اور اگر ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہو تو اس کے بعد بھی فعل ہو؛ جیسے: **أقام زيد أم قعد**[۲] (کیا زید کھڑا ہوا یا بیٹھا؟)، ایسا نہ ہو کہ ہمزہ استفہام کے بعد تو فعل ہو اور اس کے بعد اسم، یا ہمزۂ استفہام کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فعل، چناں چہ: **أَرَأيت زيدا أم عمروا** کہنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ یہاں شرط نہیں پائی گئی، ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہے اور "أم" کے بعد اسم ہے۔

---

[۱] أ حرف استفہام، زیدٌ معطوف علیہ، أم حرف عطف، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مبتدا، عندک مرکب اضافی ثابت اسم فاعل کا محذوف کا مفعول فیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] أ حرف استفہام، قام زید فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ، أم حرف عطف، قعد فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

والثانی: أن یلیها لفظ مثل ما یلی الهمزة، أعنی: إن کان بعدالهمزة اسم، فکذلک بعد "أم"؛ کمامر. وإن کان بعد الهمزة فعل، فکذلک بعدها؛ نحو: أقام زید أم قعد، فلا یقال: أرأیت زیدا أم عمروا.

والثالث: أن یکون أحد الأمرین المستویین محققا، وإنما یکون الاستفهام عن التعیین؛ فلذلک یجب أن یکون جواب "أم" بالتعیین دون "نعم" أو "لا"،

ترجمہ: اور دوسری شرط یہ ہے: کہ اس سے کوئی ایسا لفظ متصل ہو جو اس لفظ کے مثل ہو جو ہمزہ سے متصل ہے، یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو اسی طرح "أَمْ" کے بعد بھی (اسم) ہو؛ جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے۔ اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو اسی طرح "أَمْ" کے بعد بھی (فعل) ہو؛ جیسے: **أقَامَ زیدٌ أم قعَدَ** (کیا زید کھڑا ہوا یا بیٹھا؟)، پس نہیں کہا جائے گا: **أرَأیتَ زیدًا أمْ عمروًا**. اور تیسری شرط یہ ہے کہ: دو مساوی چیزوں میں سے ایک (متکلم کے نزدیک) ثابت ہو، صرف سوال تعیین کے بارے میں ہو، چناں چہ اسی وجہ سے واجب ہے کہ "أمْ" کا جواب تعیین کے ذریعہ ہو، نہ کہ "**نعَمْ**" یا "**لا**" کے ذریعہ۔

---

(۳) متکلم کے نزدیک دو مساوی چیزوں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک واقعی طور پر ثابت ہو، سوال محض تعین کے لئے ہو، اسی لئے واجب ہے کہ "أم متصلہ" کا جواب "**نعم**" یا "**لا**" سے نہ دیا جائے؛ بلکہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کو متعین کر کے دیا جائے؛ مثلا: جب یہ کہا جائے: **أزید عندک أم عمرو؟** تو اس کا جواب "**نعم**" یا "**لا**" سے نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ متعین کر کے **عندی زید** یا **عندی عمرو** سے دیا جائے گا؛ اس لئے کہ یہاں سائل کو اتنی بات پہلے سے معلوم ہے کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک مخاطب کے پاس ہے، البتہ اسے متعین طور پر یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے، اب وہ مخاطب سے صرف تعیین چاہتا ہے کہ تم بتادو کہ وہ کون ہے۔

اس کے برخلاف اگر "أوْ" یا "إمّا" کے ذریعہ سوال کیا جائے، تو اس کا جواب "**نعم**" یا "**لا**" سے دیا جائے گا؛ مثلا: اگر کوئی سوال کرے: **أجاءک زیدٌ أوعمرٌو**، یا **أجاءک زید وإمّا عمرو** تو اس کو "**نعم**" یا "**لا**" کہہ کر جواب دیا جا سکتا ہے؛ اس لئے کہ یہاں سائل کو معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کے ثبوت کے بارے میں، پہلے سے بالکل کوئی علم نہیں ہوتا، چناں چہ اس کا مقصد "أوْ" یا "**إمّا**" کے ذریعہ سوال کرنے سے صرف یہ جاننا ہوتا ہے کہ آیا معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک ثابت ہے یا نہیں، اور اس کا یہ مقصد "**نعم**" یا "**لا**" کے ذریعہ جواب دینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

فإذا قيل: أزيد عندك أم عمرو، فجوابه بتعيين أحدهما؛ أما إذا سئل بـ "أو" و "إما" فجوابه: "نعم" أو "لا".

ومنقطعة، وهي ما تكون بمعنى "بل" مع الهمزة، كمارأيت شبحا من بعيد، قلت: "إنها لإبل" على سبيل القطع، ثم حصل لك شك: أنها شاة، فقلت: "أم هي شاة" تقصد الإعراض عن الإخبار الأول، والاستيناف بسؤال آخر، معناه: بل هي شاة.

ترجمہ: پس جب کہا جائے: أزيدٌ عندك أم عمرٌو تو اس کا جواب ان میں سے ایک کو متعین کرنے کے ذریعہ ہوگا؛ لیکن جب سوال کیا جائے "أوْ" اور "إمَّا" کے ذریعہ تو اس کا جواب "نعم" یا "لا" کے ذریعہ ہوگا۔

(۲) أم منقطعہ، اور وہ (یعنی أم منقطعہ) وہ أمْ ہے جو ہمزہ کے ساتھ "بل" کے معنی میں ہو، جیسا کہ آپ دور سے کسی پر چھائی کو دیکھ کر یقینی طور پر کہیں: اِنَّھَا لَاِبِلٌ (بلا شبہ وہ اونٹ ہے)، پھر آپ کو شک ہو کہ وہ بکری ہے، پس آپ کہیں: أمْ ھِیَ شَاۃٌ، درآں حالیکہ آپ ارادہ کررہے ہوں پہلی خبر سے اعراض اور از سر نو دوسرا سوال کرنے کا، اس کے معنی ہیں: بَلْ ھی شاۃٌ (بلکہ وہ بکری ہے یا کوئی اور چیز؟)

و منقطعة الخ: یہاں سے مصنف "أم منقطعہ" کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

"أمْ منقطعه": وہ أمْ ہے جو ہمزہ کے ساتھ "بل" کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی پہلے کلام سے اعراض اور دوسرے کلام میں شک پیدا کرنے کے لئے آتا ہے؛ مثلاً آپ دور سے کسی چیز کی صورت دیکھ کر یقین کے ساتھ کہیں: إنّها لإبل، کہ بلا شبہ وہ اونٹ ہے، پھر اس کے قریب آنے پر آپ کو شک ہو کہ وہ اونٹ نہیں؛ بلکہ بکری ہے، اس پر آپ نے پہلے جو اس کے اونٹ ہونے کی خبر دی تھی، اس سے اعراض کرکے، آپ از سر نو دوسرا سوال کرنے کے ارادے سے کہیں: أم ھی شاۃ[1] (بلکہ کیا وہ بکری ہے؟) تو یہاں أم منقطعہ ہوگا؛ اس لئے کہ یہ پہلے کلام: "إنها لا بل" سے اعراض اور دوسرے کلام: "ھی شاۃ" میں شک پیدا کررہا ہے، چناں چہ یہاں أم ھی شاہ: بل ھی شاۃ کے معنی میں ہوگا۔

☆☆☆☆

---

[1] إنّ حرف مشبہ بالفعل، ھا ضمیر اس کا اسم، لام برائے تاکید، إبل خبر، إن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ أم منقطعہ، ھی مبتدا، شاۃ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

واعلم أن "أم" المنقطعة لا تستعمل إلا في الخبر – كما مر –، وفي الاستفهام؛ نحو: أعندك زيد أم عمرو؛ سألت أولا عن حصول زيد، ثم أضربت عن السؤال الأول، وأخذت في السؤال عن حصول عمرو.

و "لا" و "بل" و "لكن" جميعها: لثبوت الحكم لأحد الأمرين معينا.

ترجمہ: جان لیجئے کہ "أم منقطعہ" استعمال نہیں کیا جاتا ہے مگر خبر میں، جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے، اوراستفہام میں؛ جیسے: أزیدٌ عندَک، أم عمروٌ (کیا تیرے پاس زید ہے؟ نہیں بلکہ کیا تیرے پاس عمرو ہے؟) آپ نے پہلے سوال کیا زید کے بارے میں، پھر آپ نے اعراض کیا پہلے سوال سے اور شروع کردیا عمرو کے بارے میں سوال کرنا۔ اور لاَ، بَلْ اور لٰکنْ یہ سب متعین طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لئے حکم کے ثابت ہونے کو بتلانے کے لئے آتے ہیں۔

واعلم أن أم المنقطعة الخ: یہاں سے مصنف "أم منقطعہ" کے استعمال کی صورتوں کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "أم منقطعہ" کا استعمال دوصورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) خبر کے بعد؛ جیسے: إنها لا بل، أم هي شاة (بلاشبہ وہ اونٹ ہے، نہیں بلکہ کیا وہ بکری ہے؟)، اس مثال میں "أم" منقطعہ ہے اوراس کا استعمال "إنّها لإ بل" خبر کے بعد ہوا ہے۔

(۲) استفہام کے بعد؛ جیسے: أعندك زيد، أم عمرو[1] (کیا تیرے پاس زید ہے؟ نہیں بلکہ کیا تیرے پاس عمرو ہے؟)، اس مثال میں "أم" منقطعہ ہے، جس کو یہاں "أعندك زيد" استفہام کے بعد استعمال کیا گیا ہے، آپ نے اولاً مخاطب سے زید کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ تمہارے پاس ہے؟ پھر پہلے سوال سے اعراض کرکے، آپ نے دوسرا سوال عمرو کے بارے میں شروع کردیا کہ: زید کے بارے میں نہیں؛ بلکہ عمرو کے بارے میں بتاؤ کہ وہ تمہارے پاس ہے یا نہیں؟

فائدہ: راجح مذہب یہ ہے کہ "أم منقطعہ" حرف عطف نہیں ہوتا؛ بلکہ حرف ابتداء ہوتا ہے جو اضراب کا فائدہ دیتا ہے۔ اورایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حرف عطف ہوتا ہے؛ لیکن یہ مرجوح ہے۔

ولا وبل ولكن الخ: یہاں سے مصنف: "لا، بل" اور "لكن": حروف عاطفہ کے معانی بیان

---

[1] أ حرف استفہام، عندک ثابت اسم فاعل محذوف کا مفعول فیہ ہوکر خبر مقدم، زید مبتداء مؤخر، مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا. أم منقطعہ، عمرو مبتداء مؤخر، ثابت عندک خبر محذوف، مبتدا خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

أما ”لا“ فلنفي ما وجب للأول عن الثاني؛ نحو: جاء ني زيد لا عمرو. و ”بل“: للإضراب عن الأول والإثبات للثاني؛ نحو: جاء ني زيد بل عمرو، معناه: بل جاء ني عمرو؛ وماجاء بكر بل خالد، معناه: بل ما جاء خالد.

ترجمہ: بہر حال ”لا“: تو وہ دوسرے سے اس چیز کی نفی کے لئے آتا ہے جو پہلے کے لئے ثابت ہے؛ جیسے: **جاء ني زيدٌ لا عمرٌو** (میرے پاس زید آیا، نہ کہ عمرو)۔ اور ”بل“ اول سے اعراض اور ثانی کے لئے (حکم) کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: **جَاءَ نِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو** (میرے پاس زید آیا؛ بلکہ عمرو)، اس کے معنی ہیں: **بَلْ جَاءَ نِيْ عَمْرٌو** (بلکہ میرے پاس عمرو آیا)۔ اور **مَاجَاءَ نِيْ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ** (میرے پاس بکر نہیں آیا، بلکہ خالد)، اس کے معنی ہیں، **بل ماجاء خالدٌ** (بلکہ خالد نہیں آیا)۔

فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ تینوں: یہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک متعین کے لئے حکم ثابت ہے؛ البتہ ان میں سے ہر ایک میں تعیین مختلف ہوتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ: ”**لا**“: معطوف سے اس چیز کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے جو معطوف علیہ کے لئے ثابت کی گئی ہے، اسی لئے یہ ہمیشہ کلام مثبت کے بعد آتا ہے؛ جیسے: **جاء ني زيد لا عمرو**[1] (میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو)، یہاں معطوف علیہ زید کے لئے آنے کا حکم ثابت کیا گیا تھا، ”**لا**“ حرف عطف نے آکر معطوف عمرو سے اس کی نفی کر دی، کہ زید آیا ہے عمرو نہیں آیا۔

”**بـــل**“: معطوف علیہ سے اعراض کر کے، معطوف کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، یعنی ”**بـــل**“ حکم کو معطوف علیہ سے معطوف کی جانب پھیر دیتا ہے، اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہو جاتا ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ ”بل“ سے پہلے کلام مثبت ہو؛ جیسے: **جاء ني زيد بل عمرو، أي بل جاء ني عمرو** (میرے پاس زید آیا، نہیں بلکہ میرے پاس عمرو آیا)، یہاں آنے کا حکم جو معطوف علیہ زید کے لئے ثابت کیا گیا تھا، ”**بـــل**“ نے آکر، اسے زید سے، عمرو معطوف کی طرف پھیر دیا، اور زید اب مسکوت عنہ کے حکم میں ہو گیا، یعنی زید آیا یا نہیں آیا، متکلم کا کلام اس سے خاموش ہے۔

اور اگر ”بل“ سے پہلے کلام منفی ہو؛ جیسے: **ماجاء ني بكر بل خالد**، تو اس صورت میں ”بَلْ“ معطوف کے لئے حکم کی نفی کو ثابت کرے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، مبرد کی رائے یہ ہے کہ اس صورت

---

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، زید معطوف علیہ، لا حرف عطف، عمرو معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح **جاء ني زيد بل عمرو** کی ترکیب کر لی جائے۔

و "لکن": للاستدراک، ویلزمها النفی: قبلها؛ نحو: ما جاء نی زید لکن عمرو جاء. أو بعدها؛ نحو: قام بکر لکن خالد لم یقم.

ترجمہ: اور "لکن" استدراک کے لئے آتا ہے، اور لازم ہوتی ہے اس کے لئے نفی، یا تو اس سے پہلے؛ جیسے: **ماجاء نی زید، لکن عمروٌ و جاء** (میرے پاس زید نہیں آیا، لیکن عمرو آیا)۔ یا اس کے بعد؛ جیسے: **قامَ بکرٌ، لکنْ خالدٌ لَمْ یَقُمْ** (بکر کھڑا ہوا، لیکن خالد کھڑا نہیں ہوا)۔

میں "بل"، معطوف کے لئے حکم کی نفی کو ثابت کرے گا اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا، یعنی اس کو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا اس کا ذکر ہی نہیں ہوا، چناں چہ ان کے نزدیک، "**بل خالد**" کے معنی ہوں گے: **بل ماجاء خالد** کہ خالد نہیں آیا، بقیہ رہا عمرو کا معاملہ، تو وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے، اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ آیا، یا نہیں آیا۔

اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں "بَلْ" معطوف کے لئے حکم کی نفی کو ثابت نہیں کرے گا؛ بلکہ سابقہ جملے میں جس حکم کی معطوف علیہ سے نفی کی گئی ہے، "بَلْ" اس کو معطوف کے لئے ثابت کرے گا، اور معطوف علیہ سے حکم کی نفی، یا تو بدستور باقی رہے گی، یا وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوگا، چناں چہ جمہور کے نزدیک، "**بل خالد**" کے معنی ہوں گے: **بل جاء خالد** کہ خالد آیا ہے، اور عمرو یا تو نہیں آیا، یا وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے، یعنی ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

ولکن للاستدراک الخ: "لکِنْ": استدراک کے لئے آتا ہے، یعنی کلام سابق سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے آتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے نفی ضروری ہوتی ہے، یعنی ضروری ہے کہ یا تو اس سے پہلے نفی ہو؛ جیسے: **ماجاء نی زید لکن عمرو جاء.**[1] یا اس کے بعد نفی ہو؛ جیسے: **قام بکر؛ لکن خالد لم یقم.** لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ جملہ کا عطف جملے پر ہو، اور اگر مفرد کا عطف مفرد پر ہو تو اس صورت میں نفی کا، اس سے پہلے ہونا ضروری ہے، بعد میں ہونا کافی نہیں؛ جیسے: **ماجاء زید، لکن عمرو.**

☆☆☆☆

---

[1] ماجاء نی زید فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ مستدرک منہ معطوف علیہ، لکن حرف عطف برائے استدراک، عمرو جاء جملہ اسمیہ خبریہ مستدرک معطوف، پھر دونوں مل کر جملہ معطوفہ۔

فصل: حروف التنبيه: ثلاثة: ألا ، وأما، وها. وضعت لتنبيه المخاطب؛ لئلا يفوته شئ من الكلام. فـ "ألا" و "أما" لا يدخلان إلا على الجملة:

ترجمہ: یہ چوتھی فصل ہے: حروف تنبیہ تین ہیں: (۱) ألا (۲) أما (۳) ها. یہ وضع کئے گئے ہیں مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے، تاکہ فوت نہ ہو جائے اس سے کلام کا کوئی حصہ؛ پس "ألا" اور "أمَا" داخل نہیں ہوتے ہیں مگر جملہ پر:

فصل: حروف التنبيه الخ: یہاں سے مصنف "حروف تنبیہ" کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروف تنبیہ کی تعریف: حروف تنبیہ: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو مخاطب کو متنبہ کرنے کے لئے (یعنی مخاطب سے غفلت کو دور کرنے کے لئے) وضع کئے گئے ہوں، تاکہ مخاطب سے کلام کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے؛ جیسے: **أ لا بذكر الله تطمئن القلوب** (آگاہ رہو، اللہ کے ذکر ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں)۔

حروف تنبیہ تین ہیں: **ألّا** ، **أَمَا** ، اور **هَا**.

أَلاَ اور أَمَــا : دونوں ہمیشہ جملے پر داخل ہوتے ہیں، خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **أَلا إنهم هم المفسدون**[1] (آگاہ رہو، بلاشبہ وہ لوگ فساد کرنے والے ہیں)، یہاں "ألا" حرفِ تنبیہ، "**إنهم هم المفسدون**" جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔ اور جیسے شاعر کا قول ہے: شعر:

أما والذى أبكى وأضحك والذى☆ أمات وأحيى والذى أمره الأمر.[2]

(آگاہ رہو، قسم ہے اس ذات کی جو رلاتا اور ہنساتا ہے، اور قسم ہے اس کی جو مارتا اور جلاتا ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کا حکم ہی اصل حکم ہے)۔

اس شعر میں "ألا" حرف تنبیہ ہے، جو "**والذى أبكى الخ**" جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔

تنبیہ: مصنف کا مذکورہ شعر کو جملہ اسمیہ کی مثال میں پیش کرنا محلِ نظر ہے؛ اس لئے کہ "**والَّذِى**

---

[1] ألا حرف تنبیہ، إن حرف مشبہ بالفعل، هم ضمیر اس کا اسم، هم مبتدا، المفسدون شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر، إن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[2] أما حرف تنبیہ، واو حرف جر برائے قسم، الذى اسم موصول، أبكى فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ، واو حرف عطف أضحک فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر، أقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر جملہ انشائیہ قسم۔ اسی طرح آگے "**والذى أمات وأحى**" اور "**والذى أمره الأمر**" کی ترکیب کرلی جائے۔

اسمية كانت؛ نحو قوله تعالى: ﴿ألا إنهم هم المفسدون﴾ وقول الشاعر:

أما والذی أبكی وأضحک، والذی☆ أمات وأحيی، والذی أمره الأمر

أو فعلية؛ نحو: أما لا تفعل، وألا لا تضرب. والثالث "ها" تدخل على: الجملة الاسمية؛ نحو: ها زيد قائم. والمفرد؛ نحو: هذا، وهؤلاء.

ترجمہ: خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ألا إنَّهُم هم المُفْسِدُوْنَ** "(آگاہ رہو، بلا شبہ وہ لوگ فساد کرنے والے ہیں)۔ اور شاعر کا قول ہے: شعر

أمَا والَّذِی أبْكٰی وأضْحَکَ وَالَّذِیْ ☆☆ أمَاتَ واَحْيٰی، والَّذِیْ أمْرُهُ الأمْرُ

(آگاہ رہو، قسم ہے اس کی جو رلاتا ہے اور ہنساتا ہے، اور قسم اس کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کا حکم ہی اصل حکم ہے)۔

یا جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: **أما لا تَفْعَلُ** (خبردار ایسا مت کر)، اور **ألا لَا تَضْرِبُ** (خبردار مت مار)۔

اور تیسرا حرف "ها" ہے، یہ داخل ہوتا جملہ اسمیہ پر؛ جیسے: **هَا زيدٌ قائمٌ** (آگاہ رہو، زید کھڑا ہے)۔ اور مفرد پر؛ جیسے: **هذا** اور **هؤلاء**.

أبكی الخ" جملہ اسمیہ نہیں؛ بلکہ جملہ فعلیہ ہے؛ کیوں کہ یہاں "واؤ" حرفِ جر برائے قسم ہے، اور اس سے پہلے اس کا متعلق "**أُقْسِمُ**" فعل محذوف ہے۔ ہاں اگر "واؤ" برائے استفتاح ہو تو اس صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور خبر محذوف ہوگی؛ لیکن یہ محض ایک احتمال ہے، جس کی صحت زیر بحث شعر کا سیاق وسباق دیکھنے پر موقوف ہے۔

یا وہ جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: **أما لا تفعلُ** (خبردار ایسا مت کر)، اور جیسے: **ألا لا تضربُ** (خبردار، مت مار)، یہاں "أما" اور "ألا" دونوں حرف تنبیہ ہیں، جو جملہ فعلیہ پر داخل ہیں۔

والثالث: ها الخ: "ها" حرف تنبیہ دو جگہ آتا ہے: (۱) جملہ اسمیہ کے شروع میں جیسے: **ها زيد قائم** (آگاہ رہو، زید کھڑا ہے)۔ (۲) مفرد یعنی اسماء اشارہ کے شروع میں؛ جیسے: **هذا** اور **هؤلاء**، ان میں "**ها**" حرف تنبیہ ہے اور "**ذا**" اور "**أولاء**" اسم اشارہ ہیں۔ جملہ فعلیہ پر، نیز اسماء اشارہ کے علاوہ کسی دوسرے اسم مفرد پر "**هاء**" حرف تنبیہ داخل نہیں ہوتا۔

☆☆☆

فصل: حروف النداء: خمسة ، يا ، وأيا ، وهيا ، وأى ، والهمزة المفتوحة فـــ "أى" و "الهـمـــزة": للقريب. و "أيا" و"هيا": للبعيد. و "يا": لهما وللمتوسط. وقد مر أحكام المنادى.

فصل: حروف الإيجاب: ستة: ، نعم ، وبلٰى ، وأجل ، وجير ، وإن ، وإى.

ترجمہ: یہ پانچویں فصل ہے: حروف نداء پانچ ہیں: (۱) **يا** (۲) **أيا** (۳) **هَيَا** (۴) **أَیُ** (۵) **همزۂ مفتوحہ**۔ پس "أیُ" اور ہمزہ قریب کے لئے آتے ہیں، "أيا" اور "هيا" بعید کے لئے آتے ہیں اور "يا" قریب وبعید اور متوسط (سب) کے لئے آتا ہے۔ اور منادی کے احکام گذر چکے ہیں۔

یہ چھٹی فصل ہے: حروف ایجاب چھ ہیں: (۱) **نعم** (۲) **بَلٰی** (۳) **أَجَلُ** (۴) **جَيْرِ** (۵) **إِنَّ** (۶) **إِیُ**۔

فصل : حروف النداء الخ: اس فصل میں مصنف حروف نداء کو بیان فرما رہے ہیں:

حروفِ نداء کی تعریف: حروفِ نداء: وہ حروف ہیں جو کسی کو متوجہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: **يا زيدُ** (اے زید)۔ حروفِ نداء پانچ ہیں: **يا ،أيا ،هيا ،أی** اور ہمزہ مفتوحہ۔ "أی" اور "ہمزۂ مفتوحہ" منادی قریب کے لئے، **أيا** اور "**هيا**" منادی بعید کے لئے آتے ہیں اور "**يا**" عام ہے، یہ قریب، بعید اور متوسط تینوں کے لئے آتا ہے۔ منادی کے احکام مفعول بہ کی بحث میں گذر چکے ہیں ان کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

فائدہ: حروفِ نداء عامل ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اکثر نحویین (جن میں مصنف اور علامہ ابن حاجب بھی شامل ہیں) کی رائے یہ ہے کہ حروفِ نداء عامل نہیں ہوتے ؛ بلکہ منادی: مضاف، مشابہ مضاف یا نکرۂ غیر معین ہونے کی صورت میں "**أدعو**" یا "**أطلب**" فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے، حروف نداء کی وجہ سے منصوب نہیں ہوتا۔ اور امام مبرد، شیخ عبدالقاہر جرجانی اور صاحبِ "نحومیر" کی رائے یہ ہے کہ حروفِ نداء عامل ہوتے ہیں، "**أدعـو**" یا "**أطـلـب**" فعل کے قائم مقام ہو کر، یہی منادی کو نصب دیتے ہیں، "**أدعو**" یا "**أطـلـب**" فعل محذوف، منادی کو نصب نہیں دیتا۔ رضی کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ (دیکھئے رضی شرح کافیہ ۳۱۲/۱)

فصل: حروف الإ يجاب الخ: یہاں سے مصنف "حروف ایجاب" کو بیان فرما رہے ہیں۔

حروفِ ایجاب کی تعریف: حروفِ ایجاب: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: **هـل قـام زيد** کے جواب میں: **نـعـم** (جی ہاں)۔ حروفِ ایجاب چھ ہیں: **نعم، بلى، أَجَلُ، جَيْرِ، إنَّ، إیُ.**

أما "نعم": فلتقرير كلام سابق – مثبتا كان أو منفيا، (خبرا كان أو استفهاما)– ؛ نحو؟ "أجاء زيد"؟ قلت: نعم؛ و "أما جاء زيد" قلت: نعم. و "بلى" تختص بإيجاب ما نفي: استفهاما؛ كقوله تعالى: ﴿ألست بربكم؟ قالوا بلى﴾. أو خبرا؛ كما يُقال: لم يقم زيد، قلت: بلى؛ أى: قد قام.

ترجمہ: بہرحال "**نعم**": تو وہ کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، خواہ وہ کلام مثبت ہو یا منفی؛ (خبر ہو یا استفہام) جیسے: **أجاء زيدٌ** (کیا زید آ گیا) (کے جواب میں) آپ کہیں: **نعم** (جی ہاں)، اور **أمَاجاءَ زَيْدٌ** (کیا زید نہیں آیا) (کے جواب میں) آپ کہیں: **نعم** (جی ہاں)۔ اور "**بلى**" خاص ہے اُس چیز کو ثابت کرنے کے ساتھ جس کی نفی کی گئی ہے، خواہ وہ استفہام ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بلىٰ** (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: بلیٰ کیوں نہیں)۔ یا خبر ہو؛ جیسا کہ کہا جائے: **لم يَقُمْ زيدٌ** (زید کھڑا نہیں ہوا)، (اس کے جواب میں) آپ کہیں: **بلىٰ** (کیوں نہیں)، یعنی وہ کھڑا ہوا ہے۔

نعم: کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، خواہ وہ کلام مثبت ہو؛ جیسے: **أجاء زيد** (کیا زید آ گیا) کے جواب میں کہا جائے: **نعم** (جی ہاں) یعنی زید آ گیا۔ یہاں "**نعم**" نے کلام سابق "**جاء زيد**" کو جو کہ مثبت ہے، ثابت کر دیا ہے۔ یا وہ کلام منفی ہو؛ جیسے: **أما جاء زيد** (کیا زید نہیں آیا) کے جواب میں کہا جائے **نعم** (جی ہاں)، یعنی زید نہیں آیا، یہاں "**نعم**" نے کلام سابق "**ماجاء زيد**" کو جو کہ منفی ہے، ثابت کر دیا ہے۔

"**بلى**": اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جس کی کلام سابق میں نفی کی گئی ہو، اسی لئے اس سے پہلے کلام منفی کا ہونا ضروری ہے، خواہ نفی: استفہام کے ساتھ ہو: جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ألست بربكم؟ قالوا: بلى**[1] (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: **بلى** کیوں نہیں) یعنی یقیناً آپ ہمارے رب ہیں، یہاں کلام سابق میں جو کہ استفہام کے ساتھ ہے، رب ہونے کی نفی کی گئی تھی، "**بلى**" نے آ کر اس کو ثابت کر دیا ہے۔

یا وہ نفی خبر کی صورت میں ہو، جیسے: **لم يقم زيد** (زید کھڑا نہیں ہوا) کے جواب میں کہا جائے: **بلى** کیوں نہیں، یعنی وہ کھڑا ہو گیا ہے۔ یہاں کلام سابق میں جو کہ خبر کی صورت میں ہے، زید کے کھڑا ہونے کی نفی کی گئی تھی، "**بلى**" نے آ کر اس کو ثابت کر دیا ہے۔

---

[1] أ حرف استفہام، **ليس** فعل ناقص، **تُ** ضمیر اس کا اسم، **بـاء** حرف جر زائد، **ربكم** مرکب اضافی لفظاً مجرور محلاً منصوب خبر، **ليس** فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ **قالوا** فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ قول، **بلى** حرف ایجاب، **أنت ربنا** جملہ اسمیہ خبریہ مقولہ محذوف ہے۔

و "إی": للإثبات بعد الاستفهام، ویلزمها القسم، کما إذا قیل: هل کان کذا؟ قلت: إی والله. و "أجل" و "جیر" و "إن": لتصدیق الخبر، کما إذا قیل: جاء زید، قلت: أجل أو: جیر، أو: إن، أی: أصدقک فی هذا الخبر.

فصل: حروف الزیادة: سبعة: إن، وأن، وما، ولا، ومن، والباء، واللام.

ترجمہ: اور "إیْ" استفہام کے بعد (کسی چیز کو) ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، اور لازم ہوتی ہے اس کے لئے قسم؛ جیسا کہ جب کہا جائے: **هَلْ کان کذا** (کیا ایسا ہوا) تو آپ کہیں گے: **إیْ وَاللّٰهِ** (ہاں، خدا کی قسم)۔ اور "**أجل**"، "**جَیْرِ**" اور "إنَّ" خبر کی تصدیق کرنے کے لئے آتے ہیں؛ جیسا کہ جب کہا جائے: **جاء زیدٌ** (زید آ گیا) تو آپ کہیں: أجلُ، یاجَیرِ، یا إنَّ، یعنی میں تیری اس خبر میں تصدیق کرتا ہوں۔

یہ ساتویں فصل ہے: حروف زیادت سات ہیں: (۱) إنْ (۲) اَنْ (۳) مَا (۴) لاَ (۵) مِنْ (۶) باء (۷) لام.

"إی": استفہام کے بعد کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، یہ ہمیشہ قسم کے ساتھ استعمال ہوتا ہے؛ البتہ فعلِ قسم کبھی بھی اس کے بعد مذکور نہیں ہوتا؛ جیسے کسی کام کے بارے میں کہا جائے: **هل کان کذا** (کیا ایسا ہوا ہے؟) تو اس کے جواب میں آپ کہیں: **إی و الله** (ہاں، خدا کی قسم ایسا ہوا ہے)، یہاں "إی" استفہام کے بعد کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آیا ہے، اور قسم کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

"**أجل**"، "**جَیرِ**"، "**إنَّ**": یہ تینوں خبر کی تصدیق کرنے کے لئے آتے ہیں، خواہ خبر مثبت ہو؛ جیسے کوئی شخص کہے: **جاء زید** (زید آ گیا) اور اس کے جواب میں **اَجَلُ**، یا **جَیْرِ** یا إنَّ کہا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں، میں اس خبر میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یا خبر منفی ہو؛ جیسے کوئی کہے: **لم یا تک زید** (تیرے پاس زید نہیں آیا) اور اس کے جواب میں اَجَلُ، یا جَیْرِ، یا إنَّ کہا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا کہنا بالکل درست ہے، واقعۃً میرے پاس زید نہیں آیا، چوں کہ یہ تینوں خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں، اسی لئے یہ استفہام کے بعد نہیں آتے؛ بلکہ ہمیشہ خبر کے بعد آتے ہیں۔

فصل: حروف الزیادۃ الخ: اس فصل میں مصنف "حروف زیادت" کو بیان فرما رہے ہیں۔

حروفِ زیادت کی تعریف: حروف زیادت: وہ حروف ہیں جن کے حذف کر دینے سے اصل معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو؛ جیسے: **ما إن زید قائم**. (زید کھڑا نہیں ہے)، اس مثال میں "إن" زائدہ ہے؛ اس لئے کہ اگر اس کو یہاں سے حذف کر دیں تو اصل معنی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ حروف زیادت سات ہیں:

إنْ، أَنْ، ما، لا، من، باء اور لام۔

فــــ ''إن'' تـزاد . مـع ''مـا'' الـنـافية؛ نحو: مـا إن زيد قـائم. ومع ''مـا'' الـمـصـدرية؛ نـحـو: انـتـظـر مـا إن يـجلس الأمير. ومع ''لما''؛ (نحو لما): إن جلستَ جلستُ.

ترجمہ: پس ''إنْ'' زیادہ کیا جاتا ہے ''ما'' نافیہ کے ساتھ؛ جیسے: مـا إِنْ زيـدٌ قـائمٌ (زید کھڑا نہیں ہے) اور ''ما مصدریہ'' کے ساتھ؛ جیسے: انتظر ما إِنْ يجلسُ الأميرُ (امیر کے بیٹھے رہنے تک انتظار کر)۔ اور ''لما حينيه'' کے ساتھ؛ جیسے: لمّا إِنْ جلَسْتَ جلَسْتُ (جب تک تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)۔

فائدہ: کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ حروف ہمیشہ کلام میں زائد ہوتے ہیں، اس لئے ان کو حروفِ زیادت کہتے ہیں؛ لیکن یہ صحیح نہیں؛ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حروف کبھی زائد ہوتے ہیں اور کبھی غیر زائد، یعنی جب کلام میں کوئی زائد حرف لانا ہوتا ہے تو ان حروف کو لاتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو حروف زیادت کہتے ہیں، اس لئے نہیں کہ یہ ہمیشہ کلام میں زائد ہوتے ہیں۔

''فـإن'' تـزاد مع ''مـا'' الـنـافية: یہاں سے مصنف حروف زیادت کے مواقع بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ''إنْ'' تین مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) ''ما نافیہ'' کے بعد، جیسے: ما إنْ زيد قائم[۱] یہاں ''ما نافیہ'' کے بعد ''إن'' زائدہ ہے۔

(۲) ''ما مصدریہ'' کے بعد؛ جیسے: انـتـظـر مـا إن يـجلس الأمير[۲] (امیر کے بیٹھے رہنے تک انتظار کرو)، یہاں ''ما مصدریہ'' ہے، جس کے بعد ''إن'' کو زیادہ کیا گیا ہے۔

(۳) ''لَمَّا حینیہ'' (ظرفیہ) کے بعد؛ جیسے: لَـمَّا إن جلستَ جلستُ[۳] (جب تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)، یہاں ''لَمَّا حینیہ'' ہے، جس کے بعد ''إن'' کو زیادہ کیا گیا ہے۔ ''لَمَّا نافیہ'' کے بعد ''إنْ'' کو زیادہ نہیں کیا جاتا۔

فائدہ: ''لَمَّا حینیہ'' ظروفِ زمان میں سے ہے، یہ ''حین'' کے معنی ہوتا ہے اور دو جملوں پر داخل ہوکر

---

۱ ما حرف نفی، إن زائدہ، زید مبتدا، قائم شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۲ انتظر فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، ما مصدریہ، أن زائدہ، یجلس فعل، الأمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہونے کے بعد، وقت محذوف کا مضاف الیہ ہوکر مفعول فیہ، فعل امر اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

۳ لما حینیہ متضمن معنی شرط مضاف، أن زائدہ، جلست فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول فیہ مقدم، جلس فعل، ت ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

و "أن" تزاد: مع "لما"؛ كقوله تعالى: ﴿فلما أن جاء البشير ألقاه على وجهه﴾. وبين "لو" والقسم المتقدم عليها؛ نحو: والله أن لو قمت قمت.

ترجمہ: اور "أنْ" زیادہ کیا جاتا ہے "لَمَّا" کے ساتھ؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فلمّا أنْ جاءَ البشير ألقاه على وجهه** (جب خوش خبری دینے والا آیا تو اس نے قمیص ان کے چہرے پر ڈال دیا)۔ اور "لَو" اور اس قسم کے درمیان جو "لو" پر مقدم ہو؛ جیسے: **واللّٰهِ أنْ لو قمتَ قمتُ** (خدا کی قسم اگر تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا)۔

پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے، ترکیب میں یہ اپنے مابعد جملے کی طرف مضاف ہوکر، اس فعل یا شبہ فعل کا مفعول فیہ مقدم ہوتا ہے جو دوسرے جملے میں مذکور ہو (النحو الوانی ۲/۲۵۶)۔

واضح رہے کہ اخیر کے دونوں مواقع میں "إن" کا زیادہ ہونا قلیل ہے، بالخصوص "**لَمَّا حينيّه**" کے بعد؛ کیوں کہ اس کے بعد اکثر "أَنْ" زیادہ کیا جاتا ہے۔

وأَنْ تزاد مع لما الخ: "أن" دو مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) "**لَمَّا حينيه**" کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**فلما أَنْ جاء البشير ألقاه على وجهه**[۱]" (جب خوش خبری دینے والا آیا تو اس نے قمیص ان کے چہرے پر ڈال دیا)، یہاں "**لَمَّا حينيه**" کے بعد "أن" زائدہ ہے۔

(۲) "**لَوْ**" حرف شرط اور اس سے پہلے آنے والی قسم کے درمیان؛ جیسے: **واللّٰه أَنْ لو قمتَ قمتُ**[۲] (خدا کی قسم اگر تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا)، یہاں "**واللّٰه**" قسم اور "لو" کے درمیان "أن" زائدہ ہے۔

---

[۱] لما حینیہ متضمن معنی شرط مضاف، أن زائدہ جاء البشیر فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول فیہ مقدم، ألقی فعل بافاعل، ہا ضمیر مفعول بہ، علی حرف جر، وجھہ مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، ألقی فعل اپنے فاعل، مفعول بہ، مفعول فیہ مقدم اور متعلق سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

[۲] واللہ جار مجرور أقسم فعل محذوف کا متعلق ہوکر قسم، أن زائدہ، لو حرف شرط، قمت فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط ملغی، قمت فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم۔ قاعدہ کے اعتبار سے یہاں واللہ أن لو قمت لقد قمت ہونا چاہئے؛ اس لئے کہ یہاں قسم اور شرط کا اجتماع ہے اور قسم شرط سے پہلے ہے؛ لہذا دوسرا جملہ جواب قسم ہوگا، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جواب قسم فعل ماضی مثبت ہو تو وہاں "قد" اور "لام" دونوں کا لانا ضروری ہے۔

و "مــا" تـزاد مـع: إذا ، ومتـى، وأى، وأنـى، وأين، وإن شرطيـات؛ كمـا تـقول: إذا ما صمت صمت، وكذا البواقي. وبعد (بعض) حروف الجر؛ نحو: قوله تعالى: ﴿ فبما رحمة من الله﴾، و ﴿عما قليل ليصبحن نادمين﴾، و﴿ مما خطيئتهم أغرقوا فأدخلوا نارا﴾ وزيد صديقي كما أن عمروا أخي.

ترجمہ:اور"مــا" زیادہ کیا جاتا ہے،"إذا" شرطیہ،"متــی" شرطیہ،"أيّ" شرطیہ،"أنــی" شرطیہ، "اَیْنَ" شرطیہ اور"إِنْ" شرطیہ کے ساتھ؛ جیسا کہ تم کہو گے:إذا ماصُمْتَ صُمْتُ (جب تو روزہ رکھے گا تو میں بھی روزہ رکھوں گا)، اور اسی طرح باقی ہیں۔ اور بعض حروف جر کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ" (پس اللہ کی مہربانی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے)،"عمَّا قَلِيْلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ" (تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ ضرور شرمندہ ہوں گے)،"مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ أغْرِقُوْا فَـأُدْخِلُوْ نَارًا" (ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو غرق کر دیا گیا، پھر ان کو آگ میں داخل کیا جائے گا)،زيدٌ صَدِيْقِي كما أنَّ عمروًا أَخِيْ (زید میرا دوست ہے جیسا کہ عمرو میرا بھائی ہے)۔

فائدہ: کبھی کاف حرف جر زائد کے بعد بھی "أن" کو زیادہ کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: شاعر کا قول ہے:

"كَأَنْ ظَبْيَةٍ تعْطُوإلٰى ناضر السلم" : اگر "ظبية" کو مجرور پڑھا جائے تو یہاں "کاف" حرف جر زائد اور اس کے بعد "أَنْ" زائدہ ہوگا، اور اگر "ظبية" کو مرفوع پڑھا یا جائے تو اس صورت میں "كَـأَنْ" مخففہ من المثقلہ ہوگا۔

و"ما" تزاد مع إذا الخ: " ما " سات مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱)"اِذَا شرطیہ" کے بعد؛ جیسے:إذا مـا صـمـتَ صمتُ[۱] (جب تو روزہ رکھے گا تو میں بھی روزہ رکھوں گا)، یہاں "إذا شرطیہ" کے بعد "ما" زائدہ ہے۔

(۲) "متی شرطیہ" کے بعد؛ جیسے:متـى مـا تـقـمْ أقمْ (جب تو کھڑا ہوگا تو میں بھی کھڑا ہوں گا)، یہاں "متی شرطیہ" کے بعد "ما" زائدہ ہے۔

(۳)"أيّ شرطیہ" کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اَيًّا مـا تـدعـو فـلـه الأسماء الحسنى (جس نام کے ساتھ بھی تم اللہ کو پکارو تو اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں)، یہاں "أيّ شرطیہ" کے بعد "مــا"

---

[۱] إذا اسم ظرف برائے شرط مضاف، ما زائدہ، صمت فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول فیہ مقدم، صام فعل، تَ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

زائدہ ہے۔

(۴) ''أنّٰی شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: أنّٰـی تضـرب أضـرب (جہاں تو مارے گا میں بھی ماروں گا) یہاں ''أنّٰی شرطیہ'' کے بعد ''ما'' زائدہ ہے۔

نوٹ: کافیہ، رضی اور شرح جامی میں یہاں ''أنی'' کا ذکر نہیں ہے۔

(۵) ''أیْن شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: أیـنـمـا تـجـلسْ أجلسْ (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)، یہاں ''أین شرطیہ'' کے بعد ''ما'' زائدہ ہے۔

(۶) ''إنْ شرطیہ'' کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **إمَّا تـخـافـن من قوم خيانة فا نبذ إليهم علي سواء** (اگر تجھے ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد، ان کی طرف، اس طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر)، یہاں '' إن شرطیہ'' کے بعد ''مـا'' زائدہ ہے، یہ اصل میں ''إن مـا تـخـافـن'' تھا، ادغام کرنے کے بعد ''إمَّا'' ہو گیا۔ ان تمام مواقع میں ''ما'' کا زائدہ ہونا قیاسی ہے۔

(۷) کبھی بعض حروفِ جر کے بعد بھی ''ما'' کو زیادہ کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ سماعی ہے، قیاسی نہیں، یعنی ہر جگہ ان حروف جر کے بعد، ''مـا'' کو زیادہ نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ یہ اہل عرب سے سننے پر موقوف ہے، جہاں اُن حروف جر کے بعد ''ما'' کو زیادہ کرنا اہل عرب سے سنا گیا ہے وہاں ''ما'' کو زیادہ کیا جائے گا، اور جہاں اہل عرب سے نہیں سنا گیا ہے، وہاں '' ما'' کو زیادہ نہیں کیا جائے گا۔ مصنف نے اس کی چار مثالیں دی ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **فبما رحمةٍ من الله لِنُت لهم**[۱] (پس اللہ کی مہربانی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے)، یہاں ''باء'' حرف جر کے بعد ''ما'' زائدہ ہے۔

(۲) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **عـمـا قـلـيـل لَيُـصْبِحُنَّ نادمين.**[۲] (تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ ضرور شرمندہ ہوں گے)، یہاں ''عن'' حرف جر کے بعد ''ما'' زائدہ ہے۔

(۳) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **و مما خطيئٰتهم أغرقوا فأدخلوا نارا**[۳] (ان کے گناہوں کی وجہ سے

---

[۱] فاء استینافیہ، باء حرف جر، ما زائدہ، رحمة موصوف، من الله جار مجرور، ثابتة اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق مقدم، لان فعل، تَ ضمیر فاعل، لهـم جار مجرور متعلق، لان فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۲] عن حرف جر، ما زائدہ، قـلـيـل مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق مقدم، لیصبحن فعل ناقص، واو ضمیر مقدر اس کا اسم، نادمين شبہ جملہ خبر، فعل ناقص اپنے اسم و خبر اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[۳] من حرف جر، ما زائدہ، خطیئتهم مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق مقدم أغرق فعل مجہول، واو ضمیر نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، أدخل فعل مجہول، واو ضمیر نائب فاعل، نارا مفعول بہ، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، پھر جملہ معطوفہ۔

و "لا" تزاد مع الواو بعد النفي؛ نحو: ما جاء ني زيد ولا عمرو. وبعد "أن" المصدرية؛ نحو: قوله تعالىٰ: ﴿ما منعك أن لا تسجد﴾. وقبل القسم؛ كقوله تعالى: ﴿لا أقسم بهذا البلد﴾ بمعنى: أقسم.

ترجمہ: اور "لا" زیادہ کیا جاتا ہے اس واؤ کے ساتھ جو نفی کے بعد ہو؛ جیسے: **ماجاء نی زیدٌ ولَا عمروٌ** (میرے پاس نہ زید آیا اور نہ عمرو)۔ اور "اَنْ مصدریہ" کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ما مَنَعَکَ أَنْ لَا تَسْجُدَ**" (کس چیز نے روکا تجھے سجدہ کرنے سے)۔ اور قسم سے پہلے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ**، یہ **أقسمُ** کے معنی میں ہے (میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی)۔

ان کو غرق کر دیا گیا، پھر ان کو آگ میں داخل کیا جائے گا)، یہاں "مِن" حرف جر کے بعد "ما" زائدہ ہے۔

(۴) **زید صَدِیقی کما أن عمروا أخی**[۱] (زید میرا دوست ہے جیسا کہ عمرو میرا بھائی ہے)، یہاں "کاف" حرف جر کے بعد "ما" زائدہ ہے۔

فائدہ: کبھی مضاف کے بعد بھی "ما" کو زیادہ کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: **مثل ما أنکم تنطقون**، یہاں "مثل" مضاف کے بعد "ما" زائدہ ہے۔

و "لا" تزادمع الواو الخ: "لا" تین مواقع میں زیادہ کیا جاتا ہے:

(۱) اس واو عاطفہ کے بعد جو نفی کے بعد واقع ہو، خواہ نفی لفظاً ہو؛ جیسے: **ما جاء نی زید ولا عمرو** (میرے پاس نہ زید آیا اور نہ عمرو)، یہاں واو عاطفہ سے پہلے لفظاً نفی واقع ہے اور واو کے بعد "لا" زائدہ ہے۔ یا نفی معنیً ہو؛ جیسے: **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین**. یہاں واو عاطفہ سے پہلے معنیً نفی ہے اور واو کے بعد "لا" زائدہ ہے۔

(۲) أَنْ مصدریہ کے بعد؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ما منعک أن لاتسجد**[۲] (کس چیز نے

---

[۱] زید مبتدا، صدیقی مرکب اضافی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، کاف حرف جر، ما زائدہ، أن حرف مشبہ بالفعل، عمروا اس کا اسم، أخی مرکب اضافی خبر، إن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ثابت اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر، ذلک مبتدا محذوف کی خبر، مبتدا محذوف خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[۲] ما بمعنی أی شیئ مبتدا، منع فعل بافاعل، کاف ضمیر مفعول بہ، أن مصدریہ، لا زائدہ، تسجد فعل بافاعل بتاویل مصدر ہونے کے بعد، عن حرف جر محذوف کا مجرور ہو کر متعلق، منع فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

وأما "من"، و "الباء" و "اللام"؛ فقد مر ذكرها في حروف الجر، فلا نعيدها.

ترجمہ: اور بہرحال مِنْ، باء اور لام تو ان کا ذکر گذر چکا ہے حروف جر میں، پس ہم ان کو (یہاں) نہیں لوٹائیں گے۔

روکا تجھے سجدہ کرنے سے)، یہاں "أن مصدریہ" ہے، اور اس کے بعد "لا" زائدہ ہے۔ "أنْ مخففہ من المثقلہ" کے بعد "لا" زائدہ نہیں آتا، اسی لئے "أن" کے ساتھ مصدریہ کی قید لگائی گئی ہے۔

(۳) قسم سے پہلے؛ لیکن ایسا کم ہوتا ہے؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **لا أقسم بهذا البلد**[1] (میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی)، یہاں قسم سے پہلے "لا" زائدہ ہے، چناں چہ یہ **"أقسم بهذا البلد"** کے معنی میں ہے۔

وأما مِنْ والباء واللام الخ: مصنف فرماتے ہیں کہ آخر کے تینوں یعنی: "مِنْ"، "باء" اور "لام" حروف جر میں سے ہیں، ان کا بیان حروف جر کی بحث میں ہو چکا ہے، اس لئے اب ہم ان کو یہاں دوبارہ بیان نہیں کریں گے۔

فائدہ: (۱) "کاف" حرف جر بھی زائدہ ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا جا چکا ہے؛ لیکن چوں کہ "مِنْ"، "باء" اور "لام" کی بہ نسبت اس کا زائدہ ہونا قلیل ہے، اس لئے مصنف نے اس کو یہاں بیان نہیں کیا۔

اسی طرح "ماء کافہ" اور وہ "ما" جو "حیث" اور "اِذْ" کے آخر میں آتا ہے، اگرچہ حروف زوائد میں سے ہے؛ لیکن چوں کہ کلام میں ان کا اثر ہوتا ہے یعنی جس کلمے کے آخر میں یہ لاحق ہوتے ہیں، اس کو یہ اس کے مقتضی سے روک دیتے ہیں، مثلاً "ماء کافہ" حروف مشبہ بالفعل کو عمل سے روک دیتا ہے اور "حیث" اور "اِذْ" کے آخر میں لاحق ہونے والا "ما"، ان کو اضافت سے روک دیتا ہے، اس لئے مصنف نے ان کو بھی یہاں بیان نہیں کیا۔

فائدہ: (۲) مذکورہ بالا حروف زیادت میں سے کچھ لفظاً عامل ہوتے ہیں اور کچھ غیر عامل "مِنْ"، "کاف"، "باء" اور "لام" لفظاً عامل ہوتے ہیں، چناں چہ یہ زائدہ ہونے کے باوجود اپنے مدخول کو جر دیتے ہیں، اور ان کے علاوہ بقیہ سب لفظاً غیر عامل ہوتے ہیں۔

---

[1] لا زائدہ، أقسم فعل بافاعل، باء حرف جر، هذا اسم اشارہ مبدل منہ، البلد مشار الیہ بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

فصل: حرفا التفسير: أي، وأن. فـ "أي" كقوله تعالى: ﴿واسئل القرية﴾ أي: أهل القرية؛ كأنك تفسره أهل القرية. و "أن" إنما يفسر بها فعل بمعنى القول؛ كقوله تعالى: ﴿وناديناه أن يآ إبراهيم﴾ فلا يقال: قلت له: أن اكتب؛ إذ هو لفظ القول؛ لا معناه.

ترجمہ: یہ آٹھویں فصل ہے: حروف تفسیر دو ہیں: أيْ اور أنْ ۔ پس "أيْ" جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "واسئَلِ الْقَرْيَةَ أي أهْلَ الْقَرْيَةِ (پوچھو گاؤں والوں سے)، گویا کہ آپ اس کی تفسیر کر رہے ہیں "أهل القرية" سے۔ اور "أنْ" سے صرف تفسیر کی جاتی ہے اس فعل کی جو قول کے معنی میں ہو؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَنَادَيْنَاه أَنْ يَّا إبْرَاهِيْمُ" (ہم نے اس کو پکارا ایں الفاظ اے ابراہیم)، پس نہیں کہا جائے گا: قلتُ له أنِ اكْتُبْ؛ اس لئے کہ یہ لفظِ قول ہے، نہ کو قول کے معنی۔

فصل: حرفا التفسير الخ: اس فصل میں مصنف "حروف تفسیر" کو بیان فرما رہے ہیں:

حروفِ تفسیر کی تعریف: حروفِ تفسیر: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو اپنے ماقبل سے ابہام یعنی پوشیدگی دور کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: ونا ديناه أن يا إبراهيم (ہم نے اس کو پکارا ایں الفاظ اے ابراہیم)، اس مثال میں "أن" حرف تفسیر ہے۔ حروف تفسیر کے ماقبل کو مفسَّر اور مابعد کو مفسِّر کہتے ہیں، مفسِّر اعراب میں مفسَّر کے تابع ہوتا ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ جملہ کی تفسیر جملے سے کی جائے، اور اگر مفرد کی تفسیر مفرد سے کی جائے تو اس صورت میں حروف تفسیر کے ماقبل کو مبدل منہ اور مابعد کو بدل کہتے ہیں۔

فـأيْ كقوله تعالى الخ: "أي" سے مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کی جاتی ہے، مفرد کی مثال: جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واسئل القرية[1] أي أهل القرية (پوچھو گاؤں والوں سے)، یہاں "القرية" مفرد کی تفسیر "أي" حرف تفسیر کے ذریعہ "أهل القرية" مفرد سے کی گئی ہے۔ جملہ کی مثال: جیسے: قُطِعَ رزقُه، أي مات (اس کا رزق بند کر دیا گیا یعنی وہ مر گیا)، اس مثال میں "أي" حرف تفسیر کے ذریعہ جملے کی جملے سے تفسیر کی گئی ہے۔

"أنْ": صرف ایسے فعل کے مفعول بہ کی تفسیر کرنے کے لئے آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو؛ مثلاً: امر،

---

[1] واو حرف عطف، اسئل فعل امر، أنت ضمیر مستتر فاعل، القرية مبدل منہ، أي حرف تفسیر، أهل القرية مرکب اضافی بدل، مبدل منہ بدل سے مل کر مفعول بہ، فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

فصل: حروف المصدر: ثلاثة: ما، وأن، وأن. فالأوليان للجملة الفعلية؛ كقوله تعالى: ﴿وضاقت عليهم الأرض بما رحبت﴾ أي: برحبها.

ترجمہ: یہ نویں فصل ہے: حروف مصدر تین ہیں: مَا أنْ اور أنَّ. پس پہلے دو (یعنی مَا اور أنْ) جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الأرْضُ بِمَا رَحُبَتْ" یہ بِرُحْبِهَا کے معنی میں ہے (تنگ ہوگئی ان پر زمین کشادگی کے باوجود)۔

نداء اور کتابۃ وغیرہ، اور وہ مفعول بہ اکثر محذوف ہوتا ہے؛ جیسے: ونا دیناہ أن یا إبراھیم[1] اس مثال میں "نادی" کا مفعول بہ ثانی: "بشیٔ" یا" بلفظ" محذوف ہے، جس کی "أن"، "یا ابراھیم" سے تفسیر کررہا ہے، یعنی ہم نے اس کو ایک لفظ یعنی "یا ابراھیم" کہہ کر پکارا۔ اور کبھی وہ مفعول بہ مذکور بھی ہوتا ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أوحینا إلی أمک مایوحی أن اقذفیه فی التابوت (جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو آگے سناتے ہیں کہ ڈال اس کو صندوق میں) اس مثال میں "أوحینا"، قلنا کے معنی میں ہے اور "مایوحی" اس کا مفعول بہ ہے جو یہاں لفظوں میں مذکور ہے اور "أنْ" حرف تفسیر ہے جو" اقذفیه فی التابوت" سے اس کی تفسیر کررہا ہے۔

چوں کہ "أن" حرف تفسیر صرف اسی فعل کے مفعول بہ کی تفسیر کرنے کے لئے آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو، صراحۃ لفظ قول یا اس کے مشتقات کے بعد، یا ان افعال کے بعد نہیں آتا، جو قول کے معنی میں نہ ہوں؛ اس لئے "قلت له أن اکتب" نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ " قلت" صراحۃً لفظ قول ہے، نہ کہ قول کے معنی۔

فصل: حروف المصدر الخ: یہاں سے مصنف "حروفِ مصدر" کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروفِ مصدر کی تعریف: حروفِ مصدر: وہ حروف ہیں جو جملہ کو مصدر کے معنی میں کردیتے ہیں؛ جیسے: أن تصوموا خیرلکم (تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے)، یہ صیامکم خیر لکم کے معنی میں ہے۔ حروف مصدر تین ہیں: مَا، أَنْ، أَنَّ. (ان میں سے "ما" غیر عامل ہے اور "أن" اور "أنَّ" عامل ہیں)۔

فالأولیان للجملة الخ: پہلے دونوں یعنی "ما" اور" أَنْ"، جملہ فعلیہ کے لئے آتے ہیں، یعنی یہ

---

[1] واو حرف عطف، نادینا فعل با فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مفسّر، أن حرف تفسیر، یا حرف ندا، قائم مقام أدعو فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، إبراھیم لفظاً مبنی بر علامت رفع محلاً منصوب مفعول بہ، أدعو فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مفسِّر۔

وکقول الشاعر: یسر المرء ما ذھب اللیالی☆وکان ذھابھن لہ ذھابا

ترجمہ: اور (جیسے) شاعر کا قول ہے: شعر

یَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَھَبَ اللَّیَالِی ☆☆ وَکَانَ ذَھَا بُھُنَّ لہ ذَھَابًا

(انسان کو راتوں کا جانا خوش کرتا ہے☆☆ حالاں کہ راتوں کا جانا خود اس کا جانا ہے)۔

جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں؛ جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وضاقت علیھم الأرض بما رحبت**[1] (تنگ ہوگئی ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود)، یہاں "**ما**" مصدریہ نے "**رحبت**" جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر، اس کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے، چناں چہ یہ "**بِرُحْبِھَا**" کے معنی میں ہے اور جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر

یسر المرء ماذھب اللیالی☆ وکان ذھا بھن لہ ذھابا[2]

(انسان کو راتوں کا جانا خوش کرتا ہے☆☆ حالاں کہ راتوں کا جانا خود اس کا جانا ہے)۔

اس شعر میں "**ماذھب**"، میں "**ما**" مصدریہ ہے جو "**ذھب اللیالی**" جملہ فعلیہ پر داخل ہے، اور اس نے اس کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے۔

"اَنْ" کی مثال؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **فما کان جواب قومہ إلا أن قالوا**[3] (پس نہیں تھا اس کی قوم کا جواب مگر ان کا یہ قول)، یہاں "**أن**" مصدریہ نے "**قالوا**" جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر، اس کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے، چناں چہ یہ "**قولُھم**" کے معنی میں ہے۔

---

[1] واو حرف عطف، ضافت فعل، علیھم جار مجرور متعلق اول، الأرض فاعل، باء حرف جر، ما مصدریہ، رحبت فعل بافاعل بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[2] یسر فعل، المرأ مفعول بہ، ما مصدریہ، ذھب الیالی فعل بافاعل بتاویل مصدر ہو کر ذوالحال، واو حالیہ، کان فعل ناقص، ذھا بھن مرکب اضافی اس کا اسم، لہ جار مجرور متعلق مقدم، ذھا با مصدر اپنے متعلق مقدم سے مل کر خبر، کان فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، یسر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

[3] ما کان فعل ناقص، جواب مضاف، قومہ مرکب اضافی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر خبر مقدم، إلا کلمہ حصر، أن مصدریہ، قالوا فعل بافاعل بتاویل مصدر مستثنٰی مفرغ ہو کر اسم مؤخر، کان فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

و "أن" نحو: قوله تعالى: ﴿فما كان جواب قومه إلا أن قالوا﴾؛ أي: قولهم. و "أن" للجملة الاسمية؛ نحو: علمت أنك قائم؛ أي: قيامك.

فصل: حروف التحضيض: أربعة: هلا، وألا، ولولا، ولوما. و لها صدر الكلام.

ترجمہ:اور "أنْ"؛ جیسے:اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوْ" یہ قولُهم کے معنی میں ہے (پس نہیں تھا اس کی قوم کا جواب مگر اُن کا یہ قول)۔

اور "أنَّ" جملہ اسمیہ کے لئے آتا ہے؛ جیسے:علمتُ أنَّك قائمٌ، یہ قیامک کے معنی میں ہے (میں نے تیرے کھڑے ہونے کو جان لیا)۔

یہ دسویں فصل ہے:حروف تحضیض چار ہیں:هَلَّا، أَلَّا، لَوْلَا، لَوْمَا. ان کے لئے صدارت کلام ہے۔

وأنّ للجملة الإسمية الخ: "أنَّ" :صرف جملہ اسمیہ پر آتا ہے اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، جملہ فعلیہ پر نہیں آتا؛ جیسے علمت أنک قائم (میں نے تیرے کھڑا ہونے کو جان لیا)، یہاں "أنّ" مصدریہ نے "أنت قائم" جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر، اس کو مصدر یعنی "قیامک" کے معنی میں کر دیا ہے۔

فائدہ: اگر "أنّ" پر "ماء کافہ" داخل ہو جائے، یا تشدید ختم کر کے اس میں تخفیف کر لی جائے، تو اس صورت میں یہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہو جاتا ہے، لہذا مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب کہ " أنَّ " پر نہ "ماء کافہ" داخل ہو اور نہ اس میں تخفیف کی گئی ہو۔

فصل: حروف التحضيض الخ: یہاں سے مصنف "حروفِ تحضیض" کو بیان فرما رہے ہیں:

حروف تحضیض کی تعریف: حروفِ تحضیض: وہ حروفِ غیر عاملہ ہیں جو مخاطب کو سختی کے ساتھ، کسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے:هلّاتأ كلُ (تو کیوں نہیں کھاتا)، اس مثال میں "هلاّ" حرفِ تحضیض ہے۔حروف تحضیض چار ہیں:هلّا، ألَّا، لَولا اور لَومَا.

لها صدر الكلام الخ: یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں اور صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں، کبھی فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں اور کبھی فعل ماضی پر، اگر فعل مضارع پر داخل ہوں تو اس صورت میں، یہ مخاطب کو فعل پر ابھارنے اور آمادہ کرنے کے لئے آتے ہیں؛ جیسے:هلّا تاكل[1] (تو کیوں نہیں کھاتا)، اس مثال میں

---

[1] هلا حرف تحضیض، تاکل فعل، أنت ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ومعناها: حض على الفعل إن دخلت على المضارع؛ نحو: هلا تأكل. ولوم (وتعيير) إن دخلت على الماضي؛ نحو: هلا ضربت زيدا. وحينئذ لا تكون تحضيضا إلا باعتبار مافات. ولا تدخل إلا على الفعل كما مر. وإن وقع بعدها اسم فبإضمار فعل؛ كما تقول لمن ضرب قوما: "هلا زيدا"؛ أي هلا ضربت زيدا.

ترجمہ: اوران کے معنی فعل پر ابھارنے کے آتے ہیں اگر یہ مضارع پر داخل ہوں؛ جیسے: هَلَّا تَأْكُلُ (تو کیوں نہیں کھاتا)۔ اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اگر یہ ماضی پر داخل ہوں؛ جیسے: هَلَّا ضربتَ زيدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)، اور اس وقت یہ تحضیض کے لئے نہیں ہوتے ہیں؛ مگر اس فعل کے اعتبار سے جو (مخاطب سے) فوت ہوگیا ہے۔

اور داخل نہیں ہوتے ہیں یہ مگر فعل پر؛ جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے۔ اور اگر ان کے بعد اسم واقع ہو تو وہ فعل کے حذف کے ساتھ ہوگا؛ جیسا کہ آپ کہیں اس شخص کو جس نے کسی قوم کو مارا ہو: هلَّا زيدًا، اس کی اصل: هلَّا ضربتَ زيدًا ہے (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)۔

"ھلّا"، حرف تحضیض مضارع پر داخل ہے، جو یہاں مخاطب کو فعل یعنی کھانے پر آمادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔

اور اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو اس صورت میں، یہ مخاطب کو ترکِ فعل پر ملامت کرنے کے لئے آتے ہیں، اس وقت ان میں تحضیض کے معنی صرف اس فعل کے اعتبار سے ہوتے ہیں جو مخاطب سے فوت ہوگیا ہے، یعنی جس فعل کو مخاطب نہیں کرسکا ہے، اس پر مخاطب کو اس معنی کر ابھارتے اور آمادہ کرتے ہیں کہ وہ کام کرنے کا تھا، مخاطب کو وہ کام کرنا چاہئے تھا؛ لیکن چوں کہ مخاطب نے وہ کام نہیں کیا، اس لئے وہ قابل ملامت ہے؛ جیسے: هلا ضربت زيدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا)، یعنی تم زید کو نہ مارنے کی وجہ سے قابلِ ملامت ہو، تمہیں اس کو مارنا چاہئے تھا۔

ولا تدخل إلاعلى الفعل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "حروف تحضیض"، صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں، اسم پر داخل نہیں ہوتے؛ جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے۔ اور اگر کہیں ان کے بعد اسم واقع ہو تو وہ اسم، فعل کے حذف کے ساتھ ہوگا، یعنی اس سے پہلے فعل محذوف ہوگا جیسے اس شخص سے کہیں جس نے پوری قوم کو مارا ہو؛ لیکن زید کو نہ مارا ہو: هلا زيدًا[1] (تو نے زید کو کیوں نہیں

---

[1] ھلا حرف تحضیض، زیدا ضربت فعل محذوف کا مفعول بہ، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

وجميعها مركبة؛ جزؤها الثاني حرف النفي، و(الجزء) الأول حرف الشرط، أو حرف الاستفهام، أو حرف المصدر.

ولـ "لولا" معنى آخر، وهو امتناع الجملة الثانية لوجود الجملة الأولى؛ نحو: لولا علي لهلك عمر. وحينئذ تحتاج إلى جملتين؛ أولاهما اسمية أبدا.

ترجمہ: اور یہ تمام مرکب ہیں، ان کا دوسرا جز حرف نفی ہے اور پہلا جز حرف شرط، یا حرفِ استفہام یا حرف مصدر ہے۔ اور "لولاَ" کے ایک معنی اور ہیں، (اور) وہ پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کا ممتنع ہونا ہے؛ جیسے: **لولا عليٌّ لهلكَ عمرُ** (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا)، اور اس وقت "لولا" محتاج ہوتا ہے ایسے دو جملوں کا جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔

مارا)، تو یہاں "زیدًا" سے پہلے "ضربت" فعل محذوف ہے، جس کو یہاں سے قرینۂ حالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، چناں چہ اس کی اصل: **هلا ضربت زيدا** ہے۔

وجميعها مركبة الخ: تمام حروف تحضیض مرکب ہیں ان کا دوسرا جز حرفِ نفی ہے اور پہلا جز **لولا** اور **لوما** میں "**لو**"، حرف شرط، **هلا** میں "**هل**" حرفِ استفہام اور **ألّا** میں "**أنْ**"، حرفِ مصدر ہے۔

ولـلولا معنى آخر الخ: یہاں سے مصنف "لولا" کی ایک دوسری قسم: "**لولا امتناعيه**" کو بیان فرمارہے ہیں۔

لَوْلا امتناعيه: وہ **لولا** ہے جو دو جملوں پر داخل ہو کر، پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے، دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کرے؛ جیسے: **لولا عليٌّ لهلك عمرُ**[1] (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا؛ لیکن چوں کہ علی موجود تھے اس لئے عمر ہلاک نہیں ہوئے)، یہاں "**لولا**" پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے، دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کر رہا ہے۔ "**لولا امتناعيه**" دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے، جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف "**لولا تحضيضيه**" (یعنی جو تحضیض کے لئے آتا ہے) دو جملوں کا محتاج نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ صرف ایک جملہ پر پورا ہو جاتا ہے، اور وہ جملہ بھی فعلیہ ہوتا ہے، نہ کہ اسمیہ؛ اس لئے کہ جملہ اسمیہ پر "**لولا تحضيضيه**" داخل نہیں ہوتا۔

---

[1] **لولا** امتناعیہ، **علی** مبتدا، **موجود** شبہ جملہ خبر محذوف، مبتدا خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر شرط، **لام** برائے جواب، **هلك عمر** فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فصل: حرف التوقع: قد، وهي: في الماضي لتقريب الماضي إلى الحال؛ نحو: قد ركب الأمير؛ أي: قبيل هذا. ولأجل ذلك سميت حرف التقريب أيضا، ولهذا تلزم الماضي؛ ليصلح أن يقع حالاً.

ترجمہ: یہ گیارہویں فصل ہے: حرف توقع ''قد'' ہے، اور وہ ماضی میں ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے: قد رکبَ الأَمیرُ (امیر سوار ہو گئے ہیں) یعنی اس سے تھوڑی دیر پہلے۔ اور اسی وجہ سے نام رکھا جاتا ہے اس کا حرف تقریب بھی، اور اسی لئے یہ ماضی کے لئے لازم ہوتا ہے تا کہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

فصل: حرف التوقع قد الخ: یہاں سے مصنف ''حرف توقع'' کو بیان فرما رہے ہیں:

حرف توقع کی تعریف: حرف توقع: وہ حرف غیر عامل ہے جس کے ذریعہ ایسی بات کی خبر دی جائے جس کی امید ہو؛ جیسے: **قد جاء زید** (زید آ گیا ہے)۔ حرف توقع صرف ''قد'' ہے، یہ ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

اگر ''قد'' ماضی پر داخل ہو تو اس صورت میں وہ دو معانی کے لئے آتا ہے: (۱) تقریب کے لئے یعنی ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے؛ جیسے: **قد ركب الأمير، أي قبيل هذا** (امیر سوار ہو گئے، یعنی تھوڑی دیر پہلے)، چوں کہ اس صورت میں یہ ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لئے آتا ہے، اس لئے اس کو ''حرف تقریب'' بھی کہتے ہیں۔

وهي في الماضي الخ: اس عبارت سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: چوں کہ ''قد'' ماضی پر داخل ہو کر، اس کو حال سے قریب کر دیتا ہے، اس لئے اگر فعل ماضی کو حال بنانا ہو تو اس کے شروع میں ''قد'' کو لانا ضروری ہے، تا کہ اس کا حال بننا صحیح ہو جائے؛ اس لئے کہ اگر فعل ماضی مثبت: حال ہو تو اس کا زمانہ ذوالحال کے عامل کے زمانے سے پہلے ہوگا، جب کہ ضابطہ یہ ہے کہ: حال اور ذوالحال کے عامل کا، زمانہ میں موافق ہونا ضروری ہے، یعنی جو زمانہ ذوالحال کے عامل کا ہو، وہی زمانہ حال کا بھی ہو، دونوں کے زمانے مختلف نہ ہوں، پس اگر ماضی مثبت کے حال ہونے کی صورت میں اس کے شروع میں ''قد'' کو داخل نہیں کیا جائے گا تو حال اور ذوالحال کے عامل کے زمانہ میں اختلاف لازم آئے گا، جو کہ جائز نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ فعل ماضی کے حال ہونے کی صورت میں، ماضی پر ''قد'' کو داخل کیا جائے تا کہ اس کی وجہ سے ماضی حال سے

وقد تجئ للتاكيد إذا كان جوابا لمن يسأل: هل قام زيد؛ تقول: قد قام زيد. وفي المضارع للتقليل؛ نحو: إن الكذوب قد يصدق، وإن الجواد قد يبخل. وقد تجئ للتحقيق؛ كقوله تعالى: ﴿قد يعلم الله المعوقين﴾.

ترجمہ: اور کبھی "قد" تاکید کے لئے آتا ہے جب کہ وہ اس شخص کے جواب میں واقع ہو جو سوال کرے: **هلْ قام زيدٌ** (کیا زید کھڑا ہو گیا)، آپ (اس کے جواب میں) کہیں: **قد قام زيدٌ** (یقیناً زید کھڑا ہو گیا)۔
اور مضارع میں "قد" تقلیل کے لئے آتا ہے، جیسے: **إنّ الكذوب قد يَصدُقُ** (بلاشبہ کبھی جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے)، اور **إنّ الجوادَ قد يَبخلُ** (بلاشبہ کبھی سخی بھی بخل کر دیتا ہے)۔ اور کبھی "قد" (مضارع میں) تحقیق کے لئے (بھی) آتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**قد يَعْلَمُ اللّٰهُ المُعَوِّقِيْنَ**" (بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے باز رکھنے والوں کو)۔

قریب ہو جائے اور اس اعتبار سے حال اور ذوالحال کے عامل کا زمانہ حکماً ایک ہو جائے۔
(۲) کبھی "قد" ماضی پر داخل ہونے کی صورت میں تقریب کے بجائے تاکید کے لئے آتا ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کہ "قد" کا مدخول کسی شخص کے سوال کا جواب: ہو؛ مثلاً کوئی کہے: **هل قام زيد** (کیا زید کھڑا ہو گیا)، تو اس کے جواب میں آپ کہیں: **قد قام زيد** (یقیناً زید کھڑا ہو گیا ہے)، تو یہاں "قد" تاکید کے لئے ہوگا۔
وفي المضارع للتقليل الخ: اور اگر "قد" فعل مضارع پر داخل ہو تو اس صورت میں بھی وہ دو معنی کے لئے آتا ہے:
(۱) تقلیل کے لئے، یعنی اپنے مدخول کی قلت کو بتانے کے لئے، جیسے: **إن الكذوب قد يصدق** (بلاشبہ کبھی چھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے)۔ اور **إنَّ الجواد قد يبخلُ** (بلاشبہ کبھی سخی بھی بخیل ہو جاتا ہے)، ان دونوں مثالوں میں "قد"، فعل مضارع پر داخل ہو کر اپنے مدخول کی قلت کو بتا رہا ہے۔
(۲) کبھی "قد"، فعل مضارع پر داخل ہونے کی صورت میں تقلیل کے بجائے تحقیق یعنی اپنے مدخول کو اچھی طرح ثابت کرنے کے لئے آتا ہے؛ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قد يعلم الله المعوقين**[1] (بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے باز رکھنے والوں کو)۔

---

[1] قد حرف توقع برائے تحقیق، یعلم فعل، اللہ فاعل، المعوقین مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ویجوز الفصل بینھا وبین الفعل بالقسم؛ نحو: قد واللہ أحسنت. وقد یحذف الفعل بعد "قد" عند وجود القرینۃ؛ کقول الشاعر.

أفد الترحل غیر أن رکابنا ☆☆لما تزل برحالنا وکأن قدن

أی: وکأن قد زالت.

ترجمہ: اور جائز ہے "قد" اور فعل کے درمیان قسم کے ذریعہ فصل کرنا؛ جیسے: قَدْ وَاللّٰہِ أَحْسَنْتَ (خدا کی قسم تو نے اچھا کام کیا ہے)۔ اور کبھی "قد" کے بعد فعل کو حذف کردیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کے وقت؛ جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر:

أَفِدَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ أَنَّ رِکَابَنَا ☆☆ لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَأَنْ قَدِنْ

(کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے؛ لیکن ابھی ہماری سواری کے اونٹوں نے ☆☆ ہمارے کجاووں کے ساتھ کوچ نہیں کیا، حالاں کہ شان یہ ہے کہ کوچ ہو ہی چکا ہے (اس لئے کہ سفر کا عزم پختہ ہے)، اس کی اصل: وکأنْ قد زالتْ ہے۔

ویجوز الفصل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "قد" اور اس کے فعل کے درمیان (خواہ وہ فعل ماضی ہو یا فعل مضارع) قسم کے ذریعہ فعل کرنا جائز ہے؛ جیسے: قد واللہ أحسنت (خدا کی قسم تو نے اچھا کام کیا ہے)، یہاں "قد" اور اس کے فعل: "أحسن" کے درمیان "واللہ" قسم کے ذریعہ فصل کیا گیا ہے۔

وقد یحذفُ الخ: یہاں سے مصنف ایک دوسرا ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت "قد" کے بعد اس کے فعل کو حذف کردیا جاتا ہے؛ جیسے شاعر کا قول ہے: شعر:

أفِدَ الترحُّل غیر أن رِکَابَنَا☆ لَمَّاتَزُلُ برحالنا وکأن قَدِنْ [1]

---

[1] أفد فعل، الترحل ذوالحال، غیر مضاف، أنّ حرف مشبہ بالفعل، رکابنا مرکب اضافی اس کا اسم، لما تزل فعل، ھی ضمیر ذوالحال، واو حالیہ، کأن مخففہ من المثقلہ ملغیٰ، قد حرف توقع، زالت فعل بافاعل محذوف جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ذوالحال حال سے مل کر فاعل، باء حرف جر، رحالنا مرکب اضافی مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق، لماتزل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر، أنّ حرف مشبہ بالفعل کی خبر، أن حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ، غیر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر حال، ذوالحال حال سے مل کر فاعل، أفد فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فصل: حرفا الاستفهام: الهمزة، وهل. لهما صدر الكلام، وتدخلان على الجملة: اسمية كانت؛ نحو: أزيد قائم. أو فعلية؛ نحو: هل قام زيد. ودخولهما على الفعلية أكثر؛ إذ الاستفهام بالفعل أولى.

ترجمہ: یہ بارہویں فصل ہے: حروف استفہام: ہمزہ اور ھــــل ہیں، اِن کے لئے صدارت کلام ہے، اور یہ دونوں داخل ہوتے ہیں جملہ پر، خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: **أزيدٌ قائمٌ** (کیا زید کھڑا ہے؟) یا جملہ فعلیہ؛ جیسے: **هل قام زيدٌ** (کیا زید کھڑا ہوا؟)، اور اِن کا جملہ فعلیہ پر داخل ہونا اکثر ہے؛ اس لئے کہ استفہام فعل کے زیادہ لائق ہے۔

(کوچ کا وقت قریب آ گیا؛ لیکن ابھی ہماری سواری کے اونٹوں نے، ہمارے کجاووں کے ساتھ کوچ نہیں کیا، حالاں کہ شان یہ ہے کہ کوچ ہو ہی چکا ہے؛ کیوں کہ سفر کا عزم پختہ ہے)۔

اس شعر میں "**قد**" کے بعد قرینہ پائے جانے کی وجہ سے "**زالت**"، فعل کو حذف کر دیا گیا ہے، اس کی اصل: **وكأن قد زالت** ہے، قرینہ اس سے پہلے "**لما تزل**" فعل ہے، جو اس کے حذف پر دلالت کر رہا ہے۔

فصل: حرفا الاستفهام الخ: یہاں سے مصنف "حروف استفہام" کو بیان فرما رہے ہیں:

حروفِ استفہام کی تعریف: حروفِ استفہام: وہ حروف غیر عاملہ ہیں جو کسی شئ کے متعلق سوال کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں؛ جیسے: **هل قام زيد** (کیا زید کھڑا ہوا)، اس مثال میں "**هل**" حرفِ استفہام ہے۔ حروفِ استفہام دو ہیں: ہمزہ اور ہَلْ۔

لهما صدر الكلام الخ: یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں: اور جملے پر داخل ہوتے ہیں، خواہ جملہ اسمیہ ہو؛ جیسے: **أزيد قائم؟** (کیا زید کھڑا ہے)، اس مثال میں "ہمزۂ استفہام" جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔ یا جملہ فعلیہ ہو؛ جیسے: **هل قام زيد** (کیا زید کھڑا ہوا)، اس مثال میں "**هل**" حرف استفہام جملہ فعلیہ پر داخل ہے؛ لیکن جملہ اسمیہ کی بہ نسبت، یہ جملہ فعلیہ پر زیادہ داخل ہوتے ہیں؛ اس لئے کہ اسم کے بالمقابل فعل کے متعلق سوال کرنا زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ: "ہمزہ" ہر جملہ اسمیہ پر داخل ہو سکتا ہے، خواہ اس کی خبر فعل ہو یا اسم، اور "**هل**" صرف اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر اسم ہو، جس جملہ اسمیہ کی خبر فعل ہو، اس پر "**هل**" داخل نہیں ہوتا؛ مگر شاذ و نادر۔

☆☆☆☆

وقد تدخل الهمزة في مواضع لا يجوز دخول "هل" فيها؛ نحو: أزيدا ضربت؛ وأتضرب زيدا وهو أخوك؛ وأزيد عندك أم عمرو؛ ﴿أومن كان﴾؛ و ﴿أفمن كان﴾؛ و ﴿أثم إذا ماوقع﴾. ولا تستعمل هل في هذه المواضع .

ترجمہ: اور کبھی داخل ہوتا ہے ہمزہ ایسے مواقع میں جن میں جائز نہیں ہے "ھــــل" کا داخل ہونا؛ جیسے: أزيدًا ضربتَ (کیا تم نے زید کو مارا؟)، أتضرِبُ زيدًا وهو أخوكَ (کیا تم زید کو مارتے ہو، حالاں کہ وہ تمہارا بھائی ہے)، أزيدٌ عندك أم عمرٌو (تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟)، أو مَنْ كَانَ، أفَمَنْ كانَ. اور أثُمَّ إذَا مَا وَقَعَ. اور "هل" اِن مواقع میں استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔

وقد تدخل الهمزة الخ: یہاں سے مصنف ان مواقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں صرف "ہمزۂ استفہام" ہی آ سکتا ہے، "هل" کا استعمال کرنا وہاں جائز نہیں، اس طرح کے چار مواقع ہیں:

(۱) اگر اسم کے بعد کوئی فعل ہو تو وہاں فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر صرف "ہمزہ" آ سکتا ہے، "ھــــل" نہیں آ سکتا، خواہ وہ اسم اس فعل کا معمول یعنی مفعول بہ ہو، یا اس کا معمول نہ ہو؛ جیسے: أزيداً ضربت؟[1] (کیا تم نے زید کو مارا)، یہاں هل زيدا ضربتَ نہیں کہہ سکتے۔

(۲) اگر جملہ میں انکار کے معنی ہوں، یعنی استفہام کے ذریعہ کسی کام پر نکیر کرنا مقصود ہو (جس کو استفہام انکاری کہتے ہیں)، تو وہاں صرف "ہمزہ" آ سکتا ہے، "هل" نہیں آ سکتا؛ جیسے: أتضرب زيدا وهو أخوك[2] (کیا تم زید کو مارتے ہو، حالاں کہ وہ تمہارا بھائی ہے)، یہاں هل تضرب زيدا وهو أخوك نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ یہاں استفہام انکاری ہے، متکلم استفہام کے ذریعہ مخاطب کے فعل یعنی بھائی ہوتے ہوئے زید کو مارنے پر نکیر کرنا چاہتا ہے۔

(۳) "أم" سے پہلے "ہمزہ" آتا ہے، "هل" نہیں آ سکتا؛ جیسے: أزيد عندك أم عمرو (کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو)، یہاں هل عندك زيد أم عمرو نہیں کہہ سکتے۔

(۴) "ہمزۂ استفہام"، "واؤ"، "فـاء"، "ثم" حروف عطف پر داخل ہوسکتا ہے، "هل" ان حروف عطف پر داخل نہیں ہوسکتا؛ جیسے: أَوَ من كـان، أَ فـمن كان، أَثُمَّ إذا ماوقع، یہاں هـل ومن كان، هل فمن كان یا هل ثم إذا ماوقع نہیں کہہ سکتے۔

---

[1] أ حرف استفہام، زيدا مفعول بہ مقدم، ضرب فعل، تَ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] أ حرف استفہام، تضرب فعل با فاعل، زيدا ذوالحال، واو حالیہ، هو ضمیر مبتدا، أخوك مرکب اضافی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال حال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

وھھنا بحث. فصل: حروف الشرط: إن، ولو، وأما. ولھاصدر الکلام.

ترجمہ: اور یہاں بحث ہے۔
یہ تیرہویں فصل ہے: حروف شرط: إن، لَو ، أمَّا ہیں، اور اِن کے لئے صدارت کلام ہے۔

وھھنا بحث: اس عبارت سے مصنف ان مواقع کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جہاں صرف "ھل" آتا ہے، "ہمزہ" نہیں آ سکتا، مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں بحث ہے، یعنی ایسا کلام اور بیان ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ جہاں صرف "ھل" آتا ہے، "ہمزہ" نہیں آتا، وہ مواقع یہ ہیں:

(۱) مذکورہ حروفِ عطف کے بعد "ھل" آ سکتا ہے، "ہمزہ" نہیں آ سکتا؛ جیسے:: **فھل أنتم شاکرون فھل یھلک إلا القوم الظالمون**، یہاں **فأ أنتم شاکرون** اور **فأیھلک إلا القوم الظالمون** نہیں کہہ سکتے۔

(۲) "اَم" کے بعد "ھل" آتا ہے، ہمزہ نہیں آتا؛ جیسے: شاعر کا قول ہے، شعر:

أمْ ھَلْ کَبِیْرٌ بَکٰی لَمْ یَقْضِ عَبْرَتَه ☆ إثْرَ الْأَحِبَّةِ یَوْمَ الْبَیْنِ مَشْکُوْمُ

(۳) اگر کلام مثبت کو استفہام کے ذریعہ اچھی طرح ثابت کرنا مقصود ہو تو وہاں "ھل" آتا ہے، "ہمزہ" نہیں آتا، جیسے: **ھل ثوب الکفار، أی ألم یثوب الکفار** (کیا کفار کو بدلہ نہیں دیا جائے گا) یعنی یقیناً ان کو بدلہ دیا جائے گا، یہاں **أثوب الکفار** نہیں کہہ سکتے۔

(۴) "ھــــل" نفی کے لئے آتا ہے، اسی لئے اس کے بعد اثبات کی غرض سے "إلّا" کو لانا جائز ہے، جب کہ "ہمزہ" نفی کے لئے نہیں آتا، اسی وجہ سے اس کے بعد "إلّا" کو لانا صحیح نہیں؛ جیسے: **ھــــل جــــزاء الاحســان إلا الاحســان**. یہاں "ھل" نفی کے لئے ہے، اسی لئے اس کے بعد "إلّا" کو لایا گیا ہے، اس کے بجائے یہاں، **أ جزاء الاحسان إلَّا الإحسان** نہیں کہہ سکتے۔

(۵) "ھل" کے بعد مبتدا کی خبر پر نفی کی تاکید کے لئے باء حرف جر کو لانا جائز ہے، جب کہ ہمزہ کے بعد مبتدا کی خبر پر باء کو داخل کرنا جائز نہیں؛ جیسے: **ھل زید بقائم**، یہاں **أزید بقائم** نہیں کہہ سکتے۔ (رضی)

فصل: حروف الشرط الخ: یہاں سے مصنف حروفِ شرط کو بیان فرمارہے ہیں۔

حروفِ شرط کی تعریف: حروفِ شرط وہ حروف ہیں جو دو جملوں پر داخل ہو کر، پہلے جملے کے شرط اور دوسرے جملے کے جزاء ہونے پر دلالت کریں؛ جیسے: **إن تضربْ أضربْ**، اس مثال میں "إن" حرف شرط ہے۔ حروفِ شرط تین ہیں: إنْ، لَوْ اور أمَّا.

ويدخل كل واحد منها على الجملتين: اسميتين كانتا، أو فعليتين، أو مختلفتين. فـ "إن" للاستقبال وإن دخلت على الماضي؛ نحو: إن زرتني أكرمتك.

ترجمہ: اور داخل ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک، دو جملوں پر، خواہ دونوں جملہ اسمیہ ہوں، یا جملہ فعلیہ، یا دونوں مختلف جملے ہوں۔ پس "إن" استقبال کے لئے آتا ہے اگر چہ فعل ماضی پر داخل ہو؛ جیسے: إنْ زُرْتَنِي أُكْرِمْتُكَ (اگر تو مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں تیرا کام کروں گا)۔

ويدخل كل واحد منهما الخ: حروفِ شرط دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں، خواہ دونوں جملے اسمیہ ہوں (یعنی صورۃً)؛ اس لئے کہ "لو" اور "إن" کے لئے لفظاً یا تقدیراً فعل کا ہونا ضروری ہے، یعنی یہ صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں، اسم پر داخل نہیں ہوتے، اس لئے جن دو جملوں پر یہ داخل ہوں گے، ان میں سے پہلے جملے کا اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے فعلیہ ہونا ضروری ہے؛ البتہ وہ صورۃً اسمیہ ہوسکتا ہے، اس طور پر کہ اس کا فعل لفظاً مذکور نہ ہو؛ بلکہ محذوف ہو؛ جیسے: **إن أنت زائري فأ نا أكرمك** (اگر تم مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں تمہارا اکرام کروں گا)، اس مثال میں "إن" حرف شرط دو جملہ اسمیہ پر داخل ہے، دوسرا جملہ حقیقۃ اسمیہ ہے اور پہلا جملہ صرف صورۃً اسمیہ ہے، حقیقۃً نہیں؛ اس لئے کہ اس میں "إِن" کے بعد "**كنت**" فعل محذوف ہے، لہذا حقیقت کے اعتبار سے وہ جملہ فعلیہ ہے۔

یا دونوں جملے فعلیہ ہوں؛ جیسے: **إن تضرب أضرب**، یہاں دونوں جملے فعلیہ ہیں جن پر "إن" داخل ہے؛ یا دونوں مختلفہ ہوں، پہلا جملہ فعلیہ ہو اور دوسرا اسمیہ؛ جیسے: **إن تأتني فأ نا أكرمك**، یہاں "إن" دو جملوں پر داخل ہے، جن میں سے پہلا جملہ فعلیہ ہے اور دوسرا اسمیہ۔

فإنْ للا ستقبال الخ: یہاں سے مصنف "إن" اور "لو" کے معنی بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إن" استقبال کے لئے آتا ہے، اگر چہ فعل ماضی پر داخل ہو، یعنی اگر یہ فعل ماضی پر داخل ہوگا تو وہ بھی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے مستقبل کے معنی میں ہوجائے گا؛ جیسے: **إن زرتني أكرمتك** (اگر تو مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔ اور "**لَوْ**" ماضی کے لئے آتا ہے، اگر چہ مضارع پر داخل ہو، یعنی اگر یہ مضارع پر داخل ہوگا تو وہ بھی اس کے داخل ہونے کی وجہ سے ماضی کے معنی میں ہوجائے گا، جیسے: **لو تزورني أكرمتك** (اگر تو مجھ سے ملاقات کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا)۔

و "لـو" للماضى، وإن دخلت على المضارع؛ نحو: لو تزورنى أكرمتك. ويلزمها الفعل لفظا - كما مر- أو تقديرا؛ نحو: إن أنت زائرى فأنا أكرمك.

واعـلم أن: "إن" لا تستعمل إلا فى الأمور المشكوكة، فلا يقال: آتيك إن طلعت الشمس؛ بل إنما يقال: آتيك إذا طلعت الشمس.

ترجمہ:اور"لو" ماضی کے لئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو؛ جیسے:**لوتَزُورُنِی أکْرَمتُک** (اگر تو مجھ سے ملاقات کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا)۔اوران دونوں (یعنی"إن" اور"لو") کے لئے فعل لازم ہوتا ہے یا تو لفظاً جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے، یا تقدیراً؛ جیسے:**إنْ أَنْتَ زَائِرِیْ فأنا أکرِمُک** (اگرتو مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)۔

جان لیجئے کہ "إنْ" استعمال نہیں کیا جاتا ہے؛ مگر امورِ مشکوکہ میں، پس نہیں کہا جائے گا: **آتِیْکَ إن طَلَعَتِ الشمسُ** (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج نکلے گا)؛ بلکہ کہا جائے گا:**آتیک إذَا طلعتِ الشمسُ** (میں تیرے پاس آؤں گا جس وقت سورج نکلے گا)۔

ویلزمها الفعل الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں،فرماتے ہیں کہ "إن"اور "لـو" کے لئے فعل لازم ہے،یعنی یہ ضروری ہے کہ "إن"اور"لـو" فعل پر داخل ہوں،اسم پر داخل نہ ہوں، خواہ فعل لفظوں میں مذکور ہو؛ جیسے:**إن زرتنى أكرمتك**، یہاں"زرت"،فعل لفظوں میں مذکور ہے،یا فعل مقدر ہو؛ جیسے:**إن أنت زائرى فأنا أكرمك**[1] یہاں"أنت" سے پہلے "کنت"،فعل مقدر ہے،اس کی اصل عبارت یہ ہے:**إن كنت زائرى فأنا أكرمك**؛ "کان" فعل کوحذف کرنے کے بعد،ضمیر متصل کو ضمیر منفصل سے بدل دیا،**إن أنت زائرى فأنا أكرمك** ہوگیا۔

واعلم أن إن الخ: یہاں سے مصنف"إن" اور"لوْ" کے مواقع استعمال کو بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ "إن" کا استعمال امورِمشکوکہ یعنی صرف ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کا وقوع یقینی نہ ہو؛ بلکہ مشکوک اور محتمل ہو،چناں چہ:**آتيك إن طلعت الشمس** (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج نکلے گا)

---

[1] إن حرف شرط،أنت ضمیر،کان فعل ناقص محذوف کا اسم،زائری مرکب اضافی خبر،کان فعل ناقص محذوف اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط،فاء جزائیہ،أنا مبتدا،أکرمک فعل بافاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ خبر،مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزاء،شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

و "لو": تدل على نفى الجملة الثانية بسبب نفى الجملة الأولى؛ كقوله تعالى: ﴿لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا﴾. وإذا وقع القسم فى أول الكلام وتقدم على الشرط؛ يجب أن يكون الفعل الذى يدخل عليه حرف الشرط ماضيا: لفظا؛ نحو: والله إن أتيتنى لأكرمتك. أو معنى؛ نحو: والله إن لم تأتنى لأهجرتك.

ترجمہ: اور "لَـــوْ" دلالت کرتا ہے پہلے جملے کی نفی کی وجہ سے دوسرے جملے کی نفی پر؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لو كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ إلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو آسمان اور زمین میں فساد برپا ہوجاتا)۔

اور جب قسم شروع کلام میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو واجب ہے اُس فعل کا جس پر حرف شرط داخل ہے ماضی ہونا، خواہ ماضی لفظاً ہو؛ جیسے: واللّٰهِ إنْ أتَيْتَنِي لَأَكْرَمْتُكَ (خدا کی قسم! اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)، یا معنیً؛ جیسے: واللّٰهِ إنْ لم تَأْتِنِيْ لأهجرتُكَ (خدا کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھے برا بھلا کہوں گا)۔

نہیں کہہ سکتے؛ اس لئے کہ سورج کا نکلنا امور یقینیہ میں سے ہے؛ بلکہ **آتيك إذا طلعت الشمس**[1] کہیں گے؛ اس لئے کہ سورج کا نکلنا امور یقینیہ میں سے ہے اور امور یقینیہ میں "إذا" کا استعمال ہوتا ہے۔

ولو تدل الخ: اور "لو" پہلے جملے کی نفی کی وجہ سے دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کرتا ہے؛ جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا** (اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ دوسرے خدا ہوتے، تو آسمان اور زمین میں فساد برپا ہوجاتا)؛ لیکن چوں کہ آسمان اور زمین میں اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، اس لئے فساد برپا نہیں ہوا۔

وإذا وقع القسم الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

(۱) اگر قسم اور شرط کسی کلام میں ایک ساتھ جمع ہوجائیں، اور قسم شرط سے پہلے شروع کلام میں واقع ہو، تو وہاں اس فعل کا، جس پر حرف شرط داخل ہو، ماضی ہونا ضروری ہے، خواہ ماضی لفظاً ہو؛ جیسے: **واللّٰه إن أتيتنى**

---

[1] آتی فعل بافاعل، کاف ضمیر مفعول بہ، إذا اسم ظرف مضاف، طلعت الشمس فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وحینئذ تکون الجملة الثانیة فی اللفظ جوابا للقسم، لا جزاء للشرط؛ فلذلک وجب فیها ما وجب فی جواب القسم من اللام ونحوها، کما رأیت فی المثالین.

ترجمہ: اور اِس وقت دوسرا جملہ لفظوں میں جواب قسم ہوگا، نہ کہ شرط کی جزاء۔ چناں چہ اسی وجہ سے واجب ہوں گی اس میں وہ تمام چیزیں جو جواب قسم میں واجب ہیں، یعنی لام اور اس کے نظائر، جیسا کہ آپ نے مذکورہ دونوں مثالوں میں دیکھا۔

لأکرمتک[1] (خدا کی قسم اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)، یہاں ''أتیت'' لفظاً فعل ماضی ہے، جس پر ''إن'' حرف شرط داخل ہے۔ یا ماضی معنیً ہو (یعنی لفظوں کے اعتبار سے تو فعل ماضی نہ ہو؛ البتہ فعل ماضی کے معنی میں ہو)؛ جیسے: واللہ إن لم تأتنی لأ ھجرتک (خدا کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھے برا بھلا کہوں گا)، یہاں ''لم تأت''، معنیً فعل ماضی ہے، جس پر ''إن'' حرف شرط داخل ہے۔

اور اس وقت (یعنی جب کہ قسم، شرط سے پہلے شروع کلام میں واقع ہو) دوسرا جملہ لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، شرط کی جزا نہیں ہوگا، شرط اس صورت میں لفظوں کے اعتبار سے ملغیٰ (یعنی باطل) ہو جائے گی۔ چوں کہ دوسرا جملہ اس صورت میں لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، اس لئے اس میں وہ تمام چیزیں واجب ہوں گی جو جواب قسم میں واجب ہوتی ہیں، یعنی اگر وہ جملہ اسمیہ مثبتہ ہوتو اس میں ''لام'' یا ''إنّ'' کو لانا ضروری ہوگا؛ اور اگر جملہ فعلیہ مثبتہ ہوتو اس کے شروع میں ''لام'' کو لایا جائے گا؛ جیسا کہ مذکورہ دونوں مثالوں میں ''لام'' کو لایا گیا ہے، اور اگر جملہ منفیہ ہوتو اس کے شروع میں ''ما'' ''لا'' اور ''لن'' میں سے کسی ایک کو لایا جائے گا۔

تنبیہ: مصنف نے ''فی اللفظ'' کی قید یہ بتانے کے لئے لگائی ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں دوسرے جملہ کا، جواب قسم ہونا اور شرط کی جزاء نہ ہونا، یہ صرف لفظوں کے اعتبار سے ہے، معنی کے اعتبار سے نہیں، اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے وہ جواب قسم بھی ہوگا اور شرط کی جزاء بھی۔

---

[1] واو حرف جر برائے قسم، اللّٰہ مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا أقسم فعل محذوف کا، أقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قسم، إن حرف شرط، أتیت فعل بافاعل، نون وقایہ، یا ضمیر متصل مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط ملغی، لأکرمتک جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم۔

أما إن وقع القسم في وسط الكلام. جاز أن يعتبر القسم بأن يكون الجواب له؛ نحو: إن أتيتني - والله - لآتينك. وجاز أن يلغى؛ نحو: إن تأتني - والله - آتك.

وأما: لتفصيل ما ذكر مجملا؛ نحو: الناس سعيد وشقي؛ فأما الذين سعدوا ففي الجنة، وأما الذين شقوا ففي النار.

ترجمہ: بہرحال اگر قسم درمیان کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اس طور پر کہ جواب، قسم کے لئے ہو؛ جیسے: **إنْ أتَيْتَنِي - وَاللّٰهِ - لآتِيَنَّك** (اگر تو میرے پاس آئے گا تو خدا کی قسم میں ضرور تیرے پاس آؤں گا)۔ اور جائز ہے کہ قسم کو ملغی کر دیا جائے؛ جیسے: **إن تَأتِنِي - واللّٰهِ - اٰتِكَ** (اگر تو میرے پاس آئے گا خدا کی قسم تو میں تیرے پاس آؤں گا)۔

اور "أمّا" اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کو اجمالاً ذکر کیا گیا ہو؛ جیسے: **النَّاسُ سعيدٌ وشقِيٌّ، أمَّا الذِيْنَ سُعِدُو فَفِي الجَنَّةِ، وأمّا الذِيْنَ شَقُوا فَفِي النَّارِ** (کچھ لوگ نیک بخت ہیں اور کچھ بد بخت، بہرحال جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے)۔

---

(۲) اور اگر قسم درمیان کلام میں، یعنی شرط کے بعد واقع ہو تو وہاں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱) قسم کا اعتبار کیا جائے اور دوسرے جملے کو جواب قسم قرار دیا جائے؛ جیسے: **إن أتيتني والله لآتينك**[۱]

(۲) قسم کو لفظاً ملغی کر دیا جائے اور دوسرے جملے کو شرط کی جزاء قرار دیا جائے؛ جیسے: **إن تأتني والله آتك**۔[۲]

أمّا لتفصيل ماذكر الخ: یہاں سے مصنف "أمَّا" حرف شرط کے معنی اور احکام بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

"أَمَّا": اس چیز کی تفصیل کرنے کے لئے آتا ہے جس کو ماقبل میں مجملاً ذکر کیا گیا ہو؛ جیسے: **الناس**

---

[۱] :إن أتيتني شرط ملغی، والله أقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر قسم، لآتينك جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم۔

[۲] :إن تاتني شرط: والله أقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر قسم ملغی، آتک جملہ فعلیہ خبریہ جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

ویجب فی جوابها: الفاء، وأن یکون الأول سببا للثانی؛

ترجمہ: اور واجب ہے ''أمّا'' کے جواب میں ''فاء'' کا لانا، اور یہ کہ پہلا دوسرے کے لئے سبب ہو۔

سعید وشقی، أما الذین سعدوا ففی الجنة، وأما الذین شقوا ففی النار[1] (کچھ) لوگ نیک بخت ہیں اور (کچھ) بدبخت، جو لوگ نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے، اور جو لوگ بدبخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے)، یہاں ماقبل میں اجمالاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ دو طرح کے ہیں، کچھ بدبخت ہیں اور کچھ نیک بخت، ''أمّــا'' نے آکر اس کی تفصیل کردی کہ جو نیک بخت ہیں ان کا ٹھکانہ جنت ہے، اور جو بدبخت ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

فائدہ: کبھی ''أَمّــا'' اس چیز کی تفصیل کرنے کے لئے آتا ہے جو ماقبل میں مذکور نہ ہو؛ بلکہ اجمالی طور پر متکلم کے ذہن میں ہو اور مخاطب قرائن کے واسطے سے اسے جانتا ہو۔ اور کبھی ''أمّا'' استینافیہ بھی ہوتا ہے، یعنی جس چیز کو ''أمّا'' کے بعد بیان کیا جاتا ہے وہ نہ تو ماقبل میں مذکور ہوتی ہے اور نہ اجمالی طور پر متکلم کے ذہن میں ہوتی ہے؛ بلکہ ''أمّــا'' سے متکلم ایک نئی بات بیان کرتا ہے؛ مثلاً کتابوں کے شروع میں حمد وصلاۃ کے بعد جو ''أمّا'' آتا ہے، وہ استینافیہ ہی ہوتا ہے، تفصیل کے لئے نہیں ہوتا۔

ویجب فی جوابها الفاء الخ: یہاں سے مصنف نے ''أمّا'' کے استعمال سے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں:

(۱) ''أمّا'' کے جواب میں فاء کا لانا ضروری ہے؛ البتہ دو مواقع ایسے ہیں کہ جہاں فاء کو حذف کردیا جاتا ہے:

ا۔ ضرورت شعری کی وجہ سے؛ جیسے: مصرع: **فأما الصدور، لا صدور لجعفر**، اس کی اصل: **فلا صدور لجعفر** ہے۔

---

[1] الناس مبتداء، سعید شبہ جملہ معطوف علیہ، واو حرف عطف، شقی شبہ جملہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، أما حرف شرط برائے تفصیل، الذین اسم موصول، سعد فعل مجہول، واو ضمیر نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، اسم موصول صلہ سے مل کر مبتدا، فاء جزائیہ، فی الجنة جار مجرور، ثابتون اسم فاعل محذوف کا متعلق ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط محذوف ہے: مهما یکن من شیئ، مهما اسم شرط بمعنی إن مفعول فیہ مقدم، یکن فعل تام بمعنی یثبت فعل، من زائدہ، شیئ لفظاً مجرور محلاً مرفوع فاعل، فعل تام اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، شرط محذوف اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا، اسی طرح وأما الذین شقوا ففی النار کی ترکیب کرلی جائے۔

وأن یحذف فعلها – مع أن الشرط لابد له من فعل – وذلک لیکون تنبیها علی أن المقصود بها حکم الاسم الواقع بعدها؛ نحو: أما زید فمنطلق.

ترجمہ: اور (واجب ہے کہ) حذف کر دیا جائے "أمـا" کے فعل کو، باوجودیکہ ضروری ہے شرط کے لئے فعل کا ہونا، اور یہ (یعنی فعل کو حذف کرنا) اس لئے ہے تاکہ تنبیہ ہو جائے اس بات پر کہ مقصود "أمّا" سے اس اسم کا حکم ہے جو "أمّا" کے بعد واقع ہے؛ جیسے: أمّا زیدٌ فمُنطَلِقٌ (بہرحال زید تو وہ چلنے والا ہے)۔

۲۔ اُس وقت جب کہ فاء کے بعد قول کو حذف کر دیا جائے اور مقولہ اس پر دلالت کر رہا ہو؛ جیسے: "وأما الذین کفروا أفلم تکن آیاتی"، اس کی اصل ہے: "فیقال لهم: أفلم تکن آیاتی". (رضی ۴/۷ ۵۰، النحو الوافی ۴/۳ ۴۳)

(۲) یہ ضروری ہے کہ پہلا جملہ (یعنی شرط جو "أَمّا" کے بعد وجوبی طور پر محذوف ہوتا ہے)، دوسرے جملے (یعنی جزاء) کے لئے سبب ہو؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں ہے؛ اس لئے کہ اس کی اصل: مهما یکن من شیٔ فالذین سعد وافی الجنة، ومهما یکن من شیٔ فالذین شقوا فی النار ہے۔ پہلا جملہ "یکن من شیٔ" دونوں جگہ دوسرے جملے کے لئے سبب ہے؛ اس لئے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی بھی چیز موجود ہوگی تو نیک بخت لوگ جنت میں جائیں گے اور بد بخت لوگ جہنم میں جائیں گے، یعنی نیک بخت لوگوں کا جنت میں، اور بد بخت لوگوں کا جہنم میں جانا، کسی بھی چیز کے موجود ہونے پر موقوف ہے۔

(۳) اگرچہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے؛ لیکن "أمّا" کے فعل کو جس پر "أمّا" داخل ہوتا ہے، حذف کرنا واجب ہے، اور اس کو حذف کرنے کی دو وجہ ہیں: ایک لفظی، دوسری معنوی۔

لفظی وجہ: یہ ہے کہ "أمّا" اصل میں تفصیل کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور تفصیل تکرار کو چاہتی ہے جو کہ موجبِ ثقل ہے، اس لئے تخفیف کی غرض اور کثرت استعمال کی وجہ سے "أمّا" کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

اور معنوی وجہ: یہ ہے کہ جب کوئی چیز "أمّا" کے ذریعہ ذکر کی جاتی ہے، تو وہاں کلام میں ظاہری طور پر شرط محذوف اور جزاء کے درمیان لزوم اور سببیت کا تعلق ہوتا ہے، شرط محذوف ملزوم اور سبب ہوتی ہے اور جزاء اس کے لئے لازم اور مسبَّب؛ لیکن متکلم کا مقصود یہاں شرط اور جزاء کے اس لزوم کے تعلق کو بیان کرنا نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا مقصود صرف اس اسم کا حکم بیان کرنا ہوتا ہے جو "أمّا" کے بعد واقع ہے، یعنی اس کے پیش نظر مخاطب کو یہ بتانا نہیں ہوتا کہ شرط کے لئے جزاء لازم ہے، اگر شرط پائی جائے گی تو جزاء بھی پائی جائے گی، اور اگر شرط نہیں پائی جائے گی تو جزاء بھی نہیں پائے گی؛ بلکہ اس کے پیش نظر صرف یہ بتانا ہوتا ہے کہ جو اسم "أمّا" کے بعد

تقديره: "مهما يكن من شئ فزيد منطلق"، فحذف الفعل والجار والمجرور، وأقيم "أما" مقام "مهما"، حتى بقي: أما فزيد منطلق. ولما لم يناسب دخول حرف الشرط على فاء الجزاء، نقلوا الفاء إلى الجزء الثاني، ووضعوا الجزء الأول بين "أما" و "الفاء" عوضا عن الفعل المحذوف. ثم ذلک الجزء الأول إن كان صالحا للابتداء، فهو مبتدأ – كما مر –

ترجمہ: اس کی اصل: "مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ" ہے، پس فعل اور جار مجرور کو حذف کر دیا گیا، اور "أمّا" کو مهما کی جگہ رکھ دیا گیا، یہاں تک کہ باقی رہ گیا: أمّا فزيدٌ منطلقٌ، چوں کہ حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہیں ہے، (اس لئے) نحویوں نے فاء کو دوسرے جز کی طرف منتقل کر دیا اور پہلے جز کو فعل محذوف کے عوض "أمّا" اور "فاء" کے درمیان رکھ دیا۔ پھر پہلا جز اگر ابتداء کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ مبتدا ہوگا، جیسا کہ اس کی مثال گذر چکی ہے۔

اور "فاء جزائیہ" سے پہلے واقع ہے، اس کے لئے "فاء" کا مابعد لازم اور یقینی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہاں متکلم کے نزدیک جزاء مقصود ہوتی ہے، شرط مقصود نہیں ہوتی؛ چوں کہ یہاں شرط مقصود نہیں ہوتی ہے، اس لئے "أمّا" کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے، تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ یہاں متکلم کا مقصود جزاء ہے، شرط نہیں۔

الغرض: تیسری بات مصنف نے یہاں یہ بیان کی ہے کہ جس فعل پر "أمّا" داخل ہوتا ہے، اس کو حذف کرنا واجب ہے؛ جیسے: أما زيد فمنطلق،[1] اس کی اصل: مهما يكن من شئ فزيد منطلق ہے (اگر کوئی بھی چیز موجود ہوگی تو زید چلنے والا ہے) "يكن" فعل اور "من شئ" جار مجرور کو حذف کر دیا گیا، اور "أمّا" کو "مهما" کی جگہ رکھ دیا گیا، أما فزيد منطلق ہوگیا، چوں کہ "فاء جزائیہ" پر حرف شرط کا داخل کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے "فاء جزائیہ" کو، جزاء کے دوسرے جز کی طرف منتقل کر دیا، اور فعل محذوف کے عوض، جزاء کے پہلے جز کو "أمّا" اور "فاء" کے درمیان رکھ دیا، أما زيد فمنطلق ہوگیا۔

ثم ذلک الجزء الأول الخ یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر

---

[1] أما حرف شرط، زيد مبتدا، فاء جزائیہ، منطلق شبہ جملہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط محذوف ہے: مهما يكن من شئ، اس کی ترکیب پچھلے حاشیہ میں دیکھ لی جائے۔

وإلا فعامله: ما يكون بعد الفاء؛ كـ: أما يوم الجمعة فزيد منطلق. فـ "منطلق" عامل في يوم الجمعة على الظرفية.

ترجمہ: ورنہ تو اس کا عامل وہ (فعل یا شبہ فعل) ہوگا جو "فاء" کے بعد ہے؛ جیسے: أَمَّا يَومَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ (بہر حال جمعہ کے دن تو زید چلنے والا ہے)، پس "منطلق" عامل ہے "یوم الجمعة" میں ظرفیت کی بناء پر۔

جزاء کا پہلا جز، جس کو "أمـا" اور "فاء" کے درمیان رکھا گیا ہے، مبتدا بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ترکیب میں مبتدا ہوگا؛ جیسا کہ مثال مذکور میں زید مبتدا ہے؛ اور اگر وہ مبتدا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ اس عامل کا معمول (یعنی مفعول بہ، مفعول فیہ وغیرہ) ہوگا، جو "فاء" کے بعد واقع ہے؛ جیسے: أمـا يـوم الـجـمعة فـزيد منطلق[1] (بہر حال جمعہ کے روز تو زید چلنے والا ہے)، اس مثال میں "یـوم الجمعة" مبتدا نہیں بن سکتا؛ اس لئے کہ اس کو مبتدا بنانے کی صورت میں جمعہ کے دن کا، چلنے والا زید ہونا لازم آئے گا، جو خلاف مقصود اور غلط ہے، اس لئے "یـوم الجمعة" یہاں "مـنطلق" اسم فاعل کا ظرف یعنی مفعول فیہ ہے، اس کی اصل عبارت اس طرح ہے: مهما يكن من شئ فزيد منطلق يوم الجمعة.

فائدہ (۱): جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے، وہ سیبویہ کا مذہب ہے؛ مبرد کا مذہب اس کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر پہلا جز مبتدا نہ بن سکتا ہو تو وہ ترکیب میں، اس فعل کا معمول ہوگا جو "أمّـا" کے بعد محذوف ہے؛ چناں چہ ان کے نزدیک مذکورہ مثال میں "یـوم الـجـمـعـة"، "یـکـن" فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے، "مـنطلق" کا نہیں، ان کے نزدیک اصل عبارت اس طرح ہوگی: مهـمـا يكن من شئ يوم الجمعة فزيد منطلق. اور امام مازنی کہتے ہیں کہ: جزاء کا جو جز "أمّا" اور "فاء" کے درمیان واقع ہے، اگر اس کو "فاء" کے مابعد پر مقدم کرنا جائز ہو، تو وہ اس عامل کا معمول ہوگا جو "فاء" کے بعد واقع ہے؛ جیسا کہ مذکورہ مثال میں "یـوم الـجمعة"، "منطلق" کا مفعول فیہ ہے؛ اس لئے کہ یہاں اس کو "فاء" کے مابعد "مـنطلق" پر مقدم کرنا جائز ہے، اور اگر اس کو فاء کے مابعد پر مقدم کرنا جائز نہ ہو تو وہاں وہ فعل محذوف کا معمول ہوگا،

---

[1] أما حرف شرط، يـوم الـجمعة مرکب اضافی مفعول فیہ مقدم، فاء جزائیہ، زيد مبتدا، مـنـطلق اسم فاعل، هو ضمیر مستتر فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط محذوف ہے: مهما يكن من شئ۔

فصل: حرف الردع: كلا؛ وضعت لزجر المتكلم وردعه عما يتكلم به؛

ترجمہ: یہ چودھویں فصل ہے: حروف ردع ''کلاّ'' ہے، یہ وضع کیا گیا ہے متکلم کو ڈانٹنے اور اس کو اس چیز سے روکنے کے لئے جس کا وہ تکلم کر رہا ہے؛

''فاء'' کے مابعد کا نہیں؛ جیسے: **أما يوم الجمعة فإن زيدا منطلق**، یہاں ''**يوم الجمعة**''، ''**يكن**'' فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے ''**منطلق**'' کا نہیں؛ اس لئے کہ یہاں اس کو ''فاء'' کے مابعد: ''**إن زيدا منطلق**'' پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں ''إنّ'' کے مابعد کا، ماقبل میں عمل کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ ''إنّ'' کا مابعد ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا۔

فائدہ (۲): کبھی کثرت استعمال کی وجہ سے ''**أمّا**'' کو حذف کر دیا جاتا ہے، یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کہ ''فاء'' کے بعد امر یا نہی ہو اور ''فاء'' کا ماقبل اس امر اور نہی کی وجہ سے منصوب ہو، یا کسی ایسے فعل کی وجہ سے منصوب ہو جس کی تفسیر وہ امر یا نہی کر رہا ہو؛ جیسے: **وربك فكبر، هذا فليذوقوه** یہاں ''**ربک**'' اور ''**هذا**'' سے پہلے ''أمّا'' محذوف ہے۔ (رضی ۴/۵۱۱، النحو الوافی ۴/۴۳۳)۔

فائدہ (۳): کتابوں کے شروع میں خطبہ کے بعد جو'' **وبعدُ فإنّ الخ**'' لکھا ہوتا ہے، جیسا کہ ''مرقات'' اور ''شرح تہذیب'' میں ہے، اس ''**بعد**'' کا عامل محذوف ہوتا ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: ''**أقول بعد الحمد والصلاة**''. اور فاء میں متعدد احتمالات ہیں:

(۱) فاء ''**أمّا**'' کے توہم کی بناء پر ہے، یعنی اس طرح کے مواقع میں چوں کہ ''**أمّا**'' لایا جاتا ہے، اس لئے وہم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ''أمّا'' ہوگا، اسی وہم کی بناء پر ''فاء'' کو لایا گیا ہے۔

(۲) ''أمّا'' کو حذف کر کے واؤ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے؛ لیکن یہ احتمال ضعیف ہے؛ اس لئے کہ ''أمّا'' وہاں مقدر ہوتا ہے، جہاں ''فاء'' کے بعد امر یا نہی ہو، جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔

(۳) ''**بعد**'' اسم ظرف شرط کے قائم مقام ہے، اس لئے فاء کو لایا گیا ہے۔

(۴) یہ فاء عاطفہ ہے، جزائیہ نہیں ہے۔ (۵) فاء زائدہ ہے۔ (النحو الوافی ۲/۲۴۶)

حرف الردع الخ: یہاں سے مصنف ''حرف ردع'' کو بیان فرما رہے ہیں:

حرف ردع کی تعریف: حرفِ ردع: وہ حرف غیر عامل ہے جو متکلم کو ڈانٹنے یا کسی کام سے باز رکھنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے: کَلّا (ہرگز نہیں) جب کہ یہ اُضْرِبْ زَیْدًا کے جواب میں کہا جائے۔ حرف ردع صرف کَلّا ہے۔ ''کلا'' تین معانی کے لئے آتا ہے:

كقوله تعالى: ﴿وأما إذا ما ابتلاه فقدر عليه رزقه فيقول ربى أهانن كلا﴾ أي: لا يتكلم بهذا، فإنه ليس كذلك هذا بعدالخبر. وقد تجئ بعد الأمر أيضا، كما إذا قيل لك: اضرب زيدا، فقلت: "كلا"؛ أي: لا أفعل هذا قط.

ترجمہ: جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَه فَيَقُوْلُ رَبِّى أَهَانَنْ كَلَّا (اور بہرحال جب اس کو آزمایا پس تنگ کردی اس پر اس کی روزی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی، ہرگز نہیں) یعنی وہ یہ بات نہ کہے؛ اس لئے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ یہ (یعنی "کلاّ" کا زجر کے لئے ہونا) خبر کے بعد ہوتا ہے۔ اور کبھی "کلا" امر کے بعد بھی آتا ہے؛ جیسا کہ جب تم سے کہا جائے: اِضْرِبْ زَيْدًا (زید کو مار)، تو تم (جواب میں) کہو: کلاّ، یعنی میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

---

(۱) اگر حرفِ ردع خبر کے بعد واقع ہو تو یہ متکلم کو ڈانٹنے اور اس چیز سے روکنے کے لئے آتا ہے جس کا متکلم نے تکلم کیا ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وأما اذا ما ابتلاه فقدر عليه رزقه فيقول ربى أهانن كلاّ**[1] (اور بہرحال جب اس کو آزمایا پس تنگ کردی اس پر اس کی روزی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی، ہرگز نہیں) یعنی وہ یہ بات نہ کہے، اس لئے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ جس کو ذلیل کرنا ہوتا ہے اسی پر روزی تنگ کی جاتی ہے، بلکہ کبھی آزمائش اور امتحان کی خاطر ان لوگوں پر بھی روزی تنگ کردی جاتی ہے جو اللہ کے نیک اور مقرب بندے ہوتے ہیں، مثلاً انبیاء اور اولیاء کرام۔

(۲) **وقد تجی بعد الامر الخ**: کبھی "کلا" امر کے بعد بھی آتا ہے، اس وقت یہ زجر کے لئے نہیں ہوتا؛ بلکہ متکلم نے مخاطب کو جس کام کا حکم دیا ہے اس کی نفی کرنے کے لئے آتا ہے جیسے: جب آپ سے کوئی

---

[1] واو حرف عطف، أمّا حرف شرط، إذا اسم ظرف برائے شرط مضاف، ما زائدہ، ابتلی فعل بافاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، قدر فعل بافاعل، علیہ جار مجرور متعلق، رزقہ مرکب اضافی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مضاف الیہ، إذا اسم ظرف مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر مفعول فیہ مقدم، فاء جزائیہ، یقول فعل، ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوکر قول، ربی مرکب اضافی مبتدا، أھان فعل بافاعل، نون وقایہ، یاء ضمیر محذوف مفعول بہ، کلا حرف ردع، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ۔

وقد تجیٔ بمعنی: حقا؛ کقوله تعالی: ﴿کلا سوف تعلمون﴾. وحینئذ تکون اسما یبنٰی؛ لکونه مشابها لـ ''کلا'' حرفا. وقیل: حینئذ تکون حرفا أیضا بمعنی ''إنَّ'' لتحقیق الجملة؛ نحو: ﴿کلا إن الانسان لیطغٰی﴾ – بمعنی ''إن''–.

ترجمہ: اور کبھی ''کلا''، **حقًّا** کے معنی میں آتا ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْن** (یقیناً عنقریب تم جان لوگے)، اور اس وقت ''کلاّ'' اسم مبنی ہوتا ہے؛ ''کلاّ'' حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی حرف ہوتا ہے ''إنّ'' کے معنی میں جو جملہ کی تحقیق کے لئے وضع کیا گیا ہے؛ جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**کلاّ إنَّ الإنْسَانَ لَیَطْغٰی**'' (یہاں ''کلاّ'') ''إنّ'' کے معنی میں ہے (یہ یقینی بات ہے کہ انسان سرکشی کرتا ہے)۔

کہے **اضْرِبْ زَیْدًا** (زید کو مارو) تو آپ اس کے جواب میں کہیں: ''کلا'' (ہرگز نہیں)، یعنی میں ایسا کبھی نہیں کروں گا، دیکھئے یہاں متکلم نے آپ کو، زید کو مارنے کا حکم دیا اور آپ نے ''کلا'' کے ذریعہ اس کی نفی کردی کہ میں زید کو ہرگز نہیں ماروں گا۔

(۳) **وقد تجی بمعنی حقا الخ:** کبھی ''کلّا''، **حقًّا** کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **کلّا سوف تعلمون**[۱] (یقیناً عنقریب تم جان لوگے) یہاں ''کلّا'' **حقّا** کے معنی میں ہے۔

اگر **کلّا حقًّا** کے معنی میں ہو تو اس وقت اسم ہوگا یا حرف؟ اس میں اختلاف ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس وقت **کلّا** اسم مبنی ہوگا، اسم تو اس لئے کہ یہ **حقًّا** کے معنی میں ہے اور **حقًّا** اسم ہے، اور مبنی اس لئے کہ یہ لفظا اور معنی **کلّا** حرف کے مشابہ ہے۔ اور امام کسائی اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح **کلّا** پہلی دونوں صورتوں میں حرف ہوتا ہے اسی طرح اِس صورت میں بھی حرف ہوگا، وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں **کلّا** **اِنّ** حرف مشبہ بالفعل کے معنی میں ہوتا ہے جس کو جملے کے معنی کی تحقیق کے لئے وضع کیا گیا ہے اور چوں کہ **اِنّ** حرف ہے، لہٰذا **کلّا** بھی حرف ہوگا، جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **کلا إن الانسان لیطغی**[۲] (یہ یقینی بات ہے

---

[۱] **کلا** بمعنی **حقا** **أحقّ** فعل محذوف کا مفعول مطلق، **أحق** فعل، **أنا** ضمیر مستتر فاعل، **ذلک** اسم اشارہ مفعول بہ، فعل محذوف اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، اس کی اصل عبارت: **أحق ذلک حقا** ہے۔ **سوف** علامت فعل، **تعلمون** فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ۔

[۲] **کلا** بمعنی **إن** حرف تاکید، **إن** حرف مشبہ بالفعل، **الانسان** اس کا اسم، **لیطغی** فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ خبر، **إن** حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فصل: تاء التأنيث الساكنة: تلحق الماضي؛ لتدل على تأنيث ما أسند إليه الفعل؛ نحو: ضربت هند. وقد عرفت مواضع وجوب إلحاقها. وإذا لقيها ساكن (آخر) بعدها وجب تحريكها بالكسر؛ لأن الساكن إذا حرك حرك بالكسر؛ نحو: قد قامت الصلاة. وحركتها لا توجب رد ماحذف لأجل سكونها.

ترجمہ: یہ پندرھویں فصل ہے: تاءِ تانیث ساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تاکہ دلالت کرے اس چیز کے مؤنث ہونے پر جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے؛ جیسے: **ضَرَبَتْ هندٌ** (ہندہ نے مارا)۔ اور آپ جان چکے ہیں ان مواقع کو جہاں تاءِ تانیث ساکنہ کو لاحق کرنا واجب ہے۔

اور جب تاءِ تانیث ساکنہ کے بعد اس سے کوئی دوسرا ساکن حرف متصل ہو تو واجب ہے تاءِ تانیث ساکنہ کو کسرہ کی حرکت دینا؛ اس لئے کہ ساکن حرف کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے؛ جیسے: **قَدْ قامَتِ الصَّلاةُ** (نماز کھڑی ہوگئی ہے)۔ اور تاءِ تانیث کی حرکت واجب نہیں کرے گی اس حرف کے لوٹانے کو جس کو تاءِ تانیث ساکنہ کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔

کہ انسان سرکشی کرتا ہے) یہاں کلّا إنَّ کے معنی میں ہے۔

فصل: تاء التانيث الساكنة الخ: یہاں سے مصنف تاءِ تانیث ساکنہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

"تاءِ تانیث ساکنہ" کی تعریف: تاءِ تانیث ساکنہ: وہ حرف غیر عامل ہے جو ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے اور اس اسم کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے جس کی طرف فعل ماضی کی اسناد کی گئی ہے، جیسے: **ضَرَبَتْ هندٌ** (ہند نے مارا، یا ہند ماری گئی)۔ تاءِ تانیث ساکنہ کو فعل ماضی کے آخر میں لاحق کرنا کن مواقع میں واجب ہے اور کن مواقع میں جائز، ان کی تفصیل ماقبل میں "فاعل کی بحث" میں گذر چکی ہے۔ اسے وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔[1]

وإذا لقيها ساكن الخ: یہاں سے مصنف تاءِ تانیث ساکنہ کا ایک حکم بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر تاءِ تانیث ساکنہ کے متصلاً بعد کوئی ساکن حرف واقع ہو تو وہاں تاءِ تانیث ساکنہ کو کسرہ کی حرکت دینا واجب ہے، تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے؛ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ساکن حرف کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے، جیسے: **قد قامتِ الصلاة** (نماز کھڑی ہوگئی ہے)، یہاں تاءِ تانیث ساکنہ کے بعد لامِ تعریف ساکنہ واقع ہونے کی وجہ سے، تاءِ تانیث ساکنہ کو کسرہ دیا گیا ہے۔

---

[1] دیکھئے: (ص: ۷۸-۷۹)

فلا يقال: رمات المرأة؛ لأن حركتها عارضة واقعة لرفع التقاء الساكنين؛ فقولهم: ''المرأتان رماتا'' ضعيف.

وأما إلحاق علامة التثنية وجمع المذكر وجمع المؤنث فضعيف؛ فلا يقال: قام الزيدان، وقاموا الزيدون، وقمن النساء.

ترجمہ: پس نہیں کہا جائے گا: رَمَاتِ الْمَرْأَةُ؛ اس لئے کہ تاءِ تانیث ساکنہ کی حرکت عارضی ہے، اجتماع ساکنین کو ختم کرنے کے لئے آئی ہے، چناں چہ اہلِ عرب کا قول: المرأتانِ رَمَاتَا ضعیف ہے۔

اور بہر حال تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامتوں کو لاحق کرنا: تو (وہ بھی) ضعیف ہے؛ پس نہیں کہا جائے گا: قاماالزیدانِ، قامُوا الزیدُوْنَ، قُمْنَ النساءُ.

وحركتها لاتوجب ردما حذف الخ: اس عبارت سے مصنف ایک شبہ کا ازالہ فرمانا چاہتے ہیں: کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جب مذکورہ صورت میں تاءِ تانیث ساکنہ کو حرکت دیدی جائے گی تو ان مواقع میں جہاں تاءِ تانیث ساکنہ اور کسی دوسرے ساکن حرف کے درمیان اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسی حرف کو حذف کیا گیا ہو، تاءِ تانیث ساکنہ کو حرکت دینے کے بعد محذوف حرف کو واپس لے آنا چاہئے؛ اس لئے کہ حذف کی علت یعنی اجتماع ساکنین باقی نہیں رہی، مصنف فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوگا، تاءِ تانیث ساکنہ کو حرکت دینے کے بعد اس محذوف حرف کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا جس کو تاءِ تانیث ساکنہ کے سکون کی وجہ حذف کیا گیا ہے چناں چہ رمت المرأة کے بجائے رمات المرأة نہیں کہا جائے گا؛ اس لئے کہ یہاں تاءِ تانیث ساکنہ کو جو حرکت دی گئی ہے وہ عارضی ہے جو اجتماع ساکنین کو ختم کرنے کے لئے لائی گئی ہے، اور عارضی چیز چوں کہ نہ ہونے کے درجہ میں ہوتی ہے، اس لئے اس کا اعتبار کر کے محذوف حرف کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔

اور جو اہلِ عرب حذف شدہ الف کو واپس لوٹانے کے ساتھ المرأتان رماتا بولتے ہیں یہ دلیل کے اعتبار سے ضعیف اور کمزور ہے، اس پر دوسری مثالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وأما إلحاق علامة التثنية الخ: اس عبارت سے مصنف ایک دوسرے شبہ کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ یہاں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح فاعل یا نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے فعل ماضی کے آخر میں تاءِ تانیث ساکنہ لاحق کی جاتی ہے، اسی طرح فاعل اور نائب فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں، اس کے تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے فعل یا شبہ فعل کے آخر میں تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامتیں لاحق کرنی چاہئیں۔

وبتقدير الإلحاق لا تكون الضمائر؛ لئلا يلزم الإضمار قبل الذكر؛ بل علامات دالة على أحوال الفاعل؛ كتاء التانيث.

فصل: التنوين: نون ساكنة تتبع حركة آخر الكلمة، لا لتأكيد الفعل. وهي على خمسة أقسام: الأول للتمكن؛ وهو ما يدل على أن الاسم متمكن في مقتضى الاسمية – أي إنه منصرف– نحو: زيد ورجل.

ترجمہ: اور لاحق کرنے کی صورت میں یہ ضمیریں نہیں ہوں گی، تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے؛ بلکہ تاء تانیث ساکنہ کی طرح فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی علامتیں ہوں گی۔

یہ سولہویں فصل ہے: تنوین: وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو، فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو، اور اس کی پانچ قسمیں ہیں: پہلی قسم: تنوین تمکن ہے، اور وہ (یعنی تنوین تمکن) وہ تنوین ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم اسمیت کے تقاضہ میں متمکن (یعنی راسخ) ہے، یعنی وہ منصرف ہے؛ جیسے: زیدٌ اور رَجلٌ.

مصنف فرماتے ہیں کہ اگر فاعل یا نائب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل یا شبہ فعل کے آخر میں تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامتوں کو لاحق کرنا ضعیف ہے، یعنی ایسا نہ کرنا چاہیے، لہٰذا **قاما الزیدان، قاموا الزیدون** اور **قمن النساء** نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر کہیں ایسا کر دیا گیا ہو یعنی فعل یا شبہ فعل کے آخر میں فاعل یا نائب فاعل کے تثنیہ ہونے پر دلالت کرنے کے لئے الف، جمع مذکر ہونے پر دلالت کرنے کے لئے واو، اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے نون لاحق کر دیا گیا ہو تو وہاں یہ الف، واو اور نون ضمیر نہیں ہوں گے، تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے؛ اس لئے کہ اگر ان کو ضمیر قرار دیں گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا؛ بلکہ یہ تاء تانیث ساکنہ کی طرح فاعل یا نائب فاعل کے احوال یعنی تثنیہ، جمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرنے والی علامتیں ہوں گی۔

فصل: التنوين نون ساكنة الخ: یہاں سے مصنف تنوین کو بیان فرما رہے ہیں:

تنوین کی تعریف: تنوین: وہ نون ساکن ہے جو کلمے کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو، جیسے: رجلٌ، زیدٌ.

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: جو مع تعریفات شروع کتاب میں علاماتِ اسم کی بحث میں گذر چکی ہیں۔

دیکھئے: (ص:۲۱-۲۲)

والثانی للتنکیر؛ وھو مایدل علی أن الاسم نکرۃ؛ نحو: صہٍ – أی: أسکت سکوتا مافی وقت ما. وأما "صہْ" فمعناہ. اسکت السکوت الآن.

والثالث للعوض؛ وھو ما یکون عوضا عن المضاف إلیہ ؛ نحو: حینئذ، و ساعتئذ، ویومئذ؛ أی: حین إذ کان کذا،(وساعۃ إذ کان کذا، ویوم إذ کان کذا) .

والرابع للمقابلۃ؛ وھو التنوین الذی فی جمع المؤنث السالم؛ نحو: مسلمات. وھذہ الأربعۃ تختص بالاسم.

ترجمہ: اور دوسری قسم تنوین تنکیر ہے، اور وہ (یعنی تنوین تنکیر) وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے؛ جیسے:صہٍ[1] یہ اُسکُتْ سکوتًا مّا فی وقتٍ مّا[2] کے معنی میں ہے(تو کسی وقت خاموش رہ)،اور بہرحال صہْ سکون کے ساتھ:تو اس کے معنی ہیں:اُسکُتُ السُکوتَ الآنَ[3] (اب خاموش رہ)۔ اور تیسری قسم: تنوین عوض ہے، اور وہ (یعنی تنوین عوض) وہ تنوین ہے جومضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے؛ جیسے:حِینَئِذٍ، سَاعتَئِذٍ ، یَوْمَئِذٍ ،اِن کی اصل: حیـن إذْ کان کذا، سَاعَۃَ إذْ کَانَ کَذَا اور یَوْمَ إذْ کَانَ کَذَا ہے۔اور چوتھی قسم تنوین مقابلہ ہے،اور وہ (یعنی تنوین مقابلہ) وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں آتی ہے؛ جیسے: مسلماتٌ، یہ چاروں تنوینیں اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

البتہ یہاں یہ جاننا فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ:ایک تنوین:تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہوسکتی ہے یا نہیں؟اس میں اختلاف ہے،کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک تنوین تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے نہیں ہوسکتی؛ بلکہ ایک تنوین ایک وقت میں یا تو تنکیر کے لئے ہوگی یا تمکن کے لئے۔اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک تنوین ایک ہی وقت میں تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہوسکتی ہے، رضی نے اسی کو اختیار کیا ہے، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ رجلٌ پر جو تنوین ہے یہ تمکن اور تنکیر دونوں کے لئے ہے؛اس لئے کہ یہ بیک وقت اس کے منصرف اور نکرہ ہونے پر دلالت کررہی ہے۔لیکن اول الذکر حضرات کا کہنا ہے کہ تنوین تنکیر صرف اسماءافعال اور اسماء اصوات پر آتی

---

[1] صہٍ اسم فعل بمعنی اسکت امر حاضر،أنت ضمیر مستتر فاعل،اسم فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[2] اسکت فعل امر،أنت ضمیر مستتر فاعل،سکوتا مفعول مطلق،ما زائدہ برائے تعمیم،فی حرف جر،وقت مجرور،ما زائدہ برائے تعمیم،جار مجرور سے مل کر متعلق،فعل اپنے فاعل،مفعول مطلق اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

[3] اسکت فعل امر بافاعل،السکوت مفعول مطلق،الآن مفعول فیہ،فعل امر اپنے فاعل،مفعول مطلق اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

والخامس للترنم؛ وهو الذی یلحق آخر الأبیات والمصاریع؛ کقول الشاعر: أقلی اللوم عاذل والعتابن ☆☆ وقولی إن أصبت لقد أصابن. وکقوله: یا أبتا علّک أو عساکن

ترجمہ: اور پانچویں قسم: تنوین ترنم ہے، اور وہ (یعنی تنوین ترنم) وہ تنوین ہے اشعار اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے؛ جیسے: شاعر کا قول ہے: شعر:

أَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلُ وَالْعِتَابَنْ ☆☆ وَقُولِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ [۱]

(اے ملامت کرنے والی عورت ملامت اور عتاب کو کم کر ☆☆ اور تو کہہ اگر میں صحیح کام کروں کہ اس نے صحیح کیا)۔ اور جیسے شاعر کا قول ہے: مصرع: **یَا أَبَتَا عَلَّکَ أَوْ عَسَاکَنْ** (اے میرے ابا جان، امید ہے کہ آپ رزق کو پالیں گے، یا قریب ہے کہ آپ اس کو حاصل کرلیں)۔

ہے، ان کے علاوہ اور کسی اسم پر نہیں آتی، لہٰذا رجلٌ پر جو تنوین ہے یہ صرف تمکن کے لئے ہے، تنکیر کے لئے نہیں۔

الخامس للترنم الخ: یہاں سے مصنف تنوین کی پانچویں قسم تنوین ترنم کو بیان فرمارہے ہیں۔ (تعریف مع مثال پیچھے گذر چکی ہے) یہاں مصنف نے اس کی دو مثال دی ہیں، پہلی مثال اس تنوین ترنم کی ہے جو اشعار کے آخر میں لائی جاتی ہے، اور دوسری مثال اس تنوین ترنم کی ہے جو مصرعوں کے آخر میں لائی جاتی ہے، دوسری مثال یہ ہے: **یا أبتا علک أو عساکن** [۲] (اے میرے ابا جان! امید ہے کہ آپ رزق کو

---

[۱] أقل فعل امر، یاء ضمیر فاعل، اللوم معطوف علیہ، واو حرف عطف، العتابن معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ، فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ عاذل منادی مرخم لفظاً مبنی بر علامت رفع محلاً منصوب مفعول بہ یا حرف نداء قائم مقام، أدعو فعل محذوف کا، أدعو فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، أدعو فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ واو حرف عطف، قل فعل امر یاء ضمیر فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ ان حرف شرط، أصبت فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ شرط، جزاء محذوف ہے: قولی: لقد اصابن، قل فعل امر، یا فاعل، فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول، واللہ قسم محذوف ہے، واو حرف جر برائے قسم، اللہ مجرور جار مجرور سے مل کر، أقسم فعل محذوف کا متعلق ہو کر قسم، لام برائے جواب قسم، قد أصاب فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ جواب قسم، قسم محذوف جواب قسم سے مل کر مقولہ، قول مقولہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

[۲] یاء حرف نداء قائم مقام أدعو فعل محذوف، أدعو فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، أب مضاف، تا بعوض یاء متکلم محذوف مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہو کر مفعول بہ، فعل محذوف اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء، علّ حرف مشبہ بالفعل، کاف ضمیر اس کا اسم، تجدرزقاً جملہ فعلیہ خبریہ خبر محذوف، علّ حرف مشبہ =

وقد يحذف من العلم، إذا كان موصوفا بابن أو ابنة مضافا إلى علم آخر؛ نحو: جاء ني زيد بن عمرو، وهند بنة بكر.

ترجمہ: اور کبھی حذف کر دی جاتی ہے تنوین علم سے جب کہ اس کی صفت لائی گئی ہو "اِبْـنٌ" یا "اِبْـنَة" کے ساتھ، درآں حالیکہ وہ "ابن" یا "ابنة" دوسرے علم کی طرف مضاف ہو؛ جیسے: جاء نی زیدُ بْنُ عمروٍ، وھندُ ابْنَةُ بکر (میرے پاس عمرو کا بیٹا زید آیا / میرے پاس بکر کی بیٹی ہندہ آئی)۔

پالیں گے یا قریب ہے کہ آپ اس کو حاصل کرلیں)، یہاں "عَساکَنْ" کے آخر میں تنوین ترنم ہے۔ "لَعَلَّ" حرف مشبہ بالفعل ہے اور "عسٰی" فعل مقاربہ، ان کی خبر محذوف ہے، اصل عبارت اس طرح ہے: **یا أبَتَا لعلک تجد رزقا أوعسی تجده**

وقد يحذف من العلم الخ: یہاں سے مصنف ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ: اگر علم کی "ابن" یا "ابنة" کے ساتھ صفت لائی گئی ہو اور وہ "ابن" یا "ابنة" کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو وہاں اس علم سے جس کی "ابـن" یا "ابـنة" کے ساتھ صفت لائی گئی ہے تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے؛ جیسے: جاء نی زَیْدُبْنُ عمروٍ[1] (میرے پاس عمرو کا بیٹا زید آیا) اور جاء تنی ھندُ ابْنَةُ بکرٍ (میرے پاس بکر کی بیٹی ہندہ آئی)، یہاں پہلی مثال میں زید سے اور دوسری مثال میں ہند سے تنوین حذف کر دی گئی ہے؛ اس لئے کہ زید کی "ابن" کے ساتھ اور ہند کی "ابنة" کی ساتھ صفت لائی گئی ہے، اور یہ "ابن" اور "ابنة" دوسرے علم کی طرف مضاف ہیں۔

قاعدہ: اگر ابـن اور ابـنة ایسے دو علموں کے درمیان واقع ہوں جن میں تناسل اور نسبیت کا تعلق ہو تو وہاں ابن اور ابنة ماقبل کے لئے صفت اور مابعد کے لئے مضاف ہوتے ہیں۔

فائدہ: مانع تنوین پانچ ہیں: (۱) مضاف ہونا، (۲) معرف باللام ہونا، (۳) غیر منصرف ہونا؛ لیکن یہ

= بالفعل اپنے اسم اور خبر محذوف سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ، واو حرف عطف، عسی فعل مقاربہ، کاف ضمیر اس کا اسم، تجده جملہ فعلیہ خبریہ خبر محذوف، عسی فعل مقاربہ اپنے اسم اور خبر محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوکر جواب نداء۔

[1] جاء فعل، نون وقایہ، یاء ضمیر مفعول بہ، زید موصوف، ابن مضاف، عمرو مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مرکب اضافی ہوکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہوکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اسی طرح جاء تنی ھند ابنةبکر کی ترکیب کرلی جائے۔

فصل: نون التأكيد: وهي نون وضعت لتأكيد الأمر والمضارع، إذا كان فيه طلب، بإزاء "قد" لتأكيد الماضي. وهي على ضربين: خفيفة؛ أي: ساكنة أبدا؛ نحو: اضربن. وثقيلة؛ أي: مشددة. مفتوحة أبدا إن لم يكن قبلها ألف؛ نحو: اضربن. ومكسورة إن كان قبلها ألف؛ نحو: اضربان واضربنان.

ترجمہ: یہ سترھویں فصل ہے: نون تاکید، اور وہ ایسا نون ہے جو وضع کیا گیا ہے امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لئے جب کہ فعل مضارع میں طلب کے معنی ہوں، "قد" کے مقابلے میں جو فعل ماضی کی تاکید کے لئے (وضع کیا گیا ہے)۔ اور نون تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) نون تاکید خفیفہ، یعنی جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے؛ جیسے: اِضْرِبَنْ. (۲) نون تاکید ثقیلہ، یعنی جو ہمیشہ مشدد ہوتا ہے۔ مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو؛ جیسے: اِضْرِبَنَّ؛ اور مکسور ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف ہو؛ جیسے: اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ.

صرف تنوین تمکن کے لئے مانع ہے، بقیہ تنوینوں کے لئے نہیں (۴) فعل ہونا (۵) مبنی ہونا مبنی پر تنوین عوض اور تنوین ترنم آ سکتی ہے، بقیہ تنوینیں نہیں آ سکتیں، اسی طرح معرف باللام اور فعل پر بھی تنوین ترنم آ سکتی ہے، اسم تفضیل پر تنوین نہیں آتی؛ لیکن چوں کہ اسم تفضیل عموماً غیر منصرف ہوتا ہے، اس لئے اس کو الگ سے بیان نہیں کیا۔

فصل: نون التاكيد الخ: یہاں سے مصنف نون تاکید کو بیان فرمارہے ہیں:

نونِ تاکید کی تعریف: نون تاکید: وہ غیر عامل نون مشدد اور نون ساکن ہے جو امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہو، بشرطیکہ فعل مضارع میں طلب کے معنی ہوں، جیسے: اضربَنَّ. جس طرح "قَدْ" ماضی کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی طرح نون تاکید امر اور فعل مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے، بشرطیکہ فعل مضارع میں طلب کے معنی ہوں، فعل مضارع میں طلب کے معنی اس وقت ہوتے ہیں جب کہ وہ نہی، استفہام، تمنی یا عرض ہو، یا اس سے پہلے قسم واقع ہو۔

نوٹ: فعل نہی اور امر بالام مضارع مجزوم کی قسم ہیں، لہٰذا یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مصنف نے نون تاکید کو امر حاضر اور فعل مضارع کے ساتھ خاص کر دیا ہے، حالاں کہ نون تاکید فعل نہی اور امر بالام کے آخر میں بھی آتا ہے۔ نون تاکید کی دو قسمیں ہیں: نون خفیفہ اور نون ثقیلہ۔

نون خفیفہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، جیسے: اضرِبَنْ. اور نون ثقیلہ ہمیشہ مشدد ہوتا ہے، اگر اس سے پہلے

وتدخل فی الأمر، والنهی، والاستفهام، والتمنی، والعرض جوازا؛ لأن فی کل منها طلبا؛ نحو: اضربن ، ولا تضربن، وهل تضربن، ولیتک تضربن، وألا تنزلن بنا فتصیب خیرا.

ترجمہ: اور داخل ہوتا ہے نون تاکید امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض میں جوازاً؛ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی ہوتے ہیں؛ جیسے: اضْرِبَن، لا تَضْرِبَن، هَلْ تضربَن (کیا تو ضرور مارے گا)، لَیْتَکَ تَضْرِبَن (کاش کہ تو ضرور مارتا)، ألا تَنْزِلَن بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا (آپ ہمارے پاس لازمی طور پر کیوں نہیں آتے کہ خیر کو پہنچتے)۔

الف نہ ہو تو مشدد مفتوح ہوتا ہے، جیسے اِضْرِبَنَّ اور اگر اس سے پہلے الف ہو (خواہ الفِ ضمیر ہو یا کوئی دوسرا الف) تو مشدد مکسور ہوتا ہے، جیسے: إضرِبَانِّ اور اضْرِبْنَانِّ.

وتدخل فی الأمر والنهی الخ: یہاں سے مصنف اُن مواقع کو بیان فرما رہے ہیں جہاں نون تاکید آتا ہے، فرماتے ہیں کہ: پانچ مواقع ایسے ہیں کہ جہاں نون تاکید کو داخل کرنا جائز ہے، خواہ نون تاکید ثقیلہ ہو یا خفیفہ۔

(۱) امر میں، خواہ امر معروف ہو یا مجہول، حاضر ہو یا غائب ومتکلم، جیسے: اضرِبَنَّ، اضربَنْ، لیضْرِبَنَّ لِاَضْرِبَنَّ.

(۲) نہی میں، خواہ نہی معروف ہو یا مجہول، حاضر ہو یا غائب اور متکلم، جیسے: لا تضرِبنّ.

(۳) استفہام میں، جیسے: هل تضرِبَنَّ (کیا تو ضرور مارے گا)۔

(۴) تمنی میں، جیسے: لَیْتَکَ تَضربَنَّ[1] (کاش کہ تو ضرور مارتا)۔

(۵) عرض میں؛ جیسے: أَلا تَنزِلَنَّ بنا فتصیبَ خیرًا.

ان مذکورہ پانچ مواقع میں نون تاکید کو داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نون تاکید وہاں داخل کیا جاتا ہے جہاں طلب کے معنی ہوں، چوں کہ ان پانچوں چیزوں میں طلب کے معنی میں ہوتے ہیں، امر، نہی اور استفہام

---

[1] لیت حرف مشبہ بالفعل، کاف ضمیر اس کا اسم، تضربن فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ خبر، لیت حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

وقد تدخل فی القسم وجوبا لوقوعه علی مایکون مطلوبا للمتکلم غالبا، فأرادوا أن لا یکون آخر القسم خالیا عن معنی التأکید، کما لا یخلو أوله منه؛ نحو: واللہ لأفعلن کذا. واعلم أنه یجب: ضم ماقبلها فی جمع المذکر؛

ترجمہ: اور کبھی نون تاکید داخل ہوتا ہے قسم میں وجوبی طور پر، قسم کے اکثر اس چیز پر واقع ہونے کی وجہ سے جو متکلم کو مطلوب ہوتی ہے، پس نحویوں نے چاہا کہ قسم کا آخر خالی نہ رہے تاکید کے معنی سے، جیسا کہ اس کا اول تاکید کے معنی سے خالی نہیں ہے؛ جیسے: **واللّٰہ لأ فُعَلَنَّ کذا** (خدا کی قسم میں ضرور بالضرور ایسا کروں گا)۔ جان لیجئے کہ واجب ہے نون تاکید کے ماقبل کو ضمہ دینا جمع مذکر (غائب وحاضر) میں؛

میں طلب کے معنی کا ہونا تو ظاہر ہے، اور تمنی اور عرض چوں کہ امر کے درجے میں ہیں، اس لئے اس اعتبار سے ان میں بھی طلب کے معنی ہوتے ہیں، الغرض چوں کہ ان پانچوں چیزوں میں طلب کے معنی ہوتے ہیں اس لئے ان میں نون تاکید کو داخل کرنا جائز ہے۔

فائدہ: کبھی نون تاکید فعل منفی پر بھی داخل ہوتا ہے؛ اس لئے کہ اگرچہ اس میں طلب کے معنی تو نہیں ہوتے؛ لیکن وہ فعل نہی کے مشابہ ہوتا ہے۔ چوں کہ ایسا کم ہوتا ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

وقد تدخل فی القسم الخ: یہاں سے مصنف اس موقع کو بیان فرمارہے ہیں جہاں نون تاکید کو داخل کرنا واجب ہے۔ اگر جواب قسم فعل مضارع مثبت ہو تو وہاں جواب قسم پر نون تاکید کو داخل کرنا واجب ہے؛ اس لئے کہ قسم اس چیز پر داخل ہوتی ہے جو اکثر متکلم کو مطلوب ہوتی ہے، اور جہاں طلب کے معنی ہوں وہاں نون تاکید داخل ہوجاتا ہے، اس لئے نحویوں نے چاہا کہ جس طرح یہاں جواب قسم کا اول تاکید کے معنی سے خالی نہیں ہوتا (کیوں کہ جواب قسم سے پہلے قسم ہوتی ہے جو جواب قسم میں تاکید اور قوت کے معنی پیدا کردیتی ہے)، اسی طرح جواب قسم کا آخر بھی تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو، اس لئے وہ اس کے آخر میں نون تاکید کے داخل کرنے کو واجب کہتے ہیں، جیسے: **واللہ لأ فعلن کذا**[1] (خدا کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا)، یہاں چوں کہ جواب قسم فعل مضارع مثبت ہے اس لئے اس کے آخر میں نون تاکید کو داخل کیا گیا ہے۔

واعلم أنه یجب ضم ماقبلها الخ: یہاں سے مصنف نون ثقیلہ کے ماقبل کا حکم بیان فرمارہے ہیں فرماتے ہیں کہ جمع مذکر غائب وحاضر میں واوٴ ضمیر کو حذف کرنے کے بعد نون ثقیلہ کے ماقبل کو ضمہ دینا واجب

---

[1] واللہ جار مجرور، أقسم فعل محذوف کا متعلق ہوکر قسم، لأفعلن فعل، أنا ضمیر مستتر فاعل، کذا اسم کنایہ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جواب قسم۔

نحو: اضربن؛ لیدل علی الواو المحذوفة. وكسر ماقبلها فی المخاطبة؛ نحو: اضربن؛ لیدل علی الیاء المحذوفة. وفتح ما قبلها فی ماعداهما.

أما فی المفرد، فلأنه لو ضم لا لتبس بجمع الذكر، ولو كسر لا لتبس بالمخاطبة. وأما فی المثنی وجمع المؤنث، فلأن ماقبلها ألف؛ نحو: اضربان واضربنان. وزیدت "ألف" قبل النون فی جمع المؤنث لكراهة اجتماع ثلاث نونات: نون الضمیر، ونونا التأكید.

ترجمہ: جیسے: اِضْرِبُنَّ، تاکہ وہ دلالت کرے اس واؤ پر جس کو حذف کیا گیا ہے، اور (واجب ہے) نون تاکید کے ماقبل کو کسرہ دینا واحد مؤنث حاضر میں؛ جیسے: اِضْرِبِنّ، تاکہ وہ دلالت کرے اس یاء پر جس کو حذف کیا گیا ہے، اور (واجب ہے) نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ دینا ان کے علاوہ باقی صیغوں میں۔

بہر حال واحد کے صیغوں میں تو اس لئے، کہ اگر (اُن میں نون تاکید کے ماقبل کو) ضمہ دیا جائے گا تو التباس ہوجائے گا جمع مذکر کے ساتھ، اور اگر کسرہ دیا جائے گا تو التباس ہوجائے گا واحد مؤنث حاضر کے ساتھ۔ اور بہر حال تثنیہ اور جمع مؤنث میں تو اس لئے، کہ (اِن صیغوں میں) نون تاکید کے ماقبل الف ہوتا ہے؛ جیسے: اِضْرِبَانّ اور اِضْرِبْنَانّ. اور زیادہ کردیا گیا ہے الف نون تاکید سے پہلے جمع مؤنث میں؛ تین نونوں: یعنی نون ضمیر اور تاکید کے دونونوں کے ایک ساتھ اکٹھا ہونے کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے۔

ہے تاکہ وہ ضمہ واؤ محذوف پر دلالت کرے، جیسے: اضْرِبُن، لیَضْرِبُنَّ، اور واحد مؤنث حاضر میں یاء ضمیر کو حذف کرنے کے بعد نون ثقیلہ کے ماقبل کو کسرہ دینا واجب ہے تاکہ وہ کسرہ یائے محذوف پر دلالت کرے؛ جیسے: اِضْرِبِنَّ، لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ نون ثقیلہ کا ماقبل صورۃً مفتوح نہ ہو؛ اس لئے کہ اگر نون ثقیلہ کا ماقبل صورۃً مفتوح ہوگا تو وہاں واؤ اور یاء کو حذف نہیں کریں گے؛ بلکہ خود اس واؤ کو ضمہ اور یاء کو کسرہ دیدیا جائے گا، جیسے: لَتُدْعَوُنَّ، لَیَخْشَوُنَّ، لَتَخْشَیِنَّ، اور لَتُدْعَیِنَّ. جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ باقی تمام صیغوں میں یعنی واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم، جمع متکلم، تثنیہ کے چاروں صیغے اور جمع مؤنث غائب وحاضر میں نون ثقیلہ کا ماقبل وجوبی طور پر مفتوح ہوتا ہے، واحد کے پانچوں صیغوں میں نون ثقیلہ کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اِن صیغوں میں نون ثقیلہ کے ماقبل کو ضمہ دیا جائے گا تو جمع مذکر کے ساتھ التباس لازم آئے گا، اور اگر اس کو کسرہ دیا جائے گا تو واحد مؤنث حاضر کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ اور اگر اس کو ساکن کیا جائے گا تو اجتماع ساکنین لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے، جب

ونون الخفيفة لا تدخل فی التثنية أصلا، ولا فی جمع المؤنث؛ لأنه لو حركت النون لم تبق خفيفة؛ فلم تكن على الأصل. وإن أبقيتها ساكنة يلزم التقاء الساكنين على غير حده، وهو غير حسن.

ترجمہ: اورنون خفیہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوتا ہے اور نہ جمع مؤنث میں؛ اس لئے کہ اگر آپ نون کوحرکت دیں گے تو وہ خفیفہ باقی نہیں رہے گا، پس وہ اپنی اصل پرنہیں رہے گا، اور اگر نون کو ساکن باقی رکھیں گے تو لازم آئے گا اجتماعِ ساکنین علی غیرہ، اور وہ جائز نہیں ہے۔

اس کو نہ ضمہ دیا جا سکتا ہے اور نہ کسرہ اور سکون، لہٰذا فتحہ متعین ہو گیا۔ اور تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں چوں کہ نون ثقیلہ سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف اپنے ماقبل فتحہ چاہتا ہے، اس لئے ان صیغوں میں بھی نون ثقیلہ کا ماقبل مفتوح ہوگا، تثنیہ کے صیغوں میں نون ثقیلہ سے پہلے الف کا ہونا تو ظاہر ہے؛ جیسے: اضربان. اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نون سے پہلے اگر چہ اصل کے اعتبار سے الف نہیں ہوتا؛ لیکن بعد میں ان صیغوں میں نون سے پہلے الف کو زیادہ کر دیا جاتا ہے، اس لئے کہ اگر یہاں الف کو زیادہ نہیں کریں گے تو پے در پے تین نونوں (یعنی نون ضمیر اور تاکید کے دونونوں) کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ کلام عرب میں ناپسندیدہ ہے، جیسے: اضربنانِّ.

ونون الخفيفة الخ: یہاں سے مصنف نون خفیفہ کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نون خفیفہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نہیں آتا، ان کے علاوہ باقی صیغوں میں آتا ہے؛ اس لئے کہ اگر تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نون خفیفہ کو لایا جائے گا تو وہاں اُس کی دو صورتیں ہوں گی: یا تو نون کو حرکت دی جائے۔ یا اس کو ساکن رکھا جائے، اگر نون کو حرکت دی جائے گی تو وہ متحرک ہونے کی وجہ سے اپنی اصل پر خفیفہ باقی نہیں رہے گا اور اگر اس کو ساکن باقی رکھا جائے گا تو اس صورت میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

اجتماع ساکنین علی غیر حدہ یہ ہے کہ ایک کلمہ میں ایسے دو ساکن حرف جمع ہو جائیں جن میں سے پہلا حرف مدہ ہو اور دوسرا غیر مدغم۔ اس طرح کا اجتماع ساکنین درست نہیں ہے؛ بلکہ اس کو ختم کرنا ضروری ہے، البتہ اجتماع ساکنین علی حدہ جائز ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک کلمہ میں ایسے دو ساکن حرف جمع ہو جائیں جن میں سے پہلا حرف مدہ ہو اور دوسرا مدغم: جیسے دابَّة، یہاں الف اور باء کے درمیان اجتماع ساکنین ہے، الف مدہ ہے اور باء مدغم ہے۔

وقد تمَّ ههنا ماألهمني ربي في توضيح مشكلات "هداية النحو" ومغلقاته. ولله الحمد على ذلک أولًا وآخرًا وظاهرا وباطنًا، والصلاة والسلام الأتمَّان الأكملان على سيد الانبياء والمرسلين محمد وآله وأصحابه أجمعين.